نصاب اہل خدمات شرعیہ

حصہ اول تا ششم

مرتبہ

حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب علیہ الرحمۃ فارغ جامعہ نظامیہ
قاضی گھن پورہ، ضلع محبوب نگر

مع زاد السبیل الی دار الخلیل

مرتبہ: حضرت مولانا مفتی سعد اللہ خاں صاحب

تنقیح و تصحیح

شعبہ تحقیقات الاسلامیہ جامعہ نظامیہ

ناشر

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ، حیدر آباد، الہند

بار ہفتم	منجانب مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد۔الہند
تاریخ طبع	اکٹوبر ۲۰۱۲ء
قیمت	۱۷۰/-(ایک سوستر روپئے)
تعداد	دوہزار
کتابت	جامعہ نظامیہ کمپیوٹر سنٹر
طباعت	مطبعة ابو الوفاء الافغانی جامعہ نظامیہ حیدرآباد
ناشر	مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد
اسٹاکسٹ	دکن ٹریڈرس' مغلپورہ' حیدرآباد

: پتہ :

دفتر مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ

حیدرآباد ۵۰۰۰۶۴ 'اے پی' (الہند)

فون: 24416847, 24576772 فیاکس:24503267

ویب سائیٹ: www.jamianizamia.org

ای میل : fatwa@jamianizamia.org

نصاب اہل خدمات شرعیہ

ooo

خوشخبری

نصاب اہل خدمات شرعیہ کا انگریزی ترجمہ

ایک خاص خوشخبری یہ ہے کہ نصاب اہل خدمات شرعیہ کو اکثر اصحاب کے مطالبہ پر انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا گیا ہے ۔

انگریزی داں حضرات کیلئے یہ نعمت غیر مترقبہ ہے۔ان حصص کا ترجمہ ممتاز انگریزی داں مولوی سید احمد علی صاحب معتمد جامعہ نظامیہ نے کیا ہے۔

عمدہ کاغذ' دیدہ زیب ملٹی کلر ٹائٹل کے ساتھ آفسیٹ طباعت پر طبع کئے گئے ہیں۔جس کی قیمت 150 روپئے رکھی گئی ہے۔

مجلس اشاعت العلوم کی دیگر مطبوعات دس تا چار ساعت شام دفتر اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

مزید تفصیلات کیلئے مولانا عبید اللہ فہیم صاحب قادری ملتانی سے فون نمبر: 24416847 پر ربط پیدا کیا جاسکتا ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

اللہ کے نزدیک دین حق اسلام ہی ہے

نصاب اہل خدمات شرعیہ

حصہ اول

عقائد

مشتمل بر مسائل ضروریہ

❖ ملا ❖ موذن ❖ امامت ❖ خطابت ❖ نائب قضاءت

مرتبہ: مولانا غلام محی الدین صاحب فارغ جامعہ نظامیہ

تنقیح و تصحیح

شعبہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ

ناشر

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ ' حیدر آباد ' الھند

فہرست مضـــامین حصہ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

دیباچہ طبع اول

عالی جناب فضیلت مآب حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ فاروقی المخاطب بہ نواب فضیلت جنگ بہادر، صدر الصدور، معین المہام امور مذہبی سرکاری عالی نے خاکسار سے اہل خدمات شرعیہ اور مسلمانان دیہات کیلئے عقائد میں ایک مختصر رسالہ ترتیب دینے کی نسبت ارشاد فرمایا، لہذا یہ رسالہ بہ امتثال امر خاکسار نے مرتب اور پیش گاہ انور میں پیش کیا جس کو عالی جناب ممدوح نے حرف بہ حرف ملاحظہ فرما کر ذریعہ مراسلہ نشان (۱۳۱۲) واقع ۲۲/اسفندار ۱۳۲۷ف حسب ذیل ارشاد اس رسالہ کو نصاب اہل خدمات شرعیہ میں داخل فرمایا:

"آپ نے جو رسالہ تالیف کیا ہے وہ بالاستیعاب معائنہ کیا گیا۔ یہ رسالہ اہل خدمات شرعیہ کیلئے بہت مفید ہوگا"

بناء علیہ آج اس رسالہ کو شائع کرنے کی عزت حاصل کی جاتی ہے۔

اس رسالہ کی ترتیب، تعیین عنوانات، انتخابات مسائل، طرق بیان وغیرہ حسب منشاء رہا ہے۔ درحقیقت یہی ایک چیز ہے جو جامعیت مسائل یا تسلسل بیان وغیرہ امور پر بھی قابل ترجیح یا اس رسالہ کی اشاعت کا مقصود اصلی ہوسکتا ہے۔

مقام: حیدرآباد
۱۹/ربیع الاول ۱۳۳۶ھ
م یکم فروردی ۱۳۲۷ف

خاکسار
غلام محی الدین عفا اللہ عنہ
قاضی گھن پورہ، ضلع محبوب نگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین و علی آلہ الطیبین الطاھرین و اصحابہ الاکرمین اجمعین .اما بعد :

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے علم کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔اس سے اسقدر علم کی فرضیت ثابت ہوتی ہے کہ انسان اپنی عبادات اور معاملات جو روزہ مرہ پیش آتے ہیں ان سے واقف ہو جائے۔

اس کیلئے عربی' فارسی میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اردو میں بھی اس کا ذخیرہ پایا جاتا ہے۔لیکن ان سے استفادہ ایک مشکل کام ہے اس لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ ایک ایسی کتاب بھی تصنیف کی جائے جس سے عبادات کے احکام سہل زبان میں ترتیب وار اختصار کے ساتھ بیان کئے جائیں' جس کو پڑھ کر طالب علم ہو یا عام آدمی تشفی پا سکے۔خصوصاً دیہات وقریہ جات جہاں علماء اور مفتیان کرام نہیں رہتے وہاں کے مسلمانوں کیلئے رہنما ثابت ہو سکے۔نیز حکومت اسلامیہ آصفیہ کی جانب سے شرعی خدمات انجام دینے والے حضرات کا تقرر ہوتا تھا جیسے ملا' امام' خطیب' قاضی وغیرہ ان کیلئے بہتر نصاب کے طور پر کام آسکے۔

اس کے ذریعہ ان افراد کا امتحان لیا جائے اور بعد کامیابی صداقت نامہ کامیابی دیا جائے تا کہ وہ اہلیت کی بناء پر اپنی خدمات مفوضہ صحیح طور پر انجام دے سکیں۔اہل خدمات شرعیہ کی تعلیم اور کامیابی کے بغیر ان افراد کا تقرر ممنوع کر دیا گیا۔بانی جامعہ نظامیہ شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان جو صدر الصدور محکمہ امور مذہبی وصدارت العالیہ تھے اصلاح محکمہ جات اور اصلاح المسلمین کا بیڑا اٹھایا اور اس کی کافی حد تک تکمیل فرمائی۔اور اس کے بہتر نتائج قوم وملک کے سامنے آئے' ان کے منجملہ کتاب موسوم بہ '' نصاب اہل خدمات شرعیہ '' کو حضرت علیہ الرحمہ کے حکم سے مولانا غلام محی الدینؒ نے مرتب کیا۔اور اس کی اشاعت کا

اہتمام محکمہ صدارت العالیہ کے ذریعہ کردیا اور تمام ریاست میں اس کی ترویج واشاعت اور تعلیم کا انتظام فرمایا۔ یہ کتاب اپنی انفرادیت کی وجہ سے مقبول عام ہوئی' یہی وجہ ہے کہ اس کی اشاعت کئی مرتبہ عمل میں آئی اور اس کے نسخے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتے گئے ۔حکومت آصفیہ کے ختم ہوجانے کے بعد مختلف ناشرین نے اپنے اپنے طور پر اس کی اشاعت وطباعت کا اہتمام کیا لیکن اس کی صحت اور مسائل کی ترتیب وتہذیب کا خیال نہیں رکھا۔ نیز موجودہ زمانہ کے بعض مسائل بھی اس میں شامل نہ ہوسکے' ان ہی اسباب کی بناء پر ایک صاحب خیر نے جامعہ نظامیہ سے خواہش کی کہ جامعہ کی جانب سے اس پر نظر ثانی کرتے ہوئے اشاعت وطباعت کی جائے ۔ چنانچہ شعبہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ کی جانب سے اس پر نظر ثانی کرتے ہوئے ممکنہ حد تک اس کو مزید سہل بنانے کی کوشش کی گئی ہے ۔عربی عبارات پر اعراب لگائے گئے ۔خصوصاً زکوٰۃ میں موجودہ مروجہ اوزان و پیمانہ جات کا اندراج کیا گیا اور بعض جگہ جہاں مسائل کی نوعیت میں اشکال کا امکان تھا اس کو دور کیا گیا' نئے انداز سے اس کی ترتیب وتہذیب کی گئی تا کہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو اور مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آجائے' حج کا بیان مختصر تھا اس لئے مجلس اشاعت العلوم کی مطبوعہ ایک تصنیف ''زاد السبیل الی دار الخلیل'' مولفہ مفتی محمد سعد اللہ خاں صاحب کو شامل کردیا گیا۔ شعبہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ کی جانب سے نظر ثانی کے بعد مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ نے اس کی اشاعت وطباعت کا اہتمام کیا۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب سابق سے زائد استفادہ کا باعث ہوگی ۔اس کتاب کے ترجمے مختلف زبانوں میں کرنے کا ارادہ ہے ۔تلگو اور انگریزی زبان میں ترجمہ ہوکر شائع ہوچکی ہے' ہندی اور دوسری زبانوں میں بھی اس کو منتقل کیا جائے گا۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی کتاب کے لکھنے والے' طباعت واشاعت کرنے والے اور تعاون کرنے والے تمام حضرات کو جزاء خیر دے اور اس کتاب کو قبول دوام عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ الطیبین .

المرقوم: یکم جنوری ۲۰۰۰ء　　(حضرت مولانا) مفتی خلیل احمد

شیخ الجامعہ' جامعہ نظامیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ علیٰ سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ .

واضح ہو کہ دنیا میں انسان کیلئے سب سے بڑی نعمت ایمان واسلام ہے کہ اس کی بدولت دنیا میں بھی خیر و برکت اور بہبود وفلاح نصیب ہوتی ہے اور آخرت میں بھی بخشش ونجات یعنی ہمیشہ کا عیش اور ہمیشہ کا آرام حاصل ہوگا ۔ گویا دونوں جہاں کی سعادتیں اسی نعمت ''ایمان و اسلام'' سے وابستہ ہیں۔

پس ہر عاقل و بالغ مرد و عورت پر لازم ہے کہ اول ایمان واسلام کی حقیقت جانے' عقائد سے واقفیت حاصل کرے پھر اعمال و عبادات میں مشغول ہو جائے اور دونوں جہاں کی سعادت حاصل کرے۔

یہ یاد رہے کہ جب تک عقائد درست نہ ہوں نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' صدقات وغیرہ سب اعمال رائیگاں ہیں کیونکہ بغیر درستی عقائد کوئی عمل وعبادت مقبول نہیں اور بغیر عمل وعبادت کے نعمت ایمان سے کامل بہرہ اندوزی محال ہے ۔ چونکہ ایمان کی حقیقت عقائد صحیحہ میں مضمر ہے' لہذا اس حصہ کو عقائد کے عنوان سے شروع کر کے ضروری عقائد کو صاف وسلیس عبارت میں فقرہ وار بیان کیا جاتا ہے۔وَ بِاللّٰہِ التَّوۡفِیۡق ۔

ooo

عقائد[1] کا بیان

۱۔ اللہ: تمام عالم[2] کا پیدا کرنے والا جو اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے اس کا نام اللہ تعالیٰ ہے۔

۲۔ ایمان: اللہ اور اللہ کے رسول کی اور اللہ کے پاس سے (رسول کے ذریعہ) آئی ہوئی چیزوں[3] کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنے کا نام ایمان ہے۔

۳۔ ارکان ایمان: ایمان کے دو رکن ہیں۔

(۱) دل سے تصدیق کرنا (۲) زبان سے اقرار[4] کرنا۔

۴۔ مومن: ایمان والا یعنی کلمہ طیبہ یا صفت ایمان مجمل یا صفت ایمان مفصل کو زبان سے پڑھنے اور دل سے اس کے معنی کی تصدیق کرنے والا مومن ہے۔

۵۔ کلمہ طیبہ یہ ہے: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

۶۔ ایمان مجمل وایمان مفصل: اللہ کے پاس سے آئی ہوئی تمام چیزوں کی اجمالی طور پر تصدیق واقرار کرنا ایمان مجمل ہے اور تفصیل سے ایک ایک چیز کی تصدیق اور اقرار کرنا ایمان مفصل۔

صفت ایمان مجمل: اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَ صِفَاتِہٖ وَ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ (ترجمہ) اللہ کی جیسی ذات اور صفات ہیں میں ان پر ایمان لایا اور اس کے تمام احکام کو قبول کیا۔

صفت ایمان مفصل: اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلَائِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ الْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ (ترجمہ) میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے پر اور تقدیر پر کہ اس کی بھلائی و برائی سب اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے

۱۔ شرع کے ضروری امور جو تصدیق قلب سے متعلق ہیں ان پر دل میں پکا یقین اور پورا بھروسہ رکھنے کا نام عقیدہ یا اعتقاد ہے اور عقائد جمع ہے عقیدہ کی۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا جتنی چیزیں (زمین، آسمان، چاند، سورج، انسان، حیوان وغیرہ) ہیں ان سب کے مجموعہ کا نام عالم ہے۔ ۳۔ خواہ احکام ہوں یا خبریں۔ ۴۔ اعمال صالحہ اگرچہ رکن ایمان نہیں لیکن موجب کمال ورونق ایمان ضرور ہیں۔

(تنبیہ) یہ چیزیں[1] تمام عقیدوں کی اصل (جڑ) ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنے والا کافر ہے۔ پس ان چیزوں کو بخوبی سمجھنے کیلئے یہاں ہر ایک کی تشریح کی جاتی ہے۔

(۱) اٰمَنۡتُ بِاللّٰهِ[1]: اللہ پر ایمان لانے کا بیان[2]

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات وافعال میں یکتا ہے' کوئی اس کا شریک نہیں۔

۲۔ وہ اپنی ذات سے آپ موجود ہے۔ (یہ نہیں کہ کسی نے اس کو موجود کیا ہو)

۳۔ قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

۴۔ اس کے جتنے اسماء[3] وصفات ہیں سب قدیم اور اس کی ذات میں ہمیشہ سے موجود ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔

۵۔ اس کی ابتداء ہے نہ انتہاء۔ وہی اول اور وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر اور وہی باطن۔

۶۔ اس کے سواء جو کچھ موجود ہے سب نو پید[4] اور اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور وہی سب کو فنا کر کے پھر دوبارہ مردوں کو قیامت میں زندہ کرنے والا۔

۷۔ وہی ساری مخلوقات کا روزی رساں ہے۔

۸۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ساری دنیا اس کی محتاج ہے۔

۹۔ وہ سب سے نرالا ہے کوئی اس کا مثل و مانند نہیں۔

۱۰۔ اس کے ماں' باپ' جورو' بیٹا' بیٹی کوئی نہیں۔

۱۱۔ وہ جسم اور صفات جسم (کھانے' پینے' سونے وغیرہ) سے پاک[5] ہے۔

۱۲۔ وہ زندہ ہے مگر ہماری طرح اس کی شکل وصورت نہیں۔

۱۳۔ وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے لیکن ہماری طرح اس کی آنکھ نہیں۔

---

(۱) یعنی چھ عقیدے جو صفت ایمان مفصل میں مذکور ہوئے (۲) اللہ تعالیٰ کی صفات بے انتہا ہیں ان میں سے یہاں چند صفتیں بیان کی جاتی ہیں۔ (۳) اللہ تعالیٰ کے جس قدر نام اور صفات شرع سے ثابت ہیں اسی پر اکتفاء کرنا چاہئے۔ اپنے قیاس سے کوئی نام یا صفت قرار دینا جائز نہیں۔ (۴) یعنی حادث۔ (۵) اسی طرح مکان وزمان وغیرہ سے بھی پاک ہے۔

۱۴۔ وہ ہر آواز کو سنتا ہے مگر ہماری طرح اس کے کان نہیں۔
۱۵۔ وہ کلام فرماتا ہے لیکن ہماری طرح اس کا منہ نہیں[۱]
۱۶۔ ہر چیز پر اس کو قدرت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔
۱۷۔ ہر چیز اس کے ارادہ سے ہوتی ہے اور کوئی اس کے ارادہ کو روک نہیں سکتا۔
۱۸۔ ہر چیز کا اس کو علم ہے (خواہ دلوں کے اندر ہو یا زمین کے نیچے یا جہاں کہیں)۔
۱۹۔ وہی جلاتا، وہی مارتا، وہی بیمار بناتا، وہی شفاء دیتا ہے۔
۲۰۔ وہی عزت وذلت دیتا اور وہی نفع ونقصان پہنچاتا ہے۔
۲۱۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔
۲۲۔ وہ سب کا مالک ونگہبان اور سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔
۲۳۔ وہ تمام خوبیوں اور کمال کی صفتوں سے موصوف اور زوال کی علامتوں اور کل عیبوں سے پاک ہے۔
۲۴۔ پرستش وعبادت کا مستحق صرف وہی ایک ہے۔ (جل جلالہ)

(۲) وَمَلآئِکَتِہٖ: فرشتوں پر ایمان لانے کا بیان

۱۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے ہیں۔
۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نور سے پیدا کیا ہے۔
۳۔ وہ موجود[۲] ہیں (زمین وآسمان ہر جگہ رہتے ہیں) مگر ہماری عام نظروں سے پوشیدہ ہیں۔

۔(۱) خدا کی صفتیں مخلوق کی صفتوں سے اصلاً مشابہ نہیں اور نہ وہ مخلوق کے وہم وقیاس میں آ سکتی ہیں بلکہ مخلوق کی صفتیں ایک ادنیٰ سا نمونہ ہیں کہ ان کے ذریعہ سے خدا کی اعلیٰ صفتوں کو بقدر امکان معلوم کرنے میں مدد مل سکے اور بس۔ (۲) بے تعداد و بے شمار ہیں۔ اللہ کے سواء کوئی ان کی تعداد نہیں جانتا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ تمام مخلوقات کے دس جزو ہیں۔ نو ان میں سے ملائکہ ہیں باقی ایک تمام مخلوقات۔

۴۔ معصوم ہیں کوئی گناہ نہیں کرتے۔

۵۔ مرد وعورت پن سے پاک ہیں یعنی مرد ہیں نہ عورت[۱]۔

۶۔ کھانے پینے وغیرہ جسمانی لوازم سے پاک ہیں۔

۷۔ ہر وقت خدا کی یاد اور اس کی حمد و تسبیح میں مصروف ہیں۔

۸۔ کارخانہ قدرت کے مختلف کام ان میں سے بہتوں کے سپرد ہیں۔

۹۔ جس جس کام پر مامور ہیں اس کو بجالاتے ہیں کبھی خلاف نہیں کرتے۔

۱۰۔ ان میں چار فرشتے اولوالعزم اور سب سے افضل ہیں۔

(۱) جبرائیل علیہ السلام (جو پیغمبروں کے پاس وحی[۲] لایا کرتے تھے)

(۲) میکائیل علیہ السلام (جو مینہ برسانے اور مخلوق کو روزی پہنچانے پر مامور ہیں)

(۳) اسرافیل علیہ السلام (جو صور[۳] لئے کھڑے ہیں قیامت کے دن پھونکیں گے)

(۴) عزرائیل علیہ السلام (جو ہر جاندار کی روح نکالنے پر مقرر ہیں)

(۳) وَ کُتُبِہٖ: کتابوں پر ایمان لانے کا بیان

۱۔ بہت سی کتابیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر نازل کیں تاکہ وہ اپنی اپنی امتوں کو دین کی باتیں سکھائیں۔

۲۔ سب کی سب سچی اور برحق ہیں۔

۳۔ سب اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں۔

۴۔ کل چھوٹی بڑی آسمانی کتابیں ایک سو چار مشہور ہیں لیکن بلاتعیین[۴] تعداد سب پر ایمان لانا چاہئے۔

---

(۱) ان کی کوئی خاص صورت نہیں، ہر شکل میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ان کے دو دو تین تین، چار چار پر ہوتے ہیں۔ (۲) اللہ تعالیٰ کا حکم جو پیغمبروں پر نازل ہوا کرتا تھا خواہ جبرائیل کے ذریعہ یا اور طریقوں سے اس کا نام وحی ہے۔ (۳) ایک بہت بڑی چیز سینگ کی شکل میں ہے۔ (۴) مقرر کرنا۔

۵۔ سب کتابوں میں یہ چار کتابیں مشہور اور بڑی بڑی ہیں جو ان چار پیغمبروں پر نازل ہوئیں۔

(۱) توریت: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر

(۲) زبور: حضرت داؤد علیہ السلام پر

(۳) انجیل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر

(۴) قرآن: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر

۶۔ قرآن شریف سب کتابوں سے افضل واکمل اور آخری کتاب ہے۔

۷۔ اب آسمان سے کوئی کتاب نہیں آئے گی۔ قیامت تک قرآن ہی کا حکم چلتا رہے گا۔

۸۔ اس وقت قرآن کے سوا دوسری کتابوں کا حکم نہیں رہا۔

(۴) وَرُسُلِهٖ : رسولوں پر ایمان لانے کا بیان

۱۔ رسول[۱]، نبی[۲] اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار اور مقبول بندے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مخلوق کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً دنیا میں بھیجا۔

۳۔ یہ سب انسان[۳] تھے، لیکن تمام انسانوں سے افضل واکمل۔

۴۔ سب راست[۴] باز، امانت دار، نیکوکار، معصوم (گناہوں سے پاک) ہیں[۵]۔

۵۔ کفر، شرک، جھوٹ، خیانت، وعدہ خلافی وغیرہ کبھی ان سے سرزد نہیں ہوئی۔ نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد۔

---

(۱) رسول اور پیغمبر دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔ (۲) نبی اور رسول میں یہ فرق ہے کہ جن کو کتاب اور نیا دین اللہ کی طرف سے ملا جیسے ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام وغیرہم ان کو رسول کہتے ہیں۔ اور جن کو کتاب اور نیا دین نہیں ملا بلکہ اپنے رسول کے دین کی اشاعت وترویج کی، وہ صرف نبی ہیں۔ ان کو رسول نہ کہیں گے۔ ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی رسول نہیں۔ رسالت کا مرتبہ نبوت سے بالاتر ہے۔ (۳) اور سب مرد، عالی خاندان، کامل العقل تھے (۴) ترجمہ: سچے (۵) اگر ان سے سہواً کوئی لغزش بھی ہو تو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے میں رتی برابر کمی وزیادتی نہ کرتے تھے اور نہ ان سے کبھی اس میں بھول چوک ہوتی تھی۔

۷۔ جو کچھ انہوں نے خلق کو سنایا اور ہدایت دی سب حق ہے۔

۸۔ انبیاء بہت ہوئے ہیں' سب انبیاء پر بلا تعیین تعداد[1] ایمان لانا چاہئے۔

۹۔ کوئی صالح' ولی' قطب' غوث (غرض کیسے ہی بزرگ وکامل ہوں) کبھی کسی نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

۱۰۔ نبی کی نبوت معلوم کرانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے ہاتھ سے ایسے ایسے خلاف عادات کام کرائے جو کسی مخلوق سے ممکن نہیں۔ ان امور کو معجزے[2] کہتے ہیں اور معجزہ علامت ہے نبوت کی۔

۱۱۔ انبیاء کے معجزے (جو قرآن شریف یا صحیح روایتوں میں بیان ہوئے ہیں) سب حق ہیں۔

۱۲۔ پیغمبروں میں بعضوں کا رتبہ بعضوں سے بڑا ہے۔ سب سے برتر و افضل ہمارے رسول کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[3] ہیں جو تمام عالم کیلئے رحمت اور کل اہل زمین وآسمان کے پیغمبر اور ان سب سے افضل ہیں۔

۱۳۔ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور ہمارے رسول کریم ﷺ پر ختم ہوگئی۔

۱۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوا ہے نہ ہوگا۔ قیامت تک جتنے انس وجن ہوں گے سب کے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغمبر ہیں۔

---

(۱) اگرچہ کل انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ان ہی میں تین سو تیرہ (۳۱۳) رسول ہونا مشہور ہے لیکن صحیح تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے۔ (۲) جیسے چاند کا انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہوجانا۔ جانوروں کا کلام کرنا۔ کنکریوں کا تسبیح پڑھنا۔ خشک ستون کا رونا۔ انگلیوں سے اتنا پانی نکلنا کہ ایک لشکر سیراب ہوجائے وغیرہ یہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں۔ (۳) آپ کی امت بھی سب انبیاء کی امتوں سے افضل' بہتر اور آپ کا دین تمام دینوں پر غالب اور آپ کی شریعت کل اگلی شریعتوں سے اکمل وجامع ہے۔

مختصر سیرت نبوی علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتسلیم

(یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے پاک حالات[۱])

۱۔ آپ کا نور سب سے پہلے پیدا ہوا اگر چہ آپ کا ظہور آخر میں ہوا۔

۲۔ کچھ کم چودہ[۲] سو سال ہوتے ہیں کہ آپ مکہ معظّمہ میں بارہ ربیع الاوّل[۳] دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔

۳۔ آپؐ خاندان قریش اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

۴۔ آپؐ کے اجداد کے نام چار پشت تک (جن کو عام طور پر 'چار کرسی' کہتے ہیں) یہ ہیں:۔
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف

۵۔ آپؐ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی آمنہ بنت وہب ہے۔

۶۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے تعلیم نہیں دی[۴]۔

۷۔ آپؐ کو چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت عطا ہوئی[۵]۔

۸۔ نبوت کے وقت سے جبرائیل علیہ السلام وقتاً فوقتاً آتے اور قرآن شریف پہنچاتے رہے۔ چنانچہ کامل قرآن شریف تیئیس (۲۳) سال کی مدت میں آپؐ[۶] پر نازل ہوا۔

۹۔ نبوت کے بارہویں سال[۷] ۲۷؍رجب دوشنبہ کی رات آپ کو معراج شریف ہوئی یعنی اس رات اللہ تعالیٰ نے آپ کو جسم کے ساتھ[۸] جاگتے میں براق پر سوار کرا کے مکہ معظّمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمان، پھر آگے[۹] جہاں تک منظور ہوا پہنچایا۔ جنت و دوزخ وغیرہ کی سیر کرائی اور پھر اسی رات کے اسی حصہ میں مکہ معظّمہ پہنچا دیا۔ اسی کو معراج کہتے ہیں۔

---

(۱) جن کا جاننا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے اس لئے یہاں نہایت مختصر حالات بیان کئے جاتے ہیں۔ (۲) یعنی آغاز سنہ ہجری سے ۵۳ سال قبل (۳) بروایت مشہور (۴) جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے آپ کو جو تعلیم ہوتی تھی وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعلیم تھی۔ (۵) یعنی پہلی وحی کے ذریعہ اعلان نبوت ہوا (۶) اور صحابہ کرام کے زمانہ میں کتاب کی صورت میں جمع کیا گیا (۷) بروایت مشہور (۸) بقول معتبر (۹) عرش، کرسی وغیرہ۔

۱۰۔ نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال تک آپ مکہ معظّمہ میں تبلیغ[۱] اسلام فرماتے رہے۔ پھر بحکم الٰہی مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے جس کو ہجرت کہتے ہیں۔

۱۱۔ مدینہ منورہ میں دس سال اقامت فرمانے کے بعد بارہوٰیں[۲] ربیع الاول دوشنبہ ہی کے دن عالم جاودانی کو رونق افروز ہوئے۔اس وقت عمر شریف ترسٹھ (۶۳) سال کی تھی۔

۱۲۔ آپؐ کی قبر شریف مدینہ منورہ میں موجود ہے جس کی زیارت اقدس کیلئے ہر ملک کے مسلمان آتے ہیں۔

۱۳۔ آپؐ سے محبت رکھنا' آپ کو اپنی جان' مال' اولاد سب سے زیادہ عزیز[۳] جاننا مدار ایمان اور آپؐ پر درود[۴] شریف پڑھتے رہنا موجب کمال ایمان ہے۔

(۵) وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ[۵] وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

قیامت پر ایمان لانے کا بیان

(تنبیہ) اِس عنوان کے تحت اتنی چیزیں ہیں:۔

(۱) سوال[۶] منکر ونکیر۔ (۲) قیامت۔ (۳) میزان۔ (۴) کتاب۔ (۵) حساب۔ (۶) سوال۔ (۷) پُل (صراط)۔ (۸) حوض کوثر۔ (۹) شفاعت۔ (۱۰) جنت۔ (۱۱) دوزخ۔

ان میں سے ہر ایک کا بیان سلسلہ وار درج ذیل ہے۔

---

(۱) (ترجمہ) بندوں کو اسلام پہنچانا (۲) بروایت مشہور (۳) عزیز جاننے اور محبت رکھنے کی کامل علامت یہ ہے کہ آپ کی سنت (طریقہ) پر چلیں اور آپ کے احکام کی تعمیل کریں۔ (۴) درود شریف بہت ہیں جو چاہے پڑھے۔ ایک مختصر درود شریف یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ (۵) عالم آخرت کے دو دور ہیں اول مرنے کے بعد سے قیامت تک' دوم قیامت سے ابدالآباد تک۔ پہلے دور کو عالم برزخ کہتے ہیں اور دوسرے کو عالم حشر وابد۔ (۶) جو قبر میں ہوگا' قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ چونکہ مردے کے حق میں قیامت کی ابتداء یہیں سے ہے اس لئے اس کا ذکر عنوان قیامت کے تحت کیا گیا۔

۱۔ **سوال منکر ونکیر۔** آدمی[1] مرنے کے بعد اگر دفن کیا جائے تو قبر میں ورنہ جس حال[2] میں ہو مردے کے پاس دو فرشتے (جن کے نام منکر ونکیر ہیں) آتے ہیں اور مردے سے (یہ تین) سوال کرتے ہیں:

(۱) مَنْ رَبُّکَ؟ (تیرا پروردگار کون ہے؟)

(۲) وَ مَنْ نَبِیُّکَ؟ (اور تیرا نبی کون ہے؟)

(۳) وَ مَا دِیْنُکَ؟ (اور تیرا دین کیا ہے؟) اگر مردہ ایماندار ہے تو جواب دیتا ہے:

(۱) رَبِّیَ اللّٰہُ (اللہ تعالیٰ میرا پروردگار ہے)

(۲) وَ نَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ (اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں۔)

(۳) وَ دِیْنِیَ الْاِ سْلَامُ (اور اسلام میرا دین ہے)

پھر اس کیلئے قبر کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کو ہر طرح کا چین و آرام ملتا ہے اور اگر مردہ کافر یا منافق ہے تو تینوں سوالوں کے جواب میں کہتا ہے: ھاہ ھاہ لَا اَدْرِیْ (ہائے ہائے میں نہیں جانتا)۔ پھر قبر اس پر تنگ ہوتی اور ایسا دباتی[3] ہے کہ پسلیاں ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔ اور طرح طرح کے عذاب ہوتے ہیں۔ یہ باتیں قبر میں مردے کو معلوم ہوتی ہیں۔ زندوں کو اس کی خبر نہیں ہوتی، جیسے سوتا آدمی خواب میں سب کچھ دیکھتا لیکن جاگتا اور اس کے پاس بیٹھا ہوا بے خبر رہتا ہے۔ قبر کا عذاب جملہ کافروں اور بعض گنہگار مسلمانوں کو بھی ہوتا ہے۔

۲۔ **قیامت۔** (۱) جس دن اللہ تعالیٰ اس عالم کو فنا کر کے پھر تمام مردوں کو زندہ کرے گا اور ان سے ان کی نیکی بدی کا حساب لے گا اس کا نام قیامت ہے۔

---

(۱) آدمی مرنے سے فنا نہیں ہوتا بلکہ جسم سے روح جدا ہو جاتی ہے۔ جسم فنا ہوتا ہے اور روح باقی رہتی ہے۔ (تنبیہ اول) مرنے کے بعد انسان پھر اس جہاں میں کسی اور بدن میں جنم نہیں لیتا (تنبیہ دوم) مرنے کے بعد ایمان و کفر اور نیک و بد اعمال کا ضرور بدلہ ملتا ہے۔ جس کا احساس قبض روح اور قبر سے شروع ہو جاتا ہے۔ (۲) مثلاً جل کر راکھ ہو جائے یا پانی میں ڈوب جائے یا درندہ وغیرہ کھا جائے۔ (۳) قبر کا دباؤ (ضغطہ قبر) نیک بندوں کو بھی ہوتا ہے مگر بہت خفیف اور تھوڑی دیر کیلئے اس طرح جیسے دردسر کی شکایت پر ماں محبت سے بچہ کا سر نرم نرم دبائے۔

(۲)　قیامت کا آنا برحق ہے۔

(۳)　قیامت کی جتنی علامتیں اللہ اور رسولؐ نے بتلائی ہیں وہ سب پوری ہوں گی مثلاً امام مہدیؑ کا ظاہر ہونا، کانے دجال کا نکلنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور دجال کو مارڈالنا، یاجوج ماجوج (جو بڑی زبردست قوم ہے) کا نکلنا اور قہرالٰہی سے ہلاک ہوجانا 'دابّۃ الارض (ایک عجیب جانور) کا نکلنا اور آدمیوں سے باتیں کرنا، آفتاب کا مغرب سے نکلنا، دنیا کا کافروں سے بھرجانا، آسمان سے ایک دھواں ظاہر ہونا اور سب کو گھیر لینا، آگ کا ظاہر ہونا وغیرہ۔

(۴) تمام علامتوں کے بعد حکمِ الٰہی سے حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے جس سے موجودہ عالم سب فنا ہوجائے گا۔

(۵) پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا دوبارہ صور پھونکا جائے گا اس سے تمام مردے زندہ ہوجائیں گے۔

۳۔ **میزان** ۔قیامت کے دن میزان یعنی ترازو قائم کی جائے گی اور اس میں بندوں کے نیک و بد اعمال تولے جائیں گے۔

۴۔ **کتاب**۔کتاب یعنی نامۂ اعمال (جس میں بندوں کے نیک و بد عمل لکھے ہوں گے) قیامت کے روز ایمان داروں کو دائیں ہاتھ میں سامنے سے دیا جائے گا اور کافروں کو بائیں ہاتھ میں پیچھے سے دیا جائیگا۔

۵۔ **حساب**۔قیامت کے دن تمام بندوں کے بھلے بُرے اعمال سے ذرہ ذرہ اور رتی رتی کا حساب ہوگا۔

۶۔ **سوال**۔قیامت کے روز ہر ایک بندے سے پوچھا جائے گا کہ دنیا میں تو نے کیا کیا (اطاعت وفرماں برداری میں رہا یا گناہ ونافرمانی میں) جس کا جواب صحیح نہ دینے یا اپنی نافرمانیوں کا انکار کرنے پر حکمِ الٰہی سے خود اس کے اعضاء (ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان

وغیرہ) اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

۷۔ **پُل (صراط)** دوزخ کی پشت پر قیامت کے دن ایک پل ہوگا' بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز' جس کو صراط کہتے ہیں۔ سب کو اس پر چلنے کا حکم ہوگا۔ جو لوگ نیک ہیں وہ تو اپنی اپنی نیکیوں کے اعتبار سے جلد یا آہستہ پار اتر کر جنت میں پہنچ جائیں گے۔ لیکن بدکار اپنی بدکاریوں کے موافق لغزشیں کھا کھا کے یا کٹ کٹ کر دوزخ میں گر پڑیں گے۔

۸۔ **حوض کوثر**۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک حوض عطا فرمایا ہے جس کا نام کوثر ہے۔ آپؐ کی امت اس کے پانی سے قیامت کے دن سیراب ہوگی۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے' جو اسے ایک بار پئے گا وہ پھر پیاسا نہ ہوگا۔

۹۔ **شفاعت**۔ (۱) قیامت کے دن ایک نہیں دو نہیں ہزاروں طرح کی مصیبتیں اور پریشانیاں ہوں گی جن سے لوگ بیقرار ہو کر پیغمبروں کے پاس سفارش کیلئے دوڑے دوڑے پھریں گے مگر کسی پیغمبر کو اس کی جرأت نہ ہوگی۔ بالآخر سب سے مایوس ہو کر ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپؐ (چونکہ رحمت للعالمین و شفیع المذنبین ہیں) سب کو دلاسا اور تسلی دیں گے اور بارگاہ رب العزت میں پیش ہو کر شفاعت فرمائیں گے۔ اس شفاعت کو ''شفاعت عظمیٰ'' اور مقام شفاعت کو ''مقام محمود'' کہتے ہیں۔ یہ شفاعت آپ ہی سے خاص ہے۔

(۲) آپ کی شفاعت سے سب اہل ایمان مستفید ہوں گے اگرچہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہوں۔

(۳) انبیاء' اولیاء' علماء' صلحاء' شہداء وغیرہ کی شفاعت بھی حق[1] ہے۔

---

(۱)۔ یعنی ان میں سے ہر ایک اپنی قدر و منزلت کے موافق شفاعت کریں گے۔ لیکن باب شفاعت کو پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھولیں گے۔

۱۰۔ جنت۔(۱) جنت پیدا ہو چکی ہے۔ جو ایک عیش و آرام کی جگہ ہے اور جس میں طرح طرح کی نعمتیں موجود ہیں۔ جو نیک لوگوں کو نیکیوں کے صلہ میں فضل الٰہی سے عطا ہوں گی۔

(۲) جنت اور اہل جنت کبھی فنا نہ ہوں گے نہ جنتیوں کو کسی قسم کی تکلیف یا رنج وغم ہوگا' بلکہ وہ (اپنے اپنے نیک اعمال کے اندازہ سے) ہمیشہ عیش و آرام میں رہیں گے۔

(۳) جنت میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جو جنتیوں کو نصیب ہوگا۔ اس کے مقابل تمام نعمتیں ہیچ ہیں۔

۱۱۔ دوزخ۔(۱) دوزخ بھی پیدا ہو چکی ہے' جس میں آگ' سانپ' بچھو' طوق' زنجیر اور طرح طرح کے عذاب ہیں جو بدکاروں کو بدکاریوں کے عوض دیئے جائیں گے۔

(۲) دوزخ و اہل دوزح کبھی فنا نہ ہوں گے۔ یعنی جو لوگ کافر و مشرک ہیں وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کو موت[۱] بھی نہ آئے گی کہ مر کر عذاب سے نجات پاسکیں۔

(۳) بعض گنہگار مسلمان بھی دوزخ میں داخل ہوں گے لیکن ہمیشہ اس میں نہ رہیں گے بلکہ جن میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ (کتنے ہی بڑے گنہگار ہوں) بالآخر بقدر گناہ عذاب پا کر یا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے یا محض حق تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں چلے جائیں گے۔

(٦) وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى

تقدیر پر ایمان لانے کا بیان

۱۔ عالم میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے اور ہوگا سب کو اللہ تعالیٰ[۲] نے ازل ہی میں

(۱) کیونکہ موت بھی فنا ہو جائے گی۔ چنانچہ موت کو دنبہ کی شکل میں لا کر ذبح کر دیا جائیگا۔(۲) یعنی جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا وہ پہلے سے اللہ کے علم میں موجود ہے۔ پس اللہ نے اس کو اپنے علم کے موافق لکھ دیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا اس نے لکھ دیا ویسا ہی ہم کو کرنا پڑتا ہے بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا ہی اس نے لکھ دیا۔

لکھ دیا[۱] ہے ۔اب اس کے خلاف کچھ نہیں ہوسکتا' اسی کا نام تقدیر ہے۔

۲۔ بندوں کے بھلے بُرے تمام کاموں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔لیکن بھلے کاموں سے وہ راضی ہے اور برے کاموں سے ناراض ہوتا ہے۔

۳۔ بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں' البتہ ان کو اللہ تعالیٰ نے سمجھ اور ارادہ دیا ہے جس سے بھلے برے کام وہ اپنے اختیار سے کر[۲]تے ہیں ۔اسی بناء پر ثواب و عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔یعنی نیک کام کریں تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتا اور ثواب عنایت فرماتا ہے اور برے کام کریں تو ناخوش ہوتا اور عذاب دیتا ہے۔

۴۔ ہر شخص کی موت کا وقت بھی ازل میں مقرر ہو چکا ہے۔ جب وقت آتا ہے تو لاکھ تدبیریں کریں لمحہ بھر دیر نہیں لگتی اور جب وقت نہیں آتا تو پھر (جادو' زہر' وباء' طاعون وغیرہ) کسی چیز سے بھی نہیں مر سکتا۔

(تنبیہ) صفت ایمان مفصل کی تشریحات یہاں ختم ہوگئیں۔

(۷) انبیاء کے بعد سب سے برتر صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم[۳]) ہیں۔

(۱) صحابہ وہ لوگ ہیں جو بحالت ایمان آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت سے مشرف[۴] ہوئے ہوں اور ان کی موت بھی حالت ایمان میں ہوئی ہو۔

(۲) صحابہ تمام اُمت اور اولیائے اُمت سے بزرگ و افضل ہیں۔ان کی شان میں بڑی بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔یہ سب قابل تعظیم و لائق ادب ہیں۔

(۸) صحابہ میں سب سے افضل چار صحابی ہیں' جو خلفائے راشدین کہلاتے ہیں:

---

(۱) حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کی جگہ جنت یا دوزخ میں اللہ تعالیٰ نے پہلے سے لکھ رکھی ہے۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا عمل کرنا چھوڑ دیں اور لکھے ہوئے پر تکیہ کر کے بیٹھ جائیں؟ آپ نے فرمایا کئے جاؤ ' جس جگہ کیلئے جس شخص کو اللہ نے پیدا کیا ہے اس کو اس کے موافق عمل آسان کر دیئے ہیں ۔نیکوں کو نیک عمل آسان کر دیئے ہیں اور بدوں کو بد عمل۔

(۲) اور بسبب اختیار کے ' کاسب' کہلاتے ہیں (۳) (ترجمہ) راضی رہے اللہ تعالیٰ ان سے (۴) اگرچہ ایک ساعت کیلئے ہو۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو پہلے خلیفہ ہیں اور تمام اُمت سے برتر ہیں انبیاء کے بعد آپ ہی کا درجہ ہے۔

(۲) حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو دوسرے خلیفہ ہیں اور خلیفہ اول کے بعد سب سے برتر ہیں۔

(۳) حضرت عثمان ذوالنورین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو تیسرے خلیفہ ہیں اور خلیفہ اول و دوم کے بعد سب سے برتر ہیں۔

(۴) حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جو چوتھے خلیفہ ہیں اور پہلے تین خلفاء کے بعد سب سے برتر ہیں۔

(تنبیہ:۱) ان حضرات میں باہم اسی ترتیب سے فضیلت ہے جس ترتیب سے یہ خلیفہ ہوئے ہیں۔

(تنبیہ:۲) یہ چاروں صحابہ اور ان کے علاوہ اور چھ صحابہ[۱] قطعی جنتی ہیں انہی کو عشرہ مبشرہ[۲] کہتے ہیں (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)۔

(۹) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہلبیت یعنی آپ کی اولاد اور ازواج[۳] مطہرات[۴] (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) سب کے سب قابل احترام اور لائق تعظیم ہیں۔

(۱) اولاد میں سب سے بڑا رتبہ حضرت فاطمۃ[۵] الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا اور بیبیوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ وحضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا ہے ۔

(۲) حضرت امام حسن و حضرت امام حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقبول نواسے اور جوانان جنت کے سردار ہیں۔

(۱۰۔) ہر مسلمان کو چاہئے کہ تمام صحابہ اور اہل بیت سے دلی محبت اور نیک گمان رکھے۔ جب ان کا نام لے "رضی اللہ عنہ" کہے۔ غرض دل اور زبان ہر طرح سے ان کی تعظیم بجالائے۔

---

(۱) جن کے نام یہ ہیں طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہم (۲) ان کے سوا اور حضرات کی نسبت بھی جنتی ہونے کی احادیث میں بشارت ہے۔(۳) جو تمام مومنین کی مائیں ہیں (۴) ترجمہ: پاک بیبیاں (۵) آپ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

ان سے بدگمانی رکھنا یا ان کی شان میں بے ادبی کرنا بہت بڑا گناہ ہے[1]۔

(۱۱) اللہ و رسول کی پوری اتباع[2] کرنے سے انسان درجہ ولایت کو پہنچتا اور ولی[3] کہلاتا ہے۔

(۱) ولی سے بھی ایسی ایسی خلاف عادت (عجیب و غریب) باتیں ظاہر ہوسکتی ہیں جن میں عقل حیران ہو اس کو 'کرامت' کہتے ہیں۔

(۲) اگر کوئی ایسی بات کافر یا فاسق سے ظاہر ہو تو وہ کرامت نہیں بلکہ 'استدراج' ہے (اس پر اعتقاد درست نہیں)۔

(۳) ولایت کیلئے کرامت کا ظاہر ہونا شرط نہیں البتہ شریعت[4] کی پابندی ضروری ہے۔

(۴) اولیاء اللہ سے محبت رکھنی اور ان کے افعال حسنہ (اچھے کاموں) کی پیروی کرنی باعث سعادت ہے۔

(۱۲) اولیاء اللہ کو سوتے یا جاگتے میں بعض راز کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں ان کو کشف و الہام کہتے ہیں۔ اگر وہ بظاہر موافق شرع ہیں تو قابل قبول ہیں ورنہ نہیں۔

(۱۳) اولیاء اللہ اور انبیاء کو وسیلہ[5] ٹھہرا کر بارگاہ الٰہی میں التجا کرنا اور دعا مانگنا جائز[6] ہے۔

(۱۴) کوئی کیسا ہی اللہ کا پیارا[7] ہو جائے لیکن کبھی اس سے فرائض شرعی (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ) معاف نہیں ہوسکتے۔ نہ گناہ کی باتیں اس کیلئے جائز ہوسکتی ہیں، بلکہ جب تک ہوش و حواس درست[8] ہیں شرع کا پابند رہنا فرض[9] ہے۔

---

(۱) بلکہ خوف کفر ہے۔ (۲) ترجمہ: پیروی (۳) بعضوں نے ولی کی تعریف میں یہ تصریح کی ہے۔ ''معرفت الٰہی سے آراستہ ہونا، ہمیشہ عبادت گذار رہنا، گناہوں سے بچنا، لذتوں اور خواہشوں کو ترک کرنا وغیرہ پوری اتباع میں یہ سب امور داخل ہیں'' (۴) اللہ و رسولؐ کے احکام کا نام شریعت ہے اسی کو شرع بھی کہتے ہیں۔ (۵) خواہ حالت حیات میں یا وفات کے بعد (۶) مثلاً یوں کہے کہ الٰہی فلاں بزرگ کے وسیلہ سے یا تصدق و طفیل میں میرا فلاں کام کر دے۔ (۷) جیسے اولیاء، صلحاء وغیرہ (۸) حالت جذب یا جنون و بے ہوشی وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (۹) بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ فقیری میں اتباع شریعت کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں ایک ایسا درجہ ہے کہ وہاں تک پہنچنے کے بعد ظاہری عبادات انسان کے ذمہ سے ساقط و معاف ہو جاتے ہیں، یہ سخت گمراہی اور جہالت ہے۔

(۱۵) دنیا میں کوئی شخص ان آنکھوں سے (جاگتے میں) اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔

(۱۶) زندہ مومنین کی دعاء اور خیرات وصدقات سے مردہ مومنین کو نفع پہنچتا ہے۔

(۱۷) ایمان دار کو ہمیشہ حسن خاتمہ کا خیال رکھنا چاہئے کیونکہ جس حالت پر انسان کا خاتمہ ہو اسی کا اعتبار ہے اور اسی کے موافق جزاء وسزا ہوگی[۱]۔

(۱۸) بندوں کے نیک و بد اعمال لکھنے کیلئے ہر آدمی پر دو دو فرشتے مقرر ہیں ان کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔

(۱۹) اللہ تعالیٰ نے کچھ مخلوقات آگ سے پیدا کر کے ہماری نظروں سے پوشیدہ کی ہیں ان کو 'جن' کہتے ہیں۔ ان میں نیک و بد' کافر ومسلمان سب طرح کے ہوتے ہیں اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے۔ ان میں جو کافر ہیں ان کو شیاطین کہتے ہیں۔

(۲۰) اللہ تعالیٰ نے تمام جن وانس کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔

(۲۱) اللہ و رسول نے دین کی تمام باتیں قرآن وحدیث[۲] میں بتا دیں۔ اب اس کے خلاف کوئی نئی بات دین میں نکالنی درست نہیں۔ ایسی نئی بات کو 'بدعت' کہتے ہیں۔

(۱) چونکہ قرآن وحدیث سے مسائل کا نکالنا ہر شخص کا کام نہیں' اس لئے اگلے بڑے بڑے عالموں نے قرآن وحدیث کو سمجھ کر ان سے مسائل نکالے ہیں ان مسائل کو فقہ اور ان عالموں کو مجتہد[۳] کہتے ہیں۔

(۲) سب میں زیادہ مشہور ومقبول چار مجتہد ہیں جو امام کہلاتے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ امام شافعی' امام مالک' امام احمد بن حنبل[۴] رحمۃ اللہ علیہم۔

(۱) پس نیک اعمال کرتے ہوئے ہمیشہ حسن خاتمہ کی دعا مانگنی چاہئے۔ (۲) حدیث اس کو کہتے ہیں جو رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زبان مبارک سے فرمایا یا خود کیا یا جو آپ کے سامنے ہوا اور آپؐ نے سکوت فرمایا۔ (۳) قرآن وحدیث واجماع وقیاس سے کوشش کر کے مسائل کا نکالنے والا مجتہد ہے۔ (تنبیہ) مجتہد ہر شخص ہو نہیں سکتا بلکہ اس کیلئے زبردست علم' تقویٰ وغیرہ شروط کی ضرورت ہے۔ (شروط مجتہد واجتہاد متعلقہ کتب میں مندرج ہیں) ان شروط کے بغیر اگر کوئی مجتہد ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے تو خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا۔ (۴) ان کی پیروی کرنے والوں کو علی الترتیب حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی کہتے ہیں اور مجموع کو اہل السنۃ والجماعۃ۔

(۳) ان چاروں میں سے کسی ایک امام کی تقلید[1] (پیروی) کرنا عام مسلمانوں پر لازم ہے۔
(۴) اسی طرح نفس کی درستگی اور اعمال میں خلوص پیدا کرنے کے طریقے اولیاء اللہ نے توفیق الٰہی اور اپنے دل کی خداداد روشنی سے سمجھ کر قرآن و حدیث کے موافق بیان فرمائے ہیں[2]۔ ان کو تصوف یا طریقت[3] اور ان بزرگوں کو شیخ یا صوفیائے کرام کہتے ہیں۔
(۵) اگرچہ شیخ بہت گزرے لیکن ان میں چار بزرگوار زیادہ مشہور ہیں جو صاحب طریق ہوئے ہیں۔ حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت شیخ معین الدین چشتیؒ، حضرت شیخ محمد بہاؤالدین نقشبندی، حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی[4] رحمہم اللہ تعالیٰ۔
(۶) جس امام یا شیخ سے اعتقاد ہو ان کی پیروی کر کے دوسروں کو خفیف یا حقیر سمجھنا باعث گناہ ہے۔

(۲۲) پانچ کلمے جو مشہور ہیں ان میں سے صرف پہلے یا دوسرے کلمے کو زبان سے پڑھ لینے اور اس کے معنیٰ کی دل سے تصدیق کرنے سے ایمان حاصل ہو جاتا ہے۔ البتہ ان پانچ کلموں کو صبح وشام پڑھتے رہنے سے ایمان کو رونق وتازگی نصیب ہوتی ہے۔ پانچ کلمے حسب ذیل ہیں:

اول کلمہ طیب: لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

دوم کلمہ شہادت: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُـهٗ. ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) تقلید کرنے والا مقلد کہلاتا ہے۔ (۲) اسی کو اصطلاح شرع میں احسان کہتے ہیں۔ (۳) طریقت شریعت سے باہر نہیں ہے بلکہ شریعت ہی میں داخل ہے۔ (۴) یعنی قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ طریقے ان ہی حضرات سے منسوب ہیں۔

اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

سوم کلمہ تمجید: **سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكۡبَرُ وَ لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الۡعَلِيِّ الۡعَظِيۡمِ.**

ترجمہ: پاک ہے اللہ اور سب تعریف اللہ ہی کیلئے ہے اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اور (گناہ سے) نہیں پھر سکتے اور نہ (نیک کام کرنے کی) قوت ہے مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے جو بزرگ و برتر ہے۔

چہارم کلمہ توحید: **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ لَهُ الۡمُلۡكُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ يُحۡيِيۡ وَ يُمِيۡتُ وَ هُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوۡتُ بِيَدِهِ الۡخَيۡرُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيۡئٍ قَدِيۡرٌ .**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک و سلطنت اسی کی ہے اور سب تعریف اسی کیلئے ہے وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اس کو موت نہیں بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

پنجم کلمہ ردکفر: **اَللّٰهُمَّ اِنِّيۡ اَعُوۡذُبِكَ مِنۡ اَنۡ اُشۡرِكَ بِكَ شَيۡئًا وَّ اَنَا اَعۡلَمُ بِهٖ وَ اَسۡتَغۡفِرُكَ لِمَا لَا اَعۡلَمُ بِهٖ تُبۡتُ عَنۡهُ وَ تَبَرَّأۡتُ مِنَ الۡكُفۡرِ وَ الشِّرۡكِ وَ الۡمَعَاصِيۡ كُلِّهَا وَاَسۡلَمۡتُ وَ اٰمَنۡتُ وَ اَقُوۡلُ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ -**

ترجمہ: خداوندا میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ تیرے ساتھ کسی کو جان بوجھ کر شریک کروں اور میں تجھ سے طالب مغفرت ہوں اس (شرک) سے جو نادانستہ مجھ سے سرزد ہوا میں اس (شرک) سے توبہ کرتا ہوں اور کفر و شرک اور جملہ گناہوں سے بیزار ہوں اور میں نے اسلام اختیار کیا اور ایمان لایا اور کہتا ہوں کہ کوئی اللہ کے سوا لائق عبادت نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

(۲۳) اسلام: خدا و رسول خدا کے احکام کی فرماں برداری کا نام اسلام[۱] ہے۔

(۲۴) ارکان اسلام۔ اسلام کے رکن (یعنی وہ امور جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے) پانچ ہیں:

(۱) اسلام قبول کرنے والا مسلمان کہلاتا ہے۔

(۱) **توحید و رسالت کا اقرار** (یعنی اس بات کی گواہی دینا کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں)۔

(۲) **نماز پڑھنا** (روزانہ پانچ مرتبہ فرض ہے[۱])

(۳) **رمضان کے روزے رکھنا۔**

(۴) **زکوٰۃ دینا** (صاحب نصاب کے پاس بقدر نصاب[۲] مال جمع رہے تو سال گزرنے پر مقررہ مقدار مستحقین کو دینا فرض ہے)۔

(۵) **حج کرنا** (بشرط قدرت عمر بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے)

(۲۵) احکام اسلام۔ اسلام کے احکام جو بندوں کے اعمال وافعال سے متعلق ہیں یہ ہیں:

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) حلال (۶) حرام (۷) مکروہ (۸) مباح ۔

(۱) **فرض**[۳] وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ اس کا منکر کافر ہے اور بلا عذر ترک کرنے والا فاسق و مستحق عذاب شدید۔

(۲) **واجب** وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو۔ اس کا منکر کافر نہیں لیکن انکار کرنے والا نیز بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور مستحق عذاب ہے[۴]۔

(۳) **سنت**[۵] وہ مبارک فعل ہے جس کو رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا ہو۔ اس کا کرنے والا ثواب پائے گا اور بلا عذر چھوڑنے اور ترک کی عادت کرنے والا مستحق

(۱) جمعہ کے دن بجائے ظہر کے جمعہ کی نماز فرض ہے۔ (۲) سونے کا نصاب ۶۰ گرام ۷۵۵ ملی گرام اور چاندی کا ۴۲۵ گرام ۲۸۵ ملی گرام یا ان دونوں میں سے کسی ایک نصاب کے برابر نقد رقم ہو۔ (باقی احکام فقہ کی کتابوں میں دیکھو)۔ (۳) فرض کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ فرض عین (وہ جس کا کرنا ہر فرد مسلمان پر ضروری ہے جیسے نماز پنجوقتہ، روزہ رمضان وغیرہ)۔ ۲۔ فرض کفایہ (وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہیں بلکہ بعض لوگوں کے کرنے سے دوسروں کے ذمہ سے ادا ہو جائیگا اور نہ کرنے سے سب پر وبال رہے گا۔ جیسے نماز جنازہ وغیرہ)۔ (۴) مثلاً نماز وتر و نماز عیدین وغیرہ۔ (۵) سنت کی بھی دو قسمیں ہیں: ۱۔ سنت مؤکدہ (وہ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشگی کی ہو اور کبھی ترک بھی فرمایا ہو اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور بلا عذر چھوڑنے والا مستحق عتاب و گنہگار رہے)۔ ۲۔ سنت غیر مؤکدہ (وہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا اور کبھی چھوڑ دیا ہو۔ اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے لیکن بلا عذر چھوڑنے والا گنہگار نہیں) یہ مستحب میں داخل ہے۔

عتاب و گنہگار ہے۔

(۴) **مستحب** وہ ہے جس کے کرنے پر ثواب ہو لیکن نہ کرنے پر کوئی عذاب نہیں۔ اس کو نفل بھی کہتے ہیں۔

(۵) **حلال** وہ ہے جس کا کرنا دلیل قطعی سے درست وجائز ہو۔

(٦) **حرام** وہ ہے جس کا کرنا دلیل قطعی سے ممنوع و ناجائز ہو۔ اس کو حلال جاننے والا کافر اور مرتکب فاسق و مستحق عذاب شدید ہے۔

(۷) **مکروہ**[1] وہ ہے جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو۔

(۸) **مباح** وہ ہے جس کا کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہو یعنی کرنے میں ثواب نہیں اور نہ کرنے میں عذاب نہیں۔

(۲٦) **دین**۔ ایمان واسلام دونوں کے مجموعہ کا نام دین[2] ہے۔

(تنبیہ) یہاں تک عقائد صحیحہ (مع متعلقات) کا بیان تھا جن پر قائم رہنے اور ان کو حرز جان بنانے کی ضرورت ہے۔ اب عقائد باطلہ کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے مسلمانوں کو بچنا اور دور رہنا نہایت ضروری ہے۔

(۱) مکروہ بھی دو قسم پر ہے: ا۔ مکروہ تحریمی (وہ جو حرام سے قریب تر ہو اس کا مرتکب گنہگار و مستحق عذاب ہے) ۲۔ مکروہ تنزیہی (وہ جو حلال سے قریب تر ہو اس کا مرتکب گنہگار نہیں)۔

(۲) یہ تعریف دین اسلام کی ہے ورنہ دین کے عام معنیٰ مذہب وملت کے ہیں خواہ کوئی ہو۔

عقائد باطلہ

کُفر۔ شِرک۔ اِستحلالِ گناہ (وغیرہ)

(۱) کفر

۱۔ (شرع میں) ایمان کی ضد کا نام کفر ہے۔ یعنی جن چیزوں کی دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنا واجب ہے ان کا انکار کرنا کفر اور انکار کرنے والا کافر کہلاتا ہے۔ (خواہ سب چیزوں کا انکار کرے یا کسی ایک چیز کا، خواہ زبان سے انکار کا کوئی لفظ نکالے یا دل سے یقین نہ رکھے[۱])

۲۔ کفر نہایت بری چیز ہے اس کا مرتکب (کافر) ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

۳۔ انسان کو نعمت ایمان حاصل ہونے کے بعد اس کا شکر بجا لانا اس کے لوازم (اعمال صالحہ) ادا کرتے رہنا اور اسکے زوال سے ڈرتے رہنا چاہئے[۲]۔ پس ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہمیشہ کفر کے اقوال و افعال سے بچتا رہے اور یاد رکھے کہ کلمات کفر کا قصداً زبان سے نکالنا (خواہ مذاق و دل لگی ہی سے کیوں نہ ہو) آدمی کو کافر بنا دیتا ہے[۳]۔ اگر احیاناً کوئی کلمہ کفر نادانستہ زبان سے نکل جائے تو اور بات ہے۔ اس صورت میں فوراً توبہ کر لینی چاہئے[۴]۔

۴۔ **کلماتِ کفر** جن سے آدمی کافر ہو جاتا ہے بہت ہیں لیکن یہاں بطور نمونہ چند کلمات بیان کئے جاتے ہیں۔ ان سے اور ان کے مثل دوسرے کلمات سے احتراز لازم ہے۔

(۱) اللہ جل شانہ کی جناب پاک میں بے ادبی کرنا یا برا بھلا کہنا[۵]۔

---

(۱) لیکن دل سے یقین نہ رکھنے والا عنداللہ کافر ہوگا۔ (۲) کہ مبادا کہیں کفر کا لفظ نکل جائے یا کفر کا فعل سرزد ہو۔ (۳) البتہ حالت بے ہوشی وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح جان کے خوف سے اگر کوئی کلمہ کفر زبان سے نکل جائے لیکن دل ایمان پر قائم رہے تو کافر نہ ہوگا۔ بریں ہم بہتر یہی ہے کہ کیسا ہی موقع کیوں نہ پیش آئے کلمہ کفر یا اس کے مشابہ کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالے۔ (۴) بصورت اختیار و قصد تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ (۵) جیسے جاہل لوگ رنج و مصیبت کے وقت یا کسی کی موت پر براہ ہمدردی کہہ دیتے ہیں کہ اللہ نے بڑا ظلم کیا وغیرہ نعوذ باللہ منہا۔

(۲) پیغمبروں میں سے کسی پیغمبر کی شان میں بے ادبی کرنا۔

(۳) رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جناب مقدس میں گستاخی کرنا (مثلاً آپ کے چہرہ مبارک میں یا اوصاف شریفہ سے کسی وصف میں یا آپ کے احکام سے کسی حکم میں کوئی عیب نکالنا[1])۔

(۴) قرآن شریف کی کسی آیت کا انکار کرنا یا اس کے ساتھ بے ادبی کرنا۔

(۵) احکام شرع سے کسی حکم کا انکار کرنا یا حقارت کرنا یا مذاق اڑانا۔

(۶) حرام قطعی کو حلال یا حلال قطعی کو حرام جاننا یا کہنا۔

(۷) ماہ رمضان کے آنے پر کہنا کہ کیا مصیبت و بلا سر پر آئی۔

(۸) نماز پڑھنے کی ہدایت پر یہ کہنا کہ تم نے جو اتنی نمازیں پڑھیں کیا پایا یا میں نے جو نماز نہیں پڑھی کیا نقصان اٹھایا۔

(۹) حالت غضب وغیرہ میں یہ کہہ دینا کہ فلاں کام کے کرنے کا خدا بھی حکم دے تو میں نہ کروں۔

(۱۰) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر کوئی حرام کام کرنا (مثلاً شراب پینا، زنا کرنا وغیرہ)

(۱۱) گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اس کو جائز و حلال سمجھنا یا گناہ کبیرہ کو حقیر جاننا (یعنی یہ خیال کرنا کہ اس کے کرنے سے کیا ہوتا ہے)۔

(۱۲) کسی نجومی یا پنڈت وغیرہ سے غیب کی باتیں دریافت کرنا اور ان پر یقین لانا۔

(۱۳) چیچک نکلنے پر مورت بنا کر پوجا کرنا یا اس سے شفاء چاہنا (وغیرہ)

۵۔ بعض علماء نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونے یا اس کے غضب سے بے خوف ہو جانے کو بھی کفر میں شمار کیا ہے۔

۶۔ کسی کلمہ گو (مسلمان) کو خواہ وہ کیسا ہی فاسق و فاجر ہو کافر نہیں کہنا چاہئے تاوقتیکہ کفر کی کوئی بات اس کی زبان سے نہ سن لیں یا کفر کی علامت اس میں نہ دیکھ لیں۔

---

(۱) ۔خواہ ہنسی مذاق ہی سے کیوں نہ ہو ایسا شخص نہ صرف کافر ہو جاتا ہے بلکہ واجب القتل ہے۔اس کی توبہ ہرگز مقبول نہیں وہ ہمیشہ کا جہنمی ہے۔

(۲) شرک

۱۔ کسی اور کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھنا (یعنی اللہ کی ذات یا صفات یا استحقاق عبادت میں کسی اور کو شریک کرنا) شرک ہے۔

۲۔ شرک بہت بڑا گناہ ہے جس کا مرتکب (مشرک) کبھی بخشا نہ جائے گا بلکہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

۳۔ شرک کی مختلف قسمیں ہیں یہاں چند عام فہم صورتیں بتا دی جاتی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک کرنے کی صورتیں

الف۔ اللہ کے سوا کسی اور کو خدا سمجھنا۔

ب۔ کسی سے یہ کہنا کہ اوپر خدا نیچے تم[۱] (وغیرہ)

(۲) اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی اور کو شریک کرنے کی صورتیں

الف۔ اللہ کی کل صفتوں یا کسی ایک صفت کو کسی مخلوق میں مستقل ثابت کرنا مثلاً کسی بزرگ، پیر، فقیر وغیرہ کی نسبت اعتقاد رکھنا کہ وہ بالذات اللہ تعالیٰ کی طرح غیب کی تمام باتوں کو ہر وقت جانتے اور ہمارے تمام حالات سے خبردار ہیں، یا چھپی، کھلی، نزدیک و دور کی چیزوں کو دیکھتے ہیں، یا نزدیک و دور کی باتوں کو سنتے ہیں، یا رزق و روزی، اولاد و ملازمت، عزت و آبرو دینے، یا مارنے جلانے، یا آفت و مصیبت کے دفع کرنے یا نفع و نقصان کے پہنچانے میں پورا اختیار و قدرت رکھتے ہیں[۲] (وغیرہ)۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے استحقاق عبادت میں کسی اور کو شریک کرنے کی صورتیں

الف۔ اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا۔

ب۔ اللہ کے سوا کسی اور کے نام کا روزہ رکھنا

ج۔ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر جانور ذبح کرنا

د۔ اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے کر جانور چھوڑنا[۳]۔

---

(۱) یعنی جیسی قدرت آسمان پر خدا کی ہے ویسی ہی زمین پر تمہاری۔ (۲) البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بعض خاص بندوں کو بعض صفتیں عطا فرمائیں اور ایسا علم دیا ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں۔ (۳) غیر اللہ کی تعظیم کی غرض سے اس طرح چھوڑنا کہ اس سے انتفاع کو ناجائز سمجھے، البتہ ایصال ثواب کے لئے کسی کے نام نامزد کرنا اس میں شامل نہیں۔

(**تنبیہ**) یہ اوراسی طرح کی باتیں سب شرک میں داخل ہیں۔مسلمانوں کو چاہئے کہ ان سے بچیں اور یہ سمجھیں کہ تمام مخلوق کل صفات الٰہی سے خالی ہے۔ہاں' اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے خاص بندوں کو علم اور قدرت دے رکھی ہے یا اور کوئی صفت عطا فرمائی ہے اور ہمیشہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیضان عظیم کے تحت ہیں۔منتہی وہی ایک ذات ہے۔اس کے حکم وارادت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔کوئی ذات (خواہ آسمان کی رہنے والی ہو یا زمین کی) کسی کو کوئی نفع پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔پس نفع ونقصان کا پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھنا اور اسی سے اپنی تمام حاجتیں اور مرادیں مانگنا چاہئے۔البتہ اس مانگنے میں انبیاء واولیاء کو (جو خدا کے مقبول ومحبوب بندے ہیں) وسیلہ بنانا مقبولیت دعاء کا سبب ہوسکتا ہے۔پس ان حضرات کو وسیلہ بنا کر دعاء مانگنا چاہئے۔

(۳) استحلال گناہ

۱۔ احکام شرع کی خلاف ورزی کا نام گناہ ہے یعنی جس کام کے کرنے کا حکم ہے اس کو نہ کرنا اور جس کی ممانعت ہے اس کو کرنا۔

۲۔ گناہ کو گناہ سمجھ کر کرنا گناہ[۱] ہے لیکن استحلال گناہ یعنی گناہ کو حلال جاننا کفر ہے۔

۳۔ گناہ کی دو قسمیں ہیں (۱) کبیرہ (۲) صغیرہ

(۱) کبیرہ وہ گناہ ہے جس کے ارتکاب پر آخرت میں بڑے عذاب کی وعید[۲] ہو یا دنیا ہی میں کوئی حد (شرعی سزا) مقرر ہو۔

(۲) صغیرہ وہ گناہ ہے جس پر نہ بڑے عذاب کی وعید ہو نہ دنیا میں کوئی سزا مقرر ہو۔

۴۔ گناہ کبیرہ کے کرنے والے کو (شرع میں) فاسق[۳] کہتے ہیں۔

۵۔ گناہ کبیرہ کی تعداد میں بہت اختلاف ہے لیکن باتفاقِ اکثر علماء یہ امور گناہ کبیرہ ہیں:

(۱) شرک[۴] (۲) ناحق کسی کو مار ڈالنا (۳) خدا کا کوئی فرض (نماز روزہ وغیرہ) ترک کردینا (۴)

(۱) اگرچہ گناہ سے (جو شرک کے سوا ہو) ایمان نہیں جاتا لیکن (دل میں سختی اور سیاہی پیدا ہوکر) ضعیف و بے رونق ہوجاتا ہے۔(۲) (ترجمہ) سزا دینے کا وعدہ۔(۳) فاسق کے بخشائش کی امید ہے بشرطیکہ ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔(۴) شرک کا بیان اور حکم اوپر گزر چکا۔

شراب یا اور کسی نشیلی چیز کا استعمال کرنا (۵) زنا (۶) چوری (۷) جادو (۸) ظلم (۹) جھوٹ (۱۰) رشوت کھانا (۱۱) سود (لینا' دینا' دلانا) (۱۲) کم تولنا (۱۳) یتیم کا مال (ظلم سے) کھانا (۱۴) امانت میں خیانت کرنا (۱۵) سچی گواہی چھپانا یا جھوٹی گواہی دینا (۱۶) حق کو ناحق یا ناحق کو حق کرنے کیلئے جھوٹی قسم کھانا (۱۷) ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا ان کو تکلیف پہنچانا (۱۸) جوا کھیلنا (۱۹) نیکوکار اور پاک دامن کو زنا کی تہمت لگانا (۲۰) لواطت (مردوں کا باہم برا فعل کرنا) (۲۱) صغیرہ گناہ پر اڑے رہنا یا اس کو حقیر جاننا (وغیرہ)۔

۶۔ گناہ صغیرہ کی کوئی تعداد نہیں' بے شمار[۱] ہیں۔

۷۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہمیشہ ہر گناہ[۲] سے بچتا رہے اگر احیاناً کوئی گناہ سرزد ہو تو فوراً توبہ کرلے۔

(۱) توبہ نام ہے ان تین چیزوں کا: علم' ندامت' قصد (ترک گناہ کا)' یعنی پہلے گناہ کے نقصان کو غور کرے کہ اس سے دوزخ میں جلنا پڑے گا' پھر جو گناہ سرزد ہوا ہو اس پر افسوس وندامت کرے اس طرح کہ دل میں سوزش پیدا ہو' پھر پکا ارادہ کرے کہ آئندہ کبھی گناہ نہ کروں گا۔

آخر میں دعاء ہے کہ خداوند جل شانہ سب کو عقائد حقہ پر قائم اور عقائد باطلہ سے دور رہنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقّاً وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

تمت بالخیر

(۱) یعنی کبیرہ گناہوں کے سوا باقی جتنے گناہ ہیں سب صغیرہ ہیں۔ (۲) حدیث شریف میں آیا ہے کہ گناہ کرنے سے انسان کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہے جو توبہ کرنے پر دور ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص گناہ کرتا رہے اور توبہ نہ کرے تو وہ سیاہ نقطہ دن بدن کثرت گناہ سے بڑھتا جاتا ہے اور یہاں تک پھیلتا ہے کہ تمام دل کو سیاہ کر دیتا ہے جب یہ نوبت پہنچتی ہے تو پھر اس دل پر وعظ ونصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

اللہ کے نزدیک دین حق اسلام ہی ہے

نصاب اہل خدمات شرعیہ

حصہ دوم

مشتمل بر مسائل ضروریہ

❖ ذبح ❖ طہارۃ ❖ جنازہ ❖ قربانی ❖ عقیقہ

مرتبہ: مولانا غلام محی الدین صاحب فارغ جامعہ نظامیہ

تنقیح و تصحیح

شعبہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ

ناشر

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ ' حیدر آباد ' الھند

فہرست مضـــامین حصہ دوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ .

وضو کے مسائل

۱۔ وضو میں چار فرض ہیں (۱) منہ دھونا ۔ (۲) دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا ۔ (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا (باقی امور جو طریقہ وضو میں درج ہیں وہ سنت ہیں یا مستحب)۔

۲۔ وضو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رو بیٹھ کر پہلے وضو کی نیت کرے اور بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ کر دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین دفعہ دھوئے۔ اس کے بعد (دائیں ہاتھ سے منہ میں پانی لے کر) تین دفعہ کلی کرے ۔ کلی کے ساتھ مسواک بھی کرے ۔ مسواک نہ ہو تو کلمہ کی انگلی سے دانتوں کو مل لے۔ پھر تین تین دفعہ دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی چڑھا کر بائیں ہاتھ سے اسے صاف کرے ۔ پھر تین تین دفعہ دونوں ہاتھوں سے پانی لے کر منہ دھوئے (طول میں) شروع پیشانی سے تھوڑی کے نیچے تک اور (عرض میں) ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ۔ اگر داڑھی ہو تو خلال[۱] بھی کرے ۔ پھر تین تین دفعہ دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے ۔ پہلے دایاں پھر بایاں اور ہر دفعہ انگلیوں میں خلال کرتا جائے ۔ پھر دونوں ہاتھ تر کر کے تمام سر، کانوں اور گردن کا مسح ایک دفعہ کرے ۔ اخیر میں دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت تین تین دفعہ دھوڈالے۔ پہلے دایاں پھر بایاں اور ہر دفعہ انگلیوں میں خلال کرلے۔ (بس وضو ہو گیا)۔

---

(۱) ۔ اس طرح کہ انگلیاں نیچے سے بالوں میں ڈال کر او پر نکالے۔

(تنبیہ ۱) وضو کے درمیان اور وضو کے بعد کلمہ شہادت[۱] اور درود شریف پڑھنا باعث ثواب ہے ۔

(تنبیہ ۲) اگر وضو کے اعضاء (منہ ہاتھ پاؤں وغیرہ) پر چربی وغیرہ ہو تو وضو سے پہلے اس کو دور کر دے اور انگلی میں تنگ انگوٹھی ہو تو اس کو پھرا وے[۲] (کیونکہ بال برابر جگہ بھی خشک رہ جائے گی تو وضو نہ ہوگا)۔

۳۔ منہ پر زور سے پانی مارنا۔ تین بار سے زیادہ کسی عضو کو دھونا۔ نجس جگہ یا مسجد کے اندر وضو کرنا یا وضو میں بلا ضرورت دنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے۔

۴۔ پیشاب' پاخانہ کی راہ سے کچھ نکلنے' باؤ سرنے[۳] جسم سے خون پیپ وغیرہ نکل کر بہنے' منہ بھر قئے ہونے' کسی چیز کے سہارے سو جانے' بے ہوش و مست ہونے' نماز میں کھِل کھِلا کر ہنسنے[۴] سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۵۔ اگر کسی کو ہمیشہ پیشاب جاری رہنے یا بواسیر وغیرہ کی شکایت ہو تو ہر نماز کے وقت نیا وضو کر لینا چاہئے۔ (ایسے وضو سے اس وقت کی نماز اور قضاء نماز نیز سنتیں نفلیں سب پڑھ سکتے ہیں)۔

۶۔ بے وضو شخص کو نماز پڑھنا یا سجدہ کرنا حرام ہے اور قرآن شریف کو بلا غلاف چھونا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ جز دان میں ہو تو جائز ہے اور چھوئے بغیر قرآن شریف کا پڑھنا (دیکھ کر یا زبانی) درست ہے۔

غسل کے مسائل

۱۔ غسل میں تین فرض ہیں (۱) کلی کرنا۔ (۲) ناک میں پانی چڑھانا۔ (۳) تمام جسم

---

(۱) بہتر تو یہ ہے کہ وضو کی خاص دعائیں یاد کر کے پڑھے۔ (۲) اسی طرح عورتوں کے ہاتھوں میں تنگ چوڑیاں ہوں تو ان کو پھرائیں۔ (۳) ہوا خارج ہونے (۴) بشرطیکہ مصلّی بالغ ہو اور نماز رکوع و سجود والی ہو (تنبیہ) وضو کے ساتھ نماز بھی ٹوٹ جاتی ہے۔

پر پانی بہانا (باقی امور مسنون و مستحب ہیں جو طریقہ غسل میں مذکور ہیں)۔

۲۔ غسل کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نیت کرے کہ "میں پاک ہونے کیلئے پانی نہاتا ہوں"۔ پھر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم دل میں کہہ کر دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین بار دھوئے۔ پھر شرمگاہ کو اور جہاں کہیں جسم پر نجاست لگی ہو اس کو دھوڈالے۔ پھر پورا وضو[1] کرے۔ اس وضو میں اچھی طرح کلی کرے اور ناک میں پانی چڑھائے۔ وضو کے بعد تمام جسم پر پانی بہائے۔ اس طرح کہ سر کے بالوں کو تر کر کے پہلے سر پر پانی ڈالے پھر دائیں مونڈھے پھر بائیں مونڈھے پر (یہ ایک بار پانی تمام جسم پر پہنچ گیا) اور جسم کو ہاتھوں سے ملے پھر اسی طرح سر اور مونڈھوں پر دو دفعہ پانی بہائے (تاکہ تین بار پانی تمام جسم پر پہنچ جائے جو مسنون ہے)۔ بس غسل ہو گیا۔

(تنبیہ ۱) انگلی میں تنگ[2] انگوٹھی ہو تو اس کو حرکت دے کر پانی پہنچانا اور داڑھی مونچھ اور سر کے بالوں کے نیچے کی سطح کا دھونا اور اگر بال گوندھے ہوئے ہوں تو ان کا کھول کر تر کرنا اور جڑوں میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔ البتہ عورتوں کو بالوں کے جوڑے کا کھولنا ضروری نہیں۔ صرف بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچالینا کافی ہے۔

(تنبیہ ۲) اگر کسی عضو پر پانی بہنا نقصان کرتا ہو یا زخم پر پٹی بندھی ہو کہ اس کے کھولنے میں ضرر یا حرج ہو تو اس عضو یا پٹی پر مسح کرلے۔

(تنبیہ ۳) جو لوگ پہلے جسم کو دھو دھلا اور مل کر غسل ختم ہونے کے قریب وضو کرتے ہیں اور اس کے بعد عربی عبارت (جس کو غسل کی نیت کہتے ہیں) پڑھتے ہوئے یا پانی پر دم کر کے سر اور مونڈھوں پر تین تین لوٹے پانی ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بغیر اس خاص صورت کے غسل نہیں اترتا یہاں تک کہ کسی عورت وغیرہ کو وہ عربی عبارت (غسل کی نیت) یاد نہ ہو تو دوسرے شخص سے پانی پر دم کرا کے اس پانی کو

(۱) اس وضو میں کلمہ شہادت و درود شریف وغیرہ نہ پڑھے۔ (۲) اسی طرح عورتوں کے کان یا ناک میں تنگ بالیاں یا ہاتھوں میں تنگ چوڑیاں ہوں تو ان کو بھی حرکت دے کر پانی پہنچانا چاہئے۔

حسب صراحت بالا استعمال کیا جاتا ہے یہ فضول اور بے اصل بات ہے۔ کیونکہ ان کا غسل تو جسم کے تر ہوتے ہی ہو چکا۔ غسل میں اصل چیز فرض کاموں کا پورا کرنا ہے۔ (یعنی کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھانا اور تمام جسم پر پانی بہانا) اگر ان میں فرق آئے یعنی بال برابر جگہ بھی جسم سے خشک رہ جائے تو ہرگز غسل نہ اترے گا۔ ناپاک کا ناپاک رہ جائیگا اگرچہ ہزار دفعہ نیت پڑھے اور کئی تین تین لوٹے پانی بہالے۔

۳۔ جماع، احتلام اور حیض ونفاس سے غسل فرض ہوتا ہے (یعنی ان صورتوں میں غسل کرنا فرض ہے) اگر بغیر جماع یا احتلام کے جاگتے میں بھی منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ کود کر باہر نکلے تو غسل کرنا فرض ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مرد یا عورت سو اٹھنے کے بعد اپنے جسم یا کپڑے پر تری پائے اور اس کو یقین ہو کہ یہ منی ہے خواہ احتلام یاد ہو یا نہ ہو یا یقین ہو کہ یہ مذی ہے اور احتلام بھی یاد ہو یا منی یا مذی ہونے میں شک ہو لیکن احتلام یاد ہو تو ان تینوں صورتوں میں بھی غسل کرنا فرض ہوگا۔

۴۔ جبکہ مرد یا عورت کو غسل کی حاجت ہو تو غسل کرنے تک ان امور کی ممانعت ہے نماز پڑھنا، سجدہ کرنا، قرآن شریف کا چھونا یا اس کا (بقصد تلاوت) پڑھنا، مسجد میں داخل ہونا۔ (تنبیہ) حیض ونفاس کی حالت میں عورت کو روزہ رکھنا نیز حیض ونفاس کی حالت میں جماع کرنا حرام ہے۔

پانی کے مسائل

۱۔ آسمان سے برسا ہوا پانی، چشمہ، ندی، نالا، تالاب، کنڈ، حوض، کنواں ان سب کا پانی پاک ہے۔ (وضو اور غسل دونوں ان سے درست ہیں)

۲۔ بہتا پانی یا ایسے حوض، چشمہ وغیرہ میں ٹھہرا ہوا پانی جو دہ در دہ (یعنی دس گز

طول[1] اور دس گز عرض) ہو نجاست کے گرنے یا کسی جانور کے گر کر مر جانے سے نجس و ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ نجاست کی وجہ سے پانی کا مزہ یا بو یا رنگ بدل نہ جائے (اگر مزہ یا بو یا رنگ بدل جائے تو پھر پانی ناپاک ہو جائیگا)۔

۳۔ ٹھہرا ہوا پانی جو دہ در دہ سے کم ہو مثلاً چھوٹا چشمہ یا کنواں وغیرہ تھوڑی سی نجاست کے گرنے سے بھی ناپاک ہو جاتا ہے۔ (مثلاً اس میں شراب یا پیشاب یا خون یا نجس پانی کا ایک قطرہ بھی گر جائے یا تھوڑا سا پاخانہ یا گوبر یا لید پڑ جائے تو سارا پانی نجس ہو جائے گا) اگرچہ نجاست کی وجہ سے پانی کے رنگ یا بو یا مزہ میں کوئی فرق نہ آیا ہو۔

۴۔ اگر کسی پاک چیز مثلاً مٹی، درخت کے پتے، پھول وغیرہ کے گرنے سے پانی کے تینوں وصف (مزہ، بو، رنگ) بدل جائیں یا زیادہ دن پانی بند یار کے رہنے سے بودار ہو جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا (خواہ دہ در دہ ہو یا اس سے کم کنواں چشمہ وغیرہ) البتہ پانی کا پتلا پن چلا جائے اور گاڑھا بن جائے تو وہ پانی اگرچہ پاک ہے لیکن اس سے وضو و غسل جائز نہیں۔

۵۔ اگر کنویں میں شراب یا پیشاب یا خون یا نجس پانی کا ایک قطرہ گر جائے یا ذرا سا پاخانہ یا گوبر یا لید پڑ جائے یا ناپاک رسی یا ڈول یا برتن گر جائیں یا خون والے جانور (جو پانی میں نہ رہتے ہوں) گر کے پھول یا پھوٹ جائیں یا آدمی جوان ہو یا بچہ یا بکری یا اس کا بچہ یا ان سے کوئی بڑا جانور یا ان کا بچہ یا دو بلیاں یا چھ چوہے یا ان سے زیادہ یا ان کے برابر کوئی اور جانور گر کے مر جائے (خواہ کوئی بھی پھولے پھٹے یا نہیں) یا بد جانور گر جائے (خواہ مرے یا زندہ نکلے) تو ان سب صورتوں میں کنوئیں[2] کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔

(۱) یہ شرعی گز ہے۔ جو ایک ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔ دس شرعی گز مساوی ہے 5.079 میٹر کے، اس طرح طول 5.079 میٹر اور عرض 5.079 میٹر ہو تو دہ در دہ کہلائے گا۔ (۲) اسی طرح چھوٹے چشمہ چھوٹے حوض کا جو دہ در دہ سے کم ہو۔

۶۔ اگر کنویں میں ایک بلّی یا کبوتر یا ان کے برابر یا ان سے بڑا لیکن بکری سے چھوٹا کوئی جانور گر کے مرجائے یا مرا ہوا گر جائے مگر ابھی پھولا پھٹا نہ ہو تو اس صورت میں چالیس یا ساٹھ ڈول[1] پانی نکالنے سے کنواں پاک ہوجائے گا اور اگر ایک چوہا یا اس کے برابر یا اس سے بڑا مگر بلّی سے چھوٹا کوئی جانور گر کے مرجائے[2] یا دو چوہے گر کے مرجائیں تو بیس یا تیس ڈول پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہوجائے گا۔

۷۔ کنویں کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس چیز کو نکال دیں جس کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے پھر جس جس قدر پانی کے نکالنے کا حکم ہے (جو مذکور ہوا) اسی قدر پانی نکال دیں۔

۸۔ جس صورت میں کنویں کا تمام پانی ناپاک ہوگیا ہو اس وقت ضروری ہے کہ تمام پانی نکال دیا جائے۔ اگر کسی وجہ سے یہ ناممکن ہو تو پے در پے دو سو یا تین سو ڈول پانی نکال ڈالیں کنواں پاک ہوجائے گا۔

۹۔ اگر (بدجانور کے سوا) کوئی سا جانور کنویں میں گر جائے اور پھر زندہ نکل آئے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ بشرطیکہ اس کے جسم پر نجاست نہ ہو اور اس کا منہ پانی میں نہ ڈوبا ہو (اگر جسم پر نجاست ہو تو پانی ناپاک ہوجائے گا اور اگر منہ پانی میں ڈوبا ہو تو پھر اس کے جھوٹے کا حکم جاری ہوگا۔ یعنی اگر جھوٹا پاک ہے تو پانی بھی پاک اور اگر جھوٹا ناپاک یا مشکوک ومکروہ ہے تو پانی بھی ناپاک یا مشکوک ومکروہ)۔

جھوٹے کے احکام

۱۔ آدمی کا جھوٹا پاک ہے بشرطیکہ کوئی ناپاک چیز شراب، مردار وغیرہ اس وقت کھایا پیا ہوا نہ ہو۔ اسی طرح گھوڑے اور حلال جانور (مثلاً گائے، بھینس، بکری، مرغی

(۱) ڈول اوسط درجہ کا ہونا چاہیئے۔ نہ زیادہ بڑا نہ بہت چھوٹا۔ (۲) ۔مگر ابھی پھولا پھٹا نہ ہو۔

وغیرہ) کا جھوٹا بھی پاک ہے۔ بشرطیکہ ان کے منہ اس وقت نجاست آلودنہ ہوں۔

۲۔ بلّی، چوہے، چھپکلی اور حرام پرند مثلاً کوے، چیل وغیرہ کا نیز کوچہ گرد مرغی اور نجس خوار گائے، بھینس کا جھوٹا مکروہ ہے۔ بشرطیکہ ان کے منہ اس وقت نجاست آلودنہ ہوں ۔

۳۔ خچر جس کی پیدائش مادہ خر سے ہو اس کا اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے۔

۴۔ بدجانور، کتا وغیرہ کل چوپائے حرام جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے۔ اسی طرح جس جاندار کا جھوٹا پاک ہے وہ اگر ناپاک چیز کھا پی کر کسی پاک چیز میں منہ ڈالے تو وہ بھی ناپاک ہوجائے گی۔

تیمّم کے مسائل

۱۔ تیمّم اس قصد وعمل کو کہتے ہیں جو پاک مٹی (یا مٹی کی جنس) پر طہارت حاصل کرنے کی غرض سے بجائے وضو وغسل کے کیا جاتا ہے۔

۲۔ تیمّم میں تین فرض ہیں (۱) تیمّم کی نیت کرنا۔ (۲) دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر مار کے منہ پر ملنا۔ (۳) دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر مار کر (باہم کہنیوں سمیت) مل لینا۔

۳۔ تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تیمّم کی نیت کرے "کہ میں پاک ہونے کے لئے بجائے وضو یا غسل کے تیمّم کرتا ہوں" پھر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو ہتھیلیوں کی جانب سے کشادہ کر کے پاک مٹی پر مارے اور منہ پر مسح کرے۔ اس طرح کہ پہلے ہاتھوں سے زائد مٹی جھاڑ دے پھر دونوں ہاتھ پورے منہ پر ایسا ملے کہ کوئی جگہ ہاتھ پہنچنے سے نہ رہ جائے۔ پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی پر مار کے باہم (دونوں ہاتھ) کہنیوں سمیت ایسا مل لے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہے۔ (بس تیمّم ہوگیا)۔

تنبیہ (۱) مسح کم سے کم تین یا زیادہ انگلیوں سے کرنا چاہئے۔ (۲) اگر تنگ انگوٹھی پہنی ہو یا ہاتھ منہ پر چربی وغیرہ ہو تو پہلے اس کو دور کرنا ضروری ہے۔ (۳) ایک ہی تیمّم وضو اور غسل دونوں کیلئے (اگر دونوں کی نیت کی جائے) کافی ہے۔

۴۔ پاک مٹی یا مٹی کی جنس کی چیزوں مثلاً پتھر، کنکر، ریت، چونا وغیرہ ان سب پر تیمّم درست ہے۔ لیکن جو چیزیں مٹی کی نہ ہوں مثلاً سونا، چاندی، لوہا، لکڑی، کپڑا وغیرہ ان پر تیمّم درست نہیں۔ ہاں اگر ان پر غبار جم جائے تو پھر درست ہے۔

۵۔ ان صورتوں میں تیمّم کرنا درست ہے: اگر سفر میں یا گاؤں سے باہر ایک میل تک پانی نہ ملے۔ بیماری کے باعث یا بیماری کے پیدا یا زیادہ ہونے کے خوف سے پانی کا استعمال نہ ہو سکے۔ پانی تک جانے میں کوئی ضرر یا (دشمن و درندہ کا) خوف ہو۔ ڈول، رسی موجود نہ ہو۔ پانی صرف پینے کیلئے ہو۔ عیدین یا جنازہ کی نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔

۶۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے وضو کا تیمّم اور جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے غسل کا تیمّم ٹوٹ جاتا ہے ان کے علاوہ کافی پانی کا ملنا یا عذرات کا اٹھ جانا بھی تیمّم کو توڑ دیتا ہے۔

نجاست کے مسائل

۱۔ نجاست دو طرح پر ہے۔ (۱) نجاست غلیظہ (۲) نجاست خفیفہ

۲۔ پاخانہ، پیشاب، منی، لید، گوبر، مینگنیاں، بط اور مرغی کا گو، بہتا خون، بہتا پیپ، منہ بھر قئے، شراب، سیندھی، تاڑی، مردار چربی وغیرہ چیزیں نجاست غلیظہ ہیں۔

۳۔ گھوڑے اور حلال چوپایوں کا پیشاب اور حرام پرندوں کی بیٹ نجاست خفیفہ ہے۔

۴۔ نجاست غلیظہ اگر پتلی ہو تو ہتھیلی کے گڑھے برابر اور گاڑھی اور بستہ ہو تو ساڑھے چار ماشہ وزن تک معاف[۱] ہے اس سے زیادہ ہو تو دور کرنا فرض ہے۔

(۱)۔ یعنی اس قدر نجاست اگر کسی کے کپڑے یا جسم پر لگی ہو اور وہ بغیر اس کے دور کیئے نماز پڑھ لے تو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ہو جائے گی۔

۵۔ نجاست خفیفہ جسم یا کپڑے کے کسی حصہ مثلاً ہاتھ پاؤں، یا آستین، کلی وغیرہ پر لگ جائے تو اس کی چوتھائی تک معاف ہے۔اس سے زیادہ ہوتو دور کرنا فرض ہے۔

(تنبیہ) یہ احکام صرف کپڑے یا جسم سے مخصوص ہیں۔اگر تھوڑے پانی یا کنویں میں ایک قطرہ یا ذرہ برابر بھی نجاست گر جائے تو سارا پانی ناپاک ہوجائے گا۔

٦۔ اگر کسی کپڑے پر نظر نہ آنے والی نجاست لگ جائے تو تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ پوری قوت کے ساتھ نچوڑنے پر کپڑا پاک ہوجائے گا اور اگر نظر آنے والی نجاست لگے تو صرف نجاست دور ہونے تک[1] دھونا لازم ہے اگرچہ دھبہ یا بو باقی رہ جائے (یعنی عین نجاست اور اس کا قابل زوال اثر دور ہوجانا کافی ہے)۔

۷۔ اگر کسی برتن میں کتا منہ ڈالے یا چاٹ لے تو اس کو تین دفعہ دھونے اور ہر دفعہ خشک کرنے سے پاک ہوجائے گا لیکن سات بار دھونا بہتر ہے اور ایک بار اسی سات بار میں مٹی سے دھونا چاہئے۔

(۱)۔دھونے میں تعداد شرط نہیں۔

جنازے کے مسائل

ا۔قریب المُوت کے احکام: (ا) جب کوئی مسلمان آدمی مرنے لگے تو مسنون ہے کہ اس کو چت لٹا کے اس کا منہ قبلہ⁽¹⁾ کی طرف کیا جائے۔اگر قبلہ رخ کرنے میں تکلیف ہو تو جس حالت میں ہو اسی حالت میں چھوڑ دیں (۲) غراغرہ شروع ہونے سے قبل مستحب ہے کہ عزیزوں دوستوں سے کوئی شخص پاس بیٹھ کر اس کو تلقین کرے یعنی اس کے سامنے بلند آواز سے کلمہ پڑھے تا کہ اس کی زبان سے بھی کلمہ نکلے اور اگر زبان سے نہ نکلے تو دل میں ضرور اثر ہوگا' مگر اس سے پکار پکار کر یوں نہ کہیں کہ ''کلمہ پڑھ'' شاید معلوم نہیں نزع کی سختی میں وہ کیا کہہ دے (اس مسئلے کو خوب یاد رکھنا اور عورتوں کو بھی سنا دینا چاہیئے) جب ایک مرتبہ اس نے کلمہ پڑھ لیا تو اب خاموش ہو رہیں کہ کلمہ پر خاتمہ ہونے کیلئے یہی کافی ہے۔البتہ کلمہ پڑھنے کے بعد کچھ دنیا کی بات کی ہے تو پھر اس کو سنا سنا کر کلمہ پڑھیں جب وہ پڑھ لے خاموش ہو جائیں۔ایسے وقت میں مال یا جائیداد کے انتظام اور اولاد وغیرہ کی پرورش کا حال اس سے نہ پوچھیں بلکہ اس کا دل خدا کی طرف لگا رہنے دیں۔(۳) قریب المموت کے سرہانے سورہ یسین کا پڑھنا مستحب ہے۔اس سے موت کی سختی میں تخفیف ہوتی ہے۔

۲۔میت کے متعلق احکام:۔(ا) جب روح نکل جائے تو میت کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیں (یعنی ہاتھوں کو بازو کی طرف لا کر اور پاؤں کو رانوں سے ملا کر دراز کریں)۔(۲) منہ کو کپڑے کی پٹی سے باندھ دیں (اس طرح کہ پٹی کو تھوڑی کے نیچے سے نکال کر سر پر لے جا کے دونوں کنارے باندھیں)۔(۳) آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بِسۡمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ

(ا)۔خواہ شمال کی طرف سر اور جنوب کو پاوں کر کے سر کو ذرا قبلہ کی طرف جھکا دیں جس طرح قبر میں لٹاتے ہیں یا پاؤں قبلہ کی طرف کر دیں اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر ذرا اونچا کر دیں اس طرح بھی قبلہ رخ ہو جائیگا۔

کہہ کے نہایت آہستگی سے بند کر دیں۔ (۴) پاؤں کے انگوٹھے ملا کر باندھ دیں۔ (۵) ایک پاک چادر اڑھا دیں۔ (۶) اگر پیٹ پھولنے کا اندیشہ ہو تو اس پر تلوار یا لوہا رکھ دیں (۷) اگر میسر ہو تو میت کے نزدیک خوشبوئی[1] جلائیں۔ (۸) غسل کی حاجت والے مرد اور حیض و نفاس والی عورتوں کو میت کے پاس نہ آنے دیں۔ (۹) میت کے نزدیک (غسل دیئے جانے سے قبل) قرآن شریف نہ پڑھیں (البتہ کسی قدر فاصلہ سے بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں) (۱۰) کفن[2] دفن کے اہتمام میں جلدی کریں۔

۳۔ غسل اور اس کے متعلق احکام:۔ (۱) میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے (۲) مستحب ہے کہ غسل دینے والا میت کا کوئی عزیز قریب ہو اگر عزیز نہلانا نہ جانتا ہو تو پھر کوئی پرہیزگار آدمی غسل دے۔ (۳) غسل کی جگہ غسل دینے والے اور اس کے شریک حال شخص کے سوا کوئی نہ رہیں (۴) غسل کے لئے پانی گرم[3] کر لیں اور اس میں بیری[4] کے پتے یا خطمی (گل خیرو) ڈال کر جوش دے لیں (۵) جس تختہ پر غسل دینا ہو اس کو پہلے دھو کر کسی خوشبودار چیز (عود لوبان وغیرہ) کی دھونی دیدیں۔ اس طرح کے عوددان لے کر تختہ کے گرد تین یا پانچ یا سات[5] مرتبہ پھرائیں۔ (۶) غسل دینے تک میت کے قریب خوشبوئی جلاتے رہیں (۷) غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے میت کو تختہ پر لٹا دیں (اس طرح کہ پاؤں جنوب یا قبلہ کی طرف ہوں یا سہولت و موقع کے لحاظ سے جس طرف ممکن ہو) پھر اس کے جسم سے تمام کپڑے اتار لیں۔ لیکن ناف سے گھٹنوں تک ایک کپڑا اڈال دیں۔ اس کے بعد غسل دینے والا[6] اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر[7] شرم گاہ دھو

---

(۱) بشرطیکہ روزہ کی حالت نہ ہو کیونکہ بحالت روزہ خوشبوئی کا دھواں فساد پیدا کرتا ہے۔ (۲)۔ مردہ مسلمان کو غسل و کفن دینا، نماز جنازہ پڑھنا اور دفن کرنا زندہ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔ یعنی ایسا فرض کہ اگر بعض مسلمان اس کو کر لیں تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے۔ اور جو کوئی بھی نہ کریں تو سب گنہگار ہوں گے۔ (۳)۔ اگر گرم پانی نہ ہو تو ٹھنڈا پانی بھی کافی ہے۔ (۴)۔ اگر نہ ملے تو بھی مضائقہ نہیں (۵) اس سے زیادہ نہ پھرائیں۔ (۶)۔ مستحب ہے کہ غسل دینے والا ثقہ آدمی ہو کہ غسل اچھی طرح دے اور اگر کوئی بری بات دیکھے تو اس کو چھپائے اور اچھی بات دیکھے تو ظاہر کرے۔ (۷)۔ بغیر کپڑا لپیٹے برہنہ ہاتھ لگانا منع ہے۔

ڈالے اور طہارت کرا دے اور کہیں بدن میں نجاست لگی ہو تو دھو ڈالے۔ اس کے بعد وضو کرائیں[۱] (لیکن وضو میں کلی کرانے اور ناک میں پانی ڈالنے کی ضرورت نہیں البتہ کپڑا یا روئی تر کر کے دانت اور منہ اور ناک کو صاف کر دیں) جب وضو ہو جائے تو میت کے منہ اور ناک اور کان میں روئی لگا دیں تا کہ غسل کا پانی نہ بھر جائے۔ پھر اگر سر کے بال اور داڑھی ہو تو خطمی (گل خیرو) یا صابون وغیرہ سے اس طرح مل کر دھو ڈالیں کہ بال صاف ہو جائیں (اگر بال نہ ہوں تو پھر اس کی ضرورت نہیں) پھر میت کو بائیں[۲] کروٹ لٹا کر بیری کا پتا ملا ہوا نیم گرم پانی ڈالنا شروع کریں اور سر سے پاؤں تک تین مرتبہ اتنا پانی ڈالیں کہ تخت کے نیچے تک پانی پہنچ جائے۔ (یہ ایک مرتبہ[۳] غسل ہوا) پھر (دوسری مرتبہ) اس کو دائیں کروٹ لٹا کر سر سے پیر تک تین دفعہ وہی پانی اس طرح ڈالیں کہ نیچے تک پہنچ جائے۔ پھر غسل دینے والا میت کی کمر کی طرف سے اس کو سہارا دے کر کسی قدر بٹھانے کے قریب کر دے اور آہستہ آہستہ اس کا پیٹ اوپر سے نیچے کی طرف ملے۔ اگر کچھ رطوبت و نجاست نکلے تو صرف اسی کو صاف کر کے دھو ڈالے (اس سے وضو و غسل میں کچھ خلل نہیں آتا) اس کے بعد پھر بائیں کروٹ لٹا کے دائیں کروٹ پر کافور ملا ہوا پانی تین دفعہ خوب بہا دیں کہ تخت کے نیچے تک بہہ نکلے۔ (یہ تیسری مرتبہ ہوا اور غسل ختم ہو گیا) اس کے بعد منہ، ناک اور کان سے روئی نکال ڈالیں اور میت کا بدن کسی پاک کپڑے سے خشک کریں[۴] اور اس کو تختہ[۵] سے اٹھا کر (بچھے ہوئے) کفن پر لا کر رکھ دیں۔ خوشبو اور کافور لگائیں[۶]

(تنبیہ) میت کے بالوں میں کنگھی نہ کریں نہ بال یا مونچھ یا ناخن کاٹیں۔ ہاں اگر کوئی ناخن ٹوٹ گیا ہو تو اس کو علحدہ کر دیں[۷]۔ (۸) غسل دینے والا شخص ایسا ہونا[۸] چاہیے جس کو میت کا دیکھنا

---

(۱) اس وضو کی ابتداء منہ دھونے سے ہوگی کیونکہ وضو سے پہلے میت کے ہاتھ دھونے کی بھی ضرورت نہیں اس وضو میں سر کا مسح کیا جائیگا اور پاؤں بھی ساتھ ہی ساتھ دھوئے جائیں گے۔ (۲) تا کہ غسل کی ابتداء دائیں طرف سے ہو (۳)۔ ایک مرتبہ فرض ہے اور کامل تین مرتبہ مسنون ہے (۴) تا کہ کفن تر نہ ہو۔ (۵) اس طرح کہ جسم کا قابل ستر حصہ چھپے ہوئے ہو۔ (۶) تفصیل کفن پہنانے کے طریقے میں دیکھو (۷) اور کفن میں رکھ دیں۔ (۸) بصورت خلاف غسل تو ہو جائے گا لیکن خود یہ فعل مکروہ ہوگا۔

جائز ہو۔ پس عورت کو مرد یا مرد کو عورت کا غسل دینا جائز نہیں اگر چہ وہ محرم[1] ہو۔ البتہ منکوحہ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ (بشرطیکہ اس وقت زوجیت باقی ہو) لیکن شوہر کا اپنی عورت کو غسل دینا جائز نہیں[2] (۹) اگر کوئی عورت ایسی جگہ مر جائے جہاں سوا مردوں کے کوئی عورت نہ ہو یا مرد ایسی جگہ مر جائے جہاں سوائے عورتوں کے کوئی مرد نہ ہو تو ایسی حالت میں میت کو بجائے غسل کے تیمّم کرا دینا چاہیئے۔ لیکن غیر محرم کو اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ لینا ہوگا۔ (اگر محرم یا زوجہ ہو تو اس کی ضرورت نہیں) (۱۰) نابالغ لڑکے اور لڑکی کو عورت و مرد دونوں غسل دے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ مراہق یعنی قریب البلوغ نہ ہوں (۱۱) اگر کوئی بچہ پیدا ہوتے ہی مر جائے تو اس کو غسل دینا فرض ہے اور اگر مرا ہوا پیدا ہو (خواہ اعضاء بن چکے ہوں یا نہیں) تو بہتر یہی ہے کہ اس کو بھی غسل دیا جائے۔ (۱۲) سڑی ہوئی میت پر صرف پانی بہا دینا کافی ہے۔ (۱۳) اگر کسی لاش کے ٹکڑے نصف سے زیادہ یا نصف معہ سر کے ملیں تو غسل دیا جائے ورنہ نہیں۔ (۱۴) اگر کوئی شخص پانی میں ڈوب کر مر گیا ہو تو اس کو بھی غسل دینا چاہیئے۔ البتہ اگر وہ پانی دہ در دہ ہو اور میت کو نکالتے وقت غسل کی نیت سے تین بار پانی میں حرکت دے دی جائے تو کافی ہے (غسل ہو جائے گا)۔ (۱۵) اگر کسی میت کو بغیر غسل کے قبر میں رکھ دیا ہو مگر ابھی مٹی نہ ڈالی ہو تو میت کو قبر سے نکال کر غسل دے دینا ضروری ہے۔ ہاں اگر مٹی ڈال دی ہو تو پھر نہ نکالنا چاہیئے (۱۶) اگر غسل کیلئے پانی نہ ملے تو میت کو تیمّم کرا کے دفن کر دیں پھر اگر دفن سے قبل پانی مل جائے تو غسل دے دیں۔ (۱۷) اگر کوئی ناپاک مرد یا عورت (جن کو غسل کی ضرورت ہو) یا کوئی کافر (میت کو) غسل دیدے تو ہو جائیگا لیکن مکروہ ہوگا۔ (۱۸) شہید[3] کو غسل دینے کی ضرورت نہیں[4] نہ اس کا خون اس کے جسم سے دور کیا جائے (بلکہ) اسی حالت میں اس کو دفن کر دیا جائے۔

---

(۱)۔ محرم وہ مرد و عورت جن کا باہم نکاح ناجائز ہو۔ (۲) کیونکہ عورت مرتے ہی شوہر اس کے نکاح سے خارج ہو جائے گا۔ بخلاف عورت کے کہ وہ عدت کے زمانے تک شوہر کے نکاح میں سمجھی جائے گی۔ (۳) ۔شہید اس مسلمان، عاقل، بالغ طاہر (پاک) کو کہتے ہیں جو ظلماً کسی آلہ جارحہ سے قتل کیا گیا اور زخمی ہونے کے بعد دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو نیز اس قتل سے مال واجب نہ ہوا ہو۔ (۴) بوجہ فضیلت کے۔

(۱۹) میت کا غسل دیا ہوا پانی نجس ہے (۲۰) میت کو نہلانے کی اجرت لینا جائز نہیں[۱] البتہ اگر کئی اشخاص (نہلانے والے) موجود ہوں تو پھر[۲] جائز ہے۔ (۲۱) میت کو غسل دے چکنے کے بعد کفن پہنائیں۔

۴۔ کفن اور اس کے متعلق احکام: (۱) میت کو کفن دینا (مثل غسل کے) فرض کفایہ ہے (۲) مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں: چادر، تہ بند، کفنی اور عورت کے کفن میں پانچ: چادر، تہ بند، کفنی، سینہ بند، اوڑھنی۔

توضیح۔ چادر کی مقدار اتنی ہونی چاہئے جو سر سے لیکر قدم تک کافی ہو۔ تہ بند بھی گویا چادر ہی ہے لیکن پہلی چادر سے کسی قدر چھوٹی۔ یہ بھی سر سے لیکر قدم تک[۳] ہوتی ہے۔ کفنی ایک قسم کا کرتہ ہے جو اوپر نیچے دونوں طرف گردن سے لیکر پیروں تک[۴] ہوتا ہے مگر اس میں آستین و کلی نہیں ہوتی۔ سینہ بند کی مقدار سینہ سے لیکر رانوں تک اور اوڑھنی تین ہاتھ طول دو بالشت عرض (۳) اگر کفن مسنون نہ ملے تو مرد کو صرف دو کپڑے چادر، تہ بند اور عورت کو تین کپڑے چادر، تہ بند، اوڑھنی بھی کافی ہیں۔ اگر اس قدر بھی نہ ملے تو جو کچھ مل جائے لیکن کم سے کم اتنا کپڑا ضروری ہے جو پورے جسم کو چھپا سکے ورنہ لوگوں سے مانگ کر پورا کریں یا جس قدر جسم کھلا رہے اس کو گھانس وغیرہ سے چھپا دیں۔ اگر مطلق کپڑا میسر نہ آئے تو پاک گھانس میں میت کو لپیٹ دیں اور قبر میں رکھ کر نماز پڑھ دیں۔ (۴) قدرت ہونے پر مرد کو تین اور عورت کو پانچ کپڑوں سے کم نہیں دینا چاہئے۔ اور اس میں زیادتی بھی جائز نہیں (۵) چھوٹے بچوں کو ایک دو کپڑوں میں بھی کفنا دیں تو جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ پورا کفن ہو (۶) جو بچہ مرا ہوا پیدا ہو یا حمل گر جائے تو اس کو ایک پاک کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے۔ (کفن مسنون کی ضرورت نہیں)۔ (۷) شہید کو کفن دینے کی

---

(۱) کیونکہ میت کا نہلانا خدا کی طرف سے فرض ہے پھر اس پر اجرت کیسی (۲) اس لئے کہ اس صورت میں کسی خاص شخص پر اس کا نہلانا فرض نہیں (۳) فرق اتنا ہے کہ پہلی چادر میت کے قد سے اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ دونوں طرف باندھ سکیں اور تہ بند صرف قد کے برابر (اس میں بندش کے لحاظ کی ضرورت نہیں) (۴) نیچے کم رکھنے کا جو رواج ہے وہ صحیح نہیں۔

ضرورت نہیں بلکہ پہنے ہوئے خون آلود کپڑوں[1] ہی میں دفنا دیں ۔(۸) کفن انہیں کپڑوں کا ہونا چاہئے جن کا پہننا حالت زندگی میں جائز تھا۔پس مردوں کے لئے خالص ریشمی یا کسم وزعفرانی رنگ کے کپڑوں کا کفن درست نہیں البتہ عورتوں[2] کو دیا جاسکتا ہے لیکن سب کیلئے سفید افضل ہے۔ (۹) کفن کیلئے کپڑا نیا ہو تو احسن ہے ورنہ پرانا بھی کافی ہے(۱۰) کفن کا کپڑا اسی قیمت کا ہونا چاہئے جس قیمت کا مرد جمعہ اور عیدین میں پہنا کرتا تھا اور عورت اپنے ماں باپ کے گھر پہن کر جایا کرتی تھی۔(۱۱) اگر میت کا مال موجود نہ ہو تو اس کا کفن بنانا اس شخص پر واجب ہے جو حالت زندگی میں اس کی کفالت کرتا تھا اگر ایسا شخص بھی نہ ہو تو پھر بیت المال سے ورنہ مسلمانوں سے چندہ لے کر بنایا جائے۔(۱۲) کفن پہنانے سے قبل کفن میں تین یا پانچ مرتبہ کسی خوشبودار چیز کی دھونی دے دینا مستحب ہے۔(۱۳) مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے (کفن کی) چادر کسی تخت یا بوریئے پر بچھا کر اس پر تہ بند بچھائیں پھر تہ بند پر کفنی نصف بچھا کر باقی نصف میت کے سر کی طرف رکھ چھوڑیں۔اس کے بعد میت کو (غسل کے تختہ سے لا کر) اس پر لٹا دیں اس طرح کہ دونوں ہاتھ دونوں پہلو میں رکھیں (سینہ پر نہ رکھیں[3] نہ نماز کی طرح رکھیں) اور کفنی[4] پہنائیں ۔اس طرح کہ میت کا سر کفنی کے گریبان سے باہر نکال کر سر کی طرف رکھی ہوئی آدھی کفنی کو میت پر پھیلا دیں اور کوئی خوشبو[5] (عطر وغیرہ) اس کے سر' داڑھی اور جسم میں لگا دیں اور سجدہ کے اعضاء (یعنی پیشانی' ناک' ہتھیلیاں' گھٹنے اور پاؤں) پر کافور مل دیں پھر تہ بند لپیٹیں۔اس طرح کہ (میت کے بدن پر) پہلے تہ بند کی بائیں جانب رکھیں پھر دائیں جانب تا کہ دائیں جانب بائیں جانب کے اوپر رہے۔پھر اس کے بعد چادر اس طرح لپیٹ دیں کہ دائیں جانب بائیں کے اوپر رہے(۱۴) عورت کے کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے (کفن کی) چادر کسی تخت یا بوریئے پر بچھا کر اس پر سینہ بند[6] اور سینہ بند پر تہ بند

(۱)۔البتہ اگر کم ہوں تکملہ کر دیں اور جو زائد ہوں نکال لیں نیز وہ چیزیں جو از قسم کفن نہ ہوں اتار لی جائیں مثلاً ہتھیار وغیرہ۔(۲) کیونکہ زندگی میں ان کو ان کپڑوں کا پہننا جائز ہے۔(۳) کہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔(۴) اس کفنی کا گریبان (کنٹھی) مونڈھوں کی طرف نکال لیں اس مقدار میں کہ میت کا سر آسکے۔(۵) مرد کے بدن پر ایسی خوشبو لگانا جائز نہیں جس میں زعفران کی آمیزش ہو البتہ عورت کیلئے جائز ہے۔(٦)۔اس صورت میں سینہ بند' چادر و تہ بند کے درمیان رہے گا۔لیکن چادر سے پہلے یعنی پورے کفن کے اوپر بھی جائز ہے۔

بچھائیں پھر تہ بند پر کفنی (مثل سابق) بچھا کر عورت کو اس پر لٹادیں اور کفنی[1] پہنائیں پھر (خوشبو لگانے اور اعضاء سجدہ پر کافور ملنے کے بعد) سر کے بالوں کے دو حصے کر کے سینہ پر (دائیں بائیں) کفنی کے اوپر رکھ دیں اور اوڑھنی (کھلی ہوئی[2]) نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر، منہ اور بالوں پر اوڑھادیں اس طرح کہ بالوں کے دونوں حصے (آخر تک) اوڑھنی کے نیچے چھپ جائیں۔ اس کے بعد تہ بند لپیٹیں پھر سینہ بند (سینہ کے اوپر بغلوں سے نکال کر رانوں تک) پھر چادر لپیٹ دیں اس طرح کہ ہر دائیں جانب بائیں کے اوپر رہے۔ (۱۵) کپڑے کی دھجیوں سے دونوں کنارے اور درمیان کمر سے نیچے باندھ دیں تاکہ ہوا غیرہ سے کفن کھل نہ جائے۔ (۱۶) جنازہ کے اوپر جو چادر اڑھاتے ہیں وہ کفن میں داخل اور ضروری نہیں۔ اگر یہ نہ ہو یا کوئی شخص اپنی چادر اس پر ڈال دے اور قبر پر جا کے اتار لے تو بھی کچھ حرج نہیں (۱۷) جب میت کو کفن پہنا چکیں تو اس پر نماز پڑھیں۔

۵۔نماز جنازہ اور اس کے متعلق احکام: (۱) نماز جنازہ فرض کفایہ ہے (۲) نماز جنازہ کے شرائط دو قسم کے ہیں: ایک وہ جو نماز پڑھنے والے سے تعلق رکھتے ہیں (یہ وہی ہیں جو اور نمازوں کیلئے ہیں یعنی طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، نیت) البتہ وقت اس کیلئے شرط نہیں۔ نیز اس نماز کیلئے تیمّم جائز ہے جبکہ وضو کر کے آنے تک نماز کے ختم ہوجانے کا خوف[3] ہو (اور نمازوں[4] کیلئے یہ بات نہیں)، دوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں جن کا تعلق خاص میت سے ہے اور وہ یہ ہیں: میت کا مسلمان ہونا ، میت کے بدن اور کفن کا پاک[5] ہونا، میت کے قابل ستر جسم[6] کا پوشیدہ ہونا، میت کا وہاں موجود ہونا، میت کا نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا، میت کا یا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا، امام کا بالغ ہونا (اگر میت کافر یا مرتد ہو یا میت کو غسل نہ دیا گیا ہو یا

(۱) اس کفنی کا گریبان سینہ کی طرف نکال لیں بقدر ضرورت (۲) اوڑھنی کو باندھنا اور لپیٹنا نہیں چاہئے۔ (۳)۔ اور خود میت کا ولی نہ ہو (۴) سوائے عیدین کے (۵) بدن اور کفن کا ابتداء میں پاک ہونا شرط ہے۔ اگر غسل اور کفن دینے کے بعد میت سے نجاست نکل کر کفن ناپاک یا بدن نجس ہوجائے تو یہ مانع نماز نہیں (۶) قابل ستر جسم (جس کو اصطلاح فقہ میں ''عورت'' کہا جاتا ہے) بدن کا وہ حصہ ہے جس کا چھپانا شرعاً واجب اور ظاہر کرنا حرام ہے۔ مردوں کا قابل ستر جسم ''عورت'' ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے اور عورتوں کا سوائے چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدم کے تمام بدن۔

کفن ناپاک ہو یا میت بالکل برہنہ ہو یا جنازہ غائب یا نماز پڑھنے والے کے پیچھے یا سواری یا ہاتھوں پر ہو یا امام نابالغ ہو تو ان تمام صورتوں میں نماز درست نہیں)۔(۳) نماز جنازہ کے رکن دو چیزیں ہیں: اول چار تکبیریں[۱] (یعنی چار مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا) دوم قیام[۲] (یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا)۔ نماز جنازہ میں سنتیں تین ہیں: حمد وثناء پڑھنا' درود شریف پڑھنا' دعا کرنا۔

نماز جنازہ کا مسنون و مستحب طریقہ: یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینہ[۳] کے مقابل کھڑا ہو جائے پھر امام اور تمام مقتدی نماز جنازہ کی نیت[۴] کر کے دونوں ہاتھ (مثل تکبیر تحریمہ کے) کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کے ہاتھوں کو (نماز کی طرح) ناف کے نیچے باندھ لیں اور ثناء پڑھیں (ثناء یہ ہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰى جَدُّكَ وَ جَلَّ ثَنَاءُكَ[۵] وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ) پھر دوسری دفعہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں' اس دفعہ ہاتھ نہ اٹھائیں[۶]' پھر درود شریف پڑھیں جو درود یاد ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ وہی درود پڑھیں جو نماز میں پڑھتے ہیں یعنی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ پھر تیسری دفعہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہیں (اس دفعہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں) اس کے بعد دعا پڑھیں (اگر میت بالغ ہو[۷] تو یہ دعا پڑھیں[۸] اَللّٰهُمَّ[۹] اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَه'

---

(۱)۔ ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے (۲)۔ رکوع اور سجود اور قعدہ اس نماز میں نہیں (۳) خواہ میت مرد ہو یا عورت (۴)۔ نیت یہ ہیکہ "میں نماز جنازہ پڑھتا ہوں چار تکبیروں سے جو خدا کی نماز اور میت کیلئے دعاء ہے (مقتدی ہوں تو کہیں: اس امام کے پیچھے۔ امام ہو تو کہے: مقتدیوں کے ساتھ) قبلہ رو ہو کر اللہ اکبر (۵) الفاظ وَ جَلَّ ثَنَاءُكَ صرف نماز جنازہ میں پڑھے جاتے ہیں (۶) اور نہ منہ اوپر اٹھائیں جیسا کہ عوام کا دستور ہے۔(۷) خواہ مرد ہو یا عورت (۸) اگر یہ دعا یاد نہ ہو تو صرف اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کہہ دینا کافی ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو چپکا کھڑا رہے پھر تکبیریں کہہ دے (۹) اے اللہ تو مغفرت فرما ہم میں کے باحیات کی اور وفات پانے والے کی اور اس کی جو ہم میں کے موجود ہے اور وہ جو غائب ہے اور ہم میں کے چھوٹے کی اور ہم میں کے بڑے کی اور مرد و زن کی۔ اے اللہ ہم میں سے جس کو بھی تو زندہ رکھے تو اسکو اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو بھی تو وفات دے تو اس کو ایمان پر وفات دے۔

مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ) نابالغ لڑکے یا مجنون[1] کے لئے یہ دعاء ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا[2]۔ نابالغہ لڑکی یا مجنونہ کی یہ دعا ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً) پھر چوتھی دفعہ اَللّٰهُ اَكْبَر کہیں[3] اور (بغیر کسی دعاء کے) دائیں بائیں سلام پھیر دیں جس طرح نماز میں پھیرا کرتے ہیں۔ (بس نماز جنازہ[4] ہوگئی)۔ نماز جنازہ میں التحیات اور قرآن شریف کی قرأت وغیرہ نہیں ہے نہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے کوئی دعاء ہے نہ رکوع وسجود۔ نماز جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے صرف اتنا فرق ہیکہ امام، امام ہونے کی نیت کرے گا (جو مستحب ہے) اور مقتدی، مقتدی ہونے کی نیت (جو لازم[5] ہے) نیز امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی آہستہ۔ باقی چیزیں (ثناء، درود، دعا) امام اور مقتدی سب آہستہ آواز سے پڑھیں گے۔ (۶) جنازے کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کی جائیں یہاں تک کہ اگر صرف سات شخص ہوں تو ان میں سے ایک امام بنے پھر پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں اور دوسری میں دو اور تیسری میں ایک (۷) اگر امام چار تکبیروں سے زائد کہے تو مقتدی زائد تکبیروں میں اس کی اقتداء نہ کریں۔ خاموش کھڑے رہیں۔ جب امام سلام پھیرے تو خود بھی سلام پھیر دیں۔ (۸) اگر کوئی شخص جنازے کی نماز میں ایسے وقت پہنچے کہ امام ایک یا دو تکبیریں کہہ چکا ہے تو اس کو فوراً تکبیر کہہ کر شریک نماز نہ ہونا چاہیئے امام کی تکبیر کا انتظار کرنا چاہیئے۔

(۱)۔ بشرطیکہ اس کا جنون بلوغ کے پیشتر سے ہو۔ (۲)۔ اے اللہ تو اس کو ہمارے لئے پیشرو بنا اور اس کو ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ آخرت بنا اور اس کو ہمارے لئے شفاعت کرنیوالا اور مقبول شفاعت بنا (۳) اس دفعہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں (۴) (تنبیہ ضروری) نماز جنازہ کو لوگوں نے بہت مشکل سمجھ رکھا ہے حالانکہ وہ نہایت آسان ہے (جیسا کہ طریقہ نماز سے ظاہر ہے) بعض دیہات میں ناواقف مسلمان، مسلمان میت کو بلا نماز دفن کر دیتے ہیں۔ محض اس لئے کہ ان کو نماز جنازہ نہیں آتی اور کوئی پڑھانے والا نہیں ملتا۔ یہ سخت غلطی ہے۔ ان مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہرگز ایسا نہ کریں۔ (بلکہ نماز کا پورا طریقہ سیکھ لینے تک) جنازہ کو سامنے رکھ کر باوضو کھڑے ہو جائیں اور صرف چار دفعہ اللہ اکبر کہہ دیں (نماز ہو جائیگی) کیونکہ ثناء، درود، دعاء فرض نہیں بلکہ مسنون چیزیں ہیں۔ فرض تو یہی قیام اور چار تکبیریں ہیں جن پر بحالت ضرورت اکتفاء کر لیں تو نماز ہو جاسکتی ہے لیکن یاد رہے کہ ضرورت ہی کی حالت میں ایسا کریں اور پھر فوراً نماز جنازہ سیکھ لیں ورنہ گنہگار ہوں گے۔ (۵) جو لازم ہے یعنی مقتدی کو مقتدی ہونے کی نیت کرنا لازم ہے۔

جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہہ کر شریک نماز ہو جائے (یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیر تحریمہ ہوگی) پھر جب امام سلام پھیر دے اس وقت یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرلے (اگر جنازہ اٹھ جانے کا خوف نہ ہو تو دعاء بھی پڑھے ورنہ نہیں)۔(۹) اگر کوئی شخص باوجود آغاز نماز کے وقت حاضر رہنے کے شریک نماز نہ ہوا ہو جس کی وجہ سے کچھ تکبیریں ہو چکی ہوں تو ایسے شخص کو امام کے تکبیر کا انتظار ضروری نہیں بلکہ اس کو فوراً تکبیر کہہ کر شریک نماز ہو جانا چاہئے (۱۰) نماز جنازہ کی امامت کا استحقاق سب سے زیادہ بادشاہ کو ہے پھر حاکم شہر کو پھر قاضی[۱] کو پھر نائب قاضی کو۔ اگر یہ لوگ موجود نہ ہوں تو پھر امام محلّہ مستحق ہے بشرطیکہ میت کے اولیاء[۲] میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو ورنہ میت کا ولی' پھر وہ شخص جس کو ولی اجازت دے۔ اگر میت کے اولیاء بہت ہوں تو جو شخص میت کا زیادہ قریب ہے وہی نماز پڑھانے کا زیادہ مستحق ہے اور اگر ایک ہی درجہ کے دو ولی ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو وہ بہتر ہے۔عورت کیلئے بھی اولیاء مقدم ہیں۔ اگر کوئی ولی موجود نہ ہو تو پھر شوہر مستحق ہے۔ اگر ولی کی اجازت کے بغیر کسی ایسے شخص نے نماز پڑھا دی ہو جس کو امامت کا استحقاق نہیں تو ولی کو اختیار ہے کہ پھر دوبارہ نماز پڑھے۔ ہاں مستحق امامت شخص کے نماز پڑھا دینے پر پھر ولی کو اعادہ کا حق نہیں۔ (۱۱) جنازے کی نماز بھی انہی چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازیں فاسد ہوتی ہیں۔ البتہ جنازے کی نماز میں قہقہہ[۳] سے وضو نہیں جاتا[۴] اور عورت کے برابر کھڑے ہونے سے بھی یہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (۱۲) نماز جنازہ بلا عذر بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں۔ (۱۳) جنازہ کی نماز مسجد[۵] کے اندر نہیں پڑھنا چاہئے[۶] (اگر بارش وغیرہ کا عذر ہو تو پھر درست ہے)۔ (۱۴) اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازے کی نماز علحدہ پڑھی جائے اور اگر سب پر ایک ہی دفعہ نماز پڑھیں تو بھی جائز ہے۔

(۱)۔ یعنی مسلمان حاکم عدالت (۲) اولیاءٗ ولی کی جمع ہے جس کے معنیٰ یہاں قرابت دار کے ہیں (۳) کھل کھلا کر ہنسنا (۴) نہ نماز جاتی (۵) جس مسجد میں جماعت ہوتی ہو (۶) کہ مکروہ تحریمی ہے اس سے ثواب جاتا رہتا ہے۔

اس صورت میں سب جنازوں کی صف قائم کی جائے خواہ اس طرح کہ ایک کے آگے ایک کو (قبلہ کی جانب) رکھدیا جائے کہ سب کے سر ایک ہی طرف ہوں اور پیر ایک طرف خواہ اس طرح کہ ہر ایک کے سر کے پاس ہر دوسرے کے پیر ہوں اور خواہ اس طرح کہ ہر ایک کا سر ہر دوسرے کے کاندھے کے برابر ہو۔ ان سب صورتوں میں پہلی صورت بہتر ہے کہ اس میں سب کا سینہ امام کے مقابل ہو جائیگا۔ (جو مسنون ہے) باقی صورتوں میں امام کو اس شخص کے جنازے کے سامنے کھڑا ہونا چاہئے جو سب میں بزرگ وافضل ہو۔ اگر جنازے مختلف قسم کے ہوں تو ترتیب کا لحاظ رکھا جائے یعنی امام کے قریب مردوں کے جنازے رہیں پھر لڑکوں کے پھر خنثیٰ کے پھر بالغہ عورتوں کے پھر نابالغہ لڑکیوں کے (۱۵) نماز جنازہ آفتاب نکلتے اور ڈوبتے وقت اور ٹھیک دوپہر کو پڑھنا منع ہے۔ (باقی سب اوقات میں جائز ہے)۔ (۱۶) اگر کسی فرض نماز کے وقت جنازہ آجائے اور جماعت تیار ہو تو فرض نماز پڑھ کر جنازہ کی نماز پڑھیں[۱] بشرطیکہ اتنی تاخیر میں جسم کے خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو ورنہ نماز جنازہ پہلے پڑھ لیں ۔(۱۷) اگر نماز عید کے وقت جنازہ حاضر ہو تو نماز عید کو مقدم کریں پھر خطبہ عید پر نماز جنازہ کو مقدم کیا جائے ۔یعنی پہلے نماز عید پڑھیں پھر نماز جنازہ پھر خطبہ عید۔ (۱۸) اگر نماز گہن کے وقت جنازہ آئے تو پہلے جنازہ کی نماز پڑھیں پھر گہن کی نماز ۔ (۱۹) نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں[۲] ہے ایک شخص بھی پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا (خواہ وہ مرد ہو یا عورت)۔ (۲۰) اگر کسی میت کو بغیر نماز پڑھے قبر میں اتار دیئے ہوں لیکن ابھی مٹی نہ ڈالی ہو تو میت کو قبر سے باہر نکال کر نماز پڑھنا چاہئے اور اگر مٹی ڈال دی ہو تو پھر قبر ہی پر نماز پڑھیں جب تک کہ میت کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو[۳]۔ (۲۱) اگر کوئی میت کٹی ہوئی ملے تو جبکہ نصف سے

(۱) اگر جسم میں تغیر ہو جانے کا اندیشہ ہے تو سنتیں نماز جنازہ کے بعد پڑھیں ورنہ سنتوں کے بعد نماز جنازہ پڑھیں (درمختار) (۲)۔ البتہ یہاں جماعت کی اس لحاظ سے زیادہ ضرورت ہیکہ یہ نماز میت کیلئے دعاء ہے۔ اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہ الٰہی میں دعا کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزول رحمت اور قبولیت کیلئے ۔

(۳) بعض علماء نے میت کے پھٹنے کیلئے تین دن کا اندازہ کیا ہے۔

زیادہ یا نصف مع سر کے ہو تو اس پر نماز پڑھیں ورنہ نہیں (۲۲) جو بچہ مرا ہوا پیدا ہوا اس پر نماز نہ پڑھیں صرف غسل دے کر ایک پاک کپڑے میں لپیٹیں اور دفن کر دیں۔(۲۳) کسی میت پر بغیر غسل یا تیمّم کے نماز درست نہیں ہاں دفن کر چکنے کے بعد قبر پر پڑھی جا سکتی ہے۔(۲۴) نماز جنازہ ہر مسلمان پر پڑھنا چاہئے[1]۔خواہ وہ کیسا ہی فاسق و گنہگار رہو البتہ بادشاہ اسلام مجاز ہے کہ کسی بدکار شخص پر نماز نہ پڑھنے کا حکم دے تا کہ دوسروں کو عبرت ہو اور بدکاری سے باز رہیں۔

(۲۵) جو شخص اپنے والدین سے کسی کو یعنی ماں یا باپ کو مار ڈالے اس پر (اس کی اہانت کیلئے) نماز جنازہ نہ پڑھی جائے' اسی طرح ڈاکو پر جبکہ ڈاکہ کی حالت میں مارا جائے نماز نہ پڑھی جائے بلکہ اس کو غسل بھی نہ دیا جائے۔(۲۶) جس لڑکے کا باپ یا ماں مسلمان ہو وہ لڑکا مسلمان سمجھا جائیگا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی۔(۲۷) جب نماز سے فراغت ہو جائے تو پھر فوراً میت[2] کو جہاں قبر کھدی ہو لے جائیں اور دفن کر دیں۔

۶۔ جنازہ لے چلنے کے احکام:۔(۱) جنازے کا لے چلنا عبادت اور سنت ہے۔ (۲) مسنون طریقہ یہ ہے کہ میت کو کسی تخت یا چارپائی وغیرہ پر لٹا کر اس کو چار طرف سے چار[3] آدمی اٹھائیں اور لے چلیں اس طرح کہ ایک ایک آدمی ایک ایک پایہ کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھائے[4] اور پٹی کو کاندھے پر رکھ لے اسی طرح چار چار آدمی باری باری لے چلیں۔(۳) مستحب یہ ہے کہ ہر آدمی جنازے کو چاروں طرف سے اٹھائے اور ہر طرف کم سے کم دس دس قدم لے چلے اس طرح کہ پہلے جنازہ کے سرھانے کا داہنا پایہ اپنے داہنے کاندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر پائنتی کا داہنا پایہ داہنے کاندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر سرھانے کا بایاں پایہ بائیں کاندھے پر اور پائنتی کا بایاں پایہ بائیں کاندھے پر رکھ کر دس دس قدم چلے تا کہ پورے چالیس[5] قدم ہو جائیں

---

(۱)۔باستثنائے چند اشخاص جن کی پوری تفصیل بڑی کتابوں میں موجود ہے (۲) تا کہ اگر میت نیک ہو تو بلا تاخیر اس کو جوار رحمت الٰہی میں پہنچا دیں اور اگر نیک نہ ہو تو خود اس سے جلد پیچھا چھڑا لیں۔(۳) ضرورتاً دو آدمی کا اٹھانا بھی جائز ہے مثلاً جبکہ جگہ تنگ ہو۔(۴) پایوں کو بوجھ کی طرح کاندھوں پر نہ لادیں کہ مکروہ ہے۔(۵)۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص جنازے کو اٹھا کر چالیس قدم چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(۴) چلنے میں میت کا سرہانا آگے رکھیں (۵) جنازے کا تیز قدم لے جانا مسنون ہے مگر نہ اس قدر کہ میت کو حرکت واضطراب ہونے لگے (۶) جنازے کو پیٹھ پر یا سواری کے جانور وغیرہ پر لاد کر لے چلنا مکروہ ہے۔ (۷) اگر میت چھوٹے بچے کی ہو تو اس کو ہاتھوں ہاتھ لے جائیں یعنی ایک آدمی اپنے دونوں ہاتھوں پر اس کو اٹھالے پھر دوسرا لے لے پھر تیسرا (اسی طرح بدلتے ہوئے لے جائیں)۔ (۸) مستحب ہے کہ جنازے کے ساتھ چلنے والے لوگ پا پیادہ اور جنازہ کے پیچھے رہیں (آگے چلنا بھی جائز ہے لیکن بہت آگے چلنا یا سب لوگوں کا آگے ہو جانا مکروہ ہے۔ اسی طرح سواری پر آگے چلنا مکروہ ہے البتہ پیچھے جائز ہے)۔ (۹) جنازے کے دائیں بائیں نہیں چلنا چاہئے۔ (۱۰) جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے کلمہ، درود، قرآن شریف، مولود وغیرہ بلند آواز سے نہیں پڑھنا[۱] چاہئے (آہستہ دل میں پڑھ لیں تو مضائقہ نہیں)۔ (۱۱) بیٹھے ہوئے لوگوں کا جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہو جانا منع ہے (ہاں ساتھ چلنے کا ارادہ ہو تو اور بات ہے)۔ (۱۲) جنازہ جب قبر کے پاس پہنچ جائے تو اس کے زمین پر رکھ دینے سے پہلے ساتھ والوں کا بیٹھ جانا مکروہ ہے۔ (۱۳) جنازہ جب زمین پر رکھیں تو قبلہ کے عرض میں رکھیں[۲] کہ داہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔ (۱۴) عورتوں کا جنازہ کے ساتھ چلنا منع ہے۔

۷۔ دفن اور اس کے متعلق احکام: (۱) میت کا دفن کرنا بھی فرض کفایہ ہے جس طرح اس کا غسل، کفن، نماز۔ (۲) میت کا اسی جگہ (یا گھر میں) جہاں وہ مرا ہو دفن کرنا مکروہ ہے۔ (کیونکہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لئے خاص ہے) بلکہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان[۳] میں دفن کیا جائے۔ (۳) میت کا اسی جگہ کے قبرستان میں دفن کرنا بہتر ہے جہاں وہ مرا[۴] ہو۔ (۴) قبر کی دو قسمیں ہیں ایک بغلی[۵] جس کو لحد کہتے ہیں، دوسری صندوقی[۶] جس کو شق کہتے ہیں۔ (۵) قبر بغلی

(۱) کہ مکروہ تحریمی ہے (تنبیہ) جنازہ کے ساتھ چلنے والے سکوت کی حالت میں ہوں موت کی یاد اور احوال قبر کو پیش نظر رکھیں۔ (۲) قبلہ کے طول میں نہ رکھیں کہ قبلہ کو پاؤں یا سر ہو۔ (۳)۔ اگر صالحین کے نزدیک جگہ میسر ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ (۴) اگرچہ وہ وہاں کا رہنے والا نہ ہو (۵) بغلی قبر بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پوری قبر کھودی جائے پھر اس کے اندر قبلہ کی طرف ایک گڑھا (پٹے ہوئے مکان کی طرح) کھودا جائے اس مقدار میں کہ میت سما سکے۔ (۶) صندوقی کا یہ طریقہ ہے کہ پہلے (کم گہری) قبر کھود کر پھر اس کے درمیان ایک باریک گڑھا (نہر کی طرح) اور کھودا جائے جس میں میت سما سکے۔

بنانا سنت ہے اگر کہیں زمین بہت نرم ہو کہ بغلی نہ بن سکے تو پھر صندوقی بنانا بھی درست ہے۔
(۶) قبر کا طول میت کے قد کے موافق ہو[۱] اور عرض نصف قد کے برابر۔ گہرائی بھی کم سے کم (میانہ قد آدمی کے) نصف قد کے برابر ہونی چاہئے اور متوسط درجہ یہ ہے کہ سینہ برابر ہو اس سے زیادہ یعنی قد آدم برابر گہری ہو تو افضل ہے۔(۷) جب قبر تیار ہو جائے تو میت کو اس میں قبلہ کی طرف[۲] سے اتاریں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ (قبر سے متصل) قبلہ کی جانب رکھا جائے (اس طرح کہ سر جانب شمال[۳] ہو اور پیر جانب جنوب) پھر اتارنے والے[۴] اشخاص قبلہ رو کھڑے ہو کر میت کو اٹھا کے "بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ" کہتے ہوئے[۵] قبر میں رکھدیں[۶] اور داہنے پہلو پر اس کو قبلہ رو کر دیں (کہ مسنون ہے) پھر کفن کی گرہیں کھولدیں[۷]۔ (۸) عورت و مرد دونوں کی قبر اور ان کا طریقہ دفن یکساں ہے البتہ عورت کی قبر پر دفن کے وقت پردہ[۸] کرنا مستحب ہے (مرد کی قبر پر ضرورت نہیں) اور عورت کو قبر میں اس کے محرم (باپ، بیٹا، بھائی وغیرہ) اتاریں۔ اگر یہ نہوں تو پھر قریبی ورنہ بعیدی رشتہ دار، پھر ہمسایہ پھر جو لوگ موجود ہوں[۹] (اتاریں) (۹) جب میت کو قبر میں رکھ چکیں تو کچی اینٹوں[۱۰] یا برگوں سے قبر کو بند کر دیں[۱۱] (اگر کچھ سوراخ رہ جائیں تو ان کو بھی بند کر دیں تا کہ میت پر مٹی نہ گرے) پھر جس قدر مٹی قبر سے نکلی ہو وہ سب قبر پر ڈال دیں (اس سے کم یا زیادہ ڈالنا مکروہ ہے) اور مستحب ہے کہ سرہانے سے ابتداء کریں اس طرح کہ پہلے ہر آدمی اپنے دونوں ہاتھوں سے تین تین دفعہ مٹی ڈالے پہلی دفعہ "مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ[۱۲]"

---

(۱)۔ بجانب شمال وجنوب (۲) قبر کی پائینتی سے نہ اتاریں (۳) یہ سمت ہمارے ملک کیلئے ہے (۴) اتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا ضروری نہیں نہ ان کی کوئی تعداد مقرر ہے جس قدر آدمی اتار سکیں اتاریں البتہ ان کا قوی اور طاقتور ہونا بہتر ہے تا کہ میت کو آہستگی اور آرام سے اتار سکیں۔ نیز یہ لوگ نیک اور صالح ہوں۔ (۵) ایسا کہنا مستحب ہے (۶) زمین پر رکھدیں کپڑا یا بوریا نہ بچھائیں۔(۷) جو کفن کھل جانے کے خوف سے دی گئی تھیں۔(۸) اس وقت تک کہ قبر پر پتھر یا برگے لگا دیئے جائیں (۹) البتہ اجنبی یا ہمسایہ لوگ دیندار پرہیزگار اور بوڑھے ہوں (۱۰) پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے۔(۱۱) اینٹ یا برگے رکھنے کی ابتداء مرد کی قبر پر سرہانے سے اور عورت کی قبر پر پائنتی سے کرنی چاہئے۔ اس کا خلاف مکروہ ہے (۱۲) ہم تم کو اسی (مٹی) سے پیدا کئے اور اسی میں ہم تم کو واپس کر رہے ہیں اور اسی سے ہم تم کو ایک اور مرتبہ اٹھائیں گے۔

کہے دوسری دفعہ ''وَ فِيهَا نُعِيدُكُمْ ''اورتیسری دفعہ'' وَ مِنهَا نُخرِجُكُمْ تَارَةً أُخرىٰ'' پھر باقی مٹی (ہاتھوں یا پھاوڑے کے ذریعہ) بھردیں۔(۱۰) مٹی ڈال چکنے کے بعد مستحب ہے کہ قبر پر[۱] پانی چھڑکیں[۲] اور کچھ دیر[۳] قبر کے پاس ٹھہرے رہیں۔قرآن شریف[۴] (درود وغیرہ) پڑھیں۔ میت کوتلقین[۵] اوراس کے لئے دعائے خیر کریں۔(۱۱) قبر کا زمین سے ایک بالشت اونچی کر کے (کوہان شتر کی طرح) ڈھلوان بنانا مسنون ہے۔(اگر بالشت سے قدرے زائد ہوتو مضائقہ نہیں لیکن بہت زیادہ بلند کرنا مکروہ ہے)۔(۱۲) قبر کا مربع (چوکونی) بنانا مکروہ اور پچی کرنا منع ہے۔(۱۳) ایک قبر میں ایک میت سے زیادہ دفن کرنا درست نہیں (البتہ بوقت ضرورت جائز ہے)۔(۱۴) اگر دفن کے بعد معلوم ہو کہ میت کو قبلہ رونہیں کیا یا بائیں کروٹ لٹایا ہے یا سرہانا پائنتی کی طرف ہوگیا ہے تو قبر کھول کر درست کرنا جائز نہیں۔جیسا ہے ویسا ہی رہنے دیں (ہاں مٹی ڈالنے سے قبل معلوم ہوتو درست کرلیں)۔(۱۵) تابوت (صندوق) بنانا (خواہ لکڑی کا ہو یا پتھر ولوہے کا) جائز ہے۔خصوص جبکہ زمین نرم یا ریتلی ہو اور قبر (صندوقی بھی) نہ بن سکے عورتوں کیلئے تو ہر حال میں تابوت بہتر ہے (کہ اس میں پردہ ہے) جب میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کرنا چاہیں تو سنت ہے کہ اس کے اندر مٹی بچھادیں اور اوپر کے تختہ کو بھی (اندرونی جانب) مٹی سے لیس دیں (کہ بمنزلہ لحد ہوجائے)۔(۱۶) میت کا کسی پرانی قبر میں دفن کرنا منع ہے۔

---

(۱)۔ممکن ہوتو ایک سبز ڈالی بھی لگادیں (۲)۔پہلے قبلہ کی جانب سرہانے سے پائینتی تک پھراسی طرح دوسری جانب تین تین مرتبہ چھڑکیں (۳) اتنی دیر کہ جس میں ایک اونٹ ذبح اور (گوشت) تقسیم کیا جاسکے۔(۴) دفن کے بعد قبر پرسورہ بقرہ کا اول وآخر یعنی سرہانے الم سے المفلحون تک اور پائینتی اٰمن الرسول سے آخرسورہ تک پڑھنا مستحب ہے اور جو کچھ پڑھ سکیں پڑھ کر میت کی روح کو ثواب بخش دیں۔(۵) تلقین کیلئے اس قدر الفاظ کافی ہیں يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانُ اُذْكُرْ مَا كُنْتَ عَلَيْهِ وَ قُلْ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبّاً وَّ بِالْإِسْلَامِ دِيْناً وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا (یعنی اے فلاں کے بیٹے فلاں ان باتوں کو یاد کر جن پر تو تھا یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں وغیرہ پر ایمان کو یاد کر اور جب فرشتے ''منکرونکیر'' سوال کریں تو یوں کہنا کہ: میں اس سے راضی ہوا کہ اللہ میرا رب' اسلام میرا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں)۔اگر میت کا نام معلوم نہ ہوتو آدم وحواء کی طرف منسوب کریں (یعنی مرد کو'اے آدم کے بیٹے' اور عورت کو'اے حوا کی بیٹی'' کہیں) اگر میت بچہ ہوتو پھر تلقین کی ضرورت نہیں ہے۔

جب تک کہ پہلا شخص گل کر مٹی نہ ہوگیا ہو (اگر ایسی ہی ضرورت ہو تو پہلے شخص کی ہڈیاں ایک طرف جمع کر کے دوسرے کو دفن کرنا چاہیئے)۔(۱۷) اگر جمعہ سے پہلے انتقال ہوا ہو تو میت کو جمعہ کے انتظار میں روکنا مکروہ ہے۔(۱۸) میت کا رات میں دفن کرنا مکروہ نہیں۔(البتہ دن میں بہتر ہے)۔(۱۹) کافروں (اور عورتوں) کا قبر میں اترنا منع ہے۔

۸۔جنازہ کے متعلق متفرق احکام: (۱) اہل میت کو میت کا چہرہ دکھلانا جائز ہے (اگرچہ میت کو قبر[1] میں رکھ دیئے ہوں)۔(۲) زوجہ مرجائے تو شوہر کو اس کا چہرہ دیکھنا جائز ہے اور کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگانا اور جنازہ اٹھانا بھی درست ہے۔زوجہ بھی اپنے شوہر کا چہرہ دیکھ سکتی ہے۔(۳) عورت (کی میت) کے کار پرداز موت کے وقت سے اس کو جنازے پر رکھنے تک عورتیں ہوں گی پھر جنازہ اٹھا کر دفن کرنے تک مرد ہوں گے۔(۴) عورتوں کا جنازے کے ہمراہ چلنا یا قبر پر جانا یا میت کو قبر میں اتارنا (اگرچہ میت عورت کی ہو) منع ہے۔(۵) اگر کوئی حاملہ عورت مرجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ معلوم ہو تو پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے (اور اگر بچہ زندہ نہ ہو تو پھر پیٹ چاک کرنا یا کسی جاہلانہ رسم کو عمل میں لانا منع ہے)۔(۶) میت کے بدن یا کفن پر کافور یا سیاہی سے کچھ لکھنا یا کوئی چیز لکھ کر قبر یا کفن میں رکھنا نہیں چاہیئے (البتہ بغیر سیاہی کے انگلی سے پیشانی پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم اور سینہ پر لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھنا جائز ہے۔(۷) عورتوں کے جنازے پر بانس کی پٹیاں یا کسی درخت کی شاخیں (کمان کی طرح) لگا کر اس پر چادر ڈال دینی چاہیئے (تا کہ پردہ رہے)(۸) جنازہ کے ساتھ آگ کی قسم سے کوئی چیز[2] لئے چلنا مکروہ ہے۔(۹) نماز جنازہ پڑھے بغیر (لوگوں کا) جنازہ کو چھوڑ کر چلے جانا منع ہے۔(۱۰) اگر کسی مسلمان کا کوئی عزیز (ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہ) حالت کفر میں مرجائے تو اس کی تجہیز و تکفین مسلمانوں جیسی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ اس کو کسی

(۱)۔عوام میں جو مشہور ہے کہ میت کو قبر کا منہ دکھلا دو (تا کہ وحشت نہ ہو) یہ غلط فہمی ہے کہ الٹا سمجھ گئے ہیں۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ میت کا منہ قبر میں بھی دکھلانا جائز ہے۔(۲) مثلاً جلتی انگیٹھی یا عوددان وغیرہ

نجس کپڑے کی طرح دھو کر ایک کپڑے میں لپیٹا جائے اور گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیا جائے[1]۔ (۱۱) اگر کوئی مسلمان مرتد[2] ہو گیا ہو (نعوذ باللہ منہ) تو اس کو بے دھوئے اور بے کپڑا لپیٹے گڑھے میں ڈال دیں۔ (۱۲) جب قبر میں مٹی پڑ جائے تو پھر (اس کے بعد) بلاضرورت شدید[3] قبر کا کھولنا یا میت کا قبر سے نکالنا جائز نہیں (۱۳) قبر پر بیٹھنا' سونا' چلنا' کھڑا ہونا' پیشاب پاخانہ کرنا منع اور قبر سے سبز گھاس کا کاٹنا مکروہ ہے۔ (۱۴) قبر کے پاس قرآن شریف کا پڑھنا جائز ہے (اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے)۔ (۱۵) قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے (جب قبرستان میں پہنچیں تو سنت ہے کہ اول یہ پڑھیں "اَلسَّلَامُ[4] عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَسْئَلُ اللّٰہَ لِیْ وَ لَکُمُ الْعَافِیَۃَ" پھر قبلہ کی طرف پشت اور قبروں کی طرف منہ کر کے قرآن مجید سے جو پڑھ سکیں وہ[5] اور درود شریف پڑھ کر (اس کا ثواب) اہل قبور کو بخش دیں۔ (۱۶) اہل میت کو تین دن تک سوگ کرنا جائز ہے اس سے زیادہ کسی کو درست نہیں البتہ عورت کو اپنے شوہر کیلئے چار مہینے دس دن تک سوگ کرنا چاہئے۔

۹۔ فاتحہ اور اس کی حقیقت: (۱) فاتحہ کا معنیٰ کھولنا اور کسی چیز کا آغاز و شروع ہے۔ (چنانچہ قرآن شریف کی پہلی سورۃ کا نام فاتحہ ہے) لیکن عرف عام میں قرآن شریف کی تلاوت یا اس کے چند سورتوں کا ثواب پہنچانے کو فاتحہ کہتے ہیں' چونکہ اس (تلاوت) میں سورہ فاتحہ بھی ہوتی ہے اس لحاظ سے بھی اس کو فاتحہ کہا جاتا ہے۔ (۲) فاتحہ کی حقیقت یہ ہے کہ پورا قرآن شریف یا اس کی چند سورتیں پڑھ کر یا کوئی اور نیک کام[6] کر کے اس کا اجر (جو کچھ اس کو ملتا ہو) اپنی جانب سے کسی اور کو بخش دے مثلاً قرآن شریف (پورا نہ ہو تو اس میں سے) سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور

(۱)۔ یہ سب کچھ اس وقت کیا جائے جبکہ کافروں سے کوئی موجود نہ ہو ورنہ مردہ ان کے حوالے کر دیا جائے۔ (۲) یعنی مذہب اسلام سے پھرا ہوا۔ (۳) مثلاً کسی کی کوئی چیز قبر میں رہ جائے یا کوئی ایسی ہی اور بات پیش آئے تو پھر قبر کا کھولنا جائز ہے۔ (اگرچہ مٹی ڈال دی ہو)۔ (۴) اے مسلمانوں کے گھر والو (اہل مقبرہ) تم پر سلامتی ہو یقیناً ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں' میں اپنے لئے اور تمہارے حق میں اللہ سے عافیت کا طلبگار ہوں (۵) سورہ الھکم التکاثر ایک مرتبہ اور سورہ قل ھو اللہ گیارہ مرتبہ (مع سورہ فاتحہ و درود شریف) ضرور پڑھیں کہ اس سے مردوں کو اور مردوں کے ثواب کے موافق پڑھنے والوں کو (بھی) ثواب عظیم ملتا ہے۔ (۶) مثلاً محتاجوں کو کھانا کھلانا یا نقد و غلہ وغیرہ خیرات کرنا۔

تین یا پانچ یا سات یا گیارہ مرتبہ سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اوراسی قدر درود شریف پڑھ کر یہ کہے کہ اس کلام پاک کا اور طعام وغیرہ کا ثواب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء واولیاء کی ارواح کو پہنچ کر فلاں شخص کی روح کو اور جمیع امت محمدی کی ارواح کو پہنچے ۔(تنبیہ) قرآن شریف کی تلاوت یا اور کسی نیک کام کا ثواب اگر کئی مردوں کی روح کو پہنچایا جائے تو یہ نہیں ہوتا کہ وہ ثواب تقسیم ہو کر تھوڑا تھوڑا ان مردوں کو دیا جاتا ہو بلکہ ہر ایک کو پورا پورا ثواب (جو اس تلاوت یا نیک کام پر مقرر رہے) عنایت ہوتا ہے۔(یہ محض فضل الٰہی ہے)۔

ذبح کے مسائل

۱۔ کسی جانور کے گلے کی رگیں شرعی طور پر کاٹنے کا نام ذبح[1] ہے۔

۲۔ ذبح میں ان چار رگوں[2] کا کٹنا ضروری ہے: (۱) نرخرا (جس سے سانس آتی جاتی ہے) (۲) مری (جس سے کھانا پانی پیٹ میں جاتا ہے) (۳و۴) دونوں شہہ رگیں (جن میں خون پھرتا ہے اور جو نرخرے اور مری کے دائیں بائیں ہوتی ہیں)

(تنبیہ) اگر ان میں سے تین رگیں (نرخرا' مری' ایک شہہ رگ) بھی کٹ جائیں تو ذبیحہ حلال ہو جائے گا۔

۳۔ ذبح کے شرائط یہ ہیں (۱) ذابح[3] کا مسلمان (یا اہل کتاب[4]) ہونا۔(۲) ذابح کا عاقل ہونا۔(۳) ذابح کا باہوش ہونا۔(۴) ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا[5] (مثلاً بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا)۔(۵) اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام نہ لینا۔(۶) بِسْمِ اللّٰهِ وَ

(۱) ذبح سے جانور کا نجس خون جلد اور آسانی کے ساتھ نکل جاتا ہے جس کے بعد ذبیحہ پاک' اور حلال جانور کا گوشت کھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔(۲) ان رگوں کو حلق کی گانٹھی کے نیچے سے کاٹنا چاہئے۔ (۳) ذبح کرنے والا۔(۴) یعنی یہود ونصاریٰ (۵) اللہ کا نام ذبح کے قصد سے لینا اور اس سے مقصود خاص اللہ کی تعظیم رہنی چاہئے' یہ نہیں کہ اللہ کا نام دعا یا کسی کام کو شروع کرنے کے طریق پر لیا جائے یا اور کوئی غرض ملحوظ رہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنے کے معاً ذبح کرنا۔(۷) ذبح کے وقت جانور میں کچھ نہ کچھ یقینی حیات کا رہنا (تنبیہ) اگر ان شرائط میں سے کوئی شرط پوری نہ ہو یا خلاف ہو جائے تو پھر ذبیحہ حلال نہیں (مردار ہو جائیگا)۔

۴۔ ذابح کا مرد یا بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ عورت، نابالغ، بے ختنہ، گونگے، غسل کی حاجت والے، ان سب کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے (بشرطیکہ یہ سب مسلمان عاقل و باہوش ہوں اور بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کریں)۔

۵۔ **ذبح کی سنتیں یہ ہیں:** (۱) ذبح سے پہلے چھری کو اچھی طرح تیز کر لینا۔(۲) ذبح سے پہلے جانور کو پانی پلانا۔(۳) ذبح کے وقت جانور کا سر جنوب اور منہ قبلہ کی طرف ہونا۔(۴) ذابح کا باطہارت ہونا (۵) ذابح کا قبلہ رخ رہنا۔(۶) دائیں ہاتھ سے ذبح کرنا۔(۷) ذبح کرنے (یعنی گلے پر چھری پھیرنے) میں تیزی اور جلدی کرنا۔(۸) بسم اللہ میں ہِ کے زیر کو ظاہر کرنا (یعنی بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا)۔(۹) جانور کو نرمی سے بائیں پہلو پر لٹانا۔(۱۰) بڑے جانور کے ہاتھ پاؤں باندھ دینا (البتہ دایاں پاؤں کھلا رہنے دیں)۔

٦۔ ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے جانور کو پانی پلا کر بائیں پہلو پر لٹائیں (اس طرح کے سر جنوب اور منہ قبلہ کی طرف رہے) یا اسی ترتیب سے ہاتھ میں پکڑیں پھر دائیں ہاتھ میں تیز چھری لے کر بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کے قوت و تیزی کے ساتھ گلے پر گانٹھی سے نیچے چھری چلائیں۔ اس انداز پر کہ چاروں رگیں کٹ جائیں لیکن سر جدا نہ ہو۔ (کاٹنا ختم ہوتے ہی جانور کو چھوڑ دیں)۔

۷۔ **ذبح کے مکروہات یہ ہیں:** (۱) جانور کو لٹا کے اس کے روبرو چھری تیز کرنا۔

---

(۱) مثلاً ذابح بت پرست و مرتد یا مجنون و ناسمجھ ہو یا ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لے یا اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا بھی نام لے یا بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہنے کے بعد دیر کر کے ذبح کرے یا ذبح کے وقت جانور میں یقینی حیات نہ رہے تو ان تمام صورتوں میں ذبیحہ مردار ہو جائیگا۔

(۲) چھری کا اس قدر کند رہنا کے ذابح کو زور لگانا پڑے (۳) گردن کی جانب سے ذبح کرنا۔ (۴) ذبح میں اتنا کاٹنا کہ سر علحدہ ہو جائے یا حرام مغز یعنی (گلے کی ہڈی کے گودے) تک چھری پہنچ جائے۔ (۵) ذبیحہ کے ٹھنڈا ہونے سے قبل اس کی کھال اتارنا یا سر جدا کر دینا۔ (۶) جانور کا پاؤں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مذبح (مقام ذبح) تک لانا۔ (۷) ایک جانور کو دوسرے جانور کے روبرو ذبح کرنا (۸) رات کے وقت ذبح کرنا (۹) قریب میں جننے والی حاملہ کا ذبح کرنا (۱۰) مسنونات ذبح کے خلاف کرنا۔

۸۔ چھری، چاقو، تلوار، تیز پتھر، بانس کا تیز بدہ (وغیرہ) غرض ہر دھار والی شئے سے (جس سے رگیں کٹ جائیں اور خون بھی بہہ نکلے) ذبح کرنا درست و جائز ہے۔ البتہ بدن میں لگے ہوئے ناخنوں اور دانتوں سے (ذبح کرنا) درست نہیں۔

۹۔ اگر ذابح ذبح کے وقت تسمیہ[۱] بھول جائے تو کوئی حرج نہیں (ذبیحہ درست ہے) ہاں قصداً ترک کر دے تو پھر ذبیحہ درست نہیں۔

۱۰۔ اگر تسمیہ کے بعد ذرا سا وقفہ کر کے ذبح کریں مثلاً موجودہ چھری کو ہاتھ سے رکھ دے کر دوسری چھری اٹھالیں یا ایک دو دفعہ چھری کو پتھر پر گھس لیں تو مضائقہ نہیں لیکن اس سے زیادہ وقفہ ہو تو پھر دوبارہ تسمیہ کہنا ضروری ہے (ورنہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا)۔

۱۱۔ اگر ذبح کے وقت جانور کے تڑپنے یا مچلنے سے ذابح کا ہاتھ بے اختیار اٹھ جائے تو حرج نہیں (ایسی حالت میں ذابح کو فوراً ہی فعل ذبح میں مشغول ہو جانا اور اس کو پورا کر دینا چاہئے) البتہ قصداً ہاتھ اٹھالینا یا صورت مذکورہ میں تاخیر کرنا درست نہیں۔

۱۲۔ اگر ایسے جانور کو ذبح کریں جس کی حیات کا پورا پورا یقین[۲] نہیں تو ذبح کے وقت (اس سے) خون جاری ہونا یا زندوں کی جیسی کوئی حرکت صادر ہونا کافی ہے (یعنی اس صورت میں ذبیحہ حلال اور اس کا استعمال درست ہے) کیونکہ یہ چیزیں زندگی کی علامتیں ہیں اگر ان میں سے کوئی بات بھی ظاہر نہ ہو (یعنی نہ خون جاری ہو نہ کوئی حرکت صادر ہو) تو پھر

(۱) یعنی بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا۔ (۲) یعنی اس کے زندہ رہنے یا مر جانے میں شک ہو۔

ذبیحہ مردار اور اس کا استعمال نادرست ہوگا۔

(تنبیہ) منہ یا آنکھ کا بند کر لینا زندگی کی علامت اور کھول دینا موت کی علامت ہے۔ اس طرح پاؤں کا سمیٹ لینا زندگی کی علامت اور پھیلا دینا موت کی علامت[۱] ہے۔

۱۳۔ جب کہ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کے ایک جانور کو ذبح کر دیں تو پھر اسی تسمیہ سے دوسرے جانور کا ذبح کرنا درست نہیں بلکہ ہر جانور پر جداگانہ بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا ضروری ہے۔ البتہ اگر دس پانچ چڑیوں کو اپنے یا غیر کے ہاتھ میں جمع کر کے یا ایک بکرے کے گلے کو دوسرے بکرے کے گلے سے لگا کر وقت واحد میں سب پر ایک ہی دفعہ ایک ہی تسمیہ سے چھری یا تلوار پھیر دیں تو درست و جائز ہے۔

۱۴۔ اگر ذبح کے بعد جانور پکارے یا کھڑا ہو جائے یا دوڑے یا پلٹ جائے یا بانگ دے تو ان تمام صورتوں میں ذبیحہ درست وحلال ہے بشرطیکہ ذبح کامل طور پر ہوا ہو۔

۱۵۔ اگر ذابح کسی وجہ سے فعل ذبح میں کسی اور شخص کو شریک کر لے اس طرح کہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ یا اپنے ہاتھ کے ساتھ چھری پر رکھوا کر ذبح کرے تو درست و جائز ہے لیکن وہ شخص بھی ایسا ہو جس میں ذبح کے پورے شرائط پائے جائیں (جن کا ذکر پہلے ہو چکا) ورنہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔

(تنبیہ) جو شخص فعل ذبح میں شریک نہ ہو بلکہ ذبح کے وقت جانور کو پکڑا رہے (تاکہ ہاتھ پاوں نہ مارے) اس کا بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا ضروری نہیں (اگر کہہ لے تو افضل ہے)۔

۱۶۔ اگر گائے، بکری وغیرہ کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلے تو اس کا بھی ذبح کرنا ضروری ہے (کیونکہ ماں کا ذبح ہونا بچہ کیلئے کافی نہیں) اور اگر بچہ مردہ نکلے یا ایسا ہو کہ ابھی اعضاء برابر نہیں بنے ہیں تو ان دونوں صورتوں میں اس کا استعمال درست نہیں۔

(۱) یہ سب اس وقت ہے جبکہ حیات کا پورا پورا یقین نہ ہو اور اگر حیات کا پورا پورا یقین ہو تو پھر ذبیحہ ہر طرح درست ہے خواہ حرکت کرے یا نہ کرے خواہ خون جاری ہو یا نہ ہو۔

۱۷۔ شرع شریف میں کسی جانور کے ذبح کیلئے کوئی خاص نیت مقرر نہیں بلکہ ہر جانور کو صرف بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کے ذبح کرنے کا حکم ہے۔ پس گائے، بکرے، مرغ وغیرہ کے لئے الگ الگ نیت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں (جیسا کہ بعض دیہاتی جاہل لوگوں کا دستور ہے کہ ہر جانور کیلئے ایک خاص نیت یعنی عربی عبارت پڑھ کے ذبح کیا کرتے ہیں) اگر کوئی شخص ایسی نیت کرلے تو مضائقہ بھی نہیں لیکن اس کو لازمی قرار نہ دے نیز اس امر کا بخوبی لحاظ رکھے کہ ٹھیک بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کے ساتھ چھری رواں ہو۔

۱۸۔ اگر کوئی شخص طریقہ ذبح کی ناواقفیت کے باعث کسی واقف کار شخص یا باپ دادا کی پڑھی ہوئی چھری (یعنی بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ کے دم کی ہوئی چھری) کو کام میں لائے یعنی ایسی چھری سے بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہے بغیر جانور ذبح کرے تو درست نہیں (ذبیحہ مردار اور اس کا کھانا حرام ہے)۔

۱۹۔ علَم یا چلہ کے روبرو نیا مکان یا باؤلی یا تالاب یا پُل کا پایہ کھودتے وقت یا کسی دیول یا گوڑی یا دسہرہ (وغیرہ) کے جھنڈے کے سامنے یا نیچے، بکرا یا اور کوئی جانور ذبح کرنا سخت ناجائز ہے۔

۲۰۔ (۱) اگر کوئی حلال جانور کسی کنویں یا گڑھے میں گر جائے یا وحشی ہو جائے یا اور کوئی ایسی مجبوری پیش آئے جس میں بطریق مذکور ذبح (اختیاری) ممکن نہ ہو تو ایسی حالت میں اضطراری ذبح کا حکم ہے یعنی تیر یا نیزہ (وغیرہ) سے بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کے اس کو زخمی کر دیا جائے۔ خواہ زخم بدن کے کسی حصہ پر لگے ذبیحہ حلال ہے بشرطیکہ اس کے باہر نکلنے یا مل جانے کے بعد اس میں اتنی حیات باقی نہ رہے کہ فوراً اس کو ذبح کر سکیں۔ ورنہ ذبح کرنا لازم ہے حتی کہ اگر کچھ دیر زندہ رہے اور بغیر ذبح کئے مر جائے تو پھر اس کا استعمال درست نہیں ۔ (۲) جس حلال جانور کو تیز چیز (مثلاً تیر وغیرہ) یا سدھے ہوئے جانور سے شکار کیا جائے اس کا کھانا بغیر ذبح کئے درست و جائز ہے لیکن

شرط یہ ہے کہ شکار کے لئے تیز چیز (نیزہ وغیرہ) یا سدھا ہوا جانور بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کے چھوڑا جائے اگر (چھوڑنے والا چھوڑنے کے وقت) بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا قصداً ترک کردے یا سدھے ہوئے جانور کے ساتھ کوئی اور جانور (جو سدھا ہوا نہ ہو) مل جائے یا سدھا ہوا جانور (چھوڑنے کے بعد) طویل وقفہ کرکے شکار مارے یا شکار مار کے (وہ) آپ بھی کھائے یا تیز چیز کا زخم اس کی دھار کی طرف سے نہ لگے تو ان تمام صورتوں میں ذبیحہ حلال نہیں (مردار ہو جائے گا)۔

(تنبیہ) بندوق کی گولی یا لٹھ کی مار اس حکم سے خارج ہے۔ یعنی ان سے مارا ہوا جانور ذبح کئے بغیر حلال نہیں ہوتا (اگرچہ بندوق یا لٹھ بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کے چلائی گئی ہو)۔

۲۱۔ اونٹ کو پہلے نحر کرکے (یعنی گردن سے نیچے سینہ کے پاس برچھا مار کے) پھر ذبح کرنا سنت ہے اگرچہ بلا نحر ذبح کرنا بھی جائز ہے لیکن مکروہ[۱] ہے۔

۲۲۔ ذبیحہ (حلال جانور) سے ان چیزوں کا کھانا ناجائز ہے۔ بہتا خون، پتہ، غدود، پھکنا، کپورے، شرم گاہ نر، شرم گاہ مادہ۔ بہتا خون حرام باقی چیزیں مکروہ تحریمی ہیں۔

(۱)۔ اسی طرح اونٹ کے سوا اور جانوروں کو نحر کرنا مکروہ ہے۔

ضمیمہ

بیان جانوران حلال وحرام

۱۔ جن جانوروں کا حرام ہونا قرآن مجید وحدیث شریف سے ثابت ہے جیسے سوّر، پالتو گدھا وہ بلاشبہ حرام ہیں۔

۲۔ جن جانوروں میں خون بالکل نہیں ہے مثلاً مکھی، مچھر، مکڑی، جھینگر، بچھو، جگنو، دیمک، چیونٹی (وغیرہ) سب حرام ہیں، لیکن ٹڈی کہ بغیر ذبح بھی حلال ہے۔

۳۔ جن جانوروں میں خون ہے لیکن بہتا خون نہیں ہے جیسے سانپ، چھپکلی، گرگٹ وغیرہ سب حرام ہیں۔

۴۔ جو جانور کہ حشرات الارض ہیں یعنی زمین کے اندر رہتے ہیں جیسے چوہا، چھچھوندر، گھونس، نیولا (وغیرہ) سب حرام ہیں مگر خرگوش حلال ہے۔

۵۔ جو جانور کہ پانی میں پیدا ہوتے ہیں اور وہیں زندگی بسر کرتے ہیں جیسے مینڈک، کیکڑا، مگرمچھ، کچھوا (وغیرہ) سب حرام ہیں لیکن مچھلی کہ مری ہوئی بھی حلال ہے۔ البتہ جو مچھلی (بغیر کسی صدمہ کے) خود بخود مرکر پانی پر الٹ جائے جس کو ''طافی'' کہتے ہیں وہ حرام ہے۔ بام مچھلی اور سیاہ مچھلی بھی حلال ہے۔ جھینگے میں اختلاف ہے۔ جو اس کو مچھلی کہتے ہیں ان کے پاس حلال ہے اور جو کہتے ہیں کہ مچھلی نہیں ان کے پاس مکروہ تحریمی۔

۶۔ جن جانوروں میں بہتا خون ہے جو گھانس پتے وغیرہ کھاتے ہیں دانتوں سے زخم یا شکار نہیں کرتے جیسے اونٹ، بکری، بھیڑ، گائے، بیل، بھینس وغیرہ (پالتو ہوں خواہ جنگلی) ہرن، بارہ سینگا وغیرہ سب حلال ہیں لیکن گھوڑا مکروہ ہے۔

۷۔ جو پرندے صرف دانہ[1] چگتے ہیں پنجے سے زخم اور شکار نہیں کرتے جیسے چڑیا، کبوتر، تیتر، فاختہ، مرغ، بطخ، چرکوا، لوا، بگلا، مینا، طوطی وغیرہ سب حلال ہیں۔

۸۔ جو درندے کہ دانتوں سے زخم اور شکار کرتے ہیں جیسے شیر، بھیڑیا، لومڑی، تیندوا، چیتا، بلی، کتا، بندر، لنگور، ریچھ، گیدڑ، بجو وغیرہ سب حرام ہیں۔

۹۔ جو پرندے کہ پنجے سے زخم اور شکار کرتے ہیں جیسے باز، باشہ، بہری، ترمتی، چیل، شکرہ، لٹورہ وغیرہ سب حرام ہیں۔

۱۰۔ جو پرندے کہ صرف مردار کھاتے ہیں جیسے ہما، گدھ وغیرہ وہ حرام ہیں۔

۱۱۔ جن جانوروں کے ماں باپ میں ایک حلال اور ایک حرام ہو اس میں ماں کا اعتبار[2] رہے اگر ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال اور اگر ماں حرام ہو تو بچہ بھی حرام۔

۱۲۔ دودھ حلال جانوروں کا حلال اور حرام کا حرام ہے۔ اسی طرح حلال پرندوں کے انڈے حلال اور حرام کے حرام ہیں۔

(۱) دانہ چگنا حلال ہونے کی اور مردار کھانا یا گوشت پنجہ سے پھاڑنا حرام ہونے کی علامت ہے۔ (۲) مثلاً خچر حرام ہے جبکہ اس کی ماں گدھی ہو اور اگر ماں گائے ہو تو پھر حلال ہے اور اگر ماں گھوڑی ہو تو مکروہ ہے۔

(تنبیہ) سہولت وآسانی کے خیال سے ذیل میں جانوران حلال وحرام کا ایک نقشہ بھی دیا جاتا ہے۔

نام جانور	حکم	نام جانور	حکم	نام جانور	حکم
الف		بکرا جنگلی	حلال	**ت**	
ابابیل	حلال	بگلا	حلال	ترمتی	حرام
الو	حرام[1]	بلبل	حلال	ترس	حرام
اونٹ	حلال	بلی	حرام	تیتر[2]	حلال
ب		بندر	حرام	تیندوا	حرام
بارہ سنگھا	حلال	بوربچہ	حرام	ٹڈی	حلال
باز	حرام	بھڑ	حرام	**ج**	
باشہ	حرام	بھیڑ	حلال	جھینگا	مختلف فیہ[3]
بام مچھلی	حلال	بھیڑیا (لانڈگا)	حرام	جھینگر	حرام
ببر	حرام	بھینس	حلال	**چ**	
بٹیر	حلال	بہری	حرام	چڑیا	حلال
بجو	حرام	بیا	حلال	چکارہ	حلال
بچھو	حرام	بیر بھوٹی	حرام	چکوا چکوی	حلال
بطخ	حلال	بیل	حلال	چمگادڑ	حرام
بکرا	حلال			چنڈول	حلال

(۱) نزد بعض حلال۔ (۲) ہمہ اقسام (۳) نزد بعض حلال ونزد بعض مکروہ تحریمی۔

چوہا (خانگی خواہ جنگلی)	حرام	سبزک (نیل کنٹھ)	حلال	**ق**	
چھپکلی	حرام	سرا گائے	حلال	قاز	حلال
چھچھوندر	حرام	سرخاب	حلال	قمری	حلال
چیتا	حرام	سنجاب	حرام	**ک**	
چیتل	حلال	سوّر	حرام	کابر	حلال
چیل	حرام	سیاہ گوش	حرام	کبوتر	حلال
خ		**ش**		کتا	حرام
خچر[1]	حرام	شاہین	حرام	کچھوا (تانبیل)	حرام
خرگوش	حلال	شتر مرغ	حلال	کلنگ	حلال
د		شہد کی مکھی	حرام	کوا (زاغ کشت[3])	حلال
دنبہ	حلال	شکرا	حرام	کوا (عقعق[4])	حلال
ر		شیر	حرام	کوا (ابقع[5])	حرام
ریچھ	حرام	**ط**		کوا (عذاف[6])	حرام
س		طوطا	حلال	کویل	حلال
سانبر	حلال	طوطی[2]	حلال	کھلگا	حلال
سانپ	حرام	**ف**		کنکھجورا	حرام
سیاہی (خارپشت)	حرام	فاختہ	حلال	کیچوا	حرام

(۱) اگر ماں حلال ہو تو حلال ہے۔ (۲) طوطے سے الگ اور چھوٹی ہوتی ہے۔ (۳) جو صرف دانہ چگتا ہے ''رکن رکین'' میں ہے کہ یہ کوا اس ملک میں نہیں ہے' نواح کابل میں بکثرت ہے۔ (۴) جو دانہ بھی چگتا اور مردار بھی کھاتا ہے۔ ''رکن رکین'' میں ہے کہ یہ کوا نہیں معلوم کہ اس ملک میں ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس نام سے مشہور ہے۔ (۵) جو فقط مردار کھاتا ہے۔ (۶) جو پنجہ سے شکار کرتا ہے۔

کیکڑا	حرام	لنگور	حرام	ہ	
گ		لوا	حلال	ہاتھی	حرام
گائے	حلال	لومڑی	حرام	ہدہد	حلال
گٹور	حلال	م		ہرن	حلال
گدھ	حرام	مچھلی	حلال	ہریل	حلال
گدھا پالتو	حرام	مرغ[3]	حلال	ہما	حرام
گرگٹ	حرام	مرغابی	حلال		
گورخر (گدھا جنگلی)	حلال	مکڑی	حرام		
گھوڑا	مکروہ[1]	مگرمچھ	حرام		
گھوڑ پھوڑ (گوہ)	حرام	ممولا	حلال		
گلہری	حرام	مور (طاؤس)	حلال		
گھونس	حرام	مہوکا	حلال		
گیدڑ (کولا)	حرام	مینا	حلال		
گینڈا	مختلف فیہ[2]	مینڈک	حرام		
ل		مینڈھا (پوٹلہ)	حلال		
لال	حلال	ن			
لٹورا	حرام	نیل گائے	حلال		
لک لک	حلال	نیولا	حرام		

(۱) مختلف فیہ۔ (۲) نزد بعض حلال (۳) ہمہ اقسام ۔

قربانی کے مسائل

۱۔ (شرع شریف میں) عبادت کی نیت سے مخصوص ایام میں مخصوص جانور کے ذبح کرنے کا نام قربانی[۱] ہے۔

۲۔ قربانی کرنا ہر آزاد و مقیم اور صاحب نصاب مسلمان[۲] پر واجب ہے (غلام، مسافر اور محتاج پر واجب نہیں)۔

(تنبیہ اول) صاحب نصاب وہ شخص ہے جو (اصلی ضرورتوں یعنی مکان سکونتی، واسباب خانہ داری کے علاوہ) ۴۲۵ گرام ۲۷۵ ملی گرام چاندی یا ۶۰ گرام ۷۵۵ ملی گرام سونے کا یا ان کے برابر قیمت والی اور چیزوں[۳] کا مالک ہو اور قرض دار نہ ہو۔

(تنبیہ دوم) قربانی کے نصاب پر بھی (صدقہ فطر کی طرح) سال کا گزرنا ضروری نہیں[۴] بلکہ (عید کے دن) عید سے قبل تھوڑا وقت بھی گزر جائے تو قربانی واجب ہوتی ہے۔

۳۔ جو شخص صاحب نصاب نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں البتہ مستحب ہے۔

۴۔ قربانی اپنی ذات[۵] کی طرف سے کرنا واجب ہے۔ (اگر بچہ[۶] مالدار ہو تو باپ پر لازم ہے کہ اس کی طرف سے اسی کے مال سے قربانی ادا کرے)

(۱) قربانی کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ قربانی کرنے سے جوں ہی قربانی کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتا ہے، صاحب قربانی کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور قربانی کے ایک ایک بال بلکہ ہر ہر رونگٹے کے عوض ایک ایک نیکی ملتی ہے۔ جس گھر میں قربانی ہوتی ہے وہ گھر صاحب قربانی کیلئے دعا کرتا ہے۔ جس کی بدولت گھر میں امن و امان اور آسائش رہتی اور صاحب خانہ کے مال میں برکت ہوتی ہے۔ (۲) خواہ مرد یا عورت (۳) مکان سکونتی کے سوا اور مکان زمین باغ وغیرہ۔ (۴) نصاب پر سال کا گزرنا زکوٰۃ کیلئے شرط ہے۔ (۵) بیوی بچوں وغیرہ کی طرف سے واجب نہیں (۶) بالغ اور بچہ کی قربانی میں اتنا فرق ہے کہ بچہ کی قربانی کا گوشت وہی بچہ کھائے گا اور جو بچ جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ بدلا جائے جو بذاتہ آئندہ (بچہ کے) استعمال میں رہ سکے (جیسے قربانی کی کھال کا حکم ہے۔)

۵۔ قربانی کیلئے ماہ ذی الحجہ کے تین دن (۱۰،۱۱،۱۲ تاریخیں) مخصوص ہیں (یعنی قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ (نماز وخطبہ عید کے بعد سے) بارہویں کے آخر روز[1] تک ہے)۔ البتہ پہلا دن (دسویں ذی الحجہ) افضل ہے۔

۶۔ جس گاؤں میں عید کی نماز نہ ہوتی ہو وہاں کے لوگ دسویں تاریخ آفتاب طلوع ہوتے ہی قربانی کرسکتے ہیں[2]۔

۷۔ قربانی دن کے وقت کرنا چاہئے رات میں کرنا مکروہ ہے۔

۸۔ اگران تاریخوں میں کسی وجہ سے قربانی نہ کی جائے تو قربانی کا جانور خیرات کردیں (اگر جانور خریدا نہ ہوتو اس کی قیمت خیرات کردیں)۔

۹۔ قربانی کیلئے یہ جانور مخصوص ہیں: بکرا، بکری، مینڈھا، بھیڑ، بیل، گائے، کھلگا، بھینس، اونٹ، اونٹنی۔ (تنبیہ) ان جانوروں کے سوادوسرے جانوروں کی قربانی صحیح نہیں۔

۱۰۔ بکرا، بکری، مینڈھا، بھیڑ کی عمر ایک ایک سال، بیل، گائے، کھلگا، بھینس کی عمر دو دو سال اور اونٹ، اونٹنی کی عمر پانچ پانچ سال کی ہونا چاہئے۔ اس سے کم عمر[3] کے جانور قربانی کے قابل نہیں البتہ مینڈھا (جس کو دنبہ کہتے ہیں) چھ ماہ کی عمر کا بھی کافی ہے بشرطیکہ دیکھنے میں بڑا معلوم ہو یعنی سال والے بکروں میں چھوڑا جائے تو دیکھنے والوں کو دور سے برابر نظر آئے۔

۱۱۔ قربانی کے جانور صحیح وسالم ہونے ضروری ہیں یعنی ان کے کسی عضو میں کوئی عیب یا نقصان نہ ہو۔

---

(۱) قربانی واجب ہونے کیلئے ان تین دن کے آخر وقت (یعنی بارہویں تاریخ کے غروب سے کچھ پہلے) کا اعتبار ہے۔ مثلاً جو کوئی بارہویں تاریخ کے آخر تک مالدار رہا یا ایک شخص پہلے فقیر تھا پھر بارہویں کے آخر میں غنی ہوا یا پہلے پیدا نہ ہوا تھا بارہویں کے آخر میں پیدا ہوا تو قربانی اس پر واجب ہے۔ (اس کے برخلاف) اگر کوئی پہلے غنی تھا پھر بارہویں کے آخر میں فقیر ہوگیا یا پہلے زندہ تھا اور بارہویں کے آخر میں مرگیا تو اس پر قربانی واجب نہیں۔ (۲) لیکن جہاں نماز ہوتی ہے وہاں نماز سے پہلے قربانی درست نہیں۔ (۳) اگر زیادہ عمر کے ہوں تو افضل ہے۔

۱۲۔ یہ جانور قربانی کے لائق نہیں: (۱) اندھے (۲) کانے (۳) لنگڑے (۴) بہت دبلے (جو قربان گاہ تک نہ چل سکیں) (۵ و ۶ و ۷) تہائی سے زیادہ کان یا دم یا سرین کٹے ہوئے۔ (۸) تہائی سے زیادہ جن کی بینائی[1] جاتی رہی ہو (۹) بے دانت (۱۰) وہ گائے بیل وغیرہ جن کی سینگیں جڑ سے ٹوٹ گئی ہوں (البتہ ماں پیٹ سے جنکی سینگ نہ ہوں ان کی قربانی درست ہے)۔

۱۳۔ بکرا، بکری، مینڈھا وغیرہ ان میں سے کوئی ہو صرف ایک شخص کی طرف سے ایک جانور ہونا چاہئے۔ اور بیل، گائے، کھلگا، بھینس، اونٹ، اونٹنی ان میں سے کوئی ہو سات اشخاص کی طرف سے ایک جانور دیا جاسکتا ہے یعنی سات آدمی تک شریک ہو کر ایک بیل یا گائے وغیرہ قربانی دیں تو درست ہے۔ بشرطیکہ سب کی نیت قربانی کی ہو اور ساتوں آدمی برابر ساتواں حصہ قیمت کا ادا کریں اور سب جانور کی خریدی کے وقت شریک[2] ہوں اور (قربانی کا) گوشت برابر برابر تقسیم کرلیں۔ اگر کسی ایک نے بھی قربانی کی نیت نہیں کی (بلکہ گوشت کھانے یا بیچنے کی) یا کسی ایک نے بھی قیمت برابر نہیں ادا کی بلکہ کم ادا کی یا کوئی ایک بھی جانور کی خریدی کے وقت شریک نہیں ہوا یا باہم گوشت برابر نہیں تقسیم کرلیا تو پھر کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔

۱۴۔ قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کا وہی طریقہ ہے جو عام جانوروں کے ذبح کا ہے البتہ قربانی کے جانور کو خود صاحب قربانی کا ذبح کرنا مستحب ہے۔ اگر خود اچھی طرح ذبح نہ کرسکے تو کسی اور سے ذبح کرائے[3] لیکن ذبح کے وقت سامنے رہے۔ ذبح کے وقت یہ دعا پڑھے[4]: " اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ ھٰذِہِ الْاُضْحِیَّۃَ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ

(۱) بینائی کا اندازہ جانور کے سامنے چارہ ڈالنے سے ہوسکتا ہے۔ (۲) ساتوں آدمی کا جانور کی خریدی کے وقت شریک ہونا مستحب وافضل ہے لیکن اگر کوئی شخص قربانی کی نیت سے جانور خرید لے اس کے بعد اور چھ شخص قربانی کی نیت کر کے شریک ہوں تو بھی صحیح ہے۔ مگر (امام اعظمؒ سے ایک روایت میں) مکروہ ہوگا۔ (۳)۔ مگر یہودی یا نصرانی سے ذبح کروانا مکروہ ہے۔ (۴) دعا سے قبل "اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ" پڑھے۔

سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَ حَبِیْبِکَ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ''. پھر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کردے اگر اور شخص ذبح کرے تو ''تَقَبَّلْ مِنِّیْ'' کے بجائے صاحب قربانی کا اور اس کے باپ کا نام لے (یعنی یوں کہے ''تَقَبَّلْ مِنْ فلان ابن فلان'')

۱۵۔ قربانی کے ذبح کے مسنونات و مکروہات بھی وہی ہیں جو عام جانوروں کے ذبح کے ہیں البتہ قربانی کے جانور سے (قبل ذبح) نفع حاصل کرنا (مثلاً اس کا دودھ دوہنا یا اس پر بوجھ لادنا یا سوار ہونا یا اس کو کرایہ پر دینا) مکروہ ہے۔

۱۶۔ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں (ان میں سے) ایک حصہ محتاجوں اور فقیروں کو خیرات کردیں اور دوسرا حصہ عزیزوں اور ہمسایوں میں تقسیم کریں اور تیسرا حصہ آپ (مع اہل وعیال) استعمال کریں۔

(تنبیہ) عزیزوں و ہمسایوں کو کچا گوشت تقسیم کریں یا پکا کر کھلا دیں اور اپنا حصہ اسی وقت استعمال کرلیں یا خشک کر کے اٹھا رکھیں (دونوں صورتیں جائز ہیں)۔

۱۷۔ اگر قربانی نذر ماننے کے بعد کی گئی ہو تو پھر اس کے گوشت کا استعمال آپ کرنا یا اس کو عزیزوں و ہمسایوں میں تقسیم کرنا درست نہیں کیونکہ نذر میں صدقہ لازم ہے۔ (پس پورا گوشت خیرات کردیں)۔

۱۸۔ شرکت کی صورت میں سب شرکاء قربانی کا گوشت اندازہ سے نہیں بلکہ تول کر برابر تقسیم کرلیں ہاں اگر گوشت کے ساتھ اوجھڑی اور سرے پائے کے ٹکڑے بھی شامل ہوں تو اس صورت میں اندازہ سے بھی حصے کرنا جائز ہے۔

۱۹۔ قربانی کی کھال کسی کو خیرات کردیں یا فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ دیدیں یا گھر کے استعمال میں رکھیں (مثلاً ڈول، مشک وغیرہ بنالیں) لیکن قصاب کو اجرت میں نہ دیں۔

۲۰۔ قربانی کے گوشت یا کھال کا قصاب کو اجرت میں دینا درست نہیں۔

عقیقہ کے مسائل

۱۔ (اصطلاح شرع میں) بچہ پیدا ہونے کے بعد (اس کے سر سے بال اتار کے) جو بکرا ذبح کیا جاتا ہے اس کو عقیقہ کہتے ہیں۔

۲۔ عقیقہ کرنا مستحب ہے[1]

۳۔ عقیقہ پیدائش سے ساتویں دن کرنا چاہئے۔ اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو چودھویں یا اکیسویں دن یا جب ممکن ہو کریں (لیکن ساتویں دن کا لحاظ رکھیں[2]) اس کیلئے عمر کی کوئی قید نہیں[3] البتہ ساتویں دن سے قبل کرنا درست نہیں ہے۔

۴۔ لڑکی کا عقیقہ ایک بکرے سے اور لڑکے کا دو بکروں سے کرنا چاہئے۔ اگر کسی میں دو بکروں کی قدرت نہ ہو تو ایک بکرا بھی کافی[4] ہے۔

۵۔ عقیقہ کا بکرا ایک برس کی عمر سے کم یا عیب دار نہیں ہونا چاہئے نیز جو شرائط و اوصاف قربانی کے جانور میں ضروری ہیں وہی عقیقہ کے جانور میں ہونے ضروری ہیں۔
(تنبیہ) عقیقہ کے جانور میں نر و مادہ کی کوئی خصوصیت نہیں۔

۶۔ عقیقہ کا جانور بچہ کا باپ خود ذبح کرے تو بہتر ہے ورنہ چچا، دادا یا جو چاہے ذبح کرے۔ ذبح کے وقت یہ دعا پڑھے۔ "اَللّٰھُمَّ هٰذِهٖ عَقِیْقَةُ ابْنِی (فلاں) دَمُهَا بِدَمِهٖ وَ لَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ وَ عَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ وَ جِلْدُهَا بِجِلْدِهٖ وَ شَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ وَاجْعَلْهَا فِدَاءً لِّابْنِیْ مِنَ النَّارِ ۔" پھر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کے ذبح کرے۔

---

(۱)۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض رہن ہے (اس سے عقیقہ کی تاکید ثابت ہوتی ہے کیوں نہ ہو کہ عقیقہ بچہ اور ماں باپ دونوں کے حق میں یکساں مفید اور باعث خیر و برکت ہے)۔ (۲)۔ مثلاً پیدائش جمعہ کی ہو تو جب عقیقہ کریں جمعرات کے دن کریں اور جمعرات کی ہو تو چہارشنبہ کے دن۔ اسی طرح آخری تک۔ (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ پچاس برس کی عمر میں کیا تھا (۴)۔ اگر کسی میں ایک بکرے کی قدرت بھی نہ ہو (بالکل محتاج ہو) تو اس کو عقیقہ ہی کرنا ضروری نہیں۔

(تنبیہ) اگر لڑکے کا باپ آپ ذبح کرے تو لفظاً لفظاً یہ دعا پڑھے البتہ لفظ "فلاں" کی جگہ لڑکے کا نام لے اور اگر لڑکی ہو تو ابنی کے بجائے بنتی کہے اور مذکر ضمیروں کی جگہ مؤنث ضمیر[1] میں کہتا جائے اور اگر کوئی اور شخص ذبح کرے تو ابنی کی جگہ فلاں ابن فلاں کہے (یعنی بچہ کا اور بچہ کے باپ کا نام لے) اور تَقَبَّلْهَا مِنِّي کی جگہ تَقَبَّلْهَا مِنْهُ اور فِدَاءً لِابْنِي کے بجائے فِدَاءً لِابْنِهٖ اور لڑکی کیلئے بنتی کے بجائے بنت فلاں کہے اور مؤنث ضمیر استعمال کرے۔

۷۔ جب عقیقہ کا جانور ذبح کر چکیں تو بچہ کے سر سے بال اتاریں[2] اور سر[3] پر زعفران یا صندل یا اور کوئی خوشبودار چیز ملیں اور بالوں کو سونے یا چاندی سے تول لے کر زمین میں دفن کر دیں اور سونا چاندی خدا کے نام خیرات کر دیں (حجام کو اجرت میں نہ دیں بلکہ اس کو علحدہ کچھ دیدیں) پھر اسی دن بچہ کا نام رکھیں (کہ پیدائش سے ساتویں دن نام رکھنا سنت) ہے

۸۔ عقیقہ کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں (ان میں سے) ایک حصہ فقیروں اور محتاجوں کو دیا جائے، باقی دو حصے آپ کھائیں اور اپنے عزیزوں و ہمسایوں میں (کچا خواہ پکا کے) تقسیم کریں[4]۔

(تنبیہ) قربانی اور عقیقہ دونوں کا حکم یکساں ہے۔ پس جس طرح قربانی کا گوشت صاحب قربانی کھا سکتا ہے اسی طرح عقیقہ کا گوشت ماں، باپ، نانا، نانی، دادا، دادی سب کھا سکتے ہیں (کوئی شرعی ممانعت نہیں[5])۔

۹۔ عقیقہ کی کھال کسی فقیر کو خیرات کریں یا گھر کے استعمال میں رکھ لیں۔

۱۰۔ عقیقہ کے گوشت یا کھال کا قصاب کو اجرت میں دینا درست نہیں۔

۱۱۔ عقیقہ کی ہڈیاں توڑنے کی شرعاً کوئی ممانعت نہیں (پس گوشت کے کاٹنے میں ہڈی نہ ٹوٹنے کی رعایت ضروری نہیں)۔

---

(۱) مثلاً دَمُهَا بِدَمِهٖ کی جگہ دَمُهَا بِدَمِهَا اور لَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ کی جگہ لَحْمُهَا بِلَحْمِهَا وغیرہ۔ (۲) عقیقہ میں جو دستور ہے کہ ادھر بچہ کے سر پر استرا چلا ادھر بکرا ذبح ہوا، ایک مہمل رسم ہے۔ چاہیں پہلے سر منڈھوائیں یا بکرا ذبح کریں (کچھ حرج نہیں) مطلب یہ کہ یہ دونوں کام ایک ہی دن انجام پائیں (۳) عقیقہ کا خون بچہ کے سر پر نہ ملیں کہ یہ جاہلیت کی رسم اور بری بات ہے۔ (۴) عقیقہ کے گوشت میں حجام یا دائی کا شرعاً کوئی حق مقرر نہیں (جیسا کہ سر احجام کو اور ران دائی کو دینے کا دستور ہے) ہاں بغیر خیال استحقاق کے اگر کچھ گوشت ان کو بھی دیدیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔ (۵) البتہ اگر کوئی اس خیال سے نہ کھائے کہ یہ گوشت اپنے بچہ کی جان کا فدیہ اور صدقہ ہے اور صدقہ میں سے بلا ضرورت اپنا کھانا بہتر نہیں تو مضائقہ نہیں لیکن اس کو کسی حجت شرعیہ سے مکروہ یا حرام نہ سمجھے۔

۱۲۔ عقیقہ کی کھال یا سرے پایوں کا دفن کرنا درست نہیں[۱]۔

ضمیمہ

جب کسی مسلمان کے گھر بچہ پیدا ہو تو چاہئے کہ اس کو نہلا دھلا کے سفید کپڑے پہنائیں (زرد کپڑوں سے پرہیز کریں) پھر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہیں (کہ مسلمان بچہ کے کانوں میں سب سے پہلے جو آواز پڑے وہ خدا اور رسول ہی کے نام ہونے چاہئیں۔ ان بزرگ ناموں کی برکت سے شیطان بھاگ جاتا ہے)۔

اذان و اقامت کے بعد کھجور یا شہد یا اور کوئی میٹھی چیز (جس کو آگ کا اثر نہ پہنچا ہو) کوئی بڑا بوڑھا گھر والا یا اور کوئی دیندار اپنے منہ میں چبا کے بچہ کے منہ کے اندر تالو میں لگائے۔ پھر ساتویں دن عقیقہ کرے اور اسی دن بچہ کا نام رکھے۔

نام اچھا رکھنا مسنون ہے۔ اچھا نام وہ ہے جو عبدیت کی طرف منسوب ہو۔ (مثلاً عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم وغیرہ) کہ خدا کے نزدیک بھی یہی نام زیادہ پسندیدہ ہیں، یا پیغمبروں کے نام پر رکھا جائے۔ (جیسے محمد، عیسیٰ، موسیٰ، اسماعیل، ابراہیم وغیرہ) خصوصاً نام پاک محمد میں بڑی برکتیں اور بہت خوبیاں ہیں۔ جس لڑکے کا نام محمد، عیسیٰ، موسیٰ (وغیرہ) رکھا جائے اس کو (نام لیکر) برا کہنا یا نام بگاڑ کے بلانا، ناجائز ہے۔

برے نام رکھنا منع ہے۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر برے نام بدل دیئے اور ان کی جگہ اچھے نام رکھے ہیں) مسلمانوں کو چاہئے کہ اول تو برا نام نہ رکھیں اور جو رکھ دیئے ہوں وہ فوراً بدل دیں۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو توفیق عطا فرمائے کہ پورے طور پر اسلام کے اہل بنیں اور برے ناموں اور برے کاموں دونوں سے محفوظ و محترز رہیں۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَ سَلَّمَ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

تمت بالخير

(۱) کیونکہ اس میں مال ضائع ہوتا ہے اور مال کا ضائع کرنا منع ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

اللہ کے نزدیک دین حق اسلام ہی ہے

نصاب اہل خدمات شرعیہ

حصہ سوم

مشتمل بر مسائل ضروریہ

❖ اذان ❖ وضو ❖ غسل ❖ تیمّم ❖ اوقات نماز ❖ جنازہ

مرتبہ: مولانا غلام محی الدین صاحب فارغ جامعہ نظامیہ

تنقیح و تصحیح

شعبۂ تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ

ناشر

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ ‘ حیدرآباد ‘الھند

فہرست مضـــامین حصہ سوم

جــامــعــه نــظــامــيــه

قرآن حکیم حیات کامکمل اور آخری دستور ہے۔ بموجب فرمان الٰہی ہر بڑی آبادی میں ایسے علماء پیدا ہوں جوافراداورقوم کواحکام اسلام سے واقف کرائیں اوران میں خوف الٰہی پیدا کریں۔اسی اعلیٰ مقصد کی تکمیل کیلئے حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ حافظ محمدانواراللہ فاروقی فضیلت جنگ **قدس سره العزيز** نے۱۲۹۲ھ م۱۸۷۲ءحیدرآباد میں **جامعه نظاميه** کی بنیادرکھی جس میں ۱۶سالہ مدت تعلیم کے ذریعہ از ابتداء تا انتہا حدیث، فقہ، عقائدوکلام اورعربی ادب، سیرت وتاریخ کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام ہےاورشعبہ حفظ قرآن مجید، دارالافتاء، شعبہ تحقیق اورلڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کیلئے **كلية البنات** (لڑکیوں کا کالج) بھی ہے۔

الحمد لله كلية البنات جامعہ نظامیہ قاضی پورہ کی ایک جدید عمارت میں قائم ہے دختران ملت اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول میں مصروف ہیں۔ **جامعه نظاميه** بانی جامعہ کے مسلک ومنشاء کے مطابق اپنے قیام سے آج تک علم دین کی اشاعت اورملت اسلامیہ کی دینی رہبری میں مصروف ہے۔اس سرچشمہ علم وعرفان سے لاکھوں طالبان علم سیراب ہوئے اورملک و بیرون ملک خدمت علم دین میں مشغول ہیں۔ ریاست اور بیرون ریاست میں 222 مدارس اس سے ملحق ہیں جدہ میں بھی اس کی شاخ کا قیام عمل میں آیا۔ **جــامــعــه نــظــامــيــه** ایک اقامتی اسلامی یونیورسٹی ہے جہاں تعلیم کے علاوہ طلباء کے قیام وطعام اوردیگر ضروریات کا باقاعدہ انتظام ہے تاکہ طلباء سہولت اوراطمینان کے ساتھ علم دین حاصل کریں۔اس کا سالانہ موازنہ تقریباً دوکروڑ روپئے ہے۔ جملہ مصارف قومی عطیات رقوم زکوۃ، چرم قربانی اوراس کی مملوکہ جائیدادوں کی محدود آمدنی سے تکمیل پاتے ہیں۔اس وقت جامعہ نظامیہ کے مختلف تعلیمی شعبوں میں ایک ہزار سے زائد طلباء زیر تعلیم ہیں جن میں اقامتی طلباء کی تعداد سات سو(700) ہے۔ نیز ملحقہ مدارس میں زیر تعلیم طلباء کی تعداد دس ہزار سے زائد ہے۔

عامۃ المسلمین بالخصوص اصحاب خیر سے مخلصانہ اپیل کی جاتی ہے کہ وہ چرم قربانی، زکوٰۃ وعطیات کے ذریعہ جامعہ نظامیہ کے مالیہ کو مستحکم فرمائیں ۔ جامعہ نظامیہ کے فون نمبرات ,24416847 4576772 پر مطلع فرمائیں تو فوری کارکن کو بھیجا جائے گا۔چیکس اور ڈرافٹس پر صرف ’’**جــامــعــه نظاميــه**‘‘ تحریرفرماکر، کراس کردیں۔جامعہ کوآپ کی اعانت دراصل اپنی مدد کرنا ہے۔ طالبان علم دین پرخرچ کرنا بموجب ارشادنبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی نیکی ہے جو بعدحیات بھی جاری ہے۔**ان فى هذا لبلاغا لقوم عابدين** .

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى خَيۡرِ خَلۡقِهٖ وَ نُوۡرِ عَرۡشِهٖ سَيِّدِنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الۡاَنۡبِيَآءِ وَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ .

تمہید

اذان کی تعریف: اذان کے معنیٰ آگاہ اور خبردار کرنے کے ہیں۔لیکن اصطلاح شرع میں مخصوص طریقے اور مقررہ الفاظ کے ذریعہ لوگوں کو خبردار کرنے یعنی فرض نماز کی دعوت دینے کا نام اذان ہے۔

اذان کی حقیقت: اذان ایک مختصر مگر نہایت ہی جامع اور متبرک کلام ہے جس میں اعتقاد اور عمل دونوں کو جمع کردیا گیا ہے۔یعنی تصحیح عقائد و ترغیب اعمال کی اس میں بہترین طریقہ پر تعلیم دی گئی ہے۔اولاً ''اللّٰہُ اکبر'' سے ذات باری تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا اظہار کیا جاتا ہے۔کہ وہ سب سے بزرگ اور سب سے برتر ہے۔جس سے مقصود اس امر کا کیا جاتا ہے کہ ہر قسم کی عبادت و پرستش کی مستحق صرف وہی ذات ہے (یہ الفاظ آہستہ نہیں بلکہ بآواز بلند اور ایک دفعہ نہیں متواتر چار دفعہ کہے جاتے ہیں جس سے ایمان والوں کے دل پر ایک خاص طرح کا اثر ہوتا ہے' جو ان کو چونکانے اور موجودہ مصروفیت سے ہٹا کر نماز کی طرف متوجہ کردینے میں مقناطیس اور بجلی سے زیادہ کام دیتا ہے)۔اس کے بعد توحید و رسالت کی شہادت یعنی خدا کو ایک اور رسول ﷺ کو برحق ماننے کا اقرار ہوتا ہے۔(گویا تمام دنیا کیلئے یہ ایک مژدۂ رحمت ہے' جس سے اہلِ ایمان کے ایمان کو عجیب رونق و تازگی حاصل ہوتی ہے)۔اس کے بعد حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاح کہہ کر نماز اور اعمال صالحہ کی طرف بلایا جاتا ہے۔(اس ترتیب ادا یعنی شہادتین کے بعد صلوٰۃ و فلاح کے رکھنے میں اس امر کا اشارہ ہے کہ توحید و رسالت کی شہادت کے بغیر' جس پر

ایمان کا دارو مدار، بلکہ عین ایمان ہے، اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور فلاح کا درجہ اعمال کے بعد ہے)۔فلاح کے معنیٰ کامیابی و کامرانی کے ہیں ۔پس دعوت نماز کے بعد لفظ فلاح کا استعمال گویا اشارہ ہے نتیجہ نماز کی طرف ۔یعنی یہ کہ فلاح خواہ دنیوی ہو یا اخروی اسی عبادت (نماز) سے حاصل ہوتی ہے) ۔پھر اس کے بعد دوبارہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے خدا کی عظمت و کبریائی کو جتلا کر کہا جاتا ہے کہ " لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ " یعنی اللہ کے سواء کوئی معبود (لائق عبادت) نہیں ۔(اس سے گویا لوگوں کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ وہ جب اس عبادت کی طرف متوجہ ہوں تو کہیں خدا کے سواء کسی دوسری چیز کو مقصود اصلی نہ ٹھہرالیں ۔ بلکہ ان کی مشتاق نظریں اسی جناب کی طرف لگی رہیں ۔اس کا تقرُّب مدّ نظر ہو اور ان کا مقصد اصل اور مدعائے دلی کیا دنیا و کیا آخرت دونوں میں خدا ہی خدا ہو۔اسی پر اذان کا اختتام ہے۔اذان کا آغاز و اختتام دونوں لفظ "اللہ" پر ہونے میں اشارہ ہے " هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ " کی طرف یعنی وہی اول اور وہی آخر، باقی سب عدم و فنا ہے۔اس میں اس یقین اور اس عزم کی تعلیم ہے کہ تمام دنیا فانی ہے کوئی چیز ذات الٰہی کے سواء باقی رہنے والی نہیں ہے۔پس دل کو دنیا کے بکھیڑوں سے یکسو کر کے نماز کی طرف متوجہ ہو جانا اور اپنی چند روزہ زندگی کو مولیٰ کی عبادت میں صرف کر دینا چاہئے۔اذان اگرچہ نماز کی دعوت ہے جس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کی طرف بلایا جاتا ہے لیکن اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اذان سنکر پہلے انسان اپنے ایمان کو تازہ اور کامل کر لے ۔پھر نماز کا قصد کرے کیونکہ صحت اعمال کیلئے ایمان شرط ہے (یہ ایک شمہ[1] ہے حقیقت اذان اور اس کے اسرار و برکات کا ورنہ پوری حقیقت حد بیان سے باہر ہے اور کامل اسرار و برکات بے شمار ہیں)۔

اذان کی فضیلت: اذان اذکار الٰہی میں ایک بہت بڑے رتبہ کی حامل ہے۔اس میں توحید و رسالت کی شہادت علی الاعلان ہوتی ہے ۔اس سے اسلام کی شان اور برکت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء، شہداء کے بعد اذان دینے والے جنت میں داخل ہوں گے۔بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ

(۱) چھوٹی سی مثال۔

موذن کا مرتبہ شہید کے برابر ہے۔اور فرمایا کہ جہاں تک اذان کی آواز جاتی ہے وہاں تک کی سب چیزیں قیامت کے دن اذان دینے والے کے ایمان کی گواہی دیں گی اور ارشاد ہوا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان کہنے میں کس قدر ثواب ہے اور پھر ان کو یہ منصب بغیر قرعہ ڈالے نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ ڈالیں گے (یعنی سخت کوشش کریں گے) نیز فرمایا کہ اگر کوئی شخص سات برس تک محض ثواب کے واسطے اذان کہے تو اس کیلئے دوزخ سے نجات اور جنت کی خوشخبری ہے۔ (یہ اس لئے کہ اس نے حدیث[۱] اور قرآن کے موافق سات برس نہیں بلکہ سات دہائی ستر برس، گویا تمام عمر اذان کہی) اذان دیتے وقت شیطان پر نہایت خوف اور ہیبت طاری ہوتی ہے۔جس سے وہ بدحواس ہو کر بھاگتا ہے اور جہاں تک اذان کی آواز جاتی ہے نہیں ٹھہرتا۔ جس مقام پر اذان کہی جاتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور وہ مقام آفات و بلیات سے محفوظ رہتا ہے۔

(تنبیہ) اذان کی ضرورت چونکہ نماز کیلئے ہے اور نماز بغیر طہارت کے درست نہیں اس لئے پہلے طہارت یعنی وضو و غسل اور ان کے متعلقات کا ذکر کیا جاتا ہے۔اس کے بعد اذان کے مسائل لکھے جائیں گے۔

طہارت کا بیان

۱۔طہارت کی تعریف: طہارت کے معنیٰ پاکیزگی کے ہیں، اور اصطلاح شرع میں نجاست[۲] حکمی یا حقیقی سے پاک صاف ہونے کا نام طہارت ہے۔

۲۔طہارت کی فضیلت: (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام پاک ہے پس تم پاکیزگی اختیار کرو کیونکہ جنت میں پاکیزہ لوگ ہی داخل ہوں گے۔

(۲) فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔

---

(۱) حدیث یہ ہے کہ جو کوئی نیکی کا ارادہ کرے اور نہ کر سکے تو بھی ایک نیکی اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے اور جب نیکی کر لیتا ہے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں (تنبیہ) یہ پوری حدیث کا ایک ٹکڑا ہے (۲)۔اس کی تعریف آگے آئیگی ۔

(۳) ارشاد ہوا کہ طہارت نصف ایمان[۱] ہے۔
(۴) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پاک عابد کو دوست رکھتا ہے جو احکام میں شرع کے موافق پاکی کیا کرتا ہے
(۵) فرمایا کہ تم اپنے جسموں کو پاک وصاف کرو
(تنبیہ): طہارت کے اور بہت فضائل ہیں۔
واضح ہو کہ طہارت نماز کیلئے ایسی ضروری چیز ہے جس کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں بلکہ بعض علماء نے جان بوجھ کر بے طہارت نماز پڑھنے کو کفر لکھا[۲] ہے۔
۳۔ طہارت کے اقسام: طہارت کی دو قسمیں[۳] ہیں۔ (۱) صغریٰ (۲) کبریٰ۔
طہارت صغریٰ وضو ہے اور کبریٰ غسل۔ پہلے وضو کے مسائل لکھے جاتے ہیں۔

وضو کے مسائل

۴۔ وضو کی تعریف: حدثِ اصغر سے پاک ہونے یعنی منہ، ہاتھ، پاؤں دھونے اور سر کا مسح کرنے کا نام وضو ہے۔
۵۔ وضو کی فضیلت: وضو کی فضیلت میں بہت احادیث وارد ہوئی ہیں یہاں چند لکھی جاتی ہیں: (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مسنون طریقہ سے وضو کرے اور اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھے اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (جس دروازے سے چاہے داخل ہو)۔ (۲) فرمایا کہ مسلمان بندہ جب وضو کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام (صغیرہ) گناہوں کو معاف کر[۴] دیتا ہے۔ (۳) وضو کی وجہ سے قیامت کے دن وضو کے

(۱) ایمان کے دو حصے ہیں اعتقاد (جو ایمان کا اصلی حصہ ہے) اور عمل جو ایمان کا اصلی حصہ تو نہیں لیکن باعث زینت وتقویت ہونے کی وجہ سے مجازاً ایمان کا حصہ ٹھہر سکتا ہے) پس اس کا بڑا حصہ یعنی نماز چونکہ طہارت پر موقوف ہے اس لئے اس کو نصف ایمان فرمایا گیا (۲) کیونکہ اس میں سراسر عبادت کی بے ادبی اور توہین ہے۔ (۳) طہارت کی اور بھی قسمیں ہیں مثلاً کپڑے کی طہارت، مکان کی طہارت۔ (۴) احادیث میں اس کی یوں تصریح فرمائی گئی کہ: منہ دھونے سے وہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں جو آنکھ وغیرہ سے ہوتے ہیں اور ہاتھ دھونے سے وہ گناہ جو ہاتھ سے ہوئے ہوں اور پیر دھونے سے پیر کے گناہ، یہاں تک کہ وضو کے بعد آدمی (صغیرہ) گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

اعضاء (منہ، ہاتھ، پیر) چمکدار اور روشن ہوں گے۔[۱] (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت کو قیامت کے دن پہچان لوں گا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور اتنے کثیر مجمع میں آپ کیسے پہچان لیں گے؟ ارشاد ہوا کہ ایک پہچان ہوگی وہ یہ کہ وضو کی وجہ سے ان کے منہ ہاتھ پیر چمکدار ہوں گے۔ (۵) باوضو رہنے سے آدمی شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے (۶) جو شخص وضو پر مداومت کرے گا (ہمیشہ باوضو رہیگا) وہ شہید مرے گا۔

۶۔ وضو کے صفات۔ :وضو کے صفات حسب ذیل ہیں:

فرض ہے[۲]: نماز کیلئے (خواہ نماز فرض ہو یا نفل، واجب ہو یا سنت، نماز جنازہ ہو یا سجدہ تلاوت)، بلا غلاف قرآن شریف چھونے کیلئے۔

واجب ہے: کعبہ کے طواف کیلئے۔

سنت ہے: غسل سے قبل۔

مستحب ہے: اذان واقامت کیلئے، خطبہ پڑھتے وقت[۳]، دین کی کتابیں چھوتے وقت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کی زیارت کے وقت، میت کو غسل دینے کے بعد، حیض یا نفاس والی عورت کو ہر نماز کے وقت، غسل کی حاجت والے کو کھانے پینے کیلئے، جماع سے قبل، اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد، عضو مخصوص کو چھو لینے پر، کسی عورت کے جسم کو چھونے پر، جھوٹ اور غیبت کے بعد، قہقہہ لگانے پر، سوتے وقت، سو کر اٹھنے کے بعد، ہر نماز کیلئے اگرچہ وضو موجود ہو (وغیرہ)

۷۔ وضو کے صحیح ہونے کی شرطیں: (۱) تمام اعضاء پر پانی کا پہنچ جانا[۴] (اگر کوئی جگہ بال برابر بھی خشک رہ جائے تو وضو نہ ہوگا)۔ (۲) جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا[۵] جس کی وجہ سے جسم تک پانی نہ

---

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت الغرا لمحجلون کہہ کر پکاری جائے گی۔ یہ اس لئے کہ وضو کا پانی جن اعضاء پر پڑتا ہے وہ اعضاء قیامت کے دن چمکدار اور روشن ہوں گے۔
(۲) فرض، واجب، سنت کی تعریفات حصہ اول ص ۲۹ میں دیکھو (۳) خواہ خطبہ جمعہ ہو یا عیدین ونکاح وغیرہ۔
(۴) بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو (۵) مثلاً چربی یا خشک موم یا انگلی میں تنگ انگوٹھی وغیرہ۔

پہنچ سکے۔(۳) جن حالتوں میں وضو جاتا رہتا ہے یا جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں ان کا حالت وضو میں نہ ہونا[۱] (بشرطیکہ وہ شخص معذور نہ ہو کیونکہ معذور کا وضو حالت عذر کے ساتھ بھی صحیح ہو جاتا ہے جیسے کسی کو ہر وقت پیشاب جاری رہتا ہو تو اس کا وضو اسی حالت میں درست ہے)۔

۸۔وضو کا مسنون و مستحب طریقہ: وضو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کسی برتن میں پانی لے کر اونچے مقام پر قبلہ رو بیٹھے اور وضو کی نیت[۲] کر کے بِسْمِ اللّٰہِ[۳] وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ پڑھے اور (داہنے چلو میں پانی لے کر) دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین دفعہ دھوئے[۴]۔ پھر (داہنے چلو میں پانی لے کر) تین دفعہ کلی کرے۔ کلی اس طرح کرے کہ پانی حلق تک پہنچ جائے[۵] (بشرطیکہ روزہ دار نہ ہو) کلی کرتے وقت مسواک کرے[۶] (اگر مسواک نہ ہو تو کلمہ کی انگلی ہی سے دانت مل لے) اس کے بعد پھر تین دفعہ دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی پہنچا کر بائیں ہاتھ سے اس کو صاف کرے اور ہر دفعہ ناک چھڑکتا جائے۔ پھر تین ہی دفعہ دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر تمام منہ (طول میں) شروع پیشانی[۸] سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور (عرض میں) ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک اس طرح دھوئے کہ کوئی جگہ بال برابر خشک نہ رہنے پائے (اگر داڑھی ہو تو خلال بھی کرے[۹]) پھر تین تین دفعہ دونوں ہاتھ انگلیوں کی طرف سے

---

(۱) باستثناء قہقہہ۔(۲) یعنی ''نَوَیْتُ اَنْ اَتَوَضَّاَ لِلصَّلٰوۃِ تَقَرُّباً اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی'' (میں نے وضو کا ارادہ کیا نماز کیلئے اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرنے کو)۔(۳) ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے بزرگ نام سے اور شکر ہے اللہ کا اپنے مسلمان ہونے پر۔(۴) دھونا اس کا نام ہے کہ پانی عضو کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر بہ جائے اور کم سے کم دو قطرے عضو سے دھونے کے بعد فوراً ٹپک پڑیں۔(۵) جس کو ہمارے عرف میں غرغرہ کہتے ہیں۔(۶) مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہیکہ مسواک کو داہنے ہاتھ میں اس طرح پکڑلے کہ اخیر انگلی مسواک کے ایک سرے کے نیچے ہو اور انگوٹھا دوسرے سرے کے نیچے اور باقی انگلیاں مسواک کے اوپر ہوں اوپر کے دانتوں کے عرض میں داہنی طرف سے ملتا ہوا بائیں طرف تک لائے اور پھر اسی طرح نیچے کی دانتوں کو ملے۔ یہی عمل تین دفعہ کرے۔ (تنبیہ) مسواک کے متعلق مزید توضیح حاشیہ نمبر۶ صفحہ ۹۵ پر دیکھو۔(۷) اس طرح کہ نتھنوں کی جڑ تک پہنچ جائے، بشرطیکہ روزہ دار نہ ہو۔(۸) یعنی جہاں سے بال اُگتے ہیں۔(۹) اس طرح کہ اول داہنے ہاتھ کے چلو میں پانی لیکر ٹھڈی کے نیچے کے بالوں کی جڑیں تر کرے پھر اسی ہاتھ کی انگلیاں (ہاتھ کی پشت گردن کی طرف کر کے) داڑھی کے بالوں میں نیچے سے ڈالے اور اوپر کی طرف لے جائے۔

کہنیوں تک[1] دھوئے[2] پہلے دایاں پھر بایاں' اور ہر دفعہ انگلیوں میں خلال[3] بھی کرتا جائے۔ پھر دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے تمام سر' کانوں' گردن کا مسح[4] ایک ایک دفعہ[5] کرے۔ پھر دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت تین تین دفعہ مل کر دھوئے[6]' پہلے دایاں' پھر بایاں۔ لیکن دونوں پاؤں بائیں ہاتھ ہی سے دھوئے اور ہر دفعہ انگلیوں میں خلال کرے[7] (بس وضو ہو چکا) ختم وضو کے ساتھ ہی (آسمان کی طرف منہ کر کے) کلمہ شہادت (اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ) اور یہ دعائیں اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۔ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْکَ پڑھے ۔ نیز سورہ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ پڑھ لے' اثناء وضو میں بھی ہر عضو کو دھوتے وقت خاص دعائیں اور درود شریف پڑھتا جائے۔ (وضو کی خاص دعائیں مستحبات وضو کے بیان میں درج ہیں) وضو کے وقت اس کا لحاظ رہے کہ ایک عضو دھونے کے بعد (اس کے خشک ہونے سے پہلے) دوسرا عضو دھونے لگ جائے' نیز اعضائے وضو پر اگر کوئی ایسی چیز ہو کہ اس کی وجہ سے پانی جسم تک نہ پہنچ سکے (مثلاً موم یا چربی یا انگلی میں تنگ انگوٹھی وغیرہ) تو اس کو دور کر دے یا انگوٹھی وغیرہ کو حرکت دیکر اندرونی سطح جسم پر پانی پہنچائے۔ (ورنہ وضو نہ ہوگا)۔

(۱) یعنی کہنیوں سمیت۔ (۲) اس طرح کہ بال برابر جگہ خشک نہ رہ جائے (۳) اس طرح کہ ایک ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کے اوپر کے ہاتھ کی انگلیاں نیچے کے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کھینچ لے۔ (۴) کسی عضو پر ہاتھ پھیرنے کا نام مسح ہے۔ (۵) مسح کی ترکیب یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے (انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی کے سواء) تین تین انگلیاں مع ہتھیلیوں کے سر کے آگے کے حصہ پر رکھ کر پیچھے گدی تک لے جائے اور پھر پیچھے سے آگے لے آئے اسکے بعد کانوں کا مسح کرے اس طرح کہ کلمہ کی انگلی تو کان کے اندرونی حصہ پر پھرے اور انگوٹھا کان کے باہر گرداگرد۔ پھر انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کر لے۔ کانوں اور گردن کے مسح کیلئے نئے پانی کی ضرورت نہیں۔ سر کے مسح کیلئے لیا ہوا پانی کافی ہے۔ البتہ اگر مسح سر کے بعد عمامہ یا ٹوپی کو ہاتھ لگا ہے تو پھر جدید پانی سے تر کر لے۔ (۶) اس طرح کہ بال برابر جگہ خشک نہ رہے (۷) اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلی کو دائیں بائیں دونوں پاؤں کی انگلیوں میں نیچے سے داخل کر کے اوپر کی طرف نکالے (خلال کی ابتداء دائیں پاؤں کی چھنگلی سے کرے اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کر دے)۔

(تنبیہ) وضو کا طریقہ (جو بیان کیا گیا) فرض، سنت، مستحب، سب امور پر مشتمل ہے اب ہر ایک امر کو جدا جدا بیان کیا جاتا ہے تا کہ بآسانی معلوم ہو سکے کہ وضو میں کیا کیا چیزیں فرض ہیں۔ (جن کے ترک سے وضو نہیں ہوتا) اور کونسی چیزیں سنت ہیں (جن کے ترک سے وضو تو ہوتا جاتا ہے، مگر نقص رہ جاتا ہے اور گناہ عائد ہوتا ہے) اور کونسی مستحب ہیں (جن کے ترک سے کچھ گناہ نہیں لیکن کرنے میں ثواب اور وضو کی پوری تکمیل ہے)۔

۹۔وضو کے فرائض: وضو میں چار چیزیں فرض ہیں (۱) تمام منہ کا دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کا (کہنیوں سمیت) دھونا۔ (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا (۴) دونوں پیروں کا (ٹخنوں سمیت) دھونا۔

تنبیہ: (۱) ان اعضاء کا صرف ایک مرتبہ دھونا فرض ہے ۔(۲) ان اعضاء میں سے اگر کوئی جگہ بال برابر بھی خشک رہ جائے تو وضو نہ ہوگا۔ (۳) ان اعضاء پر پانی کا بہہ جانا شرط ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ قصداً پانی بہائے۔ بلکہ بلا قصد بھی ان پر پانی بہہ جائے (مثلاً مینہ برسے اور اعضاء وضو کے ہر حصہ سے دو قطرے پانی کے بہہ نکلیں یا کسی تالاب، باؤلی وغیرہ میں گر پڑنے یا غوطہ لگانے سے اعضائے وضو پر پانی بہہ جائے) تو وضو ہو جائیگا۔

توضیح فرض اول: (۱) تمام منہ سے مراد وہ سطح ہے جو ابتدائے پیشانی سے ٹھوڑی کے نیچے تک (طول میں) اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک (عرض میں) ہے۔ (۲) آنکھ، ناک، منہ کے اندر کا دھونا فرض نہیں۔ لیکن پلکوں کا دھونا اور اگر میل وغیرہ جم گیا ہو تو اس کا چھڑانا فرض ہے۔ (۳) آنکھ کا جو گوشہ ناک کے قریب ہے اس کا دھونا بھی فرض ہے اکثر اس پر میل آجاتا ہے۔ اس کو دور کر کے پانی پہنچانا چاہئے۔ (۴) ڈاڑھی، مونچھ، بھوئیں اگر اس قدر گھنی ہوں کہ ان کے نیچے کی جلد چھپ جائے اور نظر نہ آئے تو جلد کا دھونا فرض نہیں بالوں کا دھونا فرض ہے۔ اور اگر ان جگہوں کے بال گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے۔ (۵) رخسار اور کان کے درمیان جو جگہ ہے (جسے کنپٹی کہتے ہیں) اس کا دھونا فرض ہے، البتہ اس حصے میں جتنی جگہ ڈاڑھی کے گھنے بال ہوں تو وہاں بالوں کا اور جہاں بال نہ ہو یا ہو مگر گھنے نہ ہوں تو جلد کا دھونا فرض ہے۔ (۶) اگر ناک میں سوراخ ہو اور بند نہ ہو تو اس میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ اگر سوراخ میں نتھ ہو

اور تنگ ہو تو پانی ڈالتے وقت نتھ کو حرکت دیں ورنہ ضروری نہیں۔(۷) ہونٹوں کا وہ حصہ جو عادتاً ہونٹ بند ہونے کے بعد ظاہر رہتا ہے اس کا دھونا فرض ہے۔

توضیح فرض دوم: (۱) ہاتھوں کے دھونے میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔(۲) انگلیوں کی گھائی میں بغیر خلال کے پانی نہ پہنچے تو خلال کرنا فرض ہے۔(۳) اگر انگلی یا ہاتھ میں چوڑی کنگن وغیرہ ہوں اور اس قدر تنگ ہوں کہ نیچے پانی نہ بہ سکے تو ان کو اتار کر دھونا فرض ہے۔ اگر صرف ہلا کر دھونے سے پانی پہنچ جاتا ہو تو حرکت دینا ضروری ہے۔

توضیح فرض سوم: (۱) سر کا مسح بقدر چوتھائی فرض ہے۔(۲) اگر سر پر بال نہ ہو تو جلد کی چوتھائی کا اور جو بال ہو تو خاص سر کے بالوں کی چوتھائی کا مسح فرض ہے۔(۳) سر سے جو بال لٹک رہے ہوں ان کو مسح کرنے سے مسح نہ ہوگا۔(۴) مسح کرنے کیلئے ہاتھ تر ہونا چاہئے خواہ اعضاء کے دھونے کے بعد تری رہ گئی ہو یا نئے پانی سے ہاتھ تر کرلیا ہو۔

توضیح فرض چہارم: (۱) پاؤں کے دھونے میں ٹخنے بھی داخل ہیں۔(۲) اگر انگلیوں کی گھائی میں بغیر خلال کئے پانی نہ پہنچے تو خلال بھی فرض ہے۔(۳) بعض لوگ کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے پاؤں کے انگوٹھوں میں چھلے پہنتے یا تاگا باندھتے ہیں جس سے پانی کا بہنا تو درکنار ان کے نیچے تری بھی نہیں پہنچتی اس سے پرہیز لازم ہے (ورنہ وضو نہ ہوگا)۔

۱۰۔ وضو کی سنتیں: وضو میں سنتیں یہ ہیں (۱) نیت کرنا[۱] (۲) اللہ کا نام لینا[۲] (۳) دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونا[۳] (۴) کلی کرنا[۴] (۵) مسواک کرنا[۵] (۶) ناک میں پانی ڈالنا[۶] (۷) ڈاڑھی کا

---

(۱) نیت وضو، وضو شروع کرنے سے قبل کرنا چاہئے۔ نیت سے مراد دل میں یہ ارادہ کرنا ہے کہ میں وضو محض ثواب اور خدا کی خوشنودی کیلئے کرتا ہوں (نہ کہ ہاتھ منہ صاف کرنے) البتہ دلی ارادہ کے ساتھ زبان سے بھی کہے تو اچھا ہے کیونکہ دل اور زبان دونوں میں موافقت ہو جاتی ہے۔ (تنبیہ) نیت کی وجہ سے وضو بھی عبادت بن جاتا ہے (۲) اللہ کا نام لینے سے تمام جسم پاک ہو جاتا ہے ورنہ وہی حصہ پاک ہوگا جس پر پانی گزرتا ہے۔ (۳) یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الاِسْلَامِ یا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر وضو شروع کرنا (۴) اگرچہ ہاتھ پاک ہو پہنچوں تک (منہ دھونے سے پہلے) دھونا سنت ہے اور کہنیوں تک (منہ دھونے کے بعد) دھونا فرض، لیکن کہنیوں تک دھونے کے وقت پھر ہاتھوں کو ابتداء سے دھونا دوسری مرتبہ سنت ہے۔ (۵) کلی کیلئے پانی ہر بار نیا اور منہ بھر کے لینا چاہئے۔ (۶) مسواک کلی کرتے وقت کرنا چاہئے۔ مسواک کرنا سنت موکدہ ہے یعنی ایسی سنت جس کی احادیث میں سخت تاکید ہے (سلسلہ آگے)

خلال کرنا[۱] (۸) دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کرنا[۲] (۹) تمام سر کا (ایک دفعہ) مسح کرنا[۳] (۱۰) دونوں کانوں کا ایک دفعہ مسح کرنا[۴] (۱۱) دونوں پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا[۵] (۱۲) ہر عضو کو تین تین دفعہ دھونا[۶] (۱۳) پے درپے (اعضاء وضو کا) دھونا[۷]۔ (۱۴) ترتیب سے وضو کرنا[۸]۔

۱۱۔ وضو کے مستحبات : وضو میں مستحب امور یہ ہیں (۱) اونچے مقام پر بیٹھنا۔ (۲) قبلہ رو ہونا ۔(۳) مٹی کے برتن سے وضو کرنا ۔(۴) داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا ۔(۵) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا ۔(۶) دونوں ہاتھ سے منہ دھونا ۔(۷) ہاتھوں کا انگلیوں کی طرف سے دھونا (نہ کہ کہنیوں کی طرف سے) ۔(۸) کانوں کے مسح کے وقت چھوٹی انگلی کا کانوں کی سوراخ میں ڈالنا ۔(۹) گردن کا مسح کرنا[۹] ۔(۱۰) پیروں کا بائیں ہاتھ سے دھونا ۔

۔نیز مسواک کی فضیلت میں احادیث بکثرت ہیں۔ ازآں جملہ ایک حدیث شریف یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نماز کے لئے مسواک کی گئی ہو اس کی فضیلت (بلحاظ ثواب) اس نماز پر جس کیلئے مسواک نہیں کی گئی ستر درجہ زیادہ ہے (اور دانتوں کی صفائی، مضبوطی منہ سے بدبو کا دفع ہونا وغیرہ طبی فوائد جداگانہ ہیں) مسواک کرنے کا طریقہ اس سے پہلے صفحہ (۹۲) پر بتایا گیا ہے۔ اس پر اتنا اور اضافہ ہے کہ مسواک کو منہ سے نکال کر نچوڑ ڈالے اور دھو کر پھر استعمال کرے۔ اسی طرح تین دفعہ کر چکنے کے بعد دیوار وغیرہ سے کھڑی کر کے رکھ دے، زمین پر نہ ڈالے۔ مسواک کو مٹھی باندھ کر نہ پکڑے اور مسواک دانتوں کی چوڑائی میں کرے (لمبائی میں نہ کرے) مسواک پیلو، زیتون یا نیم جیسی تلخ لکڑی کی سیدھی بے گرہ ہو نہ بہت نرم ہو نہ زیادہ سخت۔ موٹائی میں چھنگلی کے برابر ہو۔ لمبائی میں زیادہ سے زیادہ ایک بالشت (بالشت سے زائد ہو تو شیطان سوار ہوتا ہے)۔ (۷) ناک میں پانی کلی کے ساتھ نہیں بلکہ جداگانہ لینا اور ہر بار نیا پانی لینا چاہئے۔

(۱) بشرطیکہ ڈاڑھی گھنی ہو خلال کا طریقہ حاشیہ نمبر ۹ صفحہ ۹۲ رسالہ ہذا میں درج ہے۔ (۲) خلال کا طریقہ حاشیہ ۳ صفحہ ۹۳ رسالہ ہذا میں مندرج ہے۔ انگلیوں کا خلال (خواہ ہاتھ کی ہوں یا پیر کی) اس وقت سنت ہے جبکہ انگلیوں کی گھائی میں پانی پہنچ چکا ہو۔ ورنہ فرض ہوگا (۳) مسح کی ترکیب حاشیہ نمبر ۵ صفحہ ۹۳ رسالہ ہذا میں مذکور ہے۔ (۴) اسی پانی سے جو مسح سر کے لئے لیا گیا ہے۔ جدید پانی کی ضرورت نہیں، البتہ اگر ہاتھ عمامہ یا ٹوپی کو لگا ہے تو نیا پانی لے۔ (۵) خلال کا طریقہ حاشیہ نمبر ۷ صفحہ ۹۳ رسالہ ہذا میں مرقوم ہے۔ (۶) اس طرح دھونا کہ ہر دفعہ پورا عضو دھل جائے۔ اگر ایک دفعہ آدھا پھر دوسری دفعہ باقی (آدھا) دھلے تو یہ دو دفعہ نہیں بلکہ ایک دفعہ سمجھا جائیگا (تنبیہ) تین دفعہ دھونے میں پہلا دھونا فرض، اور دوسرا، تیسرا سنت ہے (۷) اس طرح کہ ایک عضو کے خشک ہونے سے پہلے دوسرا دھونے لگ جائیں۔ بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو (اگر کسی عذر مثلاً ہوا یا بدن کی گرمی وغیرہ سے خشکی طاری ہو تو مضائقہ نہیں)۔ (۸) یعنی پہلے پہنچوں تک ہاتھ دھونا، پھر کلی اور مسواک کرنا، پھر ناک میں پانی لینا، پھر منہ دھونا، پھر ڈاڑھی کا خلال، پھر کہنیوں تک ہاتھ دھونا، پھر انگلیوں کا خلال، پھر سر کا مسح، پھر کانوں کا مسح، پھر پیروں کا دھونا، پھر پیروں کی انگلیوں کا خلال (۹) ہاتھوں کی انگلیوں کی پشت سے مسح کرنا مستحب ہے۔

(۱۱) اعضاء کو (دھوتے وقت[۱]) ملنا۔ (۱۲) داہنے عضو کا بائیں عضو سے پہلے دھونا[۲]۔ (۱۳) اعضاء کو حدود معینہ سے زیادہ دھونا[۳]۔ (۱۴) ڈھیلی انگوٹھی کا حرکت دینا[۴]۔ (۱۵) وضو کرتے وقت بلاضرورت کسی سے مدد نہ لینا۔ (۱۶) وضو کے بچے ہوئے پانی کا کھڑے ہو کر پینا۔ (۱۷) ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت بسم اللہ کلمہ شہادت اور وہ خاص دعائیں پڑھنا جو حدیث شریف میں وارد ہوئی ہیں یعنی:

کلی کرتے وقت: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ

ناک میں پانی لیتے وقت: اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَ لَا تُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ .

منہ دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ .

دایاں ہاتھ دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَ حَاسِبْنِیْ حِسَاباً یَّسِیْراً .

بایاں ہاتھ دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَ لَا مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ .

سر کا مسح کرتے وقت: اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِکَ .

کانوں کا مسح کرتے وقت: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ ۔

گردن کا مسح کرتے وقت: اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ .

داہنا پاؤں دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ .

بایاں پاؤں دھوتے وقت: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّ سَعْیِیْ مَشْکُوراً وَّ تِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ پڑھنا (نیز ہر عضو کے دھل جانے کے بعد درود شریف پڑھ لینا مستحب ہے)۔

(۱۸) وضو کے بعد کلمہ شہادت، دعائے ماثورہ[۵] اور سورہ اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ پڑھنا اور (اگر مکروہ وقت نہ ہو تو) دوگانہ نفل ادا کرنا (جس کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں)۔

۱۲۔ وضو کے مکروہات : وضو میں یہ امور مکروہ ہیں (۱) جو چیزیں وضو میں مستحب ہیں، ان کے

(۱) دھونے کے بعد اعضاء پر ہاتھ پھیرنا بھی مستحب ہے۔ (۲) مگر کانوں کا مسح اور دونوں رخساروں کا دھونا ایک ساتھ ہوگا (۳) یعنی جہاں تک دھونا فرض ہے اس سے بڑھ کر دھونا۔ (۴) اور اگر تنگ انگوٹھی ہو تو پھر اس کا حرکت دینا فرض ہوگا۔ (۵) ختم وضو کے بعد پڑھنے کی دعائے ماثورہ رسالہ ہذا کے صفحہ ۹۳ میں مرقوم ہے

خلاف کرنا (۲) پانی ضرورت سے زیادہ یا کم خرچ کرنا۔ (۳) حالت وضو میں بلاضرورت شدید دنیا کی باتیں کرنا۔ (۴) منہ یا دوسرے اعضاء پرزور سے پانی مارنا (۵) تین بار سے زیادہ اعضاء وضو کو دھونا۔ (۶) نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔ (۷) وضو کے بعد ہاتھوں کا پانی جھٹکنا۔ (۸) عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا۔ (۹) مسجد کے اندر وضو کرنا۔ (۱۰) نجس جگہ پر وضو کرنا۔

۱۳۔معذور کا وضو: (۱) وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے' اگر ان میں درد ہو یا کوئی عضو پھٹ گیا ہو یا اور کوئی مرض ہو جس کی وجہ سے ان پر پانی بہانا نقصان کرتا ہو تو ایسی حالت میں ان کا دھونا ضروری نہیں۔ صرف ان پر مسح کر لینا چاہئے اور اگر مسح بھی نقصان کرے تو یوں ہی چھوڑ دیں۔ (۲) اگر کسی عضو پر پھوڑا یا زخم ہونے یا ٹوٹ جانے یا کسی اور وجہ سے پٹی باندھی ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت: پٹی کا کھولنا مضر ہو (خواہ جسم کا دھونا مضر ہو یا نہ ہو)۔

دوسری صورت: پٹی کا کھولنا مضر نہ ہو لیکن کھولنے کے بعد باندھنے کی دقت[۱] ہو۔

تیسری صورت: نہ پٹی کھولنا مضر ہو نہ کھولنے کے بعد باندھنے کی دقت ہو۔

پہلی اور دوسری صورت میں تمام پٹی[۲] پر مسح کر لینا چاہئے۔ (خواہ وہ پٹی زخم کے برابر ہو یا زخم سے زائد[۳]) اگر مسح بھی نقصان کرے تو یونہی چھوڑ دیں۔ تیسری صورت میں پٹی کھول کر تمام عضو کو دھو ڈالیں بشرطیکہ زخم کا دھونا نقصان نہ کرے ورنہ زخمی حصہ کو چھوڑ کر باقی عضو کو دھو ڈالیں اور زخمی حصہ پر مسح کر لیں اور اگر مسح بھی نقصان کرے تو پٹی باندھ کر پٹی پر مسح کریں[۴]۔

(۳) اگر کسی شخص کو کوئی ایسا مرض ہو' جس میں وضو کو توڑنے والی چیزیں برابر جاری رہتی ہوں[۵] یعنی کسی نماز کے پورے وقت میں اتنی مہلت نہ ملتی ہو کہ وہ اس مرض سے خالی ہو کر اس وقت

(۱) یعنی آپ باندھ سکے نہ اور کوئی باندھنے والا موجود ہو۔ (۲) اگر پوری پٹی پر مسح نہ ہو تو کم از کم آدھے سے زیادہ حصے پر ہونا چاہئے ورنہ درست نہ ہوگا۔ (۳) یعنی جسم کے صحیح حصہ پر بھی ہو (۴) اگر زخم پر مسح کرنا تو نقصان نہ کرے لیکن پٹی خون سے ایسی چپک گئی ہو کہ اس کے کھولنے میں زخم کے تازہ ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں بھی پٹی پر مسح کرلے۔ (۵) مثلاً کسی کو ہمیشہ پیشاب جاری رہتا ہو یا ریح خارج ہوتی ہو یا زخم سے رطوبت بہتی ہو یا بواسیر یا استحاضہ وغیرہ ہو۔

کی فرض نماز ادا کر سکے' تو ایسے شخص کو ہر نماز کے وقت نیا وضو کر لینا چاہیئے[1]۔اس لئے کہ اس کا وضو نماز کا وقت جانے سے[2] ٹوٹ جاتا ہے جو مرض اس کو ہے اس سے نیز نماز کا وقت آنے سے[3] نہیں ٹوٹتا۔پھر جب تک اس کا مرض پوری طرح دفع نہ ہو جائے (یعنی ایک نماز کا پورا وقت ایسا نہ ملے جس میں وہ مرض ایک مرتبہ بھی نہ پایا جائے) وہ شخص معذور سمجھا جائے گا۔

۱۴۔وضو توڑنے والی چیزیں: جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہیں (۱) پاخانہ یا پیشاب کی راہ سے کسی چیز کا نکلنا (خواہ اس کے نکلنے کی عادت[4] ہو یا نہ ہو[5])۔(۲) جسم سے خون یا پیپ کا نکل کر اپنے مقام سے بہنا۔(۳) منہ[6] بھر کے قئے ہونا (جس میں صفرا یا کھانا یا پانی یا جما ہوا خون[7] نکلے۔(۴) منہ یا ناک سے تھوک' رینٹ کے ساتھ اتنا خون نکلنا کہ خون غالب یا برابر[8] رہے۔(۵) کسی چیز کے سہارے[9] سے ایک کروٹ یا ایک سرین پر ٹیک دیکر چت یا پٹ سو[10] جانا (۶) بیہوشی (خواہ کسی مرض سے ہو یا کسی صدمہ وغیرہ سے)۔(۷) جنون۔(۸) مستی (یعنی کسی نشیلی چیز کے استعمال سے نشہ پیدا[11] ہو جانا)۔(۹) بالغ آدمی کا رکوع و سجود[12] والی نماز[13] میں کھل کھلا کر ہنسنا[14] جسے قہقہہ کہتے ہیں۔(۱۰) مباشرت فاحشہ (یعنی دو بالغ آدمیوں[15] کی شرمگاہوں کا شہوت سے مل[16] جانا اس طرح کہ درمیان میں کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو)۔

---

(۱) اور آخر وقت تک جتنی نمازیں چاہیئے اس وضو سے پڑھ لے۔(۲) یا کسی دوسرے حدث کے لاحق ہونے سے۔(۳) مثلاً کسی ایسے شخص نے قبل زوال وضو کیا اور سوا اس مرض کے اور کوئی چیز وضو کو توڑنے والی نہیں پائی گئی تو ظہر کا وقت آنے سے وضو نہ ٹوٹے گا' ہاں ظہر کا وقت جانے سے ٹوٹ جائے گا اور عصر کیلئے دوسرا وضو کرنا ہوگا۔(۴) مثلاً ہوا' پاخانہ' پیشاب' مذی وغیرہ (۵) مثلاً کرم' پتھری وغیرہ (۶) منہ بھر کے قئے وہ ہے جس کے روکنے پر قدرت نہ ہو یا بہت تکلیف سے رکے۔(تنبیہ) اگر تھوڑی تھوڑی قئے چند بار آئے کہ اس کا مجموعہ منہ بھر ہے تو اگر ایک ہی متلی سے ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں (۷) محض تھوک یا بلغم کے نکلنے سے اگرچہ منہ بھر کے ہو وضو نہیں ٹوٹتا۔(۸) اگر کم رہے تو وضو نہ ٹوٹے گا۔(۹) اس طرح کہ اگر وہ چیز ہٹالی جائے تو سونے والا گر پڑے۔(۱۰) اونگھنے یا بیٹھے بیٹھے جھونکے لینے سے وضو نہ جائیگا' البتہ اس حالت میں گر جائے اور بہت دیر کے بعد چونکے تو وضو ٹوٹ جائے گا (تنبیہ) نماز میں سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ رکوع و سجود میں سو جائے یا قیام وقعود میں۔(۱۱) اس قدر کہ پاؤں لڑکھڑائیں (۱۲) نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا البتہ وہ سجدہ یا نماز فاسد ہو جائے گی۔(۱۳) بیرون نماز قہقہہ لگانے سے وضو نہیں جاتا۔اسی طرح نمازی کے نماز میں سو جانے اور سونے میں قہقہہ لگانے سے وضو نہ جائے گا۔(۱۴) یعنی اتنی آواز سے ہنسنا کہ آس پاس والے سن لیں۔(تنبیہ) قہقہہ سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں (۱۵) خواہ دونوں مرد ہوں یا عورت یا ایک مرد اور دوسری عورت۔(۱۶) خواہ کسی کو مذی نکلے یا نہ نکلے۔

(تنبیہ) مرد و عورت کے برہنہ[۱] ہونے یا باہم ایک دوسرے کی شرمگاہوں کو دیکھ لینے یا چھو لینے سے[۲] (بشرطیکہ مذی نہ نکلے) وضو نہ ٹوٹے گا۔ اسی طرح عورت کے پستان سے دودھ خود بخود ٹپکنے یا نچوڑنے یا کسی لڑکے کے چوسنے سے ڈکار آنے سے (اگرچہ بودار ہو)' کان یا ناک وغیرہ سے کسی پاک چیز کے نکلنے سے[۳]' نماز میں اتنا خفیف ہنسنے سے جس کو پاس کا آدمی نہ سن سکے' زخم سے کیڑا یا گوشت کا ٹکڑا اگر پڑنے سے' وضو کے بعد سر منڈوانے یا ناخن کٹوانے[۴] یا زخم کے اوپر کی مردہ کھال نوچ ڈالنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۱۵۔ حدث اصغر کے احکام: وضو ٹوٹنے سے جو شرعی حالت انسان کے جسم میں پیدا ہوتی ہے وہ حدث اصغر ہے۔ (۲) حدث اصغر کی حالت میں:

حرام ہے: نماز پڑھنا (خواہ نفل ہو یا فرض پنجوقتہ ہو یا جمعہ' نماز عیدین ہو یا جنازہ) سجدہ کرنا (خواہ سجدہ تلاوت ہو یا شکر) بلا غلاف قرآن شریف کا چھونا۔

مکروہ تحریمی ہے: کعبہ مکرمہ کا طواف کرنا۔

درست ہے: قرآن شریف کا چھونا (جبکہ کسی جزودان میں ہو یا کسی ایسے کپڑے میں لپٹا ہوا ہو جو اس کے ساتھ چسپاں نہ ہو) قرآن شریف کا پڑھنا یا پڑھانا (دیکھ کر خواہ زبانی) قرآن شریف کا نابالغ بچوں کو دینا یا چھوانا (وغیرہ)۔

۱۶۔ موزوں کا مسح: وضو کا چوتھا فرض دونوں پیروں کا ٹخنوں سمیت ایک مرتبہ دھونا ہے لیکن اگر کوئی شخص طہارت کاملہ پر موزے پہن لے تو (وقت حدث سے) مقیم کو ایک رات دن اور مسافر کو تین رات دن تک (موزوں کو نکال کر پیر دھونے کے بجائے) صرف موزوں پر ایک بار مسح

(۱) البتہ آداب وضو سے ہے کہ ناف سے زانوں کے نیچے تک سب ستر چھپا ہوا ہو اور ہمیشہ بھی بغیر ضرورت کے ستر کھلا رکھنا منع اور دوسروں کے سامنے کھولنا حرام ہے۔ (۲) کسی عورت کو چھونے یا اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگانے یا دیکھنے سے اگرچہ وضو نہیں جاتا لیکن امام مسجد کو ایسا اتفاق پیش آئے تو احتیاط اس میں ہے کہ وضو کر کے نماز پڑھائے۔ کیونکہ اس مسئلہ میں امام شافعی کا خلاف ہے اور امام کے پیچھے چاروں ہی مذاہب والے نماز پڑھتے ہیں پس احتیاط لازم ہے۔ (۳) البتہ جو گندہ پانی آنکھ یا کان وغیرہ سے درد کے ساتھ نکلے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (۴) نہ اس مقام کے دھونے کی ضرورت ہوگی جو بال مونڈھنے یا ناخن کٹ جانے سے کھل جائے۔

کر لینا کافی ہے[1])۔(۲) موزے ایسے ہوں جس میں پیر کے ٹخنے چھپ جائیں۔ خواہ چمڑے کے ہوں یا کسی ایسی چیز کے جو دبیز (موٹی) ہو اور پانی میں اثر نہ کرے۔ اور جن کو پہن کر آدمی عادت کے موافق بے تکلف چل پھر سکے۔(۳) اگر موزہ پھٹا ہوا اتنا کہ چلنے کی حالت میں پیر کا حصہ بقدر پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کے کھل جاتا ہو تو اس پر مسح جائز نہیں۔(۴) ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر موزے کی پشت پر ہونا چاہئے۔(۵) جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے مسح بھی باطل ہو جاتا ہے۔ نیز جبکہ مدت پوری ہو جائے یا موزہ پیر سے یا پیر کے اکثر حصہ سے اتر جائے ۔

غسل کے مسائل

۱۷۔ غسل کی تعریف: حدث اکبر سے پاک ہونے یعنی سر سے پیر تک تمام جسم کا ظاہری سطح دھونے کا نام غسل ہے جس کا دھونا بغیر کسی تکلیف کے ممکن ہو۔

۱۸۔ غسل کے صفات : غسل کے صفات حسب ذیل ہیں:

فرض ہے: (۱) شہوت سے منی نکلنے پر۔(۲) احتلام کے بعد (۳) وطی کے بعد (۴) حیض موقوف ہونے کے بعد۔(۵) نفاس موقوف ہونے کے بعد۔(تنبیہ) ان امور کی توضیح اور تفصیلی مسائل موجبات غسل کے عنوان سے آگے بیان ہوں گے۔

فرض کفایہ ہے: مسلمان میت کا نہلانا زندہ مسلمانوں پر۔

واجب ہے: اس کافر پر جو ضرورت غسل کی حالت میں مسلمان ہوا ہو۔

---

(۱) یعنی پیر دھونے کا فرض ادا ہو جائے گا جبکہ شرائط مسح کے موافق مسح کیا ہو۔ لیکن موزے اتار کر پیروں کا دھونا افضل ہے۔ بشرطیکہ مسح موزے کے جائز ہونے کا اعتقاد رکھے۔

سنت ہے: (۱) جمعہ کے دن (۲) عید الفطر کے دن (۳) عید الاضحیٰ کے دن (۴) احرام حج یا عمرہ کیلئے (۵) حج کرنے والے کو عرفہ کے دن۔

مستحب ہے: (۱) شب برات[۱] میں (۲) شب قدر[۲] میں (۳) شب عرفہ[۳] میں (۴) سورج گہن[۴] اور چاند گہن کے وقت (۵) نئے کپڑے پہننے کے وقت (۶) سفر سے واپسی کے وقت (۷) مکہ معظّمہ میں داخل ہونے کے وقت (طواف زیارت کیلئے) (۸) مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے وقت (تعظیم و تکریم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے) (۹) طلب بارش کیلئے (وغیرہ)۔

۱۹۔ غسل کے صحیح ہونے کی شرطیں: (۱) جسم کے تمام ظاہری حصے پر پانی کا پہنچ جانا (اگر بال برابر جگہ بھی جسم سے خشک رہ جائے تو غسل صحیح نہ ہوگا)۔ (۲) جسم پر ایسی چیز کا نہ ہونا جس کی وجہ سے پانی جسم تک نہ پہنچ سکے[۵]۔ (۳) جن امور کی وجہ سے غسل فرض ہوتا ہے ان کا حالت غسل میں نہ ہونا[۶]۔

۲۰۔ غسل کے فرض: غسل میں تین چیزیں فرض ہیں (۱) کلی کرنا۔ (۲) ناک میں پانی ڈالنا (۳) تمام جسم پر پانی بہانا۔

(تنبیہ) (۱) ان چیزوں پر صرف ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے۔

(۲) ان چیزوں سے اگر کوئی جگہ بال برابر بھی خشک رہ جائے تو غسل نہ ہوگا۔

توضیح فرض اول: (۱) کلی ایسی[۷] ہو کہ پانی تمام منہ کے اندر ہر جگہ پہنچ جائے (۲) اگر کلی کے بجائے کوئی منہ بھر پانی پی لے تو بھی فرض ادا ہو جائیگا[۸]۔ (۳) اگر دانتوں کی جڑوں یا

(۱) یعنی شعبان کی پندرھویں رات ۔ (۲) شب قدر ماہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں سے ایک رات ہے۔ جس کے تعین میں اختلاف ہے لیکن مشہور ستائیسویں (۲۷) رات ہے۔ (۳) یعنی ذی الحجہ کی نویں رات۔ (۴) بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو۔ (۵) مثلاً چربی، خشک موم، انگلی میں تنگ انگوٹھی، کانوں میں تنگ بالیاں وغیرہ (۶) اگر منی گرنے کی حالت میں کوئی غسل کرے تو صحیح نہ ہوگا۔ (۷) یعنی غرغرہ، بعض ناواقف ذرا سا پانی منہ میں لے کر اگل دینے کو کلی سمجھتے ہیں اگرچہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارے تک نہ پہنچے۔ اس سے غسل نہیں ہوتا (۸) کیونکہ کلی کا باہر پھینکنا شرط نہیں لیکن احتیاط اس میں ہے کہ باہر پھینک دے۔

درمیانی سوراخوں میں کوئی ایسی چیز ہو جو پانی بہنے سے مانع [1] ہو تو اس کا دور کرنا ضروری ہے۔ بشرطیکہ ضرر نہ ہو۔

توضیح فرض دوم: (۱) تمام ناک یعنی دونوں نتھنوں میں (جہاں تک نرم جگہ ہے) پانی پہنچانا فرض ہے۔ (۲) ناک کے اندر جو میل (ناک کے لعاب سے) جم جاتا ہے اس کو چھڑا کر اس کے نیچے کی سطح پر پانی پہنچانا ضروری ہے۔

توضیح فرض سوم: (۱) تمام جسم کے ظاہری حصہ پر سر سے پیر تک پانی [2] بہانا فرض ہے۔ جس میں سر کے بالوں [3] کا (جڑ سے نوک تک) بھگونا۔ ڈاڑھی، مونچھ، بھؤں کے بالوں کا اور ان کے نیچے کی سطح کا دھونا (اگر چہ یہ چیزیں گھنی ہوں اور ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آتی ہو) کان اور ناک کے اندر کا دھونا۔ اگر کان یا ناک میں سوراخ ہوں اور بند نہ ہوئے ہوں تو ان میں پانی پہنچانا داخل ہے۔ (۲) سر کے بال اگر گوندھے ہوئے ہوں تو عورتوں کو ان کا کھول کر تر کرنا ضروری نہیں صرف جڑوں کا تر کرلینا کافی ہے۔ البتہ مردوں پر فرض ہے کہ گوندھے بالوں کو تر کریں اور تمام بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچائیں اور اگر بال کھلے ہوئے ہوں تو پھر مرد و عورت دونوں پر تمام بالوں کا دھونا [4] فرض ہے۔ یہاں عورتوں کو صرف جڑوں کا تر کرلینا کافی نہ ہوگا۔ (۳) اگر انگلی میں تنگ انگوٹھی یا کان یا ناک کے سوراخوں میں تنگ بالیاں یا نتھ وغیرہ ہو تو حرکت دیئے بغیر پانی جسم تک نہ پہنچ سکے تو ان کا حرکت دینا یا زیادہ تنگ ہوں تو بوقت غسل نکالدینا فرض ہے۔ (۴) ماتھے پر افشاں یا ناخنوں میں گندھا آٹا لگا اور خشک ہو گیا ہو تو ان کو دور کر کے ان کے نیچے کی سطح پر پانی پہنچانا فرض ہے۔ (۵) جس مرد کا [5] ختنہ نہ ہوا ہو اس کو ختنہ کی کھال کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے۔ بشرطیکہ تکلیف نہ ہو ورنہ ضرورت نہیں (تنبیہ) جس چیز کے دھونے میں تکلیف یا ضرر ہو اس کا دھونا فرض نہیں مثلاً آنکھ کے اندر کی سطح، کان یا ناک [6] کے وہ سوراخ جو

(۱) مثلاً ہڈی، چھالیا وغیرہ کے ریزے یا مسی کی دھڑی وغیرہ۔ (۲) جسم کا مَلنا فرض نہیں، صرف پانی بہانا فرض ہے (اور مَلنا مستحب)۔ (۳) اگر چہ بالوں میں گوندیا اور کوئی ایسی چیز لگی ہو۔ (۴) اگر ایک بال بھی خشک رہیگا تو غسل نہ ہوگا۔ (۵) البتہ بدن میں میل یا مٹی ہو تو اس کے دور کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ مانع طہارت نہیں، اسی طرح رنگ یا مہندی کا لگا رہنا یا روغن کی چکنائی جو بدن پر ملنے سے پیدا ہو مانع طہارت نہیں (۶) اگر چہ آنکھ میں نجس سرمہ لگا ہو۔

بند ہو گئے ہوں (وغیرہ)۔

۲۱۔ غسل کی سنتیں: غسل میں سنتیں پانچ ہیں: (۱) دونوں ہاتھوں کا پہنچوں تک دھونا۔ (۲) شرمگاہ کا دھونا (۳)[۱] جسم سے نجاست کا (جہاں کہیں لگی ہو) دور کرنا۔ (۴) وضو کرنا۔ (۵) تمام جسم پر تین مرتبہ پانی بہانا۔

۲۲۔ غسل کے مستحبات: غسل میں مستحب یہ ہیں: (۱) نیت کرنا۔ (۲) ہاتھ دھوتے وقت ''بِسْمِ اللّٰہِ'' کہنا۔ (۳) جسم کو ملنا (۴) ایسی جگہ نہانا جہاں کوئی نہ دیکھے۔ (۵) وہ امور جو وضو میں مستحب ہیں۔ (سواء قبلہ رو ہونے' دعا پڑھنے اور بچا ہوا پانی پینے کے)۔

۲۳۔ غسل کے مکروہات: غسل میں یہ امور مکروہ ہیں: (۱) بلاضرورت ایسی جگہ نہانا جہاں کسی غیر محرم کی نظر پہنچ سکے۔ (۲) برہنہ نہانے والے کو قبلہ رو ہونا۔ (۳) بسم اللہ کے سواء اور دعاوں کا پڑھنا (۴) بلاضرورت کلام کرنا۔ (۵) وہ امور جو وضو میں مکروہ ہیں۔

۲۴۔ غسل کا مسنون طریقہ: غسل کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نیت کر[۲] کے 'بسم اللہ الرحمن الرحیم'' کہکر دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین دفعہ دھوئے' پھر شرمگاہ دھولے (اگرچہ نجاست نہ ہو) پھر جسم پر جہاں کہیں نجاست لگی ہو دھو ڈالے (اس کے بعد ہاتھ خوب مٹی سے رگڑ کر دھوئے) پھر وضو کرے[۳] (لیکن غسل کی جگہ مستعمل پانی جمع رہتا ہو تو پیر نہ دھوئے[۴] غسل کے بعد دوسری جگہ ہٹ کر دھوئے) وضو کے بعد سر کے بالوں[۵] کو تر کر کے پہلے سر پر پانی ڈالے پھر داہنے مونڈھے پر' پھر بائیں مونڈھے پر (اس قدر کہ سارا جسم تر[۶] ہو کر پانی ٹپکنے لگے)۔ اور تمام

(۱) خواہ نجاست ہو یا نہ ہو۔ (۲) نیت سے مراد دل میں یہ قصد کرنا ہے کہ میں پاک ہونے اور ثواب حاصل کرنے کے لئے نہاتا ہوں اگر چاہے تو زبان سے بھی یہ الفاظ کہہ لے ''نَوَیْتُ اَنْ اَغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَۃِ لِرَفْعِ الْحَدَثِ (ترجمہ) میں غسل جنابت کی نیت کرتا ہوں ناپاکی دور کرنے کیلئے (لیکن یاد رہے کہ نیت کا وقت غسل شروع ہونے سے پہلے ہے)۔ (۳) وضو پورا کرے یہاں تک کہ سر کا مسح بھی' البتہ اس وضو میں سوا بسم اللہ کے اور کوئی دعاء نہ پڑھے۔ (۴) ہاں کسی تختہ یا چوکی وغیرہ پر نہائے تو اسی وقت پیر بھی دھولے (۵) اس طرح کے بالوں میں انگلیاں ڈال کر تین مرتبہ سر کا خلال کرے۔ پہلے داہنی جانب پھر بائیں جانب۔ (۶) اور بال برابر کوئی جگہ خشک نہ رہنے پائے۔

جسم کو ہاتھوں سے ملے (یہ ایک مرتبہ پانی تمام جسم پر پہنچ گیا)۔ پھر اسی طرح اور دو بار پانی سر اور مونڈھوں پر ڈالے' تا کہ تین مرتبہ تمام جسم پر پانی پہنچ جائے جو مسنون ہے۔ (بس غسل ہو گیا) غسل کے بعد مقام غسل سے ہٹ کر' اگر پہلے پیر نہ دھوئے ہوں تو دھو لے اور کسی خشک اور پاک کپڑے سے جسم کو ڈھانک لے اور صاف کر لے۔

(تنبیہ: ۱) غسل کے وقت کوئی کپڑا مثلاً لنگی وغیرہ ناف سے زانو تک باندھے رہے اور اگر کسی ایسے مقام پر نہائے جہاں کوئی نہ دیکھتا ہو تو برہنہ ہو کر بھی نہانا جائز ہے (لیکن ایسی حالت میں بیٹھ کر نہانا چاہئے)۔

(تنبیہ: ۲) غسل بغیر وضو کئے بھی ہو جاتا ہے' بشرطیکہ اس کے تینوں فرض (کلی کرنا' ناک میں پانی لینا' تمام جسم پر پانی بہانا) ادا کئے جائیں۔ اور اگر صرف وضو کر کے جسم پر پانی بہایا جائے تو اول الذکر دونوں فرض بھی وضو کے ضمن میں ادا ہو جائیں گے۔

(تنبیہ: ۳) بعض لوگ پہلے جسم کو دھو دھلا کر اور مل ملا کر غسل ختم ہونے کے قریب وضو کرتے ہیں اور اس کے بعد عربی عبارت جس کو غسل کی نیت کہتے ہیں' پڑھتے ہوئے یا پانی پر دم کر کے سر اور مونڈھوں پر تین تین لوٹے پانی ڈال لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بغیر اس خاص صورت کے غسل نہیں ہوتا یہاں تک کہ بعض عورتیں جن کو غسل کی نیت نہیں آتی وہ دوسروں سے پانی پر دم کرا کے اس پانی کو بطریق بالا استعمال کرتی ہیں یہ فضول اور بے اصل بات[۱] ہے۔ غسل میں بڑی چیز فرض امور کا پورا کرنا ہے (یعنی کلی کرنا' ناک میں پانی لینا اور تمام جسم پر پانی بہانا)۔ اگر ان میں فرق آئے اور بال برابر بھی جسم خشک رہ جائے تو پھر ہرگز غسل نہ اترے گا۔ ہزار دفعہ نیت پڑھی جائے اور کئی تین تین لوٹے پانی بہالے' کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ناپاک کا ناپاک رہ جائے گا۔

۲۵۔ موجبات غسل: وہ امور جن کی وجہ سے غسل فرض ہوتا ہے۔ یہ ہیں: (۱) شہوت سے منی نکلنا (۲) احتلام ہونا (۳) وطی کرنا (۴) حیض کا موقوف ہونا۔ (۵) نفاس کا موقوف ہونا

---

(۱) کیونکہ اس میں زیادہ سے زیادہ ایک چیز یعنی نیت ہے لیکن وہ غسل میں مستحب ہے' جس کے ترک سے کچھ نقصان نہیں۔ غسل برابر ہو جاتا ہے۔

(تنبیہ) ان میں سے ہر امر کی توضیح اور تفصیلی مسائل درج ذیل ہیں۔

توضیح امر اول (شہوت سے منی نکلنا): (۱) یہ صورت خاص ہے۔ حالت بیداری کے ساتھ یعنی جاگتے میں منی[1] اپنی جگہ سے بشہوت جدا ہو کر جسم سے باہر[2] نکلے (خواہ عورت کو چھونے یا دیکھنے سے ہو یا محض تصور و خیال سے یا ہاتھ کے عمل مثلاً جلق وغیرہ سے) اگرچہ منی جسم سے باہر نکلتے وقت شہوت[3] نہ ہو۔ (۲) اگر بشہوت منی نکلنے پر، قبل پیشاب کرنے یا سونے یا چلنے[4] کے غسل کرے اور نماز پڑھے پھر غسل کے بعد بقیہ منی بغیر شہوت کے نکلے تو پھر دوبارہ غسل کرنا فرض ہے۔ مگر نماز کو نہ لوٹائے۔ (۲) اگر منی اپنی جگہ سے بشہوت جدا نہ ہو بلکہ بوجھ اٹھانے یا بلندی سے گر پڑنے یا کسی اور صدمہ سے نکل آئے تو غسل فرض نہ ہوگا۔ (۴) اگر کسی کو منی جاری رہنے کا مرض ہو تو اس پر غسل فرض نہیں۔ (۵) مذی[5] یا ودی[6] کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

توضیح امر دوم (احتلام): (۱) احتلام نام ہے حالت خواب میں انزال ہونے کا خواہ جماعی کیفیت محسوس ہو یا نہ ہو۔ (۲) اگر کوئی مرد یا عورت سو اٹھنے کے بعد اپنے جسم یا کپڑے پر تری پائے اور اس کو یقین ہو کہ یہ منی ہے (خواہ احتلام یاد ہو یا نہ ہو) یا یقین ہو کہ یہ مذی ہے اور احتلام یاد ہو، یا شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی، لیکن احتلام یاد ہو، ان تینوں صورتوں میں غسل کرنا فرض ہے اور اگر یقین ہو کہ یہ منی نہیں بلکہ مذی یا ودی ہے اور احتلام یاد نہ ہو، یا شک ہو کہ یہ منی ہے یا مذی یا ودی اور احتلام یاد نہ ہو لیکن سونے سے قبل عضوِ مخصوص کو استادگی رہی ہو تو ان دونوں صورتوں میں غسل فرض نہیں۔ (۳) اگر احتلام یاد ہو (یہاں تک کہ انزال کی لذت بھی) لیکن اس کا کوئی اثر جسم یا کپڑے پر نہ ہو تو غسل فرض نہیں (اس حکم میں عورت بھی داخل ہے)۔

---

(۱) مرد کی منی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے، عورت کی زرد اور پتلی۔ (۲) اگر باہر نہ نکلے تو پھر غسل فرض نہ ہوگا۔ (۳) مثلاً کسی نے اپنے عضو کو زور سے پکڑ لیا کہ منی باہر نہ نکل سکے پھر جب شہوت جاتی رہی تو چھوڑ دیا اور اب منی بغیر شہوت کے باہر نکلی۔ (۴) جس کی مقدار چالیس قدم یا زیادہ ہو (تنبیہ) اگر پیشاب کرنے یا سونے یا چالیس قدم چلنے کے بعد غسل کرے اور اس غسل کے بعد بغیر شہوت کے منی نکلے تو اس صورت میں دوبارہ غسل فرض نہ ہوگا۔ (۵) مذی وہ سفید اور پتلا پانی جو نفسانی خواہش اور خاص جنبش کے وقت نکلتا ہے۔ (۶) ودی وہ گاڑھا پانی جو اکثر پیشاب کے بعد نکلتا ہے۔

توضیح امر سوم (وطی): (۱) کسی مرد کے عضو کا سرا(۱) جس کو عربی میں حشفة کہتے ہیں) کسی عورت کے قُبل (خاص حصہ) میں یا کسی مرد یا عورت کے دُبُر (مقام پاخانہ) میں داخل ہو وطی ہے۔ (۲) وطی سے فاعل اور مفعول دونوں پر غسل فرض ہوتا ہے (خواہ کسی کو منی نکلے یا نہ نکلے) بشرطیکہ فاعل اور مفعول دونوں بالغ ہوں(۲) ورنہ جو بالغ ہو اسی پر غسل فرض ہوگا (لیکن نابالغ کو بھی غسل کا حکم دیا جائیگا تاکہ طہارت کی عادت پیدا ہو)۔ (۳) اگر کوئی شخص کسی چوپایہ یا مردہ انسان سے یا ایسی چھوٹی لڑکی سے (جو لائق شہوت نہ ہو) وطی کرے تو جب تک انزال(۳) نہ ہو غسل فرض نہ ہوگا۔ (۴) اگر کسی مرد کا حشفہ کٹ گیا ہو تو اس کے باقی جسم سے اسی مقدار کا اعتبار کیا جائیگا۔ (تنبیہ) ان امور (یعنی شہوت سے منی نکلنا، احتلام، وطی) سے جس شخص پر غسل فرض ہو اس کو جنبی اور ان اسباب کو جنابت کہتے ہیں۔

توضیح امر چہارم (حیض): (۱) حیض وہ خون ہے جو بالغہ عورت کے رحم سے (ہر مہینے) آتا ہے۔ (۲) حیض کی مدت کم سے کم تین دن رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات ہے۔ اگر اس مدت سے کم یا زیادہ کسی کو خون آئے تو وہ حیض نہیں بلکہ بیماری ہے جس کو استحاضہ کہتے ہیں(۴)۔ (۳) حیض کی مدت میں سوا خالص سپیدی کے اور جس رنگ کا خون آئے وہ حیض ہی سمجھا جائیگا۔ (۴) حیض آنے کی ابتدائی عمر کم سے کم نو سال اور انتہائی پچپن سال ہے۔ پس اگر نو سال سے کم یا پچپن سال سے زیادہ عمر والی کو خون آئے تو وہ حیض نہیں، استحاضہ(۵) ہے۔ البتہ آخر الذکر عورت

---

(۱) سرا کے بیان کرنے سے مقصود مقدار کا اظہار ہے یعنی بقدر حشفہ بھی داخل ہو جائے تو غسل فرض ہو جائیگا اگر مقدار سرا سے کم داخل ہوگا تو غسل فرض نہ ہوگا۔ (۲) اگر عورت کنواری ہو تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اس کی بکارت دور ہو جائے ورنہ اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔ (۳) گویا اس صورت میں غسل کا سبب انزال ہوگا نہ کہ دخول (تنبیہ) یہ حکم غسل کیلئے ہے۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان افعال کا مرتکب مستحق سزا بھی نہیں کیونکہ چوپایہ یا مردہ سے جماع کرنا یا پاخانہ کی راہ میں سے جھک مارنا جس کو لواطت کہتے ہیں، یہ سب افعال بد قابل لعنت گناہ کبیرہ میں داخل اور حرام ہیں۔ ان سے ہر مسلمان کو دور رہنا لازم ہے۔ (۴) استحاضہ میں خون رحم سے نہیں آتا بلکہ کوئی رگ پھٹ جاتی ہے اس سے آتا ہے۔ (۵) اسی طرح حاملہ عورت کو جو خون آئے وہ استحاضہ ہے۔

کو اگر خالص سرخ یا جیسے پہلے آتا تھا اسی رنگ کا خون آئے تو وہ حیض ہوگا۔(۵) دو حیضوں کے درمیان پاک رہنے کی مدت (جس کو طہر کہتے ہیں) کم سے کم پندرہ روز ہے۔ زیادہ کی کوئی حد نہیں[۱]۔ اگر پندرہ روز سے قبل دوسرا خون ظاہر ہو تو وہ استحاضہ ہے ۔(۶) اگر مدت حیض کے اندر طہر معلوم ہو تو وہ بھی حیض میں داخل ہے (اسکو طہر متخلّل کہتے ہیں)۔(۷) جس عورت کو حیض کی عادت مقرر ہو اس کو عادت سے زیادہ خون آئے لیکن دس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ حیض ہی سمجھا جائے گا البتہ دس دن سے زیادہ[۲] ہو تو عادت سے زیادہ دنوں کا شمار استحاضہ میں ہوگا اور جس کی عادت مقرر نہ ہو اس کے دس دن حیض اور دس سے زیادہ دن[۳] استحاضہ میں شمار پائیں گے۔

توضیح امر پنجم (نفاس): (۱) نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کے رحم سے آتا ہے (۲) نفاس کا حکم اس وقت کے خون سے دیا جائیگا جبکہ نصف سے زیادہ بچہ باہر نکل آنے کے بعد نکلے' اس سے پہلے جو خون نکلے وہ نفاس نہیں (بلکہ استحاضہ ہے)۔(۳) نفاس کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن رات ہے اور کم کی کوئی حد نہیں (ممکن ہے کہ کسی کو بالکل نفاس نہ آئے)۔(۴) نفاس کی مدت میں سوا خالص سپیدی کے جس رنگ کا خون آئے وہ نفاس سمجھا جائیگا۔(۵) نفاس اور حیض کے درمیان پاک رہنے کی مدت کم سے کم پندرہ روز ہے (۶) جس عورت کی عادت مقرر ہو' اس کو اگر عادت سے زیادہ خون آئے لیکن چالیس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ سب نفاس ہی سمجھا جائیگا' البتہ چالیس دن سے زیادہ ہو تو استحاضہ کہلائے گا۔(۷) اگر حمل گر جائے اور اس کا کوئی عضو بن چکا ہو تو نفاس ہے۔(ورنہ نہیں)۔

۲۶۔حدث اکبر کے احکام: (۱) جن چیزوں سے غسل فرض ہوتا ہے' ان کے پیدا ہونے سے جو شرعی حالت انسان کے جسم پر طاری ہوتی ہے وہ حدث اکبر ہے۔(۲) حدث اکبر کی حالت میں نماز پڑھنا' سجدہ کرنا' کعبہ مکرمہ کا طواف کرنا' قرآن شریف کا چھونا[۴]' قرآن شریف کا

---

(۱) ممکن ہے کہ کسی کو تمام عمر حیض نہ آئے۔(۲) مثلاً کسی کے پانچ دن عادت کے ہوں اور اس کو گیارہ دن خون آئے تو پانچ دن حیض کے باقی چھ دن استحاضہ کے متصور ہوں گے۔(۳) عادت مقرر ہونے تک یہ حکم ہے۔(۴) اگر جزدان میں ہو تو چھونا جائز ہے۔

بقصد تلاوت پڑھنا[۱] (اگرچہ ایک آیت سے کم ہو) کسی آیت کا لکھنا، ایسی انگوٹھی وغیرہ کا چھونا یا پہننا جس میں آیت لکھی ہو، مسجد میں داخل ہونا وغیرہ یہ سب امور حرام ہیں ۔(۳) حیض ونفاس کی حالت میں عورت کو روزہ رکھنا حرام ہے(۴) حیض ونفاس کی حالت میں نماز بالکل معاف ہے۔(یعنی حیض ونفاس موقوف ہونے کے بعد عورت پر اس کی قضاء نہیں)البتہ روزوں کی قضاء لازم ہے ۔(۵) جو عورت معلّمہ ہو وہ حیض کی حالت میں کامل ایک آیت کی تلاوت کیئے بغیر صرف ایک ایک لفظ کر کے تعلیم دے سکتی ہے ۔(۶) حیض کی حالت میں جماع کرنا حرام[۲] اور ناف سے زانو تک عورت کے جسم کا دیکھنا یا اس سے بغیر کسی حائل کے اپنے جسم کو ملانا مکروہ تحریمی ہے ۔(البتہ اس کے سوا باقی سب بدن سے مساس اور نفع لینا درست ہے)۔(۷) حائضہ عورت کے ساتھ مل کر سوجانا[۳] یا اس کے مستعملہ پانی اور اشیاء کا استعمال کرنا یا اس سے کھانا پکوانا وغیرہ درست ہے۔(۸) اگر کوئی عورت اپنے ایام کو بھول جائے یعنی کسی زمانے کے متعلق شک ہو کہ یہ زمانہ حیض کا ہے یا طہر کا یا حیض سے خارج ہونے کا، تو اس صورت میں وہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھا کرے ۔(۹) جس عورت کا حیض دس دن رات آکر بند ہو گیا ہو، اس سے قبل غسل بھی جماع جائز ہے ۔(البتہ بغیر غسل کے جماع نہ کرنا مستحب ہے)۔ اور جس کا حیض دس دن رات سے کم مگر عادت کے موافق آکر بند ہوا ہو تو جب تک غسل نہ کرے یا ایک نماز کا وقت نہ گزر جائے جماع جائز نہیں (البتہ غسل کے بعد جائز ہے یا ایک نماز کا وقت گزر جانے پر بغیر غسل بھی[۴]) اور اگر عادت سے بھی کم آکر بند ہوا ہو تو تاوقتیکہ عادت کے دن پورے نہ ہولیں جماع جائز نہیں (اگرچہ عورت غسل بھی کر لے)۔(۱۰) استحاضہ سے غسل فرض نہیں ہوتا اور اس حالت میں نماز، روزہ وغیرہ سب درست ہے البتہ ہر نماز کیلئے تازہ وضو کر لینا چاہیئے۔ (۱۱) حالت استحاضہ میں جماع جائز ہے۔

(۱) دیکھ کر خواہ زبانی۔(۲) ایسی حالت میں جماع کو جائز جاننا بعض علماء کے نزدیک کفر ہے اور حرام سمجھ کر کرنا بالاتفاق سخت گناہ ہے۔(۳) علحدہ سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے کیونکہ یہ فعل ہنود اور یہود کے مشابہ ہے۔(۴) جائز ہے مگر خلاف مستحب۔

(تنبیہ) جس پر غسل واجب ہو اس کو چاہئے کہ نہانے میں تاخیر نہ کرے[۱]۔ اگر اتنی تاخیر کی کہ نماز کا آخیر وقت آ گیا تو اب فوراً نہانا فرض ہے۔ یہ جو بعض عورتیں حیض ونفاس موقوف ہونے کے بعد بھی دیر لگاتی ہیں خصوصاً نفاس والی عورتیں چلہ کا انتظار کرتی یعنی پورے چالیس دن تک بغیر غسل کے رہتی اور اپنے آپ کو ناقابل نماز تصور کرتی ہیں، سخت نادانی اور غلطی ہے۔ جس وقت حیض ونفاس ختم ہو جائے اسی وقت غسل کرے اور نماز شروع کر دے۔

پانی کے مسائل

۲۷۔ پانی کے اقسام:۔ پانی دو قسم کا ہے: (۱) مطلق (۲) مقید

پھر مطلق کی دو قسمیں ہیں: (۱) جاری (۲) راکد۔

راکد کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) کثیر (۲) قلیل۔

ان سب کی تعریفات اور احکام سلسلہ وار درج ذیل ہیں:

۲۸۔ آب مطلق: (۱) آب مطلق وہ پانی ہے جس کو عام بول چال میں پانی کہیں اور جو پانی کے لفظ سے فوراً ذہن میں آ جائے جیسے مینہ کا پانی، دریا، ندی، نہر، تالاب، حوض، چشمے، کنویں کا پانی، پگھلے برف، اولے اور شبنم کا پانی۔ (۲) آب مطلق پاک اور اس سے وضو وغسل بھی درست ہے اور ناپاک چیزیں بھی اس سے پاک ہو جاتی ہیں۔ (۳) آب مطلق زیادہ ٹھہرے یا بند رہنے یا کسی برتن میں رکھے رہنے سے یا (اس میں) درختوں کے پھل، پتے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ اگرچہ اس کی تینوں وصف (رنگ، بو، مزہ) بدل جائیں۔ ہاں جب اس کا پتلا پن دور ہو جائے اور پانی کا نام پانی نہ رہے تو اس سے وضو وغسل درست نہیں۔ (۴) اگر آب مطلق میں کوئی پاک شئے مل جائے مثلاً مٹی، چونہ، شکر، زعفران، دودھ وغیرہ یا کوئی ایسی چیز ملائیں یا ملا کے پکائیں، جس سے مقصود میل صاف کرنا ہو جیسے صابون یا بیری کے پتے وغیرہ جس کی وجہ سے رنگ،

(۱) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس گھر میں جنبی ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

بو، مزہ بدل جائے، لیکن پانی کی طبیعت نہ بدلے یعنی پتلا پن اور نام باقی رہے تو اس سے وضو غسل درست ہے۔ اور اگر پانی گاڑھا ہو جائے جیسے ستو ملا ہوا یا بول چال میں اسے پانی نہ کہیں بلکہ کوئی اور نام ہو جائے جیسے شربت یا پانی میں کوئی چیز ملا کر پکائیں جس سے مقصود میل صاف کرنا نہ ہو مثلاً چائے، شوربا[1] وغیرہ یا زعفران کا اتنا رنگ آئے کہ کپڑے رنگنے کے قابل ہو یا دودھ کا رنگ یا بو پانی پر غالب آجائے تو ایسی صورتوں میں وضو غسل درست نہیں۔

۲۹۔ آب جاری: (۱) آب جاری وہ پانی ہے جو گھانس کے تنکہ کو بہالے جائے یا جس کو لوگ بہتا ہوا کہیں۔ (۲) آب جاری نجاست کے گرنے یا کسی جانور کے گر کر مر جانے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا کوئی وصف (رنگ یا بو یا مزہ) بدل نہ جائے۔ اگر ایک وصف بھی بدل جائے تو ناپاک ہو جائے گا اور پھر اس وقت پاک ہوگا جب اس کے اوصاف درست[2] ہو جائیں۔ (۳) اگر کسی چھوٹی نہر میں کوئی مردہ جانور پڑا ہو لیکن پانی کا نصف یا نصف سے زائد حصہ اس پر ہوتا ہوا نہ گزرتا ہو اور نہ پانی کا کوئی وصف اس کی وجہ سے بدلا ہو تو پانی پاک[3] ہے۔ ورنہ وضو غسل اس سے درست[4] نہیں۔ (۴) چھت کے پرنالہ پر سے جو مینھ کا پانی گرے وہ آب[5] جاری کے حکم میں داخل اور پاک ہے، اگرچہ چھت پر جا بجا نجاست پڑی ہو[6] البتہ (نجاست) پرنالہ کے منہ پر نہ ہو اگر ہو تو نصف یا نصف سے زیادہ پانی اس سے ملکر نہ آتا ہو۔ نیز نجاست کی وجہ سے پانی کا کوئی وصف نہ بدلا ہو[7]۔ (۵) کسی نہر کے کنارے چند آدمیوں کا برابر متصل بیٹھ کر وضو کرنا درست ہے۔ (اگرچہ نہر چھوٹی سی ہو)۔ (۶) جس نہر میں پانی بہت کم ہو اور آہستہ بہتا ہو،

---

(۱) البتہ ان چیزوں سے ناپاک چیزیں کپڑے (وغیرہ) پاک ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان میں نجاست دور کرنے کی صلاحیت ہو۔ (۲) خواہ نجاست تہہ نشین ہو کر اوصاف درست ہوں یا پاک پانی اتنا ملے کے نجاست کو بہا دے۔ (۳) وہ پانی جو نیچے کی طرف بہتا ہے۔ (۴) اگرچہ کوئی وصف نہ بدلا ہو (۵) جب تک کہ مینہ برس رہا ہو (۶) اسی طرح نجس چھت کے ٹپکہ سے (جب تک مینہ برس رہا ہو) کپڑا ناپاک نہیں ہوتا بشرطیکہ نجاست کے اثر سے پانی کا کوئی وصف نہ بدلا ہو۔ (۷) اسی طرح نالیوں سے مینہ کا بہتا ہوا پانی پاک ہے جب تک کہ نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو۔

اس سے وضو اس طرح کرے کہ مستعمل پانی دوسرے پانی میں ملنے نہ پائے۔ مثلاً پانی اٹھانے میں اتنی تاخیر کرے کہ مستعمل پانی بہہ جائے۔ (مستعمل پانی کے احکام آگے بیان ہوں گے)۔

۳۰۔آبِ راکدِ : آب راکد وہ پانی ہے جو ایک جگہ ٹھہرا ہوا ہو (بہتا نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) کثیر ۔(۲) قلیل۔

۳۱۔آب کثیر : آب کثیر وہ پانی ہے جس کی ایک طرف حرکت دینے پر دوسری طرف اس کا اثر نہ ہو[۱] (یعنی وضو وغسل کے وقت اس کی دوسری جانب متحرک نہ ہو) اس کی عام فہم مقدار (جو علماء متاخرین نے قرار دی ہے) یہ ہے کہ جو پانی دہ در دہ یعنی دس گز[۲] طول دس گز عرض مربع[۳] ہو وہ آب کثیر ہے۔(۲) آب کثیر میں گہرائی صرف اس قدر معتبر ہے کہ دونوں ہاتھ ملا کر پانی لینے سے زمین نہ کھل جائے اور پانی میں گدلا پن نہ آئے۔(۳) آب کثیر' آب جاری کے حکم میں ہے۔ یعنی نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ نجاست کی وجہ سے پانی کا کوئی وصف نہ بدل جائے (اگر ایک وصف بھی بدل جائے تو ناپاک ہو[۴] جائیگا)۔(۴) اگر آب کثیر میں کوئی ایسی نجاست گرے جو نظر نہ آتی ہو مثلاً شراب یا پیشاب وغیرہ تو اس کے ہر جانب وضو وغسل درست ہے۔اور جو نظر آتی ہو جیسے پاخانہ' مردہ جانور وغیرہ تو اس کی دوسری جانب یا مقام[۵] نجاست سے (بقدر چار گز کے) ہٹ کر وضو وغسل کرنا چاہئے (۵) اگر کوئی حوض یا چشمہ ایسا ہو جس کا پانی اوپر سے دہ در دہ اور نیچے دہ در دہ سے کم ہو اس سے باوجود نجاست گرنے کے وضو وغسل درست ہے تاوقتیکہ پانی اس حد کو نہ پہنچے جو وہ در دہ سے کم ہے اور جب اس حد کو پہنچ جائے تو پھر درست نہ ہوگا اور جو حوض یا چشمہ اوپر دہ در دہ سے کم اور نیچے سے دہ در دہ ہو اور اس میں نجاست گر جائے تو اس سے وضو اور غسل درست نہیں جب تک کہ اوپر کا پانی ختم ہو کر دہ در دہ کی حد کو نہ[۶] پہنچے۔(۶) اگر کسی

---

(۱) یا جس کی ایک طرف کی نجاست کا اثر دوسری طرف نہ پہنچے۔(۲) گز سات مٹھی کا ہوتا ہے (۳) یعنی چوکور چالیس گز ہو اور مدور یعنی گول ہو تو چھتیس گز ہو (تنبیہ) یہ مقدار بلحاظ پانی کے عرض وطول کے ہونی چاہئے' گہرائی خواہ کتنی ہی ہو اس کا اعتبار نہیں (۴) اور پھر اس وقت پاک ہوگا جبکہ اس کا متغیرہ وصف دور ہو جائے (۵) مقام نجاست بالاجماع ناپاک ہے۔(۶) اور جب پہنچ جائے تو وضو وغسل درست ہوگا۔

ناپاک حوض میں پانی داخل ہوا اور اس کی وجہ سے حوض بہنے لگے تو ایسی حالت میں اس کا پانی پاک ہو جائیگا۔(۷) اگر کسی حوض یا تالاب میں کائی جمی ہو اور ایسی ہو کہ پانی حرکت دینے سے متحرک ہو، تو اس سے وضو غسل درست ہے ورنہ درست نہیں (۸) اگر کسی حوض میں بد بو ہو مگر نجاست معلوم نہ ہو۔ یا کسی حوض میں صرف نجاست کے گرنے کا احتمال ہو پورا یقین نہ ہو اس سے وضو غسل درست ہے۔

۳۲۔آبِ قلیل: (۱) آب قلیل وہ پانی ہے جو کثیر نہ ہو، یعنی دہ دردہ سے کم ہو[۱]۔(۲) آب قلیل تھوڑی سے نجاست (مثلاً ایک قطرہ شراب یا پیشاب یا خون یا ذرا سا پاخانہ) سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگرچہ نجاست کے اثر سے پانی کا کوئی وصف بھی نہ بدلے۔(۳) خون جاری جن جانوروں میں ہوتا ہے ان کا بدن مر جانے کے بعد ناپاک ہو جاتا ہے پس ایسے جانور قلیل پانی میں گر کر مر جائیں تو پانی ناپاک ہو جائیگا۔ ہاں وہ جانور جن میں خون جاری نہ ہو گر کر مر جائیں، خواہ مر کر گریں تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ اسی طرح آبی جانور[۲] کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ (۴) جنگل میں جا بجا بارش کا پانی جو جمع ہو جاتا ہے اگر وہ قلیل ہے اور بظاہر اس میں نجاست نہیں معلوم ہوتی تو پاک ہے (محض نجس ہونے کے وہم پر ناپاک نہ سمجھا جائے گا)(تنبیہ) کنویں کا پانی اگر قلیل ہے، لیکن برخلاف اور قلیل پانی کے یہ ناپاک ہونے کے بعد پاک ہو جاتا ہے اس لئے اس کے احکام علحدہ بیان کئے جائیں گے۔

۳۳۔آبِ مقید:۔(۱) آب مقید وہ پانی ہے جس کو عام بول چال میں پانی نہیں کہتے۔ جیسے گلاب، کیوڑہ، سرکہ یا پانی کے ساتھ اور کوئی خصوصیت لگاتے ہیں جیسے تربوز کا پانی، ناریل کا پانی (۲) آبِ مقید سے وضو غسل درست نہیں البتہ ناپاک چیزیں اس سے پاک ہو سکتی ہیں۔

۳۴۔آبِ مستعمل: (۱) آب مستعمل وہ پانی ہے جس سے حدث دور کیا جائے یا ثواب حاصل کرنے کیلئے صرف کیا جائے۔[۳] بشرطیکہ وہ پانی جسم سے ٹپک چکا ہو اور جسم پر بظاہر کوئی نجاست نہ

---

(۱) یا جس کی ایک طرف کی نجاست کا اثر دوسری طرف پہنچے۔(۲) وہ جانور جن کی پیدائش یعنی توالد و تناسل (جننا، بچے نکالنا) اور رہنا بسنا پانی میں ہو۔(۳) مثلاً وضو یا غسل کیا جائے یا کھانا کھانے کیلئے یا کھانا کھا کر ہاتھ دھویا جائے۔(تنبیہ) اور جس پانی سے باوضو شخص بلا نیت وضو ہاتھ پیر ٹھنڈا کرنے یا گرد و غبار دھونے یا دوسرے شخص کو وضو سکھانے کیلئے وضو کرے وہ مستعمل نہ ہوگا۔

لگی ہو)۔(۲) آب مستعمل خود پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں، پس اس سے وضو و غسل درست نہیں، البتہ نجاست حقیقی دور کر سکتے ہیں۔(۳) آب مستعمل کا پینا یا کھانے کی چیزوں میں استعمال کرنا مکروہ ہے۔(تنبیہ) وضو یا غسل کرتے وقت اس امر کی احتیاط رکھنی چاہئے کہ مستعمل پانی (جو اعضائے وضو یا غسل سے گرتا ہے) باقی پانی میں (جس سے وضو یا غسل کرنا ہے) گرنے نہ پائے۔(کیونکہ مستعمل پانی کے متعلق علماء کا اختلاف[۱] ہے)۔

کنویں کے احکام

۳۵۔عام حکم: (۱) کنویں[۲] کا پانی پاک ہے جب تک کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہ گرے جس کے گرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے (۲) وہ چیزیں جن سے کنویں کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے دو قسم کی ہیں۔ایک وہ جن کے گرنے سے کل پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔دوسری وہ جن سے کل پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

۳۶: وہ چیزیں جن کے گرنے سے کنویں کا کُل پانی ناپاک ہو جاتا ہے:

(۱) نجاست خواہ تھوڑی ہو یا بہت خفیفہ ہو[۳] یا غلیظہ (مثلاً ایک قطرہ شراب کا یا پیشاب کا یا خون کا یا ذرا سا پاخانہ یا اور کوئی نجاست و ناپاک شئے گر جائے)۔(۲) بڑے جسم والے جاندار (مثلاً بکری[۴]، آدمی وغیرہ) کنویں میں گر کر مر جائیں، اگرچہ ان میں سے کوئی بھی پھولا پھٹا نہ ہو۔(۳) جن جانوروں کے اندر خون جاری ہو خواہ چھوٹے ہوں مثل چڑیا، چوہے وغیرہ کے، یا متوسط جیسے

(۱) پس اس سے بچنے کیلئے احتیاط ضروری ہے۔(۲) کنویں سے مراد وہ راکد و قلیل پانی ہے، جو دہ در دہ نہ ہو اور جو کنواں دہ در دہ ہو وہ آب کثیر کے حکم میں ہے۔(۳) خفیفہ اور غلیظہ کی تعریف آگے نجاستوں کے بیان میں آئے گی۔ (۴)۔(تنبیہ اول) کنویں میں گرنے والے جانوروں کی شریعت میں تین قسمیں ہیں۔بکری، بلی، چوہا۔جو جانور بکری کے برابر یا بکری سے بڑے ہیں وہ بکری کے حکم میں ہیں۔اسی طرح جو جانور بلی کے برابر یا بلی سے بڑے لیکن بکری سے چھوٹے ہیں وہ بلی کے حکم میں ہیں اور جو جانور چوہے کے برابر یا چوہے سے بڑے لیکن بلی سے چھوٹے ہیں وہ چوہے کے حکم میں ہیں۔(تنبیہ دوم) تین چوہے ایک بلی کا اور دو بلیاں یا چھ چوہے ایک بکری کا حکم رکھتے ہیں۔

مرغی وغیرہ، لیکن آبی[1] نہ ہوں، وہ کنویں میں گر کر پھولیں[2] یا پھٹ جائیں یا پھولے پھٹے ہوئے گر جائیں۔(۴) مردہ کافر گر جائے (خواہ غسل سے قبل گرے یا بعد)۔(۵) مردہ مسلمان جبکہ غسل[3] سے قبل گر جائے (۶) سور[4] کا مجرد گرنا (خواہ مرے نہ مرے)۔(۷) اس جانور کا گر کر زندہ برآمد ہونا جس کا جھوٹا ناپاک یا مشکوک ہے۔ بشرطیکہ اس کا منہ گرنے کے وقت پانی میں ڈوبا ہو۔(۸) اس کنویں کے پانی کا گرنا جس کا کل پانی ناپاک ہوگیا ہو (مثلاً ناپاک کنویں کی ڈول رسی پاک کنویں میں ڈالے اور اس کی وجہ سے ناپاک پانی کا ایک قطرہ بھی پاک کنویں میں گر جائے تو پاک کنویں کا کل پانی ناپاک ہوجائیگا۔

۳۷۔ وہ چیزیں جن کے گر جانے سے کنویں کا کُل پانی ناپاک نہیں ہوتا اور ان کا حکم:

(۱) چوہا یا چڑیا (یا ان کے برابر یا ان سے بڑا، مگر بلی سے چھوٹا کوئی جانور) کنویں میں گر کر مرجائے یا مر کر گرے لیکن پھولے پھٹے نہیں تو کل پانی ناپاک نہ ہوگا اور اس صورت میں بیس سے تیس ڈول تک پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہوجائے گا[5]۔(بیس ڈول نکالنا واجب اور تیس نکالنا مستحب ہے)۔(۲) بلی یا کبوتر (یا ان کے برابر یا ان سے بڑا مگر بکری سے چھوٹا کوئی جانور) کنویں میں گر کر مرے، یا مرا ہوا گرے، لیکن پھولے پھٹے نہیں تو کل پانی ناپاک نہ ہوگا اور اس صورت میں چالیس سے ساٹھ ڈول تک پانی نکالنے سے کنواں پاک ہوجائیگا[6]۔(چالیس ڈول نکالنا واجب اور ساٹھ نکالنا مستحب ہے)(۳) اگر مذکورہ نمبر (۱یا۲) کا پانی کسی پاک کنویں میں گر جائے تو اس کا پانی بھی اسی قدر نکالنا واجب ہے۔ جتنا نمبر (۱یا۲) کا نکالا جاتا ہے۔(تنبیہ) کنویں کے یہ احکام صرف کنویں سے مختص رہیں گے اور دیگر قلیل[7] پانی اس سے ملحق نہیں ہوسکتے۔ پس اگر کسی مٹکے وغیرہ کا پانی ناپاک ہوگیا ہو تو فوراً تمام تر پھینک دیا جائیگا۔

(۱) مثلاً مچھلی، مینڈک وغیرہ۔(۲) پھولنے اور پھٹنے میں بالوں کا جھڑنا بھی داخل ہے۔(۳) اگر غسل کے بعد گرے تو پانی ناپاک نہ ہوگا، یہ محض اسلام کی برکت ہے۔(۴) سور کا بدن مثل پاخانہ، پیشاب کے نجس العین ہے پس اس کا ایک بال بھی کنویں میں گر جائے تو کل پانی ناپاک ہوجائے گا۔(۵) اور یہی حکم ہے دو چوہوں کا (۶) اور یہی حکم ہے ایک بلی اور ایک چوہا مل کر گرنے کا۔(۷) مینہ کے پانی کے چھوٹے چھوٹے گڑھے بھی اسی میں داخل ہیں۔

۳۸۔ کنواں پاک کرنے کا طریقہ: (۱) جس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے پہلے اس کو نکال کر اس کے بعد حکم شرعی کے موافق کنویں کا پانی نکالنا چاہئے۔ جب تک وہ چیز نہ نکالی جائے گی کنواں پاک نہ ہوگا۔ اگرچہ پانی کتنا ہی کیوں نہ نکالا جائے، ہاں اگر وہ چیز ایسی ہو کہ نکالے نہ نکل سکے مثلاً ناپاک لکڑی یا کپڑے کا ٹکڑا تو اس وقت پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے[1] گا۔ (۲) جن صورتوں میں تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان میں کنویں کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کل پانی نکال ڈالا جائے یہاں تک کے پھر آدھا ڈول نہ بھر سکے اس کے بعد کنواں پاک ہوجائیگا۔ (۳) جس کنویں کا تمام پانی نہ[2] نکل سکے اس سے دو سو سے تین سو ڈول تک نکال دیئے[3] جائیں۔ (دو سو نکالنا واجب اور تین سو نکالنا مستحب ہے)۔ (۴) جن صورتوں میں کل پانی ناپاک نہیں ہوتا ان میں بہ[4] ترتیب بیس سے تیس اور چالیس سے ساٹھ ڈول نکال دینے سے کنواں پاک ہوجائیگا۔ (۵) اگر کسی کنویں میں پانی قدر واجب سے کم ہو (مثلاً چالیس ڈول نکالنا واجب ہے لیکن پانی بیس ہی ڈول ہو) تو اسی قدر نکال دینے سے کنواں پاک ہو[5] جائیگا (۶) ناپاک کنواں اگر بالکل خشک ہو جائے تب بھی پاک ہو جائیگا[6] بشرطیکہ اس وقت نجاست کا اثر نہ ہو۔

---

(۱) اور کنویں کے ساتھ وہ چیز بھی پاک ہو جائے گی کیونکہ اس کی نجاست ذاتی نہ تھی البتہ جو چیز خود ذات سے ناپاک ہو جیسے مردہ جانور کا گوشت تو اس صورت میں کنویں کو اتنی مدت تک چھوڑ دینا چاہئے کہ وہ چیز گل سڑ کر مٹی ہو جائے جس کی مقدار شرع میں چھ مہینے ہے۔ اس کے بعد بقدر واجب پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہوجائیگا۔ (۲) بوجہ اس کے کہ کنواں چشمہ دار ہو جس کا پانی کتنا ہی نکالا جائے مگر کم نہیں ہوتا۔ (۳) یہ حکم آسانی کے لحاظ سے ہے ورنہ اس وقت جس قدر پانی کنویں میں موجود ہو وہ نکال دیں۔ موجودہ پانی کا اندازہ ایسے دو پرہیزگار مسلمانوں سے کرائیں جن کو پانی پہچاننے میں مہارت ہو۔ وہ جتنے ڈول بتائیں اتنے نکال دیں یا کنویں میں رسی ڈال کر ناپ لیں اور پھر حساب سے اتنا پانی نکال دیں مثلاً رسی ڈالکر دیکھا تو دس ہاتھ پانی ہے۔ سو ڈول نکالنے کے بعد پھر رسی ڈال کر دیکھا تو ایک ہاتھ پانی کم ہوگیا تو اب نو سو ڈول اور نکال دیئے جائیں جہاں یہ باتیں نہ ہوسکیں تو وہی دو سو سے تین سو ڈول نکال دیں، کنواں پاک ہو جائے۔ (۴) وہ ترتیب جو فقرہ ۳۷ میں درج ہے۔ (۵) اس کے بعد پھر پانی آئے تو تکملہ ڈول نکالنے کی ضرورت نہیں (۶) یعنی خشک ہونے کے بعد پھر پانی نکلے تو پاک ہے۔

۳۹۔ڈول کی مقدار: (۱) ہر کنویں کیلئے اسی کنویں کا ڈول معتبر ہے یعنی جس ڈول سے اس کنویں کا پانی بھرا جاتا ہو۔(۲) اگر کوئی خاص ڈول نہ ہو تو پھر وہ ڈول معتبر ہے جس میں ایک صاع[1] پانی آجائے۔(۳) ڈول کا بھرپور نکلنا ضروری نہیں۔اگر نصف سے زائد بھی بھرا نکلے تو پورا ڈول شمار کیا جائیگا۔(۴) اگر کوئی اتنی بڑی چیز ہو جس میں بیس ڈول پانی سماتا ہو تو اس سے صرف ایک مرتبہ پانی نکال دینا کافی ہے۔

۴۰۔ناپاک کنویں کی ناپاکی کا شمار: (۱) جو کنواں کسی ناپاک چیز یا جانور کے گرنے سے ناپاک ہوا ہے اس کو گرنے کے وقت سے اور اگر گرنے کا وقت معلوم نہ ہو اور جانور پھولا پھٹا نہ ہو تو ایک رات ایک دن پہلے سے اور اگر پھولا پھٹا ہو تو تین رات تین دن پہلے سے ناپاک کہیں گے۔اور پہلی صورت میں ایک رات دن کی اور دوسری صورت میں تین رات دن کی نمازیں پھیری جائیں گی جبکہ اس پانی سے وضو یا غسل کر کے پڑھی گئی ہوں نیز جن چیزوں کو پانی لگا ہو ان کو پھر دھو لینا ہوگا۔

۴۱۔جن چیزوں سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا: (۱) آبی جانور[2] (مچھلی مینڈک وغیرہ) یا وہ جانور جن میں خون جاری نہ ہو (مثلاً مکھی، مچھر، بچھو وغیرہ) کنویں میں گر کر مر جائیں یا مر کر گریں ان سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔اگر چہ پھول یا پھٹ[3] جائیں۔(۲) اونٹ یا بکری کی ایک[4] دو مینگنیاں[5] یا (مرغی اور بط کے سوا اور) پرندوں مثلاً کوے، چیل[6]، چمگادڑ وغیرہ کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک نہ ہوگا۔(۳) سور[7] کے سواء کل جانوروں کی خشک ہڈی یا ناخن یا بال گرنے سے

۔(۱) صاع سوا دو سیر نو تولہ سات ماشہ کا ہوتا ہے۔(۲) آبی جانور وہ ہیں جن کی پیدائش اور رہنے کی جگہ دونوں پانی ہو۔ پس وہ جانور جو رہتے تو پانی میں ہیں، لیکن پیدائش پانی میں نہیں ہوتی، جیسے مرغابی، بط وغیرہ یا جنگلی مینڈک جس میں خون جاری ہوتا ہے، آبی نہیں۔ان سے کنواں ناپاک ہو جائیگا۔(تنبیہ) جنگلی مینڈک وہ ہے جس کی انگلیوں کے درمیان جھلی یعنی پردہ نہیں ہوتا ہے۔اس کا حکم جبکہ وہ کنویں میں گر جائے مثل چوہے کے ہے۔(۳) لیکن اس پانی کا پینا مکروہ ہے۔ (۴) یعنی قلیل، اور قلیل وہ جو دیکھنے میں تھوڑی معلوم ہوں یا جن کو لوگ تھوڑی کہیں۔(۵) مینگنیاں اگر چہ ناپاک ہیں لیکن ضرورت کی وجہ سے ان کے قلیل کو جبکہ کنویں میں گر جائیں معاف رکھا گیا ہے۔(۶) کیونکہ کوے، چیل سے بچاؤ مشکل ہے۔(۷) سور نجس العین ہے اس کی ہر چیز نجس و ناپاک ہے۔(تنبیہ) صحیح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں جب تک اس کا منہ پانی میں نہ ڈوبے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

(اگر چہ وہ مردار ہوں) کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ مردار کی ہڈی پر گوشت یا چکنائی نہ[1] ہو۔ (۴) اگر کنویں کے قریب کوئی نالہ یا گڑھا ایسا ہو جس میں ناپاک پانی جمع رہتا ہو' لیکن اس کا اثر کنویں کے پانی میں معلوم نہ ہو تو کنواں ناپاک نہ ہوگا[2]۔ (۵) آدمی کا گوشت یا کھال ناخن سے کم کنویں میں گر جائے تو ناپاک نہ ہوگا (۶) مسلمان کی لاش غسل کے بعد' اسی طرح وہ بچہ جو پیدا ہونے کے بعد رویا[3] اور مر گیا ہو غسل کے بعد' کنویں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہ[4] ہوگا۔ (۷) اگر آدمی کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے یا ڈول وغیرہ نکالنے کیلئے غوطہ لگائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ بشرطیکہ اس کے کپڑے یا جسم[5] پر نجاست نہ ہو۔ (۸) اگر (سور کے سوا) کوئی بھی جانور کنویں میں گر جائے اور پھر زندہ نکل آئے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ اسکے جسم پر نجاست نہ ہو اور اس کا منہ پانی میں نہ ڈوبا ہو۔ (اگر منہ پانی میں ڈوبا ہو تو پھر اس کے جھوٹے کا حکم جاری ہوگا یعنی اگر جھوٹا پاک ہے تو پانی بھی پاک اور اگر جھوٹا ناپاک یا مشکوک و مکروہ ہے تو پانی بھی ناپاک یا مشکوک و مکروہ)۔

پَس خُوردہ (جھوٹے) کے احکام

۴۲۔ جن کا جھوٹا پاک ہے: (۱) آدمی کا جھوٹا پاک ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر[6] مرد ہو یا عورت[7] جنبی ہو یا حائضہ (بشرطیکہ کوئی ناپاک چیز شراب' سور وغیرہ کھائے پیئے ہوئے نہ ہو)۔

(۲) گھوڑے' حلال جانور (چوپایہ ہو یا پرند) آبی جانور اور وہ جانور جن میں خون جاری نہ ہو (حلال ہوں یا حرام) ان سب کا جھوٹا پاک ہے[8]' البتہ کوچہ گرد مرغی اور گائے نجس خوار کا جھوٹا مکروہ ہے۔

---

(۱) ورنہ ناپاک ہو جائیگا۔ (۲) اور اگر اثر معلوم ہو تو ناپاک ہو جائیگا' اس میں فاصلہ کا اعتبار نہیں بلکہ اثر کا لحاظ ہے (۳) اور اگر بغیر روئے مرا اور کنویں میں گرا ہو (اگر چہ کئی بار غسل دینے کے بعد گرا ہو) کنواں ناپاک ہو جائیگا۔ (۴) بشرطیکہ پھولے پھٹے نہ ہو نیز اس پر نجاست نہ ہو (۵) مثلاً استنجا بھی پانی سے کئے ہوئے ہوں۔ (۶) کافر کی نجاست اعتقادی اور باطنی ہے نہ کہ ظاہری۔ اگر ظاہری ہوتی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو مسجد شریف میں شب باش نہ ہونے دیتے (یہ ضرورت کے وقت کا مسئلہ ہے نہ کہ بے ضرورت بھی' اس لئے کہ جھوٹے میں اثر ضرور ہے)۔ (۷) عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کو اور اس کا برعکس مکروہ ہے بوجہ ناپاکی نہیں بلکہ بخیال لذت گیری۔ (۸) بشرطیکہ ان کے منہ نجاست آلودہ نہ ہوں۔

۴۳۔جن کا جھوٹا مکروہ ہے: جو حرام جانور گھر میں رہتے ہیں جیسے بلی، چوہا، چھپکلی وغیرہ اور حرام پرند مثلاً کوا، چیل، باز وغیرہ اسی طرح وہ حلال جانور جو چھوٹے پھرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کھا پی لیتے ہیں جیسے مرغی اور گائے نجس خوار، ان سب کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے (ہاں اگر بلی چوہے کو کھا کر فوراً کسی چیز میں منہ ڈالے تو وہ ناپاک ہے)۔[۱]

۴۴۔جن کا جھوٹا مشکوک ہے: خچر جس کی پیدائش مادہ خر سے ہو، اس کا اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے۔(تنبیہ) جس خچر کی پیدائش مادہ اسپ سے ہو اس کا جھوٹا مشکوک نہیں۔

۴۵۔جن کا جھوٹا ناپاک ہے: (۱) سور، کتا، ہاتھی وغیرہ کل حرام چوپایہ جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے۔(۲) جس جاندار کا جھوٹا پاک ہے وہ اگر ناپاک چیز کھا کر کسی چیز میں منہ ڈالے تو وہ چیز ناپاک ہو جائے گی ہاں اگر کچھ دیر کے بعد جس میں دو ایک دفعہ لعاب نکلنے سے منہ صاف ہو جائے، منہ ڈالے تو ناپاک نہ ہوگی۔

۴۶۔پسینہ اور لعاب کا حکم: (۱) آدمی کا پسینہ پاک ہے (۲) ہر جانور کا پسینہ اور لعاب اس جھوٹے کے حکم میں ہے، اگر جھوٹا پاک ہے تو یہ بھی پاک اور اگر جھوٹا ناپاک یا مشکوک ومکروہ ہے تو یہ بھی ناپاک یا مشکوک ومکروہ (۳) ہاتھی کی سونڈ سے جو لعاب گرتا ہے وہ ناپاک ہے۔

تیمّم کے مسائل

۴۷۔تیمّم کی تعریف: (اصطلاح شرع میں) پاک کرنے والی مٹی یا جنس مٹی پر بشرط نیت ہاتھ مار کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنے کا نام تیمّم ہے۔

۴۸۔تیمّم کے احکام: (۱) تیمّم وضو اور غسل کا قائم مقام ہے، یعنی بے وضو، جنب پاک شدہ حائضہ ونفساء کو اگر پانی پر قدرت نہ ہو (حقیقتاً[۲] خواہ حکماً[۳]) تو وضو اور غسل کے بجائے تیمّم کرنا جائز

(۱) بشرطیکہ ان کے منہ بھی نجاست آلودہ نہ ہوں۔(۲) حقیقتاً یہ کہ پانی درحقیقت موجود نہ ہو۔(۳) حکماً یہ کہ پانی ہو مگر بیماری وغیرہ کے باعث استعمال نہ کر سکے۔

ہے۔(۲) جن امور میں طہارت شرط نہیں (مثلاً بے وضو کا زبانی قرآن مجید پڑھنا، زیارت قبور، دفن میت وغیرہ) ان کے لئے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے بھی تیمّم جائز ہے۔(۳) جن امور کے لئے وضو کرنا فرض [1] ہے ان کے لئے وضو کا تیمّم بھی فرض ہے۔اور جن کے لئے وضو واجب یا سنت و مستحب ہے ان کے لئے وضو کا تیمّم بھی واجب یا سنت و مستحب۔یہی حال غسل کے تیمّم کا ہے، غسل کے قیاس [2] پر۔(۴) ایک تیمّم سے کئی وقت کی نمازیں اور فرض و نفل وغیرہ سب ادا ہوسکتی ہیں (۵) تیمّم وقت نماز سے قبل جائز ہے اور وقت کے جانے سے [3] باطل نہیں ہوتا۔(۶) تیمّم کیا ہوا شخص وضو کیئے ہوئے آدمی کی امامت کرسکتا ہے۔

۴۹۔تیمّم کے صحیح ہونے کی شرطیں : تیمّم کی چھ شرطیں ہیں:

(۱) نیت۔(۲) مسح کرنا۔(۳) تین یا زیادہ انگلیوں سے مسح کرنا۔(۴) مٹی یا جنس مٹی کا ہونا۔(۵) مٹی یا جنس مٹی کا مطہر (پاک کرنے والی) ہونا۔(۶) پانی پر قدرت نہ ہونا۔اس کے علاوہ (۷) حالت اسلام کا ہونا اور (۸) اعضاء تیمّم پر مانع مسح [4] کا نہ ہونا اور عورتوں کیلئے حیض ونفاس کا موقوف ہونا بھی شرط ہے۔(تنبیہ) اگر ان میں سے ایک شرط بھی فوت ہوجائے تو تیمّم نہ ہوگا۔

۵۰۔نیت کے احکام : (توضیح شرط اول): تیمّم میں نیت شرط اور مطلق تیمّم کے لئے حصول ثواب کی نیت کافی ہے لیکن نماز اسی تیمّم سے جائز ہوگی جس میں کسی ایسی عبادت مقصودہ کی نیت کی جائے جو بغیر طہارت کے صحیح نہیں۔(تنبیہ) طہارت کی، رفع حدث کی، رفع جنابت کی اور نماز کے مباح ہونے کی نیت قائم مقام عبادت مقصودہ کی نیت کے ہے۔(۲) نفل نماز یا مطلق نماز کی نیت سے تیمّم کیا جا کر فرض نماز اور دوسری عبادتیں ادا کی جاسکتی ہیں۔(۳) جو امور عبادت مقصودہ نہیں (جیسے مسجد میں داخل ہونا، قرآن مجید کا چھونا، اذان واقامت وغیرہ) یا جن میں طہارت شرط نہیں (مثلاً بے وضو کا قرآن مجید پڑھنا، زیارت قبور، دفن میت وغیرہ) اگر ان کیلئے تیمّم کیا جائے تو اس سے نماز جائز نہیں۔(۴) اگر جنبی قرآن مجید پڑھنے کیلئے تیمّم کرے تو

(۱) دیکھو فقرہ ۶ وضو کے صفات۔(۲) دیکھو فقرہ ۱۸ غسل کے صفات (۳) بشرطیکہ معذور نہ ہو کیونکہ معذور کا تیمّم وضو کی طرح وقت کے جانے سے باطل ہوجائیگا۔(۴) مثلاً چربی، موم، تنگ انگوٹھی وغیرہ۔

اس سے نماز جائز ہے۔(۵) سجدہ تلاوت کے تیمّم سے بھی نماز جائز ہے۔(۶) سجدہ شکر کی نیت سے یا دوسرے شخص کو تیمّم کا طریقہ بتانے کے لئے جو تیمّم کیا جائے اس سے نماز نہ ہوگی۔(۷) نماز جنازہ یا عیدین کے لئے اگر تیمّم اس خوف سے کیا جائے کہ وضو میں مشغول ہونے سے یہ نمازیں فوت ہو جائیں گی تو اس تیمّم سے اس خاص نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں اور اگر پانی نہ ملنے یا بیماری کے باعث کیا ہو تو اور نمازیں بھی جائز ہیں۔(۸) جنبی کا وضو کی نیت سے تیمّم کرنا جائز ہے۔(یعنی وضو کی نیت سے جنابت سے بھی پاک ہو جائے گا)۔(۹) اگر بیمار کو دوسرا شخص تیمّم کرائے تو نیت بیمار کو کرنی چاہئے۔(۱۰) اگر کوئی کافر اسلام لانے کیلئے تیمّم کرے' اس تیمّم سے اسلام لانے کے بعد نماز پڑھنا جائز نہیں (کیونکہ تیمّم[۱] میں نیت شرط ہے' اور کافر نیت کرنے کا اہل نہیں)۔

۵۱۔مسح کے احکام : (توضیح شرط دوم وسوم)(۱) تیمّم میں مسح کرنا شرط ہے ۔(۲) مسح پورے منہ[۲] اور دونوں ہاتھوں کا (کہنیوں سمیت) کرنا چاہئے۔اس طرح کہ کوئی مقام مسح سے باقی نہ رہے۔(یہاں تک کہ آنکھ اور بھوؤں کے نیز دونوں نتھنوں کے درمیانی حصوں پر اور اگر مونچھ کے بال بڑھ[۳] جانے سے ہونٹ چھپ گیا ہو تو بالوں کو اٹھا کر ہونٹ پر' اسی طرح ہاتھوں میں کنگن یا چوڑیاں ہوں تو ان کو ہٹا کر نیچے کے حصہ پر' غرض منہ اور دونوں ہاتھوں کی پوری سطح پر ہاتھ پھر جائیں) ورنہ تیمّم نہ ہوگا۔(۳) اگر اعضائے تیمّم پر کوئی مانع مسح چیز ہو مثلاً چربی موم' یا انگلی میں تنگ انگوٹھی تو اس کا دور کرنا اور انگلیوں کے درمیان غبار نہ پہنچا[۴] ہو تو انگلیوں میں خلال کرنا فرض ہے(۴) مسح تین یا زیادہ انگلیوں سے کرنا چاہئے۔تین سے کم انگلیوں سے جائز نہیں۔

۵۲۔جن چیزوں سے تیمّم جائز ہے: (توضیح شرط چہارم وپنجم) :(۱) مٹی یا جو چیزیں مٹی کی جنس سے ہوں ان سے تیمّم جائز ہے اگرچہ ان پر غبار نہ ہو (اور جو چیزیں مٹی یا جنس مٹی سے نہ

(۱) بخلاف وضو کے کہ اس میں نیت شرط نہیں' پس حالت کفر کے وضو سے نماز جائز ہے۔(۲) منہ کی حد وضو کے بیان میں درج ہے۔دیکھو فقرہ ۹۔(۳) اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مونچھ کے بالوں کا بڑھانا جائز ہے۔نہیں بلکہ شریعت مطہرہ نے ان کے کتر ڈالنے کا حکم دیا ہے۔(۴) بوجہ اس کے کہ کسی ایسی چیز پر ہاتھ مارا ہو جس پر غبار نہ ہو جیسے پتھر وغیرہ۔

ہوں ان سے جائز نہیں)۔(تنبیہ) مٹی کی جنس میں وہ چیزیں ہیں جو آگ میں جلانے سے نرم نہ ہوں اور نہ جل کر راکھ ہو جائیں جیسے ریگ اور پتھر کے اقسام عقیق، فیروز، مرمر، ہڑتال، گندھک، سرمہ، گیرو، سیندھا نمک وغیرہ اور جو چیزیں جلانے سے نرم ہوں یا جل کر راکھ ہو جائیں[۱] جیسے سونا، چاندی، تانبا، پیتل، لوہا، لکڑی، کپڑا، غلہ وغیرہ وہ مٹی کی جنس سے نہیں۔(۲) جو چیزیں مٹی کی جنس سے نہیں اگر ان پر غبار ہو تو پھر تیمّم جائز ہے[۲]۔(۳) گچ، پختہ اینٹ، چونہ، گیلی مٹی[۳] اور مٹی کے برتن ان سب پر تیمّم جائز ہے بشرطیکہ برتن پر کسی ایسی چیز کا رنگ یا روغن نہ ہو جو جنس زمین سے نہیں (۴) اگر مٹی میں کوئی ایسی چیز مل جائے جو مٹی کی جنس سے نہیں تو غالب کا اعتبار ہوگا ۔(۵) محض غبار سے تیمّم جائز ہے[۴]۔(۶) ایک جگہ یا ایک مٹی سے کئی آدمی یا ایک ہی آدمی کئی مرتبہ تیمّم کر سکتا ہے۔(۷) مٹی یا جنس مٹی کا پاک اور پاک کرنے والی ہونا ضروری ہے۔(پس زمین اگر نجس ہو کر خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر بھی جاتا رہے تو اس پر نماز درست ہے مگر تیمّم جائز[۵] نہیں)۔

۵۳۔تیمّم جائز ہونے کی صورتیں: (توضیح شرط ششم): پانی پر قدرت نہ ہونے یا تیمّم کے جائز ہونے کی صورتیں حسب ذیل ہیں:۔(۱) پانی موجود نہ ہو اور ایک[۶] میل تک نہ ملے[۷] (اس قدر جو وضو یا غسل کے لئے کافی ہو)۔(۲) پانی موجود ہو مگر اس کے استعمال سے بیماری بڑھ جانے یا صحت میں دیر ہونے کا خوف[۸] ہو۔اسی طرح جبکہ سردی کی اس قدر شدت ہو کہ جنبی کو غسل کرنے میں کسی عضو کے ضائع ہو جانے یا کسی مرض کے پیدا ہونے کا خوف[۹] ہو اور گرم پانی نہ مل سکتا ہو۔

(۱) راکھ سے تیمّم جائز نہیں لیکن چونہ اس حکم سے خارج ہے کیونکہ باوجود پتھر کی راکھ ہونے کے چونہ سے تیمّم جائز ہے۔(۲) بشرطیکہ غبار کسی نجس کپڑے پر نہ ہو یا نجس کپڑا خشک ہونے کے بعد جما ہو ورنہ جائز نہیں۔(۳) بشرطیکہ مٹی غالب ہو لیکن گیلی مٹی سے بغیر ناگزیر حالت کے تیمّم نہ کرے کیونکہ بدشکل ہو جانے کا احتمال ہے۔اگر ایسی ہی صورت ہو تو مناسب یہ ہیکہ اس کو کسی کپڑے پر لگا کر خشک کر کے اس پر تیمّم کر لے۔(۴) اگر دیوار گرانے میں یا اور کسی طرح جسم پر غبار پہنچ جائے اور تیمّم کی نیت سے منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لے تو درست ہے۔(۵) ہاں اگر تین بار پانی پڑ کر ہر بار خشک ہو جائے تو پھر تیمّم جائز ہے۔(۶) ایک میل 1.609 کیلو میٹر کا ہوتا ہے۔(۷) خواہ سفر میں یا گاوں سے باہر۔(۸) خواہ تجربے کے لحاظ سے یا کسی مسلمان عقلمند طبیب کے کہنے سے جس کا فسق ظاہر نہ ہو۔(۹) یہ حکم جنبی ہی کیلئے ہے، بے وضو کو سردی کے خوف سے تیمّم جائز نہیں۔

(۳) پانی تک جانے میں کسی دشمن یا درندہ وغیرہ کا خوف ہو[۱]۔(۴) پانی ہو لیکن پینے[۲] کے لئے ہو اور خوف ہو کہ اگر اس سے وضو یا غسل کیا جائے تو آپ یا ہمراہی یا سواری کا جانور[۳] پیاسا رہ جائے (۵) کنواں ہو مگر ڈول رسی (یا اور کوئی چیز[۴] پانی نکالنے کے قابل) موجود نہ ہو(۶) پانی قیمت پر ملتا ہو اور قیمت گراں یعنی دو چند ہو یا موجود نہ ہو۔(۷) وضو یا غسل کرنے میں کسی ایسی نماز کے فوت[۵] ہو جانے کا خوف ہو جس کی قضا یا بدل نہیں جیسے عیدین کی نماز (یا جنازہ کی نماز بشرطیکہ مصلی میت کا ولی نہ ہو) (تنبیہ) (۱) اگر پانی قریب ملنے کا گمان ہو تو تلاش[۶] کرنا' یا کسی کے پاس موجود ہو اور ملنے کی توقع ہو' تو طلب کرنا فرض ہے۔ بغیر تلاش یا طلب کئے تیمّم جائز نہیں۔(۲) اگر کسی کے چیچک نکلی ہو یا بے وضو کے اکثر اعضاء وضو میں یا جنب کے اکثر حصہ جسم میں زخم ہوں تو تیمّم جائز ہے۔(۳) اگر پانی وضو کے موافق ہو لیکن کپڑے یا جسم پر نجاست حقیقی (بقدر مانع نماز) لگی ہو تو اس پانی سے پہلے نجاست دور کرے پھر وضو کے بجائے تیمّم کر لے۔(۴) اگر پانی مشکوک ہو (جیسے گدھے کا جھوٹا) تو پہلے اس سے وضو یا غسل کر لے' پھر تیمّم کرے۔(۵) اگر مسافر کے اسباب و سامان میں پانی ہو اور وہ بھول جائے اور تیمّم کر کے نماز پڑھ لے تو درست ہے (یعنی نماز پڑھ لینے کے بعد یاد آئے تو اعادہ کی ضرورت نہیں) ۔(۶) جس نماز کی قضاء یا بدل موجود ہو جیسے پنجوقتہ یا جمعہ ان کے فوت ہونے کے خوف سے تیمّم جائز نہیں۔

۵۴۔ تیمّم کے ارکان: تیمّم کے دو ارکان ہیں۔(۱) دو ضرب (یعنی پہلی دفعہ مٹی پر ہاتھ مار کر

---

(۱)۔ مثلاً پانی کی جگہ موذی جانور ہو یا راستہ میں چور ہوں' اسی طرح مفلس مقروض کو قرض خواہ کے تقاضہ کا یا عورت کو مرد فاسق سے بے حرمتی کا خوف ہو' لیکن وہ خوف جس کی وجہ سے تیمّم کیا گیا ہے اگر بندوں کی طرف سے ہو (جیسے کوئی کہے اگر وضو کرے گا تو مار ڈالوں گا) تو اس کے دور ہونے کے بعد' جس قدر نمازیں اس تیمّم سے پڑھی ہوں وہ پھر دوبارہ پڑھی جائیں۔(۲) یا آٹا گوندھنے کیلئے ہو' لیکن شوربے کیلئے ہو تو جائز نہیں۔(۳) یا کتا جس کے پالنے کی شرعاً اجازت ہے۔(۴) مثلاً رومال یا شملہ وغیرہ کہ جس کو کنویں میں ڈال کر تر کر لیں اور اس سے پانی نچوڑ کر وضو کر سکیں۔(۵) فوت ہو جانے کے یہ معنی ہیں کہ کل نماز فوت ہو جائے۔ اگر عید کی بعض نماز یا جنازہ کی بعض تکبیرات میں شریک ہونے کی امید ہو تو تیمم جائز نہیں۔(۶) تلاش کرنے سے یہ مطلب ہے کہ تین سو سے چار سو گز تک خود جانا یا کسی کو روانہ کرنا۔

منہ پر مسح کرنا پھر دوسری دفعہ ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت مسح کرنا)۔(۲) استیعاب (یعنی پورے منہ اور دونوں ہاتھوں پر اس طرح مسح کرنا کہ کوئی جگہ بال برابر بھی مسح سے باقی نہ رہے)۔(تنبیہ) انگلیوں کے خلال کے لئے پھر مٹی پر ہاتھ مارنے کی ضرورت نہیں۔

۵۵۔تیمّم کی سنّتیں: تیمّم میں آٹھ سنّتیں ہیں: (۱) بسم اللہ کہنا۔(۲) دونوں ہتھیلیوں کو اندر کی طرف سے مٹی پر مارنا (۳) ہتھیلیوں کو مٹی پر رکھ کر آگے کھینچنا (۴) ہتھیلیوں کا پیچھے ہٹانا (۵) ہاتھوں سے مٹی کا جھاڑ ڈالنا (۶) مٹی پر ہاتھ رکھنے کے وقت انگلیوں کا کشادہ رکھنا (۷) ترتیب (یعنی اول منہ کا مسح کرنا پھر داہنے ہاتھ کا پھر بائیں ہاتھ کا)۔(۸) پے در پے بلا توقف مسح کرنا۔

۵۶۔تیمّم کا طریقہ: تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر اور نیت کر کے دونوں ہاتھوں کو ہتھیلیوں کی جانب سے انگلیاں کشادہ کر کے (پاک کرنے والی) مٹی پر مارے اور آگے کھینچے پھر پیچھے ہٹائے پھر اٹھا کر ان کی مٹی جھاڑ[1] ڈالے پھر ان کو پورے منہ پر اس طرح ملے کہ کوئی جگہ ہاتھ پہنچنے سے رہ نہ جائے (اگر ڈاڑھی ہو تو اس کا خلال بھی کرے) پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے اور بائیں ہاتھ کی چار انگلیاں داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنیوں تک کھینچ لے جائے (اور کہنی کا بھی مسح کرے) پھر بائیں ہتھیلی کو وہاں سے (داہنے ہاتھ کی کہنی سے) اندرونی جانب پہنچے تک کھینچ لائے اور بائیں انگوٹھے کو (اندر کی طرف سے) داہنے انگوٹھے کی پشت پر پھیر دے۔اسی طرح بائیں ہاتھ کا مسح کرے اور (بغیر زمین پر ہاتھ مارے) انگلیوں کا خلال کر لے۔(تنبیہ) وضو اور غسل دونوں کے تیمّم کا یہی ایک طریقہ ہے۔

۵۷۔جن چیزوں سے تیمّم ٹوٹ جاتا ہے: (۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے وضو کا تیمّم بھی ٹوٹتا ہے اور جن سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے غسل کا تیمّم ٹوٹ جاتا ہے۔ (۲) جس عذر کی وجہ سے تیمّم کیا گیا تھا اس کا زائل ہو جانا (مثلاً پانی کا ملنا[2] یا پانی کے استعمال پر قادر

---

(۱) اس طرح کہ ایک ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت کو دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت پر دو تین بار مارے جس سے مٹی جھڑ جائے۔(۲) اگر پانی نماز شروع کرنے کے بعد ملے تو تیمّم اور نماز دونوں باطل ہیں اور اگر ختم نماز کے بعد ملے تو نماز درست ہے (اعادہ کی ضرورت نہیں)۔

ہونا) بھی تیمّم کوتوڑ دیتا ہے[۱]۔(۳) اگر وضواور غسل دونوں کیلئے ایک ہی تیمّم کیا ہو پھر وضوکو توڑنے والی کوئی چیز پائی گئی یا اتنا پانی ملا کہ صرف وضو ہو سکے۔یا بیمار تھااور اب اس قدر صحت حاصل ہوئی کہ وضو مضر نہ ہوگا تو ان تمام صورتوں میں تیمّم صرف وضو کے حق میں جاتا رہے گا اور غسل کے حق میں باقی رہے گا۔تاوقتیکہ غسل کی واجب کرنے والی کوئی چیز نہ پائی جائے۔ (انتباہ) اسلام نے اجازت دی ہیکہ جب تک پانی پر قدرت نہ ہو برابر تیمّم کرتا رہے چاہے جتنے دن گزر جائیں۔ یہ خیال دل میں نہ لائے کہ تیمّم سے اچھی طرح پاکی نہیں ہوتی۔ یہ وسوسہ شیطانی ہے کیونکہ جس طرح آدمی وضو وغسل سے پاک وصاف ہوکر نماز وغیرہ ادا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔اسی طرح تیمّم سے بھی ہوتا ہے۔یہ خدائے پاک کی مزید رحمت ہے جو اسی امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے کہ ہم خاکساروں کیلئے خاک کو مطہر قرار دیا۔ **وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔**

نجاست کے مسائل

۵۸۔نجاست کے اقسام : نجاست کی دوقسمیں ہیں۔

(۱) نجاست حکمی : یعنی انسان کی وہ حالت جس میں نماز پڑھنا اورقرآن مجید کا چھونا درست نہیں۔اس کوحدث بھی کہتے ہیں اورحدث کی دوقسمیں ہیں۔

حدث اکبر : وہ حالت جس میں بغیرغسل (یا تیمّم) کئے نماز پڑھنا اورقرآن مجید کا چھونا درست نہیں۔

حدث اصغر : وہ حالت جس میں بغیر وضو (یا تیمّم) کے نماز پڑھنا اورقرآن مجید کو چھونا درست نہیں۔

---

(۱) اگر چہ اس کے بعد ہی فوراً دوسرا عذر پیدا ہو جائے مثلاً کسی نے پانی نہ ملنے سے تیمّم کیا تھا جب پانی ملا تو بیمار ہوگیا۔پس تیمّم ٹوٹ گیا اب دوسرے عذر کیلئے دوسرا تیمّم کرلے۔

(۲) نجاستِ حقیقی: یعنی پلید و ناپاک چیز جیسے پاخانہ، پیشاب وغیرہ۔ پھر اسکی دو قسمیں ہیں:
نجاستِ غلیظہ: وہ جس کے ناپاک ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو[۱] (اور علماء کا کوئی اختلاف نہ ہو)۔
نجاست خفیفہ: وہ جس کے ناپاک ہونے میں شبہ ہو[۲] (اور علماء کا اختلاف بھی ہو)۔
۵۹۔ نجاستِ حکمی: (۱) نجاست حکمی کا دور کرنا فرض ہے (جو کسی حالت میں کسی عذر سے ساقط نہیں ہوتا)۔ (۲) نجاست حکمی صرف آب مطلق سے دور ہوتی ہے۔ آب مقید سے دور نہیں ہوتی۔ (تنبیہ) نجاست حکمی کے دور کرنے کے طریقے اس سے قبل مسائل وضو و غسل وتیمّم کے عنوان سے بیان کردیئے گئے ہیں۔
۶۰۔ نجاست حقیقی: نجاست حقیقی کا دور[۳] کرنا بھی فرض ہے لیکن اس وقت جب کہ بقدر مانع نماز[۴] ہو نیز اس کا دور کرنا بغیر کسی سخت قباحت کے ممکن[۵] ہو۔ (۲) نجاست حقیقی آب مطلق اور آب مقید دونوں سے دور ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اور مختلف طریقوں سے بھی دور ہوتی ہے (تنبیہ) نجاست حقیقی کے دور کرنے کے طریقے آگے بیان کئے جائیں گے۔ اب پہلے نجاست غلیظہ وخفیفہ کی تفصیل اوران کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔
۶۱۔ نجاستِ غلیظہ: حسب ذیل چیزیں نجاست غلیظہ ہیں: (۱) انسان کے جسم سے نکلی[۶] ہوئی ہروہ چیز جس کے نکلنے سے وضو یا غسل واجب ہوتا ہے جیسے پاخانہ، پیشاب[۷]، منی، مذی، ودی، خون حیض، خون نفاس، خون استحاضہ، منہ[۸] بھر قئے، بہتا خون، بہتا پیپ[۹]۔ (۲) حرام جانوروں کا پیشاب (۳) کل چوپایہ جانوروں کا پاخانہ (حلال ہوں یا حرام[۱۰])۔ (۴) نہ اڑنے والے حلال پرندوں (مرغی بط وغیرہ) کا پاخانہ۔ (۵) تمام جانوروں کی منی (۶) حرام جانوروں کا

(۱) یعنی جس میں دو نص متعارض نہ ہوں (۲) یعنی جس میں دو نص متعارض ہوں (۳) یعنی جسم اور کپڑے اور نماز کی جگہ سے دور کرنا (۴) اور اگر بقدر مانع نماز نہ ہو تو پھر دور کرنا فرض نہیں (درہم سے زائد نجاست مانع نماز ہے)۔ (۵) ورنہ فرض نہیں مثلاً کوئی شخص ایسی جگہ ہو کہ وہاں لوگوں کے سامنے برہنہ ہوئے بغیر نجاست دور نہ کرسکے تو برہنہ ہو کر نجاست کا دور کرنا فرض نہیں بلکہ نجاست ہی کے ساتھ نماز پڑھ لے کیونکہ لوگوں کے سامنے برہنہ ہونا فسق اور زیادہ تر قبیح ہے۔ (۶) بجز ریح کے کہ وہ نجس نہیں۔ (۷) اگر چہ شیر خوار بچہ کا ہو۔ (۸) اگر چہ شیر خوار بچہ کی ہو۔ (۹) اسی طرح گندہ پانی جو درد کے ساتھ آنکھ یا کان یا ناف یا پستان سے نکلے۔ (۱۰) جن میں بلی اور چوہا بھی داخل ہے۔

دودھ۔(۷) حرام پرندوں کے انڈے۔(۸) ہر جاندار کا بہتا خون[۱] اور پیپ۔(۹) شراب، سیندھی، تاڑی۔(۱۰) وہ پانی جس سے نجاست دھوئی جائے۔(۱۱) وہ پانی جس سے مردہ انسان نہلایا جائے۔(۱۲) وہ عرق جو نجس چیزوں سے کھینچا جائے۔(۱۳) سؤر[۲] (زندہ ہو یا مردہ)۔(۱۴) کل جاندار چیزیں[۳] جن میں بہتا خون ہو (خواہ بچہ ہو یا بڑا) مرنے کے بعد۔(۱۵) وہ عضو جو کسی ایسے جاندار سے کٹ کر جدا ہو جائے جس میں بہتا خون ہو۔(۱۶) وہ کیڑے جو نجاست (پاخانہ وغیرہ) سے پیدا ہوں۔(۱۷) جونک کا پاخانہ۔(۱۸) سانپ کا پاخانہ، پیشاب اور کھال۔(۱۹) حرام جانوروں کا، اسی طرح جو حلال جانور بغیر ذبح کئے مرجائیں، ان کا گوشت، چربی، کھال[۴]۔(البتہ کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے[۵])۔(۲۰) مردہ انسان کے منہ کا لعاب۔(۲۱) جن جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے ان کا پسینہ اور لعاب۔(۲۲) وہ رطوبت جو کسی خون والے جاندار کے جسم سے مرنے کے بعد نکلے۔

(تنبیہ) ہر جانور کا جگال اس کا پاخانہ کے حکم میں ہے اور پِتا پیشاب کے حکم میں ہے۔

۶۲۔نجاست غلیظہ کا حکم: (۱) نجاست غلیظہ اگر گاڑھی اور بستہ ہو، تو وزن میں درہم برابر (ساڑھے چار ماشہ) اور اگر پتلی ہو تو پیمائش میں درہم برابر (ہتھیلی کے گڑھے برابر) معاف ہے۔یعنی اس قدر نجاست اگر کسی کے کپڑے یا جسم پر لگی ہو اور وہ بغیر اس کے دور کئے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی اگرچہ مکروہ تحریمی[۶] ہے۔(۲) درہم سے زائد نجاست کا دور کرنا فرض[۷] ہے اور درہم برابر کا دور کرنا واجب[۸] ہے۔اور درہم سے کم دور کرنا سنت[۸] ہے۔(۳) اگر گاڑھی نجاست وزن میں درہم سے کم لگے لیکن پیمائش میں درہم سے بڑھ جائے تو اعتبار وزن کا ہی ہوگا[۹]۔

(۱) آبی جانور مچھلی وغیرہ کا خون نجس نہیں (تنبیہ) جانور کے ذبح کرنے کے بعد رگوں، پٹھوں میں یا گوشت اور ہڈی پر جو بہتا خون لگ جائے وہ نجس ہے بشرطیکہ جمنے کے بعد نہ لگا ہو نیز اسی عضو کا نہ ہو۔(۲) سور نجس العین ہے اور اس کی ہر چیز (بال، پٹھے، ہڈی، کھال وغیرہ) نجس و ناپاک ہے۔(۳) البتہ آبی جانور اور وہ مسلمان جو شہید ہوا، ناپاک نہیں۔(۴) اسی طرح خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا جس میں ہنوز اعضاء نہ بنے ہوں۔(۵) بجز سور کے کہ اس کی کھال دباغت سے بھی پاک نہیں ہوتی۔(۶) ورنہ نماز باطل ہے۔(۷) ورنہ نماز مکروہ تحریمی ہے۔(۸) ورنہ نماز مکروہ تنزیہی ہے۔(۹) کیونکہ گاڑھی نجاست میں پیمائش کا اعتبار نہیں۔

۶۳۔نجاست خفیفہ: حسب ذیل چیزیں نجاست خفیفہ ہیں:
(۱) حلال جانوروں کا پیشاب۔(۲) گھوڑے کا پیشاب۔(۳) حرام پرندوں کا پاخانہ۔

۶۴۔نجاست خفیفہ کا حکم: (۱) نجاست خفیفہ اگر کپڑے یا جسم پر بقدر چوتھائی حصہ لگ جائے تو معاف ہے۔(۲) چوتھائی پورے کپڑے یا جسم کو نہیں بلکہ اس حصے کی جس پر نجاست لگی ہو مثلاً آستین یا کلی کی۔ ہاتھ یا پاؤں کی۔(۳) چوتھائی سے زیادہ نجاست ہو تو دور کرنا فرض اور چوتھائی ہو تو دور کرنا واجب اور اگر چوتھائی سے کم ہو تو دور کرنا سنت ہے۔

(تنبیہ) (۱) نجاست غلیظہ وخفیفہ کے احکام (جو بیان کئے گئے) کپڑے اور جسم کے ساتھ خاص ہیں اگر اور کسی پتلی چیز (سرکہ وغیرہ) میں یا قلیل[۱] پانی میں ان نجاستوں کا ایک قطرہ یا ذرا سا حصہ بھی گر جائے تو ناپاک ہو[۲] جائیگا۔(۲) اگر کسی کپڑے یا جسم پر نجاست خفیفہ وغلیظہ دونوں لگ جائیں اور اپنی اپنی مقدار معافی سے کم ہوں تو خفیفہ غلیظہ کے تابع ہو جائے[۳] گی۔(۳) اگر کسی کپڑے پر نجاست (خفیفہ یا غلیظہ) اسی قدر لگے جس قدر معاف ہے لیکن پھیل کر بڑھ جائے جیسے ناپاک تیل تو پھر معاف نہیں[۴]۔

(انتباہ) ذیل میں چند صورتیں معافی کی بیان کی جاتی ہیں جو شریعت نے بندوں کو دی ہے:
(۱) کسی نجاست کے نہایت باریک چھینٹیں (سوئی کی نوک برابر) کپڑے یا جسم[۵] پر لگ جائیں تو معاف ہے۔(اگر چہ ان کا مجموعہ اس مقدار سے بڑھ جائے جو شرعاً معاف ہے)۔
(۲) راستوں کا کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے بشرطیکہ اس میں نجاست کا اثر معلوم نہ ہو۔
(۳) میت کو نہلانے والے پر اس کے پانی کے چھینٹیں پڑ جائیں تو معاف ہے۔(۴) دودھ دوہتے وقت ایک دو مینگنی دودھ میں گر جائے تو معاف ہے بشرطیکہ گرتے ہی نکال ڈالی جائے۔
(۵) چوہے کی مینگنی آٹے میں پس جائے لیکن اس کا اثر آٹے میں نہ معلوم ہو تو معاف ہے۔

---

(۱) جس میں کنواں بھی داخل ہے۔(۲) البتہ حرام پرندوں کے پاخانہ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔(۳) اور جبکہ دونوں مل کر درہم سے بڑھ جائیں تو نماز نہ ہوگی۔(۴) بلکہ دور کرنا فرض ہے۔(۵) اگر کپڑے یا جسم کے سوا پانی میں پڑیں جو کثیر وجاری نہ ہو تو پانی ناپاک ہو جائیگا۔

اسی طرح روٹی میں پک جائے اور گھلی نہ ہو ویسی ہی سخت ہو تو معاف ہے (۶) چوہے اور بلی کا پیشاب (پانی کے برتنوں کے سوا) معاف ہے۔ (۷) ناپاک چیز اگر دہ در دہ پانی میں گر جائے اور اس کے گرنے سے پانی کی چھینٹیں اڑ کر کپڑے یا جسم پر پڑیں تو معاف ہے بشرطیکہ نجاست کا اثر ان چھینٹوں میں نہ ہو۔ (۸) ناپاک زمین یا فرش اور کسی ناپاک چیز پر (جو خشک ہو) بھیگے بدن سے کوئی لیٹ جائے یا گیلا قدم رکھے یا تر کپڑا پھیلا دے یا کسی سے سو رہنے کی حالت میں پسینہ نکلے تو ان تمام صورتوں میں اگر نجاست کا اثر معلوم نہ ہو تو معاف ہے۔

۶۵۔ وہ چیزیں جو ناپاک نہیں ہیں: حسب ذیل چیزیں ناپاک نہیں ہیں:

(۱) شہید کا خون جب تک اس کے جسم پر ہو۔ (۲) آبی جانور (مچھلی وغیرہ) کا خون۔ (۳) ہر جاندار کا وہ خون یا پیپ جو جسم یا زخم سے نکلے مگر اپنے مقام سے نہ بہے۔ (۴) ذبح کئے ہوئے جانوروں کا وہ خون جو گوشت یا رگوں میں رہ جائے بشرطیکہ اسی عضو کا ہو[۱]۔ (۵) دل، جگر، تلی کا خون ذبح کے بعد۔ (۶) وہ جانور جن میں بہتا خون نہ ہو[۲] (حلال ہوں یا حرام، زندہ ہوں یا مردہ)۔ (۷) آبی[۳] جانور (زندہ ہوں یا مردہ) (۸) مذبوح جانور کی کھال[۴] (حلال ہو یا حرام) اگرچہ دباغت نہ دی گئی ہو (۹) مردہ جانور کی کھال دباغت کے بعد۔ (۱۰) (سور کے سوا) کل جانوروں کے بال[۵]، پر، پٹھے، ہڈی، کھر، سم، سینگ، ناخن، چونچ، دانت (خواہ مذبوح جانور کے ہوں یا مردہ کے) بشرطیکہ جسم کی رطوبت یا چکنائی ان پر نہ ہو۔ (۱۱) زندہ کتا اور ہاتھی[۶]۔ (۱۲) سانپ کی کیچلی۔ (۱۳) پاک چیزوں (پھل وغیرہ) کے اندر کے کیڑے۔ (۱۴) ریشم کے کیڑوں کا پانی اور ان کی آنکھ اور پیٹ۔ (۱۵) گندا انڈا (حلال پرندہ کا)۔ (۱۶) گدھی کا دودھ[۷]۔ (۱۷) سوتے آدمی کے رال (منہ کا پانی) خواہ منہ سے ہو یا معدہ سے۔ (۱۸) منہ بھر سے کم قئے۔ (۱۹) جن کا جھوٹا پاک ہے ان کا پسینہ۔ (۲۰) کھانے کی چیزیں (گوشت حلوا

---

(۱) اگر کسی دوسرے عضو کا یا بہتا خون لگ جائے تو ناپاک ہے۔ (۲) جیسے مکڑی، ٹڈی، بچھو، چھپکلی، جھینگر وغیرہ۔
(۳) اور ان کا خون گو وہ کتنا ہی زیادہ ہو۔ (۴) بجز سور کے (۵) اُسی طرح آدمی کے بال بشرطیکہ اکھڑے ہوئے نہ ہوں کترے یا منڈھے ہوئے ہوں۔ (۶) بقول صحیح نجس نہیں (۷) مگر اس کا استعمال درست نہیں۔

وغیرہ) اگر سڑ جائیں اور بو کرنے لگیں[۱] ۔(۲۱) وہ بخارات جو نجاستوں سے اٹھیں ۔ (۲۲) نجاست کا دھواں (جبکہ نجاست جلائی جانے سے پیدا ہو)۔(۲۳) وہ نجس چیزیں جن کی حقیقت بدل جائے[۲]۔ (۲۴) حلال پرندوں کا پاخانہ جو ہوا میں اڑتے ہوں[۳]۔ (۲۵) چمگاڈر کا پاخانہ اور پیشاب[۴]۔

٦٦ ۔نجاست دور کرنے کے طریقے : (تنبیہ) جو چیزیں بالذات نجس ہیں (جیسے پاخانہ، شراب وغیرہ) وہ کبھی پاک نہیں ہوسکتیں ۔ ہاں اگر ان کی حقیقت بدل جائے مثلاً پاخانہ مٹی ہوجائے ۔یا شراب سرکہ بن جائے تو اس وقت پاک ہوجائیں گی اور جو چیزیں بالذات نجس نہیں بلکہ عارضی طور پر کسی نجاست کے لگنے سے نجس ہوگئی ہیں وہ پاک کرنے سے پاک ہوسکتی ہیں اور ان کے پاک کرنے کے طریقے مختلف ہیں ۔ذیل میں ایک نقشہ دیا جاتا ہے جس سے نجاست پاک کرنے کے طریقے اور پاک ہونے والی چیزیں بہ آسانی معلوم ہوں گی ۔

(۱) لیکن ان کا کھانا درست نہیں ۔(۲) مثلاً شراب سرکہ بن جائے یا پاخانہ مٹی ہوجائے یا مردار نمک میں گر کر نمک ہوجائے ۔(۳) جیسے کبوتر، چڑیا وغیرہ (۴) خواہ کپڑے یا جسم یا پانی میں گرے ۔

پاک کرنے کا طریقہ	پاک ہونے والی چیزیں
(۱) غسل (دھونا) خواہ پاک پانی (یا مستعمل پانی) سے یا ہر ایسی چیز سے جو پاک اور بہنے والی ہو اور نجاست کو دور کر سکے جیسے گلاب ' سرکہ یا تربوز اور ناریل کا پانی یا درختوں کا نچوڑا ہوا پانی بخلاف دودھ' تیل وغیرہ کے کہ یہ بوجہ چکناہٹ نجاست کو دور نہیں کر سکتے۔	اس طریقے سے وہ چیزیں پاک ہوجاتی ہیں جن کی نجاست ذاتی نہیں بلکہ عارضی ہے۔ یعنی جو کسی دوسری نجاست کی وجہ سے ناپاک ہوگئی ہوں مثلاً کپڑا ' جسم وغیرہ (یہ طریقہ نظر نہ آنے والی نجاست میں تین مرتبہ عمل میں لانا چاہئے۔ اور نظر آنے والی میں اس قدر کہ وہ نجاست دور ہو جائے[1]۔
(۲) انقلاب واستحالہ (حقیقت کا بدل جانا) خواہ جلانے سے یا کسی دوا سے یا کسی اور ترکیب سے۔	اس طریقے سے تمام نجس چیزیں پاک ہوجاتی ہیں۔ خواہ ان کی نجاست ذاتی ہو یا عارضی۔
(۳) مسح (پونچھنا) تر کپڑے سے یا تر ہاتھ سے یا اور کسی تر چیز سے۔	اس سے وہ چیزیں پاک ہوتی ہیں جن میں مسام (پانی جذب ہونے کا مادہ) نہیں مثلاً آئینہ' تلوار' چھری' چاقو وغیرہ۔

(۱) اس کی تفصیل آئندہ کپڑے کی پاکی کے طریقے کے بیان میں آئے گی۔

(۴) **احراق** (آگ سے جلا دینا)	اس سے مٹی اور پتھر کی چیزیں اور دوسری قابل احتراق اور نیز وہ چیزیں بھی جن میں مسام نہیں، پاک ہوجاتی ہیں۔
(۵) **لحس**[۱] (چاٹنا) خواہ جانور چاٹے (جس کا جھوٹا پاک ہے جیسے گائے بکری) یا ناسمجھ بچہ خواہ بڑا۔	اس طریقے سے صرف عارضی نجاست والی چیزیں پاک ہوتی ہیں مثلاً عورت کی پستان (بچہ کی قئے سے) ناپاک ہوجائے، تو بچہ کی چاٹنے سے پاک ہوجائے گی۔[۲]
(۶) **فرک** (خشک منی کا مل ڈالنا) ہاتھ سے کھرچ کر یا مل کر یا اور کسی طرح سے	یہ طریقہ صرف اس کپڑے یا جسم کو پاک کرنے کا ہے جو منی لگنے کی وجہ سے ناپاک ہوگیا ہو۔ بشرطیکہ منی خشک ہوگئی ہو۔ (خواہ منی مرد کی ہو یا عورت کی)۔
(۷) **حت و دلک** (چھیلنا اور ملنا) خواہ چھیلنا، چاقو، چھری وغیرہ سے ہو یا ناخن یا کسی اور چیز سے اور ملنا زمین پر ڈالکر ہو یا خود اس پر مٹی ڈالکر۔	اس طریقے سے چمڑے یا چمڑے کی قسم سے بنی ہوئی چیزیں پاک ہوجاتی ہیں جیسے موزہ، جوتا، پوستین وغیرہ۔
(۸) **حفر و قلب**[۳] (کھودنا اور الٹ دینا)	

(۱) یہ طریقہ گویا طریقہ نمبر (۱) کی فرع ہے جو اسی کی ضمن کہی جاسکتی ہے۔ (۲) اس طریقہ کی ضروری تصریح آئندہ آرہی ہے۔ (۳) یہ طریقہ بھی گویا نمبر (۱) کی فرع ہے۔

یعنی زمین کھود کر نیچے کے حصہ کو اوپر اور اوپر کے حصہ کو نیچے کر دینا' اس طرح کہ بدبو باقی نہ رہے۔	اس طریقے سے صرف ناپاک زمین پاک ہو جاتی ہے۔
(۹) **یبس و جفاف** (خشک ہونا) خواہ دھوپ سے یا آگ سے یا ہوا وغیرہ سے۔	یہ طریقہ صرف ان چیزوں کے پاک کرنے کا ہے جو زمین یا زمین سے اگنے والی ہوں۔ بشرطیکہ زمین پر لگی ہوئی ہوں جیسے درخت' گھانس' چوبی ستون' دروازہ کی چوکھٹ بازو وغیرہ۔
(۱۰) **نزح** (پانی کا کنویں سے نکلنا)	اس طریقے سے صرف کنویں کا باقی پانی اور کنویں کی مٹی اور اس کی اینٹیں اور ڈول جس سے پانی نکالا گیا اور پانی نکالنے والوں کے ہاتھ پیر پاک ہو جاتے ہیں۔
(۱۱) **ذبح** (خون والے جانوروں کا خون شرعی طور پر نکال ڈالنا)۔	اس طریقہ سے حلال جانوروں کا گوشت پاک ہو جاتا ہے اور سور کے سوا تمام جانوروں کی کھال بھی پاک ہو جاتی ہے۔ (خواہ حلال جانور کی کھال ہو یا حرام جانور کی اور خواہ کھال کو دباغت دی گئی ہو یا نہیں)۔
(۱۲) **دباغت** (چمڑے کی رطوبت کا دور کرنا) خواہ کسی دوا سے یا بغیر دوا کے اس طرح کہ اس کی بو جاتی رہے۔	اس طریقہ سے سور کے سوا تمام جانوروں کی کھال پاک ہو جاتی ہے (خواہ جانور حلال ہو یا حرام مذبوح ہو یا مردہ)۔

(انتباہ): اب ذیل میں پاک ہونے والی چیزوں کو جدا جدا کر کے' ہر ایک کی پاکی کے طریقے یکجا بیان کئے جاتے ہیں تا کہ ہر چیز کی پاکی کے کل طریقے وقت واحد میں پیش نظر ہوسکیں۔

(الف) جسم کی پاکی کا طریقہ: (۱) اگر کوئی عضو نظر نہ آنے والی نجاست سے ناپاک ہوجائے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجائیگا یا تین دفعہ اس کو (کسی عذر و مجبوری سے) کوئی چاٹ لے[۱] تو بھی پاک ہوجائے گا اور اگر نظر آنے والی نجاست سے ناپاک ہو تو اس وقت تعداد (تین مرتبہ) کا لحاظ نہیں بلکہ اس قدر دھونا چاہیئے کہ وہ نجاست دور ہوجائے (۲) اگر جسم پر منی لگ کر خشک ہوگئی ہو تو کھرچ کر صاف کر دینے سے پاک ہوجائیگا[۲]۔ بشرطیکہ منی اس جگہ نہ لگی ہو جہاں پہلے سے پیشاب یا اور کوئی نجاست[۳] ہو (ورنہ کھرچنے سے پاک نہ ہوگا بلکہ دھونا پڑے گا)۔ (۳) اگر جسم پر ناپاک تیل لگ جائے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجائیگا اگرچہ تیل کی چکناہٹ موجود ہو۔ بخلاف مردار[۴] کی چربی کے کہ جب تک اس کی چکنائی دور نہ ہو جسم پاک نہ ہوگا۔ (۴) فصد کے مقام یا کسی عضو کو جو خون یا پیپ کے نکلنے سے ناپاک ہوگیا ہو اور دھونا نقصان کرتا ہو تو اس کو صرف تین دفعہ تر اور پاک کپڑے سے پونچھ دینا کافی ہے۔ (۵) اگر ناپاک رنگ جسم پر لگ جائے یا بال اس سے رنگین ہوجائیں تو صرف اس قدر دھونا کافی ہے کہ پانی صاف نکلنے لگے اگرچہ رنگ دور نہ ہو (۶) اگر ناپاک

---

(۱) مثلاً شراب (جو نجس و ناپاک ہے اور جس کا استعمال دوا میں بھی بغیر طبیب حاذق کی رائے کے درست نہیں) ملی ہوئی دوا کسی کی انگلی کو لگ جائے اور وہ تین دفعہ چاٹ لے یا عورت کی پستان بچہ کی قئے سے ناپاک ہو اور بچہ اس کو تین مرتبہ چوس لے تو پاک ہوجائے گی۔ (تنبیہ) اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر ایسا کیا جائے تو پاک ہوجائے گی نہ یہ کہ ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ مسلمان کو کسی طرح جائز نہیں کہ ناپاک عضو کو چاٹے یا بلا عذر بچہ کو ناپاک پستان چوسنے دے۔ (۲) یہ طریقہ صرف منی سے پاک کرنے کا ہے' دوسری نجاست بجز دھوئے (یا چاٹے) پاک نہ ہوگی۔ (۳) اگر کسی نے پیشاب کر کے طہارت نہ کی ہو ڈھیلے سے اور نہ پانی سے اور منی اس جگہ لگی ہو جہاں پیشاب لگا ہوا ہے تو اس صورت میں کھرچنے سے پاک نہ ہوگا بلکہ دھونا ضروری ہوگا۔ (۴) کیونکہ مردار کی چربی عین نجاست ہے۔

چیز جلد کے اندر بھر دی جائے[1] تو صرف دھوڈالنے سے پاک ہوجائیگی۔ جلد چھیل کر اس کا نکالنا ضروری نہیں۔ (۷) عورت کے سرپستان پر اگر نظر نہ آنے والی نجاست لگ جائے تو جب بچہ اس کو تین مرتبہ چوس لے وہ پاک ہوجائے گا اور نظر آنے والی نجاست میں تین مرتبہ کا لحاظ نہیں بلکہ اس قدر چوسنا کافی ہیکہ وہ نجاست دور ہوجائے۔

(ب) کپڑے کی پاکی کا طریقہ:[2] (۱) اگر کپڑے پر منی لگ کر خشک ہوگئی ہو تو صرف مل کر جھاڑ دینے اور صاف کرنے سے کپڑا پاک ہوجائیگا[3]۔ (اگرچہ ملنے کے بعد اس کا کچھ اثر کپڑے پر باقی رہ جائے) خواہ کپڑا نیا ہو یا پرانا' اکہرا ہو یا دوہرا اور ایسا کپڑا جس کو مل کر پاک کرلیا گیا ہو اگر پانی سے بھیگ جائے تو ناپاک نہ ہوگا۔ (۲) اگر منی کپڑے پر لگے اور ہنوز تر ہو تو ملنا کافی نہیں بلکہ اس کا دھونا ضروری ہے بغیر دھوئے کپڑا پاک نہ ہوگا۔ (۳) (اگر منی کے سوا) اور کوئی نجاست کپڑے پر لگ جائے اور نظر آتی ہو تو اس کو پاک پانی سے دھوڈالا جائے۔ دھونے میں تعداد کی شرط نہیں بلکہ عین نجاست اور اس کے قابل زوال اثر کا دور ہونا لازم ہے[4]۔ خواہ ایک ہی مرتبہ دھونے سے دور ہو یا تین مرتبہ اور جو تین مرتبہ کے دھونے سے بھی دور نہ ہو تو اس کے دور ہونے تک دھوتا جائے۔ البتہ دھبہ رہ جائے اور اس کا دور کرنا دشوار ہو تو خواہ مخواہ (صابون یا گرم پانی سے) اس کو دور کرنے کی کوشش ضروری نہیں' صرف نجاست کی ذات کا دور ہوجانا کافی ہے۔ مثلاً ناپاک رنگ یا خون کپڑے کو لگ جائے تو اس قدر دھوڈالنا کہ پانی صاف نکلنے لگے کافی ہے اگرچہ رنگ باقی ہو۔ (۴) اگر کپڑے پر ایسی نجاست لگے جو نظر نہ آتی ہو تو تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ پوری قوت سے نچوڑ دینے پر کپڑا پاک ہوجائے گا۔ (پوری قوت کے یہ معنی

(۱) جیسا کہ ہندو یا بعض دیہاتی جاہل مسلمان کیا کرتے ہیں جس کو عرف میں گودنا کہتے ہیں۔ (۲) یہ طریقہ خاص منی سے متعلق ہے' منی کے سوا دوسری نجاست بغیر دھوئے پاک نہ ہوگی۔ (۳) اس مسئلہ میں عورت و مرد انسان وحیوان' تندرست و مریض جریان سب کی منی کا ایک ہی حکم ہے۔ (۴) مثلاً ایک مرتبہ کے دھونے میں نجاست دور ہو تو ایک مرتبہ یا چار پانچ مرتبہ کی ضرورت ہو تو چار پانچ مرتبہ' بہر حال نجاست دور ہونے تک دھونا ضروری ہے البتہ تین مرتبہ سے کم میں نجاست دور ہوجائے تو تین مرتبہ پورا کرلینا بہتر ہے۔

ہیں کہ نچوڑنے والا شخص اپنی طاقت کے موافق[1] اس طرح نچوڑے کہ اگر وہی شخص پھر دوبارہ نچوڑے تو اس سے کوئی قطرہ نہ ٹپکے۔(۵) پہلی اور دوسری مرتبہ نچوڑنے کے بعد ہاتھوں کا پاک کرلینا بہتر ہے۔البتہ تیسری مرتبہ کے نچوڑنے پر کپڑا اور ہاتھ دونوں پاک ہوجائیں گے۔ بشرطیکہ تیسری مرتبہ پوری قوت سے اس طرح نچوڑا ہو کہ اس کے بعد پھر وہی شخص نچوڑے تو پانی نہ نکلے ورنہ کپڑا اور ہاتھ دونوں ناپاک۔(۶) اگر کسی نے کپڑے کو تین دفعہ دھوکر ہر دفعہ خصوصاً تیسری دفعہ خوب زور سے نچوڑ لیا ہو اس طرح کہ پھر دوبارہ نچوڑنے پر ایک قطرہ نہ نکل سکے اور اس کے بعد اس کپڑے کو لٹکا دینے پر اس سے پانی کا قطرہ ٹپک پڑے تو کپڑا' ہاتھ' اور قطرہ (جو ٹپکا ہے) سب پاک ہیں اور اگر خوب زور سے نہ نچوڑا ہو تو سب ناپاک۔(۷) نظر نہ آنے والی نجاست اگر ایسی چیز پر لگ جائے جس کا نچوڑنا دشوار ہو جیسے بڑی شطرنجی' ٹاٹ 'بوریا وغیرہ تو وہ تین دفعہ دھونے اور ہر دفعہ خشک کرنے سے پاک ہوجاتی ہے۔(خشک کرنے کی حد یہ ہے کہ اس کو اس قدر چھوڑ دیا جائے کہ پانی ٹپکنا موقوف ہوجائے[2]) یہی حکم[3] ہے اس کپڑے کا جو نہایت باریک اور پرانا ہو جس کے زور سے نچوڑنے میں پھٹ جانے کا اندیشہ ہو۔(۸) اگر وہ چیز (جس کا نچوڑنا دشوار ہو) ایسی ہو کہ اس میں نجاست پوری طرح جذب نہ ہوئی ہو تو اس کو صرف تین مرتبہ دھولینا کافی ہے۔(ہر مرتبہ خشک کرنے یعنی پانی ٹپکنا موقوف ہونے تک چھوڑ دینے کی ضرورت نہیں)۔(۹) ناپاک ٹاٹ یا بڑی شطرنجی یا اور کسی ناپاک کپڑے کو (جس کا نچوڑنا دشوار ہو) اگر بہتے پانی میں دیر تک پڑا رہنے دیں کہ نجاست دھل کر دور ہوجانے کا گمان غالب حاصل ہو تو پاک ہوجائیگا[4]۔(۱۰) ناپاک تیل یا گھی کسی کپڑے پر لگ جائے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجائیگا۔اگرچہ اس کی چکناہٹ باقی ہو[5]۔بخلاف مردار کی چربی[6] کے کہ جب تک اس کی چکناہٹ دور نہ ہو کپڑا پاک نہ ہوگا۔(۱۱) جس ناپاک کپڑے کو تین بار دھونا واجب

(۱) یہاں دوسرے کی طاقت کا اعتبار نہیں۔(۲) بالکل سوکھ جانا شرط نہیں۔(۳) بلحاظ ضرورت۔(۴) کیونکہ پانی کا جاری ہونا قائم مقام نچوڑنے کے ہے۔(۵) کیونکہ تیل یا گھی خود ناپاک نہیں بلکہ کسی نجاست کے مل جانے سے ناپاک ہوا ہے تو وہ نجاست تین بار کے دھونے سے دور ہوجائیگی۔(۶) اس لئے کہ وہ خود ناپاک ہے۔

ہواس کو پئے در پئے اسی وقت دھونا فرض نہیں (البتہ جسم کو پئے در پئے دھونا ضروری[1] ہے)۔
(۱۲) اگر کسی کپڑے کا کوئی حصہ ناپاک ہوگیا ہواور یاد نہ ہو کہ وہ کونسا حصہ ہے تو کوئی سا حصہ[2] دھو ڈالے پاک ہوجائے گا۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ پورا کپڑا دھولے۔

(ج) کھال وغیرہ کی پاکی کا طریقہ: (۱) سور[3] کے سوا ہر جانور (خواہ حلال ہو یا حرام) جب شرعی طور پر بسم اللہ و اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے تو اس کی کھال پاک[4] ہوجائے گی۔ اوراگر بغیر ذبح کئے مرجائے (یعنی مردار ہو) تو اس کی کھال دباغت[5] سے پاک ہوتی ہے (خواہ دباغت کافر دے یا مسلمان)۔ (۲) اگر کھال کو کسی ناپاک چیز (مردار کی چربی وغیرہ) سے دباغت دی جائے یا دباغت شدہ کھال کسی نجاست سے پاک ہوجائے اوراس کا نچوڑنا ممکن ہو تو تین دفعہ دھونے اور ہر مرتبہ نچوڑنے سے پاک ہوجائیگی اور جس کا نچوڑنا ممکن نہ ہواس کو تین بار دھوڈالیں اور ہر بار اتنی دیر تک چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا بند ہوجائے (۳) اگر موزے یا جوتے پر نظر آنے والی نجاست لگ جائے جیسے پاخانہ' لید وغیرہ (خواہ خشک ہو یا تر) تو وہ چھیلنے اور رگڑنے سے پاک ہوجائیگی۔ اوراگر نظر نہ آنے والی نجاست لگے مثلاً شراب یا پیشاب اور تر ہو تو اس پر مٹی یا راکھ ڈال کر رگڑ دیں اور پونچھ ڈالیں اور جو خشک ہو تو دھوڈالیں۔ (۴) اگر پوستین پر نظر آنے والی نجاست لگ جائے اور خشک ہو تو رگڑنے سے پاک ہوجائے گی۔

(د) زمین (وغیرہ) کی پاکی کا طریقہ: (۱) زمین اگر ناپاک ہوجائے تو حسب ذیل طریقوں سے پاک ہوجاتی ہے:

---

(۱) کیونکہ جسم کو نچوڑ نہیں سکتے اس لئے پئے در پئے دھونا قائم مقام نچوڑنے کے ہے۔ (۲) خواہ سوچ کر یا بلا سوچے لیکن سوچ کر دھونے میں یہ فائدہ ہے کہ اگر اس کپڑے سے چند نمازیں پڑھنے کے بعد ظاہر ہو کہ نجاست اور طرف تھی اور دھویا اور طرف تو اس وقت صرف مقام نجاست کو دھولینا کافی ہے۔ نمازوں کا اعادہ لازم نہیں اوراگر سوچ کر نہ دھویا ہو تو نمازوں کا اعادہ بھی لازم ہے (۳) سور نجس العین ہونے کی وجہ سے اس کی کھال کسی طرح پاک نہیں ہوتی۔ ذبح سے نہ دباغت سے (۴) ایسی کھال پر نماز پڑھنا یا اس کا ڈول بنا کر کنویں میں ڈالنا درست ہے۔ (۵) دباغت کھال کی بدبو اور رطوبت کے دور کرنے کو کہتے ہیں۔ خواہ نمک یا کھاری لگا کر دور کریں یا کسی دوا (ببول کی چھال وغیرہ) میں پکا کر یا صرف دھوپ یا ہوا میں رکھ کر۔

(۱) خشک ہو جانے[1] اور نجاست کا اثر (رنگ و بو) باقی نہ رہنے[2] سے (۲) مینہ برس کر نجاست کا اثر دور ہو جانے سے۔ (۳) تین مرتبہ پانی بہادینے[3] سے (اس طرح کہ اس میں نجاست کا اثر معلوم نہ ہو) (۴) تین دفعہ پانی ڈال کر ہر دفعہ ہاتھ سے رگڑنے اور پاک کپڑے سے پونچھ ڈالنے سے[4] (۵) اوپر کی مٹی نیچے اور نیچے کی مٹی اوپر کردینے سے (۶) زمین پر مٹی وغیرہ ڈال کر نجاست چھپا دینے سے (اس طرح کہ نجاست کی بو نہ آئے)۔

(۲) جو ناپاک زمین خشک ہو کر پاک ہوئی ہو اگر اس پر پانی پڑ جائے تو پھر ناپاک نہ ہوگی۔

(۳) جو چیزیں زمین پر قائم یا زمین سے چسپاں[5] ہیں جیسے درخت، گھاس، دیوار، دہلیز، ستون وغیرہ یا بطور فرش بچھی ہوئی ہوں جیسے اینٹ، پتھر، وغیرہ وہ سب خشک ہونے سے پاک ہوجاتی ہیں۔ اور جو ایسی نہ ہوں (مثلاً کاٹا ہوا درخت یا گھاس یا خالی رکھی[6] ہوئی اینٹ پتھر وغیرہ) وہ بغیر دھوئے پاک نہ ہوگی۔ البتہ کھردرا پتھر (چنانچہ چکی) وہ زمین کی طرح خشک ہونے سے پاک ہوجائے گا۔

(۴) ناپاک مٹی سے جو برتن بنایا جائے وہ جلانے سے پاک ہوجاتا ہے۔

(ہ) لوہا، شیشہ (وغیرہ) کی پاکی کا طریقہ: (۱) لوہے، تانبے، پیتل، چاندی، سونے کی چیزیں مثلاً تلوار، چاقو، چھری، زیور، یا شیشہ، آئینہ یا روغن کئے ہوئے برتن، غرض ایسی تمام چیزیں جن میں پانی جذب نہیں ہوتا اگر ناپاک ہوجائیں تو رگڑنے[7] یا پونچھنے سے یا تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجائیں گے۔ (۲) نقشی زیور یا برتن وغیرہ بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گے۔

(و) برتن کی پاکی کا طریقہ: (۱) مٹی کے نئے برتن یا لکڑی وغیرہ کے برتن (جن میں پانی جذب ہوتا ہو) اگر ناپاک ہوں تو تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ خشک[8] کرلینے سے پاک ہوجائیں

(۱) خواہ دھوپ سے خشک ہو یا ہوا سے یا آگ سے۔ (۲) لیکن ایسی زمین پر جو خشک ہو کر پاک ہوئی ہو نماز درست ہے مگر تیمم جائز نہیں۔ (۳) اگر زمین نرم ہو۔ (۴) اگر زمین سخت ہو۔ (۵) اس طرح کہ زمین سے جدا نہ ہوسکیں (۶) جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکیں یعنی جو زمین سے چسپاں نہ ہوں۔ (۷) اس قدر کہ نجاست کا اثر بالکل جاتا رہے مگر پونچھنے یا رگڑنے کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ چیز نقشی نہ ہو۔ (۸) یعنی پانی ٹپکنا بند ہونے تک چھوڑ دینے سے۔

گے۔(۲) روغنی برتن، چینی کے برتن، مٹی کے پرانے برتن[1] رگڑنے یا پونچھنے سے بھی پاک ہو سکتے ہیں ۔(۳) اگر مٹی یا پتھر کے برتن جلا دیئے جائیں تو بھی پاک ہو جائیں گے۔(۴) اگر کسی برتن میں کتا منہ ڈالے یا چاٹ لے تو وہ بھی تین دفعہ دھونے اور ہر دفعہ خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے لیکن سات بار دھونا بہتر ہے۔اور ایک بار اسی سات بار میں مٹی سے دھونا چاہیئے۔

(ز) تیل، گھی شہد کی پاکی کا طریقہ: (۱) اگر جمے[2] ہوئے گھی میں چوہا گر کر مر جائے تو چوہے کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دیا جائے۔ باقی گھی پاک ہے۔(۲) اگر پتلے گھی یا تیل میں نجاست پڑ جائے تو اس میں پانچواں حصہ پانی ڈال کر جوش دیا جائے۔ یہاں تک کہ پانی جل جائے اور گھی یا تیل رہ جائے۔ یا اس میں اتنا ہی پانی ڈال کر خوب ہلائیں۔ پھر اوپر سے گھی یا تیل نکال لیں اور پانی پھینک دیں۔ یا اس برتن میں (جس میں گھی یا تیل) نیچے سے سوراخ کر دیں کہ پانی بہہ جائے اور گھی یا تیل رہ جائے۔اسی طرح ہر طریقے کو تین تین بار عمل میں لایا جائے تو پاک ہو جائے گا۔(۳) شہد ناپاک ہو جائے تو اس میں پانچواں حصہ پانی ڈال کر جوش دیا جائے۔جب تمام خشک ہو کر شہد اپنی اصلی حالت پر آ جائے تو پھر پانی ڈال کر جوش دیا جائے۔اسی طرح تین دفعہ عمل کرنے سے پاک ہو جائے گا۔

(ح) متفرق چیزوں کی پاکی کا طریقہ: (۱) بکرے کا سر اور پائے ذبح کے بعد خون آلود ہو جائیں تو جلا دینے سے پاک ہو جائیں گے۔(۲) اگر خرمن میں غلہ کا کچھ حصہ نجس ہو جائے (اس طرح کہ اس کی مالش کے وقت جانور اس پر گوبر یا پیشاب کر دیں) اور معلوم نہ ہو کہ کونسا حصہ ناپاک ہوا ہے تو اس سے کچھ حصہ نکال کر دھویا جائے اور پھر سب میں ملا دیا جائے۔ یا تھوڑا سا حصہ نکال کر کسی کو دیدیا جائے تو پاک ہو جائے گا اور اگر خرمن کے سوا تھوڑا سا غلہ نجس و ناپاک ہو تو تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ خشک کرنے سے پاک ہوگا۔(۳) روئی اگر تھوڑی سی نجس ہو جائے جس کے دھننے سے اڑ جانے کا احتمال ہو تو دھننے سے پاک ہو جائے گی ورنہ دھوئے بغیر پاک نہ ہوگی اور اگر معلوم ہی نہ ہو کہ کس قدر ناپاک ہے تو وہ بھی دھننے سے پاک ہو جائے گی۔

---

(۱) جن میں پانی جذب نہیں ہوتا اور جو نقشی نہ ہوں (۲) جمے ہوئے گھی کی حد یہ کہ اگر کسی طرف سے گھی نکالیں تو اسی وقت سب مل کر برابر نہ ہو جائے۔

استنجاء کے احکام

۶۷۔استنجاء کی تعریف: مقام نجاست (آگے یا پیچھے) سے نجاست کے دور کرنے کو استنجاء کہتے ہیں (استنجاء[1] آبدست یا طہارت لینا ان سب کا ایک ہی مطلب ہے)۔

۶۸۔استنجاء کے احکام : (۱) استنجاء کرنا سنت موکدہ[2] ہے۔ جبکہ نجاست اپنے نکلنے کی جگہ سے پھیل نہ گئی ہو۔ اور اگر پھیل کر درہم برابر ہوگئی ہو تو اس کا دھونا واجب اور درہم سے زائد ہو تو فرض ہے۔ (۲) خالی پیشاب کے بعد استنجاء کرنا مستحب ہے (۳) فصد لینے' ہوا نکلنے اور سو کر اٹھنے کے بعد استنجاء کرنا بدعت ہے۔ (۴) استنجاء ڈھیلے اور پانی دونوں سے کرنا چاہئے۔ اگرچہ صرف ڈھیلے[3] یا پانی پر اکتفاء کرنے سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے۔ لیکن دونوں کا جمع کرنا افضل[4] ہے۔ (۵) پانی سے استنجا کرنے میں یہ ضروری ہے کہ تنہائی ہو اور اگر بغیر لوگوں کے سامنے ستر کھولے استنجاء ممکن نہ ہو تو پانی سے استنجاء ترک کردے[5]۔ (۶) استنجاء میں ڈھیلوں کی کوئی تعداد مسنون نہیں بلکہ پاکی وصفائی شرط ہے۔ خواہ ایک سے ہو یا زیادہ سے البتہ مستحب ہے کہ طاق ہوں اور کم سے کم تین ہوں۔ (۷) اگر کسی مرد کے ہاتھ شل ہو گئے ہوں یا لنجا ہو تو اس کی بی بی استنجاء کرادے۔ اسی طرح بی بی معذور ہو تو شوہر کرائے اور اگر بی بی یا شوہر نہ ہو تو استنجاء معاف ہے۔

۶۹۔جن چیزوں سے استنجاء جائز ہے: استنجاء مٹی کے ڈھیلے' پتھر[6]' ریت اور پانی سے تو سنت ہے۔ ان کے علاوہ ہر اس چیز[7] سے جو پاک ہو اور نجاست کو دور کر سکے جائز[8] ہے۔ (البتہ جن

(۱) استنجاء سے یہاں پیشاب مراد نہیں جو مشہور عوام ہے۔ (۲) خواہ نجاست حسب عادت نکلے جیسے پاخانہ' پیشاب وغیرہ یا خلاف مثلاً خون یا پیپ یا خارج سے اس مقام پر کوئی نجاست آلگے۔ (۳) بشرطیکہ نجاست درہم سے کم ہو ورنہ دھونا لازم ہے (اگرچہ ڈھیلا لینا اب بھی سنت رہیگا)۔ (۴) یعنی عمدہ مرتبہ ڈھیلوں کے بعد پانی سے دھونا ہے اس سے کم صرف پانی پر اکتفاء کرنا پھر اس سے کم صرف ڈھیلوں پر اکتفاء کرنا (۵) ڈھیلوں کا استنجاء ہی کافی ہے کیونکہ برہنگی فسق اور لوگوں کو ستر دکھانا حرام ہے۔ (۶) پتھر نہ بہت کھردرا ہو کہ تکلیف دے' نہ اس قدر چکنا کہ نجاست کو دور نہ کر سکے۔ (۷) جیسے پرانی روئی' پرانے کپڑے کے ٹکڑے' پرانی کھال' لکڑی وغیرہ۔ (۸) لیکن ڈھیلے' پتھر' ریت' پانی ان چاروں کے سوا اور چیزوں سے استنجاء کرنے میں محتاجی اور افلاس کا اندیشہ ہے۔

چیزوں سے آدمی یا جانور نفع اٹھائیں جیسے کھانے کی چیزیں' جانوروں کا چارہ' درختوں کے پتے یا جو چیزیں قیمت دار یا قابل احترام ہوں جیسے کپڑا یا کاغذ (لکھا ہوا خواہ سادہ) یا وضو کا بچا ہوا یا زمزم کا پانی' ان[۱] چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ نیز پختہ اینٹ' ٹھیکری' کوئلہ' لوہا' کانچ' ہڈی' چونہ غیر کی دیوار' لید اور کل ناپاک چیزیں اور جس ڈھیلے یا پتھر سے استنجاء ہو چکا ہو[۲] ان تمام چیزوں سے استنجاء مکروہ ہے)۔

۷۰۔ استنجاء کا طریقہ اور پیشاب' پاخانہ کے آداب: جب کسی کو پاخانہ' پیشاب کی ضرورت ہو تو چاہئے کہ پاخانہ میں یا اور کسی علحدہ جگہ جائے (اگر جنگل یا میدان ہو تو اتنی دور نکل جائے کہ آدمیوں کی نظر سے غائب ہو جائے) جاتے ہوئے ڈھیلے ساتھ لے جائے[۳]۔ انگوٹھی یا کوئی ایسی چیز جس پر خدا اور رسول ﷺ کا نام یا آیت وغیرہ لکھی ہو ہمراہ نہ لے جائے اور ننگے سر نہ ہو۔ جب پاخانہ کے دروازہ پر پہنچے تو کہے" اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ[۴] وَ الْخَبَائِثِ" پھر بایاں قدم پہلے رکھ کر اندر داخل ہو اور بیٹھنے کے قریب اپنے جسم کو (بقدر ضرورت) کھولے اور دونوں پاؤں کشادہ رکھ کر اور بائیں پیر[۵] پر زور دے کر بیٹھے جائے۔ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کرے اور اپنے خیال کو پاخانہ کے سواء' اور کسی کی طرف نہ لے جائے[۶] خصوصاً دینی باتوں کی طرف' اور نہ کسی سے بات چیت کرے' نہ ذکر کرے' نہ چھینک پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہے[۷]' نہ چھینکنے والے کا جواب دے۔ اور نہ سلام و اذان کا جواب دے۔ نہ بلا ضرورت اپنی شرمگاہ کو یا پاخانہ پیشاب کو دیکھے نہ تھوکے' نہ ناک صاف کرے' نہ کھنکارے' نہ ادھر ادھر دیکھے نہ بدن سے عبث فعل کرے۔ نہ آسمان کی طرف نگاہ کرے۔ نہ بہت دیر تک بیٹھے[۸] بلکہ چپ چاپ شرم و حیاء کے ساتھ سر جھکائے جلد اور اچھی طرح فارغ ہونے کی کوشش میں لگا رہے۔

(۱) مطلق پانی اگر چہ محترم اور قیمت دار ہے' لیکن مستثنیٰ ہے۔ (۲) البتہ دوسرے رخ سے جو صاف ہو یعنی جس سے پہلے استنجا نہ کیا گیا ہو' استنجا کرنا مکروہ نہیں۔ یہاں تک کہ ایک ہی ڈھیلے کے تین رخ پر اکتفاء جائز ہے۔ (۳) اور داہنے طرف رکھے (۴) (ترجمہ) اے اللہ! میں تیری جناب میں پناہ مانگتا ہوں جملہ نجاستوں یا خبیث ارواحوں سے (۵) اس سے جلد فراغ حاصل ہوتا ہے۔ (۶) کہ یہ باعث محرومی کا ہے۔ (۷) البتہ بغیر زبان ہلائے دل ہی دل میں کہہ لے تو مضائقہ نہیں۔ (۸) کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے۔

فارغ ہونے کے ساتھ ہی بقدر ضرورت ڈھیلوں کا استعمال کرے[1]۔اس طرح کہ پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا پیچھے سے آگے کو لائے۔ پھر تیسرا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے بشرطیکہ گرمی کا زمانہ ہو ورنہ[2] پہلا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لائے دوسرا آگے سے پیچھے کو پھر تیسرا پیچھے سے آگے کو اور عورت ہر زمانہ میں پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لیجائے۔ ڈھیلوں سے استنجاء کر کے کھڑا ہو جائے۔ کھڑا ہونے سے قبل جسم کو بند کر لے پھر داہنا قدم پہلے رکھ کر باہر نکلے اور کہے ''غُفْرَانَکَ[3] یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ[4] '' پھر ڈھیلے سے پیشاب[5] کا استنجاء کرے[6] اتنی دیر تک کہ پھر کوئی قطرہ آنے کا شبہ نہ رہے اور پورا اطمینان ہو جائے[7]۔اس کے بعد کسی دوسری جگہ (پاخانہ کے سوا) جا کر پانی سے استنجاء کرے۔اس طرح کہ پہلے دونوں ہاتھ تین دفعہ دھولے' پھر کشادہ ہو کر بیٹھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں[8] سے (ہر انگلی کو اونچا کر کے پہلے درمیانی پھر پاس والی پھر چھنگلی پھر شہادت کی انگلی سے) مقام[9] نجاست کو اس قدر[10] دھوئے کہ نجاست کی چکنائی اور بو جاتی رہے اور طہارت کا یقین ہو جائے۔طہارت کے بعد جسم کو کسی پاک کپڑے سے پونچھ ڈالے یا بار بار ہاتھ ہی سے پونچھ لے (کہ برائے نام تری رہ جائے اور لباس آب مستعمل کے لگنے سے محفوظ رہے) طہارت کے ساتھ ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے لیکن مستحب ہیکہ پھر دھولے بلکہ زمین یا مٹی سے رگڑ کر تین دفعہ دھولے۔

---

(۱) اور بائیں طرف ڈال دے (۲) یعنی سردی کے زمانہ میں۔ (۳) ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے تیری بخشش چاہتا ہوں۔(۴) ترجمہ: شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھ سے تکلیف دور کی اور سلامتی عطا فرمائی۔ (۵) یہ حکم مردوں کیلئے ہے۔عورتیں تھوڑی دیر وقفہ کر کے پانی سے طہارت لے لیں۔(۶) لیکن لوگوں کی نظر سے چھپ کر کیونکہ علانیہ چلتے پھرتے لوگوں کے سامنے ڈھیلا لئے ہوئے ٹہلنا برا ہے۔(۷) خواہ چہل قدمی سے یا کھنکارنے سے یا زمین پر پاوں مارنے یا اور کسی طرح سے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ پیشاب سے خوب پاکیزگی حاصل کرو کہ اکثر عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔(۸) انگلیوں کے اندرونی جانب اور چوڑائی سے دھوئے سرے سے نہ دھوئے۔(۹) اول مقام پاخانہ کو دھوئے بعد پیشاب گاہ کو۔(۱۰) یعنی خوب مبالغہ کرے بشرطیکہ روزہ دار نہ ہو اور روزہ دار ہو تو کشادہ ہو کر بیٹھے نہ دھونے میں مبالغہ کرے۔

۷۱۔وہ مقامات جہاں پاخانہ، پیشاب منع ہے: مسجد وعیدگاہ کے آس پاس[۱]، قبرستان میں، چوپایوں کے درمیان، پانی کے اندر، نہر، کنویں، حوض وغیرہ کے کنارے (اگرچہ نجاست پانی میں نہ گرے) اُگے ہوئے کھیتوں میں، پھلدار درختوں کے نیچے ایسے سائے میں جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں۔راستے میں مجمع کے قریب، پرنالہ کے نیچے، وضو وغسل کی جگہ، ایسی جگہ جہاں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنی پڑے[۲] (گھر ہو خواہ جنگل) ان تمام مقامات میں پاخانہ پیشاب کرنا منع ہے۔نیز کسی سوراخ کے اندر، ہوا کے رخ، سخت زمین پر، نجاست کی ڈھیر پر، پست جگہ بیٹھ کر بلندی کی طرف پیشاب کرنا درست نہیں۔

۷۲۔وہ امور جو پاخانہ، پیشاب کے وقت مکروہ ہیں: بلا عذر کھڑے ہوکر یا لیٹ کر یا بالکل برہنہ ہوکر پاخانہ پیشاب کرنا یا ایسے وقت سر برہنہ رہنا یا قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا یا کسی ایسی چیز کا ساتھ لے جانا جس پر متبرک کلام (آیت حدیث وغیرہ) یا اللہ رسول ﷺ کا نام لکھے ہوئے ہو۔یا ایسا کلام پڑھنا یا داہنے ہاتھ سے شرمگاہ چھونا یا استنجاء کرنا دوسرے آداب[۳] کے خلاف کرنا یہ سب امور مکروہ ہیں۔

نماز کے اوقات

۷۳۔فرض نماز کے اوقات: فرض نمازیں پانچ ہیں۔

فجر		ظہر		عصر		مغرب		عشاء

(۱) فجر کا وقت: صبح[۴] صادق سے شروع ہوتا ہے اور کنارہ آفتاب کے طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

(۲) ظہر کا وقت: زوال[۵] آفتاب کے بعد شروع ہوتا اور ہر چیز کا سایہ (سایہ اصلی[۶] کے سوا)

---

(۱) البتہ اگر پاخانہ کے لئے وہاں کوئی جگہ تجویز کی گئی ہو تو مضائقہ نہیں۔(۲) اگر کوئی بھول کر ایسی جگہ بیٹھ جائے پھر یاد آتے ہی فوراً رخ بدل لے تو امید ہے کہ رخ بدلنے سے اس کی مغفرت ہو جائے۔(۳) جو فقرہ ۷۰ میں مندرج ہے۔(۴) صبح صادق اس سفیدی کو کہتے ہیں جو آسمان کے مشرقی کنارے پر سورج نکلنے تک پھیلی ہوتی ہے۔بخلاف صبح کاذب کے کہ وہ اس سے پہلے کچھ دیر کیلئے طول میں ظاہر ہوتی اور پھر اندھیرا ہو جاتا ہے۔صبح کاذب میں نماز فجر کا وقت داخل نہیں ہوتا۔(۵) آفتاب کے سر پر ڈھل جانے کو زوال کہتے ہیں۔(۶) عین دوپہر کے وقت ہر چیز کا جو سایہ رہتا وہ سایہ اصلی کہلاتا ہے۔

دو مثل (یعنی اس کے دو برابر) ہونے تک[1] رہتا ہے۔ (نماز جمعہ کا بھی یہی وقت ہے)۔

(۳) عصر کا وقت: سایہ کے دو مثل ہو جانے کے بعد شروع ہوتا ہے اور آفتاب کے غروب ہونے تک رہتا ہے۔

(۴) مغرب کا وقت: آفتاب غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا اور سفید شفق کے غائب ہونے تک[2] رہتا ہے۔

(۵) عشاء کا وقت: سفید شفق کے غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا اور صبح صادق تک رہتا ہے اور وتر کا وقت بھی یہی ہے۔ لیکن وتر کو نماز عشاء کے بعد پڑھنا چاہئے۔

(تنبیہ اول) (۱) مستحب ہے کہ فجر کی نماز روشنی پھیل جانے کے بعد پڑھیں لیکن اتنا وقت ضرور باقی رہے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو پھر اس کو قراءت مسنونہ (یعنی سورہ فاتحہ کے علاوہ چالیس یا پچاس آیتوں) کے ساتھ دہرا سکیں۔ اور عورتیں اندھیرے[3] میں پڑھ لیں۔ (۲) نماز ظہر موسم سرما میں جلد اور گرما میں تاخیر سے پڑھنی مستحب ہے (لیکن ہر حال میں ایک مثل کے اندر پڑھ لیں)۔ (۳) نماز عصر کا ہر زمانہ میں تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے (تاخیر کی حد یہ ہے کہ آفتاب میں زردی نہ آجائے اور اس پر نظر نہ ٹھہر سکے)۔ (۴) نماز مغرب ہر زمانہ میں جلد پڑھنا مستحب ہے۔ (۵) نماز عشاء میں تہائی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے اور آدھی رات تک مباح، وتر میں آخر شب تک تاخیر مستحب ہے۔ لیکن جس شخص کو اپنے جاگنے پر بھروسہ نہ ہو وہ سونے سے پہلے پڑھ لے۔

(تنبیہ دوم) ابر کے دنوں میں عصر و عشاء جلد اور باقی نمازیں تاخیر سے پڑھیں۔

(تنبیہ سوم) آفتاب کے زرد ہو جانے تک نماز عصر میں اور ستاروں کے اچھی طرح نکل آنے تک نماز مغرب میں اور آدھی رات سے زائد تک نماز عشاء میں بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۴۷۔ اوقات ممنوعہ: وہ اوقات جن میں نماز کا پڑھنا منع ہے، تین ہیں:

---

(۱) لیکن احتیاط یہ ہے کہ ایک مثل کے اندر اندر ظہر پڑھ لی جائے۔ (۲) مگر احتیاط سفید شفق کے آغاز سے قبل ہی نماز مغرب پڑھ لینی چاہئے۔ (۳) نیز حج کرنے والے مرد مزدلفہ میں اندھیرے میں پڑھیں۔

(۱) آفتاب نکلتے وقت[۱]۔(۲) ٹھیک دوپہر کے وقت[۲] (۳) آفتاب ڈوبتے وقت[۳] لیکن اسی دن کی نماز عصر آفتاب ڈوبتے وقت بھی (کراہت[۴] تحریمی کے ساتھ) جائز ہے۔ نیز نماز جنازہ کا شروع کرنا بشرطیکہ جنازہ انہی وقتوں میں سے کسی وقت آیا ہو بغیر کسی کراہت کے صحیح ہے۔

۷۵۔اوقات مکروہہ: (الف) اوقات ذیل میں نوافل[۵] کا ادا کرنا مکروہ ہے۔

(۱) قبل نماز فجر (سوا سنت فجر کے)۔(۲) بعد نماز[۶] فجر (آفتاب کے بقدر نیزہ بلند ہونے تک) (۳) بعد نماز عصر (غروب آفتاب تک)۔(۴) قبل نماز مغرب۔(۵) تنگ وقت میں (سوا فرض وقت کے)۔(۶) اقامت فرض کے وقت[۷]۔(۷) خطبوں کے وقت (خواہ جمعہ کا خطبہ ہو یا عیدین وغیرہ کا)۔(۸) نماز عید کے قبل (گھر میں، خواہ عیدگاہ میں)۔(۹) نماز عیدین کے بعد (صرف عیدگاہ میں)۔(۱۰) عرفات[۸] ومزدلفہ میں دو فرض نمازوں کے درمیان۔

(ب) اوقات ذیل میں فرض واجب ونفل، ہر قسم کی نماز کا ادا کرنا مکروہ ہے: (۱) پیشاب پاخانہ کی حاجت کے وقت۔(۲) ہوا نکلنے کی ضرورت کے وقت۔(۳) کھانا سامنے آجانے کے بعد جبکہ طبیعت کھانے پر راغب ہو (یہی حکم ہے ان تمام چیزوں کا جن کی وجہ سے نماز میں دل نہ لگنے کا خوف ہو)۔

۷۶۔دو وقتوں کی نماز کا ایک وقت میں جمع کرنا: دو وقت کی نمازوں کا ایک ہی وقت میں پڑھنا عرفات ومزدلفہ کے سواء جائز نہیں (عرفات میں عصر وظہر کی نمازوں کا ظہر کے وقت اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نمازوں کا عشاء کے وقت میں پڑھنا جائز ہے)۔

---

(۱) یہاں تک کہ آفتاب بقدر نیزہ بلند نہ ہو۔(۲) جب تک کہ آفتاب ڈھل نہ جائے۔(۳) یعنی آفتاب میں سرخی آجانے کے بعد سے غروب ہوجانے تک (۴) یہ بہتر ہے قضاء سے۔اور اس نماز کو بعد میں پھر دھرا لیں (۵) اس میں سنتیں داخل ہیں (۶) اگر سنت فجر میں فساد ظاہر ہو یا فرض سے پہلے نہ پڑھی گئی ہو تو فرض کے بعد اس کا پڑھنا درست نہیں۔(۷) لیکن نماز فجر میں اگر جماعت کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو سنت فجر کا پڑھ لینا مکروہ نہیں۔(۸) عرفات، مکہ معظّمہ کے قریب جگہ کا نام ہے اور مزدلفہ، ایک مقام ہے۔یہاں ایام حج میں دو فرض نمازیں جمع کرکے پڑھی جاتی ہیں۔

اذان کے مسائل

۷۷۔اذان کی تعریف: اذان کے معنیٰ آگاہ وخبردار کرنے کے ہیں اوراصطلاح شرع میں فرض نمازوں کیلئے مخصوص طریقے اور مقررہ کلمات کے ذریعہ لوگوں کوخبر[۱]دار کرنے کا نام اذان[۲] ہے۔

۷۸۔اذان کے کلمات: اذان کے کل پندرہ کلمات ہیں:

اَللّٰـهُ اَكْبَرُ[۳] اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۔ اَشْهَدُ[۴] اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰـه ۔ اَشْهَدُ[۵] اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ حَیَّ عَلَى[۶] الصَّـلَاة ، حَیَّ عَلَى الصَّـلَاة ۔ حَیَّ عَلَى الْفَـلَاح[۷] ، حَیَّ عَلَى الْفَـلَاح ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۔ لَآ[۸] اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

لیکن فجر کی اذان میں ''حَیَّ عَلَى الْفَـلَاح'' کے بعد کلمہ ''اَلصَّلَاةُ[۹] خَيْرٌ مِّنَ النَّوْم'' دوبار زیادہ کیا جاتا ہے۔اس لحاظ سے فجر کی اذان میں سترہ کلمات ہوئے۔

۷۹۔اقامت کی تعریف: حاضرین مسجد کو مقررہ کلمات کے ذریعہ جماعت کے قائم ہونے کی اطلاع دینے کا نام اقامت[۱۰] ہے جس کو عام طور پر تکبیر کہتے ہیں۔

۸۰۔اقامت کے کلمات: اقامت کے کل سترہ کلمات ہیں۔ پندرہ وہی عام اذان کے

---

(۱) تاکہ سب مسلمان شریک جماعت ہوکر نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں حاضر ہوجائیں۔(۲) اذان کہنے والے کو موذن کہتے ہیں۔(۳) ترجمہ: اللہ بہت بڑا یعنی اس کی شان بہت بلند ہے۔(۴) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (قاعدہ ہے کہ جب تک انسان کو کسی امر کا پورا پورا یقین نہیں ہوتا اس وقت تک اس کی گواہی نہیں دیتا یہاں اس عنوان سے پورے یقین کا اظہار مقصود ہے)۔(۵) میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر ہیں۔(۶) آؤ نماز کے واسطے۔(۷) آؤ ایک فائدے کیلئے (یعنی نماز کیلئے جو عین فائدہ ہی فائدہ ہے) (۸) ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔(۹) نماز بہتر ہے سونے سے (چونکہ فجر کا وقت خواب شیریں کا ہوتا ہے جس کا چھوڑنا آدمی پر ناگوار گزرتا ہے اس لئے جتایا جاتا ہے کہ تمہارے اس خواب شیریں سے نماز بہتر ہے)۔(۱۰) جو فرض نماز سے متصل کہی جاتی ہے۔

ہیں ان کے علاوہ قَدْ[1] قَامَتِ الصَّلَاۃ ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃ ۔ حَیَّ عَلَی الفَلَاح کے بعد مکرر کہے جاتے ہیں۔

۸۱۔اذان واقامت کا حکم: (۱) پانچوں وقت کی فرض نمازوں کیلئے اذان کہنا[2] مردوں[3] پر سنت موکدہ[4] ہے، خواہ ادا نماز ہو یا قضاء[5]، باجماعت ہو یا تنہا۔(۲) اقامت بھی مثل اذان کے فرض نمازوں کے لئے مسنون ہے۔(۳) فرض نمازوں کے سوا اور کسی نماز کیلئے اذان واقامت مسنون نہیں خواہ فرض کفایہ (نماز جنازہ) ہو یا واجب (وتر وعیدین) یا نوافل۔(۴) نماز جمعہ کیلئے دوبار اذان کہنا مسنون ہے۔

۸۲۔اذان کے صحیح ہونے کی شرطیں: (۱) جس نماز کیلئے اذان دی جائے اس کے وقت کا ہونا (اگر وقت سے پہلے دی جائے تو صحیح نہیں۔وقت آنے کے بعد پھر لوٹائی جائے گی خواہ فجر کی اذان ہو یا اور کسی وقت کی)۔(۲) اذان کا عربی زبان میں خاص انہی الفاظ سے ہونا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔(۳) موذن کا مرد ہونا۔(۴) موذن کا صاحب[6] عقل ہونا۔ (یعنی بے عقل لڑکا اور مجنون نہ ہونا)۔

(۱) بے شک نماز شروع ہوگئی۔(۲) اور نماز جمعہ کیلئے دو مرتبہ کہنا مسنون ہے، پہلی مرتبہ حسب معمول خارج مسجد اور دوسری مرتبہ مسجد کے اندر منبر کے سامنے جبکہ اس پر خطیب خطبہ پڑھنے کیلئے آبیٹھے۔البتہ دوسری اذان پہلی اذان کی بہ نسبت پست آواز میں ہونی چاہئے۔(۳) عورتوں پر اذان واقامت مسنون نہیں، خواہ جماعت سے پڑھیں یا تنہا۔(۴) لیکن گھر میں نماز پڑھنے والے پر اذان مسنون نہیں (مستحب ہے) بشرطیکہ محلّہ یا گاؤں کی مسجد میں اذان ہوچکی ہو اس لئے کہ مسجد کی اذان سب کیلئے کافی ہے۔ہاں اگر مسجد میں اذان نہ ہوئی ہو یا وہاں مسجد ہی نہ ہو تو پھر مسنون ہے۔اسی طرح مسافر پر بھی اذان مسنون نہیں (مستحب ہے)۔(۵) اگر نماز کسی ایسے سبب سے قضاء ہوئی ہو جس میں عام لوگ مبتلاء ہوں تو اس کی اذان اعلان کے ساتھ دی جائے اور اگر کسی خاص سبب سے قضاء ہوئی ہو تو پھر اذان پوشیدہ طور پر آہستہ دی جائے تاکہ لوگوں کو اذان سنکر نماز کے قضاء ہونے کا علم نہ ہو اس لئے کہ نماز کا قضاء ہو جانا غفلت وسستی کی دلیل ہے اور دین کے کاموں میں غفلت وسستی گناہ ہے اور گناہ کا ظاہر کرنا اچھا نہیں (تنبیہ) اگر قضاء نمازیں متعدد ہوں اور سب ایک ہی وقت پڑھی جائیں تو صرف پہلی نماز کے وقت اذان مسنون ہے باقی نمازوں کیلئے صرف اقامت۔(۶) بالغ ہونا شرط نہیں، سمجھدار لڑکا بھی اذان دے سکتا ہے البتہ ناسمجھ بچے کی اذان درست نہیں۔

۸۳۔اذان واقامت کے سنن ومستحبات: (۱)اذان کا کسی اونچے مقام پر مگر خارج[1] مسجد کہنا (اوراقامت کا مسجد کے اندر کہنا)۔(۲)اذان کا کھڑے ہوکر کہنا ۔(۳)اذان کا بلند آواز سے کہنا۔(۴)اذان کہتے وقت کانوں کے سوراخوں میں کلمہ کی انگلیاں رکھ لینا۔(۵) اذان کے الفاظ کا ٹھہر ٹھہر کر[2] ادا کرنا اوراقامت کا جلد جلد۔(۶)اذان میں **حَيَّ عَلَى الصَّلَاة** کہتے وقت داہنی طرف اور **حَيَّ عَلَى الْفَلَاح** کہتے وقت بائیں طرف منہ پھیرنا (اس طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں)۔(۷)اذان اوراقامت کا قبلہ رو ہوکر کہنا۔(۸) اذان اوراقامت کے الفاظ کا ترتیب وار کہنا۔(۹)اذان واقامت کی حالت میں کوئی دوسرا کلام نہ کرنا (اگرچہ جواب سلام ہی کیوں نہ ہو)۔

(تنبیہ اول) (۱)اذان کہتے[3] وقت حدث اکبر سے پاک ہونا سنت اور (حدث اکبر کے ساتھ) حدثِ اصغر سے بھی پاک ہونا مستحب ہے ۔(۲)اقامت[4] کہتے وقت ان دونوں حدثوں سے پاک ہونا سنت ہے۔

(تنبیہ دوم) موذن میں یہ صفات ہونی چاہئیں۔عاقل ہونا' بلند آواز ہونا' مسائل ضروریہ (سمت قبلہ واوقات نماز) سے واقف ہونا' عالم سنت ہونا اور پرہیز گار ودیندار ہونا (نیز صاحب ہیبت ہونا تاکہ جو لوگ جماعت میں نہ آتے ہوں ان کو زجر کرسکے)۔

۸۴۔اذان واقامت کا مسنون طریقہ: (الف)اذان کہنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ موذن (حدث اکبر واصغر دونوں سے پاک ہوکر) خارج مسجد اونچی جگہ پر قبلہ رو کھڑا ہواوراپنے دونوں کانوں کی سوراخوں میں کلمہ کی انگلیاں رکھ کر باآواز بلند پہلے **الله اکبر** چار مرتبہ کہے۔ (اس طرح کہ ایک آواز میں دوبار کہے پھر دوسری آواز میں دوبارہ کہے) پھر شہادتین کو

(۱)اسپیکر کی صورت میں اذان داخل مسجد بھی دے سکتے ہیں کیونکہ آلہ صوت خارج مسجد ہے اوراس سے مقصود اعلان عام حاصل ہوجاتا ہے۔البتہ جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر منبر کے روبرو کہنی چاہئے (۲)اگر کوئی شخص اذان کو اقامت کی طرح جلد جلد کہے تو اس کا اعادہ مستحب ہے۔(۳) اگر حدث اکبر کی حالت میں کوئی شخص اذان کہہ دے تو مکروہ تحریمی ہے ایسی اذان کا لوٹانا مستحب ہے۔(۴)اگر حدث اکبر یا اصغر کی حالت میں اقامت کہی جائے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے مگر اقامت کا اعادہ مستحب نہیں۔

چار مرتبہ یعنی شہادت اولیٰ کو دو مرتبہ دو آواز میں کہے اور شہادت ثانیہ کو دو مرتبہ دو آواز میں، پھر داہنی طرف منہ پھیر کر حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃ ۔ دو مرتبہ دو آواز میں اور بائیں طرف منہ پھیر کر حَیَّ عَلَی الفَلَاح، دو مرتبہ دو آواز میں کہے[1] پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ دو مرتبہ ایک آواز میں اور ایک مرتبہ ایک آواز میں لآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کہکر اذان ختم کردے۔ فجر کی اذان میں حَیَّ عَلَی الفَلَاح کہنے کے بعد بغیر منہ پھیرے ''اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم'' دو مرتبہ دو آواز میں کہہ دے۔ اذان کے الفاظ جدا جدا اور ٹھہر ٹھہر کر ادا کرے یعنی پہلے دو مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہکر اس قدر سکوت کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے۔ اسی طرح ہر کلمہ کے بعد سکوت کرتا جائے۔

(ب) اقامت کا طریقہ بھی وہی ہے جو اذان کا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ اذان مسجد سے باہر کہی جاتی ہے اور اقامت مسجد کے اندر۔ اذان فرض سے کچھ دیر پہلے اور اقامت فرض سے متصل۔ اذان بلند آواز سے اور اقامت پست آواز سے۔ اقامت میں فجر کے وقت ''اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم'' نہیں بلکہ اس کے بجائے ہر وقت قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃ کہنا چاہئے۔ نیز اقامت کہتے وقت کانوں میں انگلیاں رکھنے[2] کی اور حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃ و حَیَّ عَلَی الفَلَاح، کہتے ہوئے دائیں بائیں طرف منہ پھیرنے[3] کی بھی ضرورت نہیں۔

(تنبیہ اول) (۱) اَللّٰـہُ اَکْبَرُ میں اَللّٰـہُ کے الف کو کھینچ کر یعنی مد کے ساتھ پڑھنا (مثلاً آللـہ) اور اَشْھَدُ اَنَّ کے نون کے زبر کو بڑھا کر (اَنَّا) کہنا، یہ دونوں امور موجب کفر ہیں۔ (۲) اَکْبَرُ کی ''ب'' اور ''ر'' کے مابین الف بڑھا کر (اَکْبَار) پڑھنے سے اذان فاسد ہو جاتی ہے۔ (۳) لفظ مُحَمَّدٌ کی دال کو پیش کے ساتھ ادا کرنا غلطی ہے۔ بلکہ یہاں زبر سے پڑھنا چاہئے (ان امور کا لحاظ ضروری ہے)۔

(تنبیہ دوم) اگر موذن کسی کلمہ کو موخر یا مقدم کردے یا بھول جائے تو جہاں یاد آئے وہیں سے لوٹ جائے، شروع سے لوٹانے کی ضرورت نہیں مثلاً اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ پہلے

(۱) اس طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں۔ (۲) کیونکہ کانوں کے سوراخ میں انگلیاں آواز بلند ہونے کیلئے رکھی جاتی ہیں اور وہ یہاں مقصود نہیں۔ (۳) کیونکہ اقامت موجودہ لوگوں کی اطلاع کیلئے ہے۔

کہہ دے اور بعد میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہے تو اب اس کلمہ (اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه) کے بعد پھر اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه کہہ لے یا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنا بھول جائے تو اب پھر اسی کلمہ کو کہہ کر آگے بڑھے۔

۸۵۔اذان کے مکروہات: (۱) ترجیع کرنا (یعنی شہادتین کو پہلے آہستہ کہہ کر پھر زور سے کہنا)۔(۲) لحن کرنا[۱] (یعنی حروف یا حرکات وسکنات کی ادائی میں کمی یا زیادتی کرنا جس سے کلمات میں تغیر آجائے اور راگ کی حالت پیدا ہو)۔(۳) طاقت سے زیادہ آواز بلند کرنا۔ (۴) سنن ومستحبات کے خلاف کرنا (یہ امور مکروہ ہیں)۔

۸۶۔وہ اشخاص جن کے اذان واقامت ناجائز یا مکروہ ہے: (۱) ناسمجھ بچہ اور مجنون کی اذان واقامت ناجائز ہے۔اگر یہ دونوں اذان واقامت کہیں تو اس کا لوٹانا لازم ہے۔(۲) عورت، نشہ والے اور فاسق کی اذان مکروہ ہے۔لیکن فاسق کی اذان باوجود کراہت کے لوٹائی نہ جائے۔البتہ عورت اور نشہ والے کی اذان کا لوٹانا مستحب ہے۔(۳) جُنبی (وہ شخص جس کو غسل کی حاجت ہو) کی اذان واقامت دونوں مکروہ ہیں مگر جنبی کی اذان لوٹائی جائے اور اقامت نہ لوٹائی جائے۔

(تنبیہ) (۱) نابالغ مگر سمجھدار لڑکے کی اذان واقامت جائز ہے۔(۲) بے وضو شخص کی اذان درست مگر اقامت مکروہ ہے۔(۳) ان پڑھ، ولد الزنا اور نابینا[۲] کی اذان بلا کراہت درست ہے لیکن کوئی اور کہہ دے تو بہتر ہے۔

۸۷۔تثویب کا حکم: (۱) اذان واقامت کے درمیان پھر نماز کی اطلاع دینے کا نام تثویب ہے۔(مثلاً الصَّلَاة الصَّلَاة یا نماز تیار ہے وغیرہ کہنا)۔(۲) مغرب کے سوا اور وقتوں میں تثویب جائز ہے۔(۳) فجر میں تثویب اذان کے اس قدر دیر کے بعد کی جائے جس میں بیس آیتوں کی تلاوت ہو سکے پھر اس کے بعد اسی قدر توقف سے اقامت کہی جائے۔

---

(۱) لحن سے اذان کہنا اور اس کا سننا دونوں مکروہ ہے۔البتہ ایسی خوش آوازی جس سے کلمات میں تغیر نہ ہو اچھی چیز ہے اور بغیر لحن کے مؤذن کا خوش لہجہ ہونا بہتر ہے۔(۲) جبکہ نابینا کو کوئی وقت بتلانے والا موجود ہو۔

(۴) اذان واقامت کے درمیان دو چار رکعت کی مقدار (جس کی ہر رکعت میں دس آیت کے برابر قراءت پڑھی جائے) فصل ہونا چاہئے۔ (۵) تثویب کا عربی زبان میں ہونا کچھ ضروری نہیں اگر کوئی یوں کہہ دے کہ "جماعت تیار ہے" یا "نماز ہوتی ہے" یا اور کوئی لفظ تب بھی درست ہے' یا اگر صرف کھانسنے سے لوگ سمجھ جائیں تو یہ بھی تثویب ہے۔

۸۸۔ اذان سننے والے کا حکم: (۱) اذان سننے والے پر خواہ مرد ہو یا عورت' طاہر ہو یا جنب' اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ (۲) اذان سننے کی حالت میں جواب دینے کے سوا اور کسی کام میں مشغول نہ ہو یہاں تک کہ سلام اور سلام کا جواب بھی نہ دے اور اگر قرآن شریف پڑھتا ہو تو اس کا پڑھنا بھی موقوف کردے اور اگر چل رہا ہو تو چلنے سے بھی رک جائے۔ (۳) جمعہ کی پہلی اذان سنکر تمام کاموں کو چھوڑ کر نماز جمعہ کیلئے مسجد جانا واجب ہے۔ اس وقت خرید وفروخت یا اور کسی کام میں مشغول ہونا حرام ہے۔ (۴) جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا ضروری نہیں۔ (۵) اگر ایک ہی نماز کے متعلق کئی اذانیں سنائی دیں تو صرف پہلی اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ (۶) حسب ذیل صورتوں یعنی نماز کی حالت' خطبہ سننے کی حالت (خواہ جمعہ کا خطبہ ہو یا عیدین وغیرہ کا)' نماز جنازہ کی حالت' علم دین پڑھنے یا پڑھانے کی حالت' کھانا کھانے کی حالت' جماع کی حالت' پیشاب' پاخانہ کی حالت' حیض ونفاس کی حالت میں اذان کا جواب نہ دینا چاہئے۔

۸۹۔ اذان کا جواب: اذان کا جواب دو طرح پر ہے۔ قولی' فعلی' قولی یہ کہ جو شخص مسجد کے اندر ہو بشرطیکہ اس وقت علم دین پڑھتا یا پڑھاتا نہ ہو اس کو صرف زبان سے جواب دینا چاہئے اور جو شخص مسجد سے خارج ہو اس کو فعلی وقولی دونوں جواب دینا چاہئے۔ یعنی اذان سنتے ہی سب کام چھوڑ کر یہاں تک کہ تلاوت قرآن مجید بھی ترک کر کے مسجد میں حاضر ہو جانا چاہئے کہ یہی اس کا اصل جواب ہے۔ نیز زبان سے بھی جواب دینا چاہئے۔ (۲) جواب اسطرح دے کہ جو لفظ موذن کی زبان سے سنے وہی آپ آہستہ آہستہ کہے لیکن حَيَّ عَلَى الصَّلَاة و حَيَّ عَلَى

الفَلاَح ' کے جواب میں لَاحَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ[1] کہے اور الصَّلاَةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کے جواب میں صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ[2] کہے۔(۳) پہلی مرتبہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه سنکر صَلَّی[3] اللّٰهُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه بھی کہنا اور دوسری مرتبہ سنکر اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھ کر قُرَّةُ[4] عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ .اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَ الْبَصَرِ کہنا مستحب ہے۔(۴) ختم اذان[5] کے بعد سامع اور موذن دونوں کو درود شریف اور اذان کی یہ دعاء پڑھنی چاہئے۔''اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَ الصَّلاَةِ الْقَآئِمَةِ ' اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِیْلَةَ وَ الْفَضِیْلَةَ وَ ابْعَثْهُ مَقاماً مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ[6]''(تنبیہ) وَ الْفَضِیْلَةَ کے بعد وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ اور وَ عَدْتَّه' کے بعد وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَه' اور ختم دعاء پر اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ کے پڑھنے کی کوئی اصل نہیں ہے۔(۵) دعاء کیلئے ہاتھ اٹھانا مستحب اور دعاء کے بعد منہ پر ہاتھ پھیر لینا سنت ہے۔

۹۰۔اقامت کا جواب: (۱) اقامت کا جواب دینا مستحب ہے۔قولاً وفعلاً دونوں طرح۔قولی یہ کہ اقامت کہنے والے کی زبان سے جو الفاظ سنے وہ آپ بھی کہے البتہ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاة کے جواب میں اَقَامَھَا[7] اللّٰهُ وَ اَدَامَھَا کہے اور فعلی اس طرح کہ فوراً نماز میں شریک ہو جائے۔

۹۱۔نماز کے سوا اور جگہ اذان واقامت: (۱) بچہ پیدا ہونے پر اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے۔(۲) اگر کوئی شخص کسی رنج میں مبتلاء ہو

---

(۱) نہیں ہے طاقت اور قوت مگر خدا کی مدد سے۔(۲) تو نے سچ کہا اور اچھی بات کہی۔(۳) یارسول اللہ آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے۔(۴) یارسول اللہ آپ سے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یا اللہ میرے کانوں کو آپ کا ذکر مبارک سننا اور میری آنکھوں کو آپ کا جمال مبارک دیکھنا نصیب فرما۔(۵) ختم اذان کے معاً۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے متصل الفاظ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ملانے کا حکم نہیں ہے۔نہ مؤذن کو نہ سامعین کو بلکہ درود شریف اور اذان کی دعاء پڑھنی چاہئے۔(۶) اے اللہ! اے اس کامل دعاء (اذان) کے اور اس قائم ہونے والی نماز کے مالک ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور بزرگی مرحمت فرما اور آپ کو مقام محمود میں پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔(انتباہ) ''وسیلہ'' جنت میں ایک ارفع واعلیٰ مقام ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ملے گا۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی اذان کے بعد میرے لئے ''وسیلہ'' طلب کرے اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہے(۷) ترجمہ: خدا نماز کو ہمیشہ قائم رکھے۔

یا مرگی کا مرض رکھتا ہو یا جل گیا ہو تو اس کے کان میں اذان کہنا مفید ہوگا۔(۳) اگر مسافر راستہ بھول جائے اور کوئی بتلانے والا نہ ہو یا کسی مقام پر جن وغیرہ ظاہر ہوتے ہوں اور لوگوں کو ایذا دیتے ہوں تو ان صورتوں میں اذان کہنا بہتر ہے۔

۹۲۔اذان واقامت کے متفرق احکام: (۱) فرض نماز کا بغیر اذان واقامت کے مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔(۲) اذان ہونے کے بعد بغیر نماز پڑھے مسجد سے چلے جانا سخت مکروہ[۱] ہے۔(۳) اذان واقامت میں نیت شرط نہیں، البتہ موجب ثواب ہے۔(۴) موذن کا ایک مسجد میں اذان دے کر نماز پڑھ لینے کے بعد، پھر دوسری مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔ (۵) جو شخص اذان کہے اقامت بھی اسی کا حق ہے۔ ہاں اس کی اجازت سے یا غیر موجودگی میں دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے، لیکن موجودگی میں خصوصاً بحالت ناراضی دوسرے کا اقامت کہنا مکروہ ہے۔(۶) زیادہ آواز کی ضرورت ہو تو متعدد موذن اذان دے سکتے ہیں۔ (۷) موذن کا اذان واقامت کہکر امامت کے لئے آگے بڑھنا جائز ہے۔ (۸) اذان میں چھینک آجائے تو الحمد لله کہنا یا چھینک کا جواب دینا جائز نہیں۔(۹) تنگ وقت میں جبکہ نماز ہی کیلئے وقت ناکافی ہو اذان ترک کی جاسکتی ہے۔(۱۰) اگر موذن اذان کہنے کی حالت میں بے ہوش ہو جائے یا اس کی آواز بند ہو جائے، یا بھول جائے اور کوئی یاد دلانے والا نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں اذان کا لوٹانا مسنون ہے۔(۱۱) اذان واقامت کے مابین فصل ضروری ہے مثلاً اذان اول وقت میں کہی جائے اور اقامت اوسط وقت میں سوا مغرب کے کہ اس میں تین چھوٹی آیتوں یا ایک بڑی آیت کی مقدار فصل کرنا چاہیئے۔(۱۲) اقامت کہنے کے بعد اگر زیادہ عرصہ گزرے اور جماعت قائم نہ ہو تو مکرر اقامت کہی جائے اور اگر تھوڑی سی دیر ہو تو ضرورت نہیں۔

(۱)۔البتہ اگر تھوڑی دیر میں واپس آکر جماعت میں شریک ہو سکتا ہو تو مکروہ نہیں۔

مسجد کے احکام

۹۳۔آداب مسجد: مسجد میں جن امور کا لحاظ ضروری ہے وہ یہ ہیں (۱) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھیں پھر نکلتے وقت بایاں پاؤں اور دونوں وقت درود شریف پڑھیں۔ (۲) مسجد کی کوئی جگہ اپنے لئے خاص نہ کرلیں۔ (۳) لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگیں[۱]۔ (۴) مسجد میں دنیا کی باتیں نہ کریں[۲]۔ (۵) مسجد میں اشعار نہ پڑھیں[۳]۔ (۶) مسجد کے اندر کھانے پینے اور سونے سے احتراز کریں[۴]۔ (۷) اگر پیر میں مٹی وغیرہ لگی ہو تو اس کو مسجد کی دیوار یا ستون سے صاف نہ کریں۔ (۸) لڑکوں اور دیوانوں کو مسجد میں داخل نہ ہونے دیں[۵]۔ (۹) مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش نہ کریں (۱۰) مسجد کی گھاس یا کوڑا، کچرا وغیرہ بے تعظیم جگہ نہ پھینکیں۔ (۱۱) مسجد میں انگلیاں نہ چٹخائیں۔

۹۴۔وہ امور جو مسجد میں مکروہ تحریمی ہیں: (۱) مسجد کے دروازہ کا بند کرنا[۶]۔ (۲) مسجد کی چھت پر پاخانہ، پیشاب یا جماع کرنا۔ (۳) مسجد کے اندر وضو یا کلی کرنا[۷]۔ (۴) مسجد کے اندر یا

---

(۱) اور نہ صفیں چیر کر آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ (۲) مسجد میں کلام مباح کرنا مکروہ ہے اور یہ گناہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے جانور گھاس کو کھاتے ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ مسجد میں، مجلس علم میں، میت کے نزدیک، قبرستان میں، اذان میں، تلاوت قرآن شریف کے قریب دنیوی باتیں کرنا تیس برس کے نیک اعمال کے ثواب کو حبط کر دیتا ہے۔ (تنبیہ) جب کلام مباح نیکیوں کو نہیں چھوڑتا تو پھر ان لوگوں کا کیا ہو جو بے ہودہ کلام اور زمانہ بھر کی پنچایتیں مسجدوں میں بیٹھ کر کیا کرتے ہیں۔ (۳) البتہ جن اشعار میں ذکر ہو ان کو پڑھ سکتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وعظ و نصیحت یا نعت و حکمتِ الٰہی یا صفات صالحین کا ذکر ہو تو پڑھنا بہتر اور پچھلی امتوں اور گزشتہ زمانوں کا ذکر ہو تو پڑھنا مباح اور خط و خال وغیرہ کا ذکر ہو تو پڑھنا مکروہ اور اگر کسی مسلمان کی ہجو و مذمت ہو تو پڑھنا حرام ہے۔ (۴) لیکن اعتکاف والے اور مسافر کو یہ امور مکروہ نہیں۔ (۵) اور اگر ان سے مسجد کے ناپاک ہونے کا گمان ہو تو پھر مکروہ تحریمی ہے۔ (۶) ہاں اگر نماز کا وقت نہ ہو تو حفاظت مال و اسباب کیلئے بند کرنا مکروہ نہیں۔ (۷) ہاں اگر کوئی برتن رکھ لیا جائے کہ وضو کا پانی اسی میں گرے مسجد میں نہ گرنے پائے یا مسجد ہی میں کوئی مقام وضو کیلئے بنا لیا گیا ہو جہاں لوگ نماز نہ پڑھتے ہوں تو پھر مکروہ نہیں۔

مسجد کی دیواروں پر تھوکنا یا ناک صاف کرنا[1]۔(۵) مسجد میں نجاست آلود جسم سے داخل ہونا۔ (۶) مسجد میں نجاست بھرے جوتوں کا ساتھ لے جانا۔(۷) مسجد میں تلوار کا نیام سے باہر کھینچنا (۸) مسجد میں لڑائی جھگڑا یا شور وغل کرنا۔(۹) مسجد میں ہنسی مذاق یا لہو ولعب کرنا۔(۱۰) لہسن پیاز وغیرہ بدبُو[2] دار چیزیں کھا کر' اسی طرح بیڑی چٹہ وغیرہ پی کر مسجد میں داخل[3] ہونا' یہ سب امور مکروہ تحریمی ہیں۔

(تنبیہ) جنب اور حائضہ کا مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔

۹۵۔مسجد میں خیرات مانگنے اور دینے کی مذمت: (۱) مسجد میں کسی سائل کو سوال کرنا حرام ہے۔(۲) مسجد میں ایسے سائل کو دینا جو لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہو مکروہ تحریمی ہے۔

۹۶۔نشہ پی کر مسجد میں آنے کی ممانعت: نشہ کی چیزیں استعمال کر کے مسجد میں داخل ہونا منع ہے اگر چہ نشہ نہ ہو بلکہ ایسے شخص کو مسجد سے نکلوا دینا درست ہے۔

۹۷۔مسجد میں کسب وتجارت: (۱) مسجد کے اندر خرید وفروخت اور کسی پیشہ ور کو اپنا پیشہ کرنا جائز نہیں[4]۔(۲) حالت اعتکاف میں خرید وفروخت جائز ہے۔بشرطیکہ اشیائے فروختنی مسجد میں نہ لائی جائیں۔(۳) اگر کوئی شخص مسجد کی حفاظت کیلئے مسجد میں بیٹھکر ضمناً اپنا کسب و پیشہ بھی کرتا جائے تو مضائقہ نہیں۔

۹۸۔مسجد میں جنازے کی نماز: مسجد میں جنازے کی نماز نہ پڑھنی[5] چاہئے البتہ اگر جنازے کی نماز کیلئے خاص مسجدیں نہ ہوں یا بارش وغیرہ کا عذر ہو تو بضرورت مسجد میں (نماز جنازہ) پڑھ سکتے ہیں۔

۹۹۔مسجد میں نکاح خوانی: مسجد کے اندر مجلس نکاح کا منعقد کرنا اور نکاح پڑھنا مستحب ہے

۱۰۰۔مسجد کے متفرق احکام: (۱) مسجد کو راستہ قرار دینا جائز نہیں۔(۲) مسجد کے در و دیوار

---

(۱) اگر ایسی ہی ضرورت ہو تو اپنے کپڑے میں لے لیں۔(۲) بدبو سے جس طرح انسانوں کو ایذاء پہنچتی ہے اسی طرح فرشتوں کو بھی پہنچتی ہے۔(۳) البتہ یہ لوگ مسواک کر کے مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں۔(۴) کیونکہ مسجد دینی امور خصوصی عبادت وذکر کے لئے ہے نہ کہ دنیوی کام کاج کیلئے۔(۵) اس سے ثواب جاتا رہتا ہے۔

پر قرآن مجید کی سورتوں یا آیتوں وغیرہ کا لکھنا بہتر نہیں۔(۳) مسجد کی دیواروں (خصوصاً محراب اور قبلہ رخ دیوار) کا نقش ونگار (کم ہو یا زیادہ) مکروہ ہے البتہ مسجد کے سقف (چھت) کا نقش ونگار اگر کم ہو تو مضائقہ نہیں اور زیادہ ہو تو وہ بھی مکروہ ہے۔(۴) مسجد کے نقش ونگار پر[1] (گو وہ سقف ہی میں ہو) روپیہ خرچ کرنے سے فقراء کو خیرات دینا افضل ہے۔(۵) مسجد میں دینی تعلیم دی جاسکتی ہے۔(۶) مسجد سے کبوتر، ابابیل وغیرہ کے گھونسلوں کا نکال کر پھینک دینا جائز ہے اگرچہ ان میں انڈے، بچے بھی ہوں۔(۷) مسجد کو غبار اور مکڑی کے جالوں وغیرہ سے پاک و صاف رکھنا چاہئے۔(۸) مسجد کو ہر وقت خوشبودار رکھنا چاہئے (۹) مسجد کی صفائی اور ہر طرح کی خدمت کرنا موجب سعادت وحسنات ہے۔خداوند جل شانہ مسلمانوں کو یہ سعادت اور توفیق حسنات عطا فرمائے۔اس سے بڑھکر روزانہ پنجوقتہ مسجد کی حاضری اور نماز کی پابندی پر قائم رکھے کہ نماز ہی اصل اصول سعادت اور ام الحسنات ہے[2]۔جس کے احکام اور تفصیلی مسائل اسی سلسلہ کے آئندہ حصہ میں بیان ہوں گے۔

بِعَوْنِهٖ وَ كَرَمِهٖ وَ بِهِ التَّوْفِيْقُ ،اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ الْعِنَايَاتِ وَ الْكَرَامَاتِ وَ وَفِّقْنَا لِلطَّاعَاتِ وَ الْعِبَادَاتِ وَ احْفَظْنَا مِنَ الْآفَاتِ وَ الْبَلِيَّاتِ وَ بَارِكْ لَنَا فِى الرِّزْقِ وَ الْحَسَنَاتِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ . بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .

تمت بالخیر

(۱) مسجد کی اصل زینت وآرائش عبادت سے ہے۔(۲) ترجمہ: تمام نیکیوں کی ماں۔

تتمہ

میت کے مسائل

ا۔ غسل اور اس کے متعلق احکام: (۱) میت کو غسل دینا فرض کفایہ[۱] ہے۔ (۲) مستحب ہے کہ غسل دینے والا میت کا کوئی عزیز قریب ہو اگر عزیز نہلا نا نہ جانتا ہو تو پھر کوئی پرہیز گار آدمی غسل دے۔ (۳) غسل کی جگہ غسل دینے والے اور اس کے شریک حال کے سوا اور کوئی نہ رہیں۔ (۴) غسل کیلئے پانی گرم[۲] کرلیں اور اس میں بیری[۳] کے پتے یا خطمی (گل خیرو) ڈال کر جوش دے لیں۔ (۵) جس تختہ پر غسل دینا ہو اس کو پہلے دھو کر کسی خوشبودار چیز (عود لوبان وغیرہ) کی دھونی دیدیں۔ (اس طرح کہ عوددان لے کے تختہ کے گرد تین یا پانچ یا سات[۴] مرتبہ پھرائیں)۔ (۶) غسل دینے تک میت کے نزدیک خوشبو جلاتے رہیں۔

(۷) غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے میت کو تختہ پر لٹا دیں (اس طرح کہ پاؤں جنوب یا قبلہ کی طرف ہوں یا سہولت و موقع کے لحاظ سے جس طرف ممکن ہو) پھر اس کے جسم سے تمام کپڑے اتارلیں لیکن ناف سے گھٹنوں تک ایک کپڑا ڈال دیں، اس کے بعد غسل دینے والا اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ[۵] کر شرمگاہ دھو ڈالے اور طہارت کرادے اور کہیں بدن پر نجاست لگی ہو تو دھو ڈالے۔ اس کے بعد وضو کرائیں (لیکن وضو[۶] میں کلی کرانے اور ناک میں پانی ڈالنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے عوض کپڑا یا روئی تر کر کے دانت اور منہ اور ناک صاف کر دیں) جب وضو

(۱) یعنی ایسا فرض کہ اگر بعض مسلمان اس کو کرلیں تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے اور جو کوئی بھی نہ کریں تو پھر سب گنہگار ہوں گے۔ (۲) اگر پانی گرم نہ ہو تو ٹھنڈا بھی کافی ہے۔ (۳) اگر نہ ملیں تو مضائقہ نہیں۔ (۴) سات سے زائد مرتبہ نہ پھرائیں۔ (۵) بغیر کپڑا لپیٹے برہنہ ہاتھ لگانا منع ہے۔ (۶) اس وضو کی ابتداء منہ دھونے سے ہوگی کیونکہ وضو سے قبل ہاتھ دھونا ضروری نہیں اور اس وضو میں سر کا مسح بھی کیا جائیگا اور ساتھ ہی ساتھ پاؤں بھی دھوئے جائیں گے۔

ہوجائے تو میت کے منہ اور ناک اور کان میں روئی لگا دیں تا کہ غسل کا پانی نہ بھر جائے۔ پھر سر کے بال اور داڑھی خطمی (گل خیرو) یا صابون وغیرہ سے اس طرح مل کر دھو ڈالیں کہ بال صاف ہوجائیں (اگر بال نہ ہوں تو پھر اس کی ضرورت نہیں) پھر میت کو بائیں[۱] کروٹ لٹا کر بیری کا پتّا ملا ہوا نیم گرم پانی ڈالنا شروع کریں اور سر سے پاؤں تک تین مرتبہ اتنا پانی ڈالیں کہ تختہ کے نیچے تک پانی پہنچ جائے۔ (یہ ایک[۲] مرتبہ غسل ہوا) پھر (دوسری مرتبہ) اس کو دائیں کروٹ لٹا کر سر سے پیر تک تین دفعہ وہی پانی اس طرح ڈالیں کہ نیچے تک پہنچ جائے' پھر میت کی کمر کی طرف غسل دینے والا سہارا دے کر کسی قدر بٹھانے کے قریب کر دے اور آہستہ آہستہ اس کا پیٹ اوپر سے نیچے کی طرف مل دے اگر کچھ رطوبت ونجاست نکلے تو صرف اسی کو صاف کر کے دھو ڈالے (اس سے وضو وغسل میں کچھ خلل نہیں آتا) اس کے بعد پھر بائیں کروٹ لٹا کر دائیں کروٹ پر کافور ملا ہوا پانی تین دفعہ خوب بہا دیں کہ تخت کے نیچے تک بہ نکلے (یہ تیسرا مرتبہ ہوا اور غسل ختم ہوگیا) اس کے بعد میت کا بدن کسی پاک کپڑے سے خشک کر کے میت کو تختہ سے اٹھا کر (بچھے ہوئے) کفن پر رکھ دیں اور منہ ناک اور کان سے روئی نکال ڈالیں اور اگر کوئی خوشبو[۳] دار چیز (عطر وغیرہ) موجود ہو تو اس کے سر اور داڑھی میں لگا دیں اور سجدہ کے اعضاء (یعنی پیشانی[۴]' ناک' ہتھلیاں' گھٹنے اور پاؤں) پر کافور مل دیں۔

(تنبیہ) میت کے بالوں میں کنگھی نہ کریں اور نہ بال مونچھ ناخن کاٹیں۔ ہاں اگر کوئی ناخن ٹوٹ گیا ہو تو اس کو علحدہ کر دیں[۵]۔

(۸) غسل دینے والا شخص ایسا ہونا چاہئے جس کو میت کا دیکھنا جائز[۶] ہو۔ پس عورت کو مرد یا مرد کو عورت کا غسل دینا جائز نہیں اگر چہ وہ محرم[۷] ہوں۔ البتہ منکوحہ عورت اپنے شوہر کو غسل دے

(۱) تا کہ غسل کی ابتداء دائیں طرف سے ہو۔ (۲) ایک مرتبہ فرض اور تین مرتبہ مسنون ہے۔ (۳) مرد کیلئے سوائے زعفران کے دوسری تمام خوشبوئیں درست ہیں۔ (۴) میت کے بدن یا کفن پر کافور یا سیاہی سے کچھ نہ لکھیں' البتہ بغیر سیاہی کے صرف انگلی سے پیشانی پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور سینہ پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھنا جائز ہے۔ (۵) اور کفن میں رکھ دیں۔ (۶) اگر ایسا شخص نہ ہو جس کو میت کا دیکھنا جائز ہو تو اس صورت میں غسل تو ہوجائے گا لیکن مکروہ ہوگا۔ (۷) محرم وہ مرد وعورت جن کا باہم نکاح ناجائز ہو۔

سکتی ہے[1]۔ لیکن شوہر کا اپنی عورت کو غسل دینا جائز نہیں[2] (۹) اگر کوئی عورت ایسی جگہ مر جائے جہاں سوائے مردوں کے کوئی عورت نہ ہو یا مرد ایسی جگہ مر جائے جہاں سوا عورتوں کے کوئی مرد نہ ہو تو ایسی حالت میں میت کو بجائے غسل کے تیمّم کرا دینا چاہئے لیکن غیر محرم کو اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ لینا ہوگا (اگر محرم یا زوجہ ہو تو اس کی ضرورت نہیں)۔ (۱۰) نابالغ لڑکے اور لڑکی کو عورت و مرد دونوں غسل دے سکتے ہیں بشرطیکہ وہ قابل شہوت (یعنی قریب البلوغ) نہ ہوں۔ (۱۱) اگر کوئی بچہ پیدا ہوتے ہی مر جائے تو اس کا غسل دینا فرض ہے اور اگر مرا ہوا پیدا ہو (خواہ اعضاء بن چکے ہوں یا نہیں) تو بہتر یہی ہے کہ اس کو بھی غسل دیا جائے۔ (۱۲) سڑی ہوئی میت پر صرف پانی ڈال کر بہا دینا کافی ہے۔ (۱۳) اگر کسی لاش کے ٹکڑے نصف سے زیادہ یا نصف مع سر کے ملیں تو غسل دیا جائے ورنہ نہیں۔ (۱۴) اگر کوئی شخص دہ در دہ پانی میں ڈوب کر مر گیا ہو تو اس کو نکالتے وقت غسل کی نیت سے تین بار پانی میں حرکت دے دینا کافی ہے۔ (غسل ہو جائیگا)۔ (۱۵) اگر کسی میت کو بغیر غسل کے قبر میں رکھدیا ہو مگر ابھی مٹی نہ ڈالی ہو تو میت کو قبر سے نکال کر غسل دے دینا ضروری ہے۔ ہاں اگر مٹی ڈال دی ہو تو پھر نہ نکالنا چاہئے۔ (۱۶) اگر غسل کے لئے پانی نہ ملے تو میت کو تیمّم کرا کے دفن کر دیں، پھر اگر دفن سے قبل پانی مل جائے تو غسل دے دیں۔ (۱۷) اگر کوئی ناپاک مرد یا عورت (جن کو غسل کی ضرورت ہو) یا کوئی کافر (میت کو) غسل دے دے تو ہو جائے گا لیکن مکروہ ہوگا۔ (۱۸) شہید کو غسل[3] نہ دینا چاہئے الّا اس صورت میں کہ بحالت جنابت قتل کیا گیا ہو یا لڑکا یا دیوانہ ہو یا عورت ہو جو حیض و نفاس کی حالت میں (جب وہ حیض و نفاس ہی کا خون ثابت ہو اور حیض پر تین دن تین رات گزر چکے ہوں) قتل کی گئی ہو ان حالتوں میں شہید کو بھی غسل دینا چاہئے۔

---

(۱) بشرطیکہ اس وقت زوجیت باقی ہو۔ (۲) کیونکہ عورت مرتے ہی شوہر اس کے نکاح سے علحدہ سمجھا جائیگا بخلاف عورت کے کہ وہ عدت کے زمانہ تک شوہر کے نکاح میں سمجھی جائیگی۔ (۳) شہید اس مسلمان، عاقل، بالغ، طاہر (پاک) کو کہتے ہیں جو ظلماً کسی آلہ جارحہ سے قتل کیا گیا ہو اور زخمی ہونے کے بعد دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو نیز اس قتل سے مال واجب نہ ہوا ہو۔

(۱۹) میت کو غسل دیا ہوا پانی نجس ہے۔ (۲۰) میت کو نہلانے کی اجرت لینی جائز[1] نہیں جبکہ ایک شخص ہو البتہ اگر کئی اشخاص ہو تو پھر جائز[2] ہے۔ (۲۱) میت کو غسل دے چکنے کے بعد کفن پہنائیں۔

۲۔ کفن اور اس کے متعلق احکام: (۱) میت کو کفن دینا (غسل کی طرح) فرض کفایہ ہے۔ (۲) مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں: چادر، تہہ بند، کفنی اور عورت کے کفن میں پانچ: چادر، تہہ بند، کفنی، سینہ بند، اوڑھنی۔

(**تنبیہ**)۔ چادر کی مقدار اتنی ہونی چاہئے جو سر سے لے کر پیر تک کافی ہو۔ تہہ بند بھی گویا چادر ہی ہے لیکن پہلی چادر سے کسی قدر چھوٹی، یہ بھی سر سے پیر تک ہوتی ہے۔ کفنی ایک قسم کا کرتہ ہے جو گردن سے لیکر پیر تک ہوتا ہے مگر اس میں آستین و کلی نہیں ہوتی۔ سینہ بند کی مقدار سینہ سے لیکر رانوں تک اور اوڑھنی تین ہاتھ طویل دو بالشت عرض۔

(۳) اگر کفن مسنون نہ ملے تو مرد کو صرف دو کپڑے: چادر، تہہ بند اور عورت کو تین کپڑے: چادر، تہہ بند، اوڑھنی بھی کافی ہے۔ اگر اسی قدر بھی نہ ملے تو جو کچھ مل جائے لیکن کم سے کم اتنا کپڑا ضروری ہے جو پورے جسم کو چھپا سکے ورنہ لوگوں سے مانگ کر پورا کریں یا جس قدر جسم کھلا رہے اس کو گھانس وغیرہ سے چھپا دیں۔ اگر مطلق کپڑا میسر نہ آئے تو پاک گھانس میں میت کو لپیٹ دیں اور قبر میں رکھ کر نماز پڑھ دیں۔ (۴) قدرت ہونے پر مرد کو تین اور عورت کو پانچ کپڑوں سے کم نہیں دینا چاہئے اور اس میں زیادتی بھی جائز نہیں۔ (۵) چھوٹے بچوں کو ایک دو کپڑوں میں بھی کفنا دیں تو جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ پورا کفن ہو۔ (۶) جو بچہ مرا پیدا ہو یا حمل گر جائے اس کو ایک پاک کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے۔ (کفن مسنون کی ضرورت نہیں)۔ (۷) شہید کو کفن دینے کی ضرورت نہیں بلکہ پہنے ہوئے خون آلودہ کپڑوں[3] ہی میں دفنا دیں۔ (۸) کفن انہی کپڑوں کا ہونا چاہئے جن کا پہننا حالت زندگی میں جائز تھا، پس مردوں کیلئے

(۱) کیونکہ میت کا نہلانا خدا کی طرف سے فرض ہے پھر اس پر اجرت کیسی۔ (۲) اس لئے کہ اس صورت میں کسی خاص شخص پر اس کا نہلانا فرض نہیں۔ (۳) البتہ اگر کم ہوں تو تکملہ کر دیں اور اگر زائد ہو تو نکال دیں۔

خالص ریشمی یا کسم وزعفرانی رنگ کے کپڑوں کا کفن درست نہیں البتہ عورتوں[1] کو دیا جاسکتا ہے' لیکن سب کیلئے سفید افضل ہے۔ (۹) کفن کیلئے کپڑا نیا ہوتو احسن ہے ورنہ پرانا بھی کافی ہے ۔(۱۰) کفن کا کپڑا اسی قیمت کا ہونا چاہئے جس قیمت کا مرد جمعہ اور عیدین میں پہنا کرتا تھا اور عورت اپنے ماں باپ کے گھر میں پہن کر جایا کرتی تھی۔(۱۱) اگر میت کا مال موجود نہ ہوتو اس کا کفن اس شخص پر واجب ہے جو حالت زندگی میں اس کی کفالت کرتا تھا' اگر ایسا شخص بھی نہ ہو تو پھر بیت المال سے ورنہ مسلمانوں سے چندہ لے کر بنایا جائے۔(۱۲) کفن پہنانے سے قبل کفن میں تین یا پانچ مرتبہ کسی خوشبودار چیز کی دھونی دینا مستحب ہے (۱۳) مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے (کفن کی) چادر کسی تخت یا بورئے پر بچھا کر اس پر تہہ بند بچھائیں' پھر تہہ بند پر کفنی نصف بچھا کر باقی نصف میت کے سر کی طرف رکھ چھوڑیں۔اس کے بعد میت کو (غسل کے تختہ سے لاکر) اس پر لٹادیں اس طرح کہ دونوں ہاتھ دونوں پہلو میں رکھیں' سینہ پر نہ رکھیں نہ نماز کی طرح رکھیں اور کفنی[2] پہنائیں اس طرح کہ میت کا سر کفنی کے گریبان سے باہر نکال کر سر کی طرف رکھی ہوئی آدھی کفنی کو میت پر پھیلادیں پھر تہہ بند لپیٹیں' اس طرح کہ (میت کے بدن پر) پہلے تہہ بند کی بائیں جانب رکھیں پھر دائیں جانب تاکہ دائیں جانب بائیں کے اوپر رہے' پھر اس کے بعد چادر اسی طرح لپیٹ دیں کہ دائیں جانب بائیں کے اوپر رہے۔ (۱۴) عورت کے کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے (کفن کی) چادر کسی تخت یا بورئے پر بچھا کر اس پر سینہ بند اور سینہ[3] بند پر تہ بند بچھائیں پھر تہہ بند پر کفنی (مثل[4] سابق) بچھا کر عورت کو اس پر لٹادیں اور کفنی[5] پہنائیں۔ پھر (خوشبو لگانے اور اعضاء سجدہ پر کافور ملنے کے بعد) سر کے بالوں کے دو حصے کر کے سینہ پر (دائیں بائیں) کفنی کے اوپر رکھدیں اور اوڑھنی[6] (کھلی ہوئی)

(۱) کیونکہ زندگی میں ان کو ان کپڑوں کا پہننا جائز و درست ہے۔(۲) اس کفنی کا گریبان (کنٹھی) مونڈھوں کی طرف نکال لیں اس مقدار میں کہ میت کا سر آسکے۔(۳) اس صورت میں سینہ بند چادر و تہہ بند کے درمیان رہے گا لیکن چادر سے پہلے اور تہہ بند کے اوپر بھی جائز ہے (۴) یعنی جس طرح کہ مرد کے کفن میں مذکور ہوا (۵) اس کفنی کا گریبان سینہ کی طرف نکال لیں بقدر کفاف (۶) اوڑھنی کو باندھنا اور لپیٹنا نہیں چاہئے۔

سر اور بالوں پر اوڑھا دیں اس طرح کہ بالوں کے دونوں حصوں (آخر تک) اوڑھنی کے دونوں کناروں کے نیچے چھپ جائیں پھر اس کے بعد تہہ بند لپیٹیں، پھر سینہ بند (سینہ کے اوپر بغلوں سے نکال کر رانوں تک) پھر چادر لپیٹ دیں اس طرح کہ ہر دائیں جانب بائیں کے اوپر رہے۔ (۱۵) کپڑے کی دھجیوں سے دونوں کنارے اور درمیان کمر سے نیچے باندھ دیں تا کہ (ہوا وغیرہ سے) کفن کھل نہ جائے۔(۱۶) جنازہ کے اوپر جو چادر اڑھاتے ہیں وہ کفن میں داخل اور ضروری نہیں اگر یہ نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں۔(۱۷) جب میت کو کفن پہنا چکیں تو اس پر نماز پڑھیں۔

۳۔نماز جنازہ اور اس کے متعلق احکام :(۱) نماز جنازہ فرض کفایہ ہے (۲) نماز جنازہ کے شرائط دو قسم کے ہیں۔ایک وہ جو نماز پڑھنے والے سے تعلق رکھتے ہیں (یہ وہی ہیں جو اور نمازوں کیلئے ہیں) یعنی طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، نیت۔البتہ وقت اس کیلئے شرط نہیں۔ نیز اس نماز کیلئے تیمّم جائز ہے جب کہ وضو کر کے آنے تک نماز کے ختم ہو جانے کا خوف[۱] ہو (اور نمازوں[۲] کیلئے یہ بات نہیں)۔

دوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں جن کا تعلق خاص میت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔میت کا مسلمان ہونا۔ میت کا بدن اور کفن کا پاک[۳] ہونا۔میت کے جسم عورت[۴] کا پوشیدہ ہونا، میت کا وہاں موجود ہونا، میت کا نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا۔میت کا یا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا، امام کا بالغ ہونا (اگر میت کافر یا مرتد ہو یا میت کو غسل نہ دیا گیا ہو یا کفن ناپاک ہو یا میت بالکل برہنہ ہو یا جنازہ غائب یا نماز پڑھنے والے کے پیچھے یا سواری یا ہاتھوں پر ہو یا امام نابالغ ہو تو ان تمام صورتوں میں نماز درست نہیں)۔(۳) نماز جنازہ کے دو رکن ہیں:

(۱) اور خود میت کا ولی نہ ہو۔(۲) سوا عیدین کے۔(۳) بدن اور کفن کا ابتداء میں پاک ہونا شرط ہے، اگر غسل اور کفن دینے کے بعد میت سے نجاست نکل کر کفن ناپاک ہو جائے یا بدن نجس ہو تو یہ مانع نماز نہیں۔(۴) جسم عورت بدن کا وہ حصہ ہے جس کا چھپانا شرعاً واجب اور ظاہر کرنا حرام ہے، مردوں کا جسم عورت ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے اور عورتوں کا تمام بدن سوا چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدم کے۔

اول چار تکبیریں[1] (یعنی چار مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا)' دوم قیام[2] (یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا)۔

(۴) نماز جنازہ کی سنتیں تین ہیں۔ حمد وثناء پڑھنا' درود شریف پڑھنا' دعاء کرنا۔

(۵) **نماز جنازہ کا مسنون و مستحب طریقہ** یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینہ[3] کے مقابل کھڑا ہو جائے پھر امام اور تمام مقتدی نماز جنازہ کی نیت[4] کر کے دونوں ہاتھ (مثل تکبیر تحریمہ کے) کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ہاتھوں کو (نماز کی طرح) ناف کے نیچے باندھ لیں اور ثناء پڑھیں۔ ثناء یہ ہے: **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ جَلَّ ثَنَآءُ کَ وَ لآ اِلٰہَ غَیْرُکَ .** پھر دوسری دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں لیکن اس دفعہ ہاتھ نہ[5] اٹھائیں۔ پھر درود شریف پڑھیں' جو درود یاد ہو لیکن بہتر یہ ہیکہ وہی درود پڑھیں جو نماز میں پڑھتے ہیں یعنی'' **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ** '' پھر تیسری دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں (اس دفعہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں) اس کے بعد دعاء پڑھیں۔ اگر میت بالغ[6] ہو تو یہ دعاء پڑھیں[7]: '' **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَ اُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ** ''۔ نابالغ لڑکے یا مجنون کیلئے یہ دعاء پڑھیں: '' **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا** ''. نابالغہ لڑکی یا مجنونہ کی دعاء یہ ہے۔ '' **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْھَا لَنَا**

---

(۱) ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے۔ (۲) رکوع وسجود اور قعدہ اس نماز میں نہیں۔ (۳) خواہ میت مرد ہو یا عورت (۴) نیت یہ ہے ''میں نماز جنازہ پڑھتا ہوں چار تکبیروں سے جو خدا کی نماز اور میت کے لئے دعاء ہے۔ (مقتدی ہوں تو کہیں اس امام پیچھے' امام ہو تو کہے مقتدیوں کے ساتھ) قبلہ رو ہو کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ (۵) اور نہ منہ اوپر اٹھائیں جیسا کہ عوام کا دستور ہے۔ (اس کی ضرورت نہیں)۔ (۶) خواہ مرد ہو یا عورت۔ (۷) اگر یہ دعاء یاد نہ ہو تو صرف اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ کہہ دینا کافی ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو چپکا کھڑا رہے پھر تکبیر کہہ دے۔

اَجْراً وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً '' پھر چوتھی دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہیں[1] اور (بغیر کسی دعاء کے) دائیں اور بائیں سلام پھیر دیں ۔جس طرح نماز میں پھیرا کرتے ہیں (بس نماز جنازہ ہوگئی[2]) نماز جنازہ میں التحیات اور قرآن شریف کی قرأت وغیرہ نہیں ہے ۔(٦) جنازہ کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کی جائیں ۔ یہاں تک کہ اگر صرف سات شخص ہوں تو ان میں سے ایک امام بنے پھر پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں اور دوسری میں دو اور تیسری میں ایک ۔(٧) نماز جنازہ کی امامت کا استحقاق سب سے زیادہ بادشاہ کو ہے' پھر حاکم شہر کو پھر قاضی[3] کو پھر نائب قاضی کو' اگر یہ لوگ موجود نہ ہوں تو پھر امام محلّہ مستحق ہے بشرطیکہ میت کے اولیاء[4] میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو' ورنہ میت کا ولی پھر ہر وہ شخص جس کو ولی اجازت دے ۔اگر میت کے اولیاء بہت ہوں تو جو شخص میت کا زیادہ قریب ہے وہی نماز پڑھانے کا زیادہ مستحق ہے اور اگر ایک ہی درجہ کے دو ولی ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو وہ بہتر ہے' عورت کیلئے بھی اولیاء مقدم ہیں اگر کوئی ولی موجود نہ ہو پھر شوہر مستحق ہے ۔اگر ولی کی اجازت کے بغیر کسی ایسے شخص نے نماز پڑھائی ہو جس کو امامت کا استحقاق نہیں تو ولی کو اختیار ہے کہ پھر دوبارہ نماز پڑھے' ہاں مستحق امامت شخص کے نماز پڑھا دینے پر پھر ولی کو اعادہ کا حق نہیں ۔(٨) جنازے کی نماز بھی انہی چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازیں فاسد ہوتی ہیں البتہ جنازے کی نماز میں قہقہہ[5] سے وضو نہیں[6] جاتا اور عورت کے برابر کھڑے ہونے سے بھی یہ نماز فاسد نہیں ہوتی ۔(٩) جس مسجد میں جماعت ہوتی ہو اس میں جنازہ کی نماز نہ پڑھیں[7] اگر کوئی

---

(١) اس دفعہ بھی ہاتھ نہ اٹھائے ۔(٢) ۔(تنبیہ ضروری) نماز جنازہ کو لوگوں نے بہت مشکل سمجھ رکھا ہے حالانکہ وہ نہایت آسان ہے ۔(جیسا کہ طریقہ نماز سے ظاہر ہے) بعض دیہات میں ناواقف مسلمان' مسلمان میت کو بلا نماز دفن کر دیتے ہیں' محض اس لئے کہ ان کو نماز جنازہ نہیں آتی اور کوئی پڑھانے والا نہیں ملتا' یہ سخت غلطی ہے ۔ان کو چاہئے کہ ہر گز ایسا نہ کریں بلکہ نماز کا پورا طریقہ سیکھ لینے تک جنازہ کو سامنے رکھ کر باوضو کھڑے ہو جائیں اور صرف چار دفعہ اللہ اکبر کہہ دیں (نماز جنازہ ہو جائے گی) کیونکہ ثناء' درود' دعاء فرض نہیں بلکہ مسنون چیزیں ہیں' فرض تو یہی قیام اور چار تکبیریں ہیں جن پر بحالت ضرورت اکتفاء کر لیں تو نماز ہو جاسکتی ہے ۔لیکن یاد رہے کہ ضرورت ہی کی حالت میں ایسا کریں اور پھر فوراً نماز جنازہ سیکھ لیں ورنہ گنہگار رہوں گے ۔(٣) یعنی مسلمان حاکم عدالت ۔(٤) اولیاء ولی کی جمع ہے جس کے معنی یہاں قرابت دار کے ہیں ۔(٥) کھل کھلا کر ہنسنا ۔(٦) نہ نماز جاتی ۔(٧) کہ مکروہ تحریمی ہے اس سے ثواب جاتا رہتا ہے ۔

عذر ہو مثلاً پانی برس رہا ہو تو اسوقت نماز جنازہ مسجد میں پڑھ سکتے ہیں۔(۱۰) جس لڑکے کا باپ یا ماں مسلمان ہو وہ لڑکا مسلمان سمجھا جائیگا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی۔(۱۱) نماز جنازہ ہر فاسق وفاجر پر جس کا خاتمہ اسلام پر ہو پڑھنا چاہیئے۔البتہ مسلمان حاکم مجاز ہیکہ کسی بدکار شخص پر نماز نہ پڑھنے کا حکم دے تا کہ دوسروں کو عبرت ہو اور بدکاری سے باز رہیں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَ نُوْرِ عَرْشِهٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ . بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ .

تَمَّتْ بِالْخَیْرِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

درود شریف کے فوائد پر مدلل بیان

انوار احمدی

اس معرکۃ الآراء کتاب کی تصنیف حضرت بانی جامعہ علیہ الرحمہ نے مدینہ منورہ میں کی ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آداب کتاب وسنت سے بیان کئے گئے ہیں۔ جدید کتابت' عمدہ طباعت دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ طبع ہوئی جس کی قیمت 150 روپئے ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

مجلس اشاعت العلوم کی جملہ مطبوعات تاجران کتب مسجد چوک' چار مینار' اور گلبرگہ شریف سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ

اللہ کے نزدیک دین حق اسلام ہی ہے

نصاب اہل خدمات شرعیہ

حصہ چہارم

مشتمل بر مسائل ضروریہ

❖ نماز ❖ جماعت واقامت ❖ تجوید

مرتبہ: مولانا غلام محی الدین صاحب فارغ جامعہ نظامیہ

تنقیح وتصحیح

شعبہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ

ناشر

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ ' حیدرآباد 'الھند

فہرست مضامین حصہ چہارم

لڑکیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم و تربیت کا مرکز

كلية البنات جامعه نظاميه

واقع قاضی پورہ ' حیدرآباد

الحمد لله جامعہ نظامیہ نے لڑکیوں کی دینی تعلیم و تربیت کیلئے کلیة البنا کو قائم کیا ہے۔ جہاں پر جامعہ نظامیہ کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جا رہی ہے۔ الحمد للہ کئی طالبات دکتوراہ (پی ایچ ڈی) کر چکی ہیں۔ کلیة البنات میں طالبات سے کسی قسم کی کوئی فیس نہیں لی جاتی۔

مستند معلمات کی زیر نگرانی طالبات تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

کلیة البنات کا تعلیمی سال ۹ / شوال تا ۱۵ / شعبان ہے۔ ایسی طالبات جو اردو نوشت و خواند سے واقف ہوں داخلہ لے سکتی ہیں۔

جامعہ نظامیہ کی طرح کلیة البنات کے اسناد بھی عثمانیہ یونیورسٹی سے مسلمہ ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ وَ العَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ علىٰ سَيِّدِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ سَيِّدِنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ .

تمہید

قبل اس کے کہ نماز کے مسائل بیان ہوں، مناسب ہوگا کہ نماز کی فضیلت وتاکید بیان کی جائے جس سے معلوم ہوسکے کہ اللہ پاک نے نماز کو کس درجہ اہم اور مہتم بالشان قرار دیا ہے اور ہر مسلمان پر، مسلمان ہونے کی حیثیت سے، کس حدتک نماز کی پابندی لازم ہے۔

نماز کی تعریف: نماز ترجمہ ہے لفظ صلوٰۃ کا جس کے معنیٰ دعاء کے ہیں۔اور اصطلاح شرع میں مخصوص افعال (قیام، رکوع، سجودوغیرہ) کا نام نماز ہے۔

نماز کی اولیت: نماز وہ عبادت ہے جو سب سے پہلے فرض ہوئی اور پھر سب سے پہلے دنیا سے اٹھالی جائے گی اور سب سے پہلے قیامت کے دن اسی کا سوال ہوگا۔

روز محشر کہ جاں گداز بود اولیں پرسش نماز بود

نماز سے کوئی شریعت خالی نہیں: حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر اس وقت تک جتنے انبیاء (علیہم السلام) گزرے ہیں سب پر نماز فرض تھی البتہ تعداد اور طریق ادا میں فرق رہا اور اب شریعت اسلامیہ میں جس طریق ادا کا حکم ہے وہ اکمل ترین طرق ہے۔

نماز اور اسلام: نماز اسلام کا رکن اولٰی واعظم ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اسلام کی عمارت زیادہ تر اسی پر قائم ہے یا مسلمان کا مسلمان ہونا اسی سے سمجھا جاسکتا ہے تب بھی مبالغہ نہیں۔ حضور اکرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "نماز دین کا ستون ہے" (جس نے

(۱) ایمان کے بعد

نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے دین کی بنیاد منہدم کر دی) اور فرمایا کہ ''نماز کے بغیر دین ایسا ہے جیسے سر کے بغیر جسم''۔

نماز کی اہمیت: نماز ہر فرد مسلمان پر (خواہ امیر ہو یا فقیر' تندرست ہو یا مریض' مقیم ہو یا مسافر) روزانہ پانچ وقت فرض عین ہے' یہاں تک کہ دشمن کے مقابلہ میں جب لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہو' اس وقت بھی اس کا ادا کرنا فرض ہے۔ عورت جبکہ دردزہ میں مبتلا ہو' جو ایک سخت مصیبت کا وقت ہے' بلکہ بچہ کا کوئی جز ونصف سے کم باہر آ گیا ہو تو اس وقت بھی اس کو نماز پڑھنے کا حکم ہے' توقف جائز نہیں۔ نماز کی اہمیت کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے کہ باوجودیکہ نابالغ پر نماز فرض نہیں لیکن حدیث میں سات برس کی عمر ہی سے بچہ کو نماز پڑھنے کی تاکید کرنے اور دس برس کی عمر میں ترک نماز پر مارنے کا حکم ہے تاکہ پیش از پیش نابالغ کو نماز کی عادت ہو جائے۔ غرض نماز کی تاکید سے قرآن مجید اور احادیث شریف کے مبارک صفحات مالا مال ہیں۔ گویا نماز ایک ایسا لابدونا گزیر فرض ہے۔ جو بغیر موت کے کسی طرح مسلمان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا۔

ترک نماز کا اثر: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''نماز مومن اور کافر کے درمیان حد فاصل ہے۔ جس نے عمداً نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا'' (کفر کے قریب ہو گیا)' اور فرمایا ''نماز نہ چھوڑنا کہ نماز چھوڑنے والے سے اسلام کا ذمہ بری ہے''۔ ''جس نے نماز چھوڑ دی اس کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں''۔ ''جس نے نماز چھوڑ دی وہ قیامت کے دن فرعون' قارون' ہامان' ابیؔ ابن خلف (جیسے دشمنان خدا) کے ہمراہ ہوگا''۔ ان ارشادات کے بعد نماز چھوڑ دینے سے کیا اثر مرتب ہوتا ہے اور مسلمان کو اسلام کے ساتھ کیا نسبت قائم رہتی ہے' ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

نماز کے برکات: نماز خدا کے ساتھ تعلقات بندگی کو تازہ کرتی' انسان کی زندگی کو پاکیزہ اور شریفانہ بناتی اور انسان کو تمام برائیوں سے باز رکھتی ہے۔ گویا نماز ایک قلعہ ہے جو برائیوں کے لشکر کو اپنے اندر گھسنے نہیں دیتا۔ حضرت رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد ہے:۔

(۱) ''جب کوئی مسلمان نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح دور ہو جاتے ہیں جس طرح

خریف کے موسم میں درختوں سے پتے گرتے ہیں''۔

(۲) ''جس طرح کسی نہر میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرنے کے بعد بدن پر میل کچیل باقی نہیں رہتا اسی طرح نماز کی بدولت گناہ کی کثافت دور ہو جاتی ہے''۔

(۳) ''ایک نماز سے دوسری نماز تک جتنے (صغیرہ) گناہ ہوتے ہیں سب معاف ہو جاتے ہیں''۔

(۴) ''ہر چیز پر آگ اثر کرتی ہے مگر نمازی کی پیشانی پر اس کا اثر نہیں ہوتا''۔

(۵) ''نماز مومن کا نور ہے''۔

(۶) ''جو شخص نماز کا پابند رہے گا قیامت میں اس کے ساتھ نور ہوگا اور نماز اس کیلئے نجات کا باعث ہوگی''۔

(۷) ''نماز جنت کی کنجی ہے''۔

(۸) ''نماز شروع کرتے ہی جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور کوئی چیز نمازی اور اللہ کے درمیان حائل نہیں رہتی''۔

(۹) ''بندہ کو اللہ کا قرب زیادہ تر سجدہ ہی میں حاصل ہوتا ہے''۔

(۱۰) ''نمازی نماز میں اللہ سے سرگوشی کرتا ہے''۔

اور فرماتے ہیں کہ

(۱۱) ''نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے''۔

نماز کے مسائل

۱۔نماز کا حکم :(۱) نماز ہر مسلمان عاقل بالغ پر (خواہ مرد ہو یا عورت) روزانہ پانچ وقت[1] فرض عین[2] ہے۔(۲) نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔(۳) نماز کا تارک (سستی و کاہلی کی راہ سے چھوڑنے والا) اعلی درجہ کا فاسق ہے۔جس کی سزا امام اعظم حضرت ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک قید ہے جب تک کہ توبہ نہ کرلے (بخلاف اور ائمہ[3] کے کہ ان کے یہاں قتل ہے)۔

۲۔نماز کے واجب ہونے کی شرطیں : نماز کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں۔ (۱) مسلمان[4] ہونا۔(۲) بالغ[5] ہونا۔(۳) عاقل[6] ہونا۔(۴) وقت[7] کا پایا جانا۔ نیز عورتوں کا حیض[8] ونفاس[9] سے پاک ہونا شرط ہے۔

۳۔نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں : نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں[10] (یا بیرونی فرض) چھ ہیں: (۱) طہارت جسم۔(۲) طہارت جامہ۔(۳) طہارت مقام۔(۴) ستر عورت۔ (۵) استقبال قبلہ۔(۶) نیت۔

---

(۱) یعنی فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔(تنبیہ) اوقات نماز اور اذان کے مسائل تفصیل کے ساتھ سلسلہ نصاب حصہ سوم میں بیان ہو چکے ہیں۔(۲) یعنی خاص خدائے تعالیٰ کا حکم جس کی تعمیل ہر فرد مسلمان عاقل بالغ پر لازم ہے اور جو چند آدمیوں کے ادا کرنے سے باقی مسلمانوں کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا۔(۳) یعنی امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ۔(۴) کافر پر نماز واجب نہیں۔(۵) نابالغ پر نماز واجب نہیں۔ (۶) مجنون پر نماز واجب نہیں۔(۷) اگر وقت نہ ملے مثلاً اسلام لانے یا بالغ ہونے یا جنون اور حیض ونفاس دور ہونے کے بعد تکبیر تحریمہ کہنے تک کی گنجائش نہ ہوتو اس وقت کی نماز فرض نہیں۔(۸) حیض ونفاس والی عورتوں پر نماز فرض نہیں بلکہ زمانہ حیض ونفاس کی نماز معاف ہے۔(تنبیہ) ایسی عورتیں ہر نماز کے وقت وضو کر کے جانماز پر بیٹھ جائیں تا کہ عادت ترک نہ ہو۔(۹) حیض ونفاس کے مسائل حصہ سوم میں گزر چکے۔ (۱۰) ان کو نماز کے بیرونی فرض بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کی ادائی نماز شروع کرنے سے پہلے فرض ہے اور جو امور کہ نماز کے اندر فرض ہیں، ان کو ارکان کہتے ہیں، جن کا بیان آگے آئے گا۔

توضیح شرط اول (طہارت جسم): نمازی کے جسم کا نجاست حقیقی وحکمی دونوں سے پاک ہونا فرض ہے (یعنی اگر کہیں جسم پر نجاست لگی ہو تو دور کر دے، اور بے وضو ہو تو وضو اور ناپاک ہو تو غسل کر لے)۔ (۲) نجاست حقیقی سے پاک ہونا اس وقت فرض ہے جب کہ نجاست بقدر مانع[۱] نماز لگی ہو نیز اس کے دور کرنے میں لوگوں کے سامنے ستر کھولنا نہ پڑے[۲]۔ (۳) اگر جسم پر نجاست لگی ہو اور پانی سے جسم کا دھونا نقصان کرتا ہو یا نجاست دور کرنے کیلئے پانی وغیرہ موجود نہ ہو تو ایسی حالت میں اسی طرح نماز پڑھ[۳] لے۔ (۴) اگر وضو وغسل کیلئے پانی موجود نہ ہو یا پانی کا استعمال مضر ہو تو تیمّم کر لے۔ (۵) بلا عذر بغیر وضو وغسل[۴] نماز پڑھنا باطل ہے اور عمداً ایسا کرنا حرام ہے۔

توضیح شرط دوم (طہارت جامہ): (۱) نمازی کے کپڑوں کا نجاست حقیقی سے پاک ہونا فرض ہے۔ (۲) اگر پانی صرف اس قدر ہو کہ ناپاک کپڑا دھو سکیں یا وضو کر سکیں، لیکن دونوں کام نہ ہو سکیں تو اس صورت میں کپڑے کو دھو لیں اور تیمّم کر کے نماز پڑھیں۔ (۳) اگر پانی موجود ہی نہ ہو اور کپڑا پورا یا تین چوتھائی سے زائد ناپاک ہو تو نمازی کو اختیار ہے کہ نماز برہنہ[۵] پڑھے خواہ اسی کپڑے سے، تاہم اسی کپڑے سے پڑھنا بہتر ہے البتہ ربع یا اس سے زائد کپڑا پاک ہو تو ایسی حالت میں برہنہ پڑھنا درست نہیں بلکہ اسی[۶] کپڑے سے پڑھنا چاہئے۔

---

(۱) مثلاً نجاست غلیظہ درہم سے زائد اور خفیفہ ربع حصہ سے زائد۔ (تنبیہ) غلیظہ اندرون درہم اور خفیفہ ربع حصہ سے کم ہو تو نماز اس کے ساتھ جائز ہے لیکن اس سے بھی پاک ہو جانا افضل ہے۔ (۲) اگر لوگوں کے روبرو ستر کھولے بغیر نجاست دور نہ ہو سکے تو اسی نجاست سے نماز پڑھ لینی چاہئے کیونکہ لوگوں کے سامنے ستر کھولنا نجاست سے شدید تر اور فسق ہے۔ (۳) پھر پانی مل جانے یا عذر کے دفع ہونے پر نماز دھرانے کی ضرورت نہیں۔ (۴) وضو، غسل، تیمّم نجاست وغیرہ کے مسائل مفصلاً سلسلہ نصاب حصہ سوم میں بیان ہو چکے ہیں۔ (۵) برہنگی کی حالت میں نماز بیٹھ کر اور رکوع وسجود اشارے سے ادا کرے کہ اس میں ستر عورت کا زیادہ لحاظ ہے۔ (۶) اسی طرح اگر کسی کے پاس خالص ریشمی کپڑا ہو جس کا پہننا مرد کو حرام اور نماز اس کے ساتھ مکروہ ہے اور اس کے سوا دوسرا کپڑا نہ ہو تو اسی ریشمی کپڑے سے نماز پڑھے، برہنہ پڑھنا جائز نہیں۔

توضیح شرط سوم (طہارت مقام): (۱) نماز پڑھنے کی جگہ کا (قدموں سے لیکر سجدہ تک[۱]) نجاست حقیقی سے پاک ہونا فرض ہے۔(۲) اگر کسی کپڑے، فرش، جانماز وغیرہ پر نماز پڑھیں تو اس کا بھی اسی قدر پاک ہونا ضروری ہے جس قدر حصہ پر نماز پڑھی جاتی ہو (پورے کپڑے کا پاک ہونا ضروری نہیں)۔(۳) اگر کسی ناپاک زمین یا فرش وغیرہ پر پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھیں تو درست ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ وہ پاک کپڑا ایسا باریک نہ ہو کہ اس سے نیچے کی چیزیں نظر آنے لگیں۔(۴) اگر کسی کپڑے کی دو تہ ہوں اور اس میں سے اوپر کی تہ پاک اور نیچے کی ناپاک ہو لیکن دونوں باہم سلی ہوئی نہ ہوں تو اوپر کی تہ پر نماز جائز ہے اور اگر دونوں سلی ہوئی ہوں تو پھر جائز نہیں۔(۵) اگر نماز پڑھنے کی حالت میں نمازی کا کپڑا کسی ناپاک جگہ پر پڑ جائے تو کچھ حرج نہیں۔(۶) اگر کسی مریض کے نیچے بچھونا ناپاک ہو اور مریض کی یہ حالت ہو کہ ادھر بستر بدلا ادھر ناپاک ہوا یا خود بستر کا بدلنا مریض کی تکلیف کے خیال سے دشوار ہو تو ان صورتوں میں اس مریض کی نماز اسی بستر پر درست ہے۔

توضیح شرط چہارم (ستر عورت): (۱) عورت یعنی برہنگی کا چھپانا فرض[۲] ہے (خواہ تنہا نماز پڑھے یا لوگوں کے سامنے) (تنبیہ) عورت اصطلاح فقہ میں اس حصہ جسم کو کہتے ہیں جس کا چھپانا فرض[۳] اور ظاہر کرنا حرام ہے۔جس کی حد مرد کیلئے ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنوں کے نیچے تک ہے اور حرہ عورت[۴] یعنی بی بی کیلئے کل جسم سوا منہ[۵] اور ہتھیلیوں اور قدم کے (یہاں تک کہ لٹکے ہوئے[۶] بال بھی بالاتفاق عورت ہیں)۔(۲) اگر نماز کی حالت میں کسی ایسے عضو[۷] کا چوتھائی حصہ[۸] خود

---

(۱) یہی حد صحیح ہے یعنی نماز کی پوری جگہ سجدہ سے قدموں تک پاک رہنی چاہئے۔(۲) چھپانا چاروں طرف (دائیں، بائیں، آگے، پیچھے) سے ہے نہ کہ نیچے سے مثلاً کوئی شخص نیچے کی طرف سے نمازی کی ستر دیکھ لے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔(۳) ستر عورت مطلقاً فرض ہے، نماز میں بھی اور خارج نماز بھی۔(۴) لونڈی چونکہ اس ملک میں معدوم ہے اس لئے اس کا حکم نہیں بیان کیا گیا۔(۵) لیکن جوان بی بی کو اپنا چہرہ غیر محرم کے درمیان کھولنا بخوف فتنہ منع ہے۔(۶) جو بال سر پر ہیں وہ تو داخل عورت ہی ہیں۔(۷) مثلاً گھٹنا، ران یا بی بی کے لئے کان گردن وغیرہ کیونکہ ان میں سے ہر ایک چیز علحدہ علحدہ عضو ہے۔(۸) اگر چوتھائی سے کم کھلے تو حرج نہیں۔

بخود کھل جائے جو داخل عورت ہے اور اتنی دیر تک کھلا رہے جس میں ایک رکن ادا ہو[1] سکے تو نماز فاسد ہوجائے گی (خواہ وہ عورت غلیظہ[2] ہو یا خفیفہ) اور اگر قصداً کسی نے کھولا ہو تو فوراً اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اگرچہ ادائی رکن کی مقدار سے کم مدت کھلا رکھے۔(۳) اگر ایک ہی عضو کئی جگہ سے کھلا ہو اور سب کھلے مقامات مل کر اس عضو کی چوتھائی کے برابر ہوجائیں تو اس صورت میں بھی نماز فاسد ہوجائے گی۔(۴) اگر کئی عضو کھلے ہوں اور ہر ایک چوتھائی سے کم ہو تو سب کھلے مقامات مل کر اگر ان کھلے ہوئے اعضاء میں سب سے چھوٹے عضو کی چوتھائی کے برابر ہوجائیں تو بھی نماز فاسد[3] ہوجائے گی۔(۵) ایسا باریک کپڑا جس سے بدن[4] نظر آتا ہو جیسے جالی وغیرہ وہ ستر کیلئے کافی نہیں اگر کوئی اس سے ستر عورت کر کے نماز پڑھے تو درست نہیں۔(۶) ستر عورت غیر شخصوں سے فرض ہے، اپنے آپ سے فرض نہیں مثلاً کوئی نمازی جو بغیر پاجامہ کے صرف قمیص (گھٹنوں کے نیچے تک) پہنے ہوئے ہو گریبان کی راہ سے اپنا ستر دیکھ[5] لے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔(اگرچہ یہ نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے)۔

توضیح پنجم (استقبال قبلہ): (۱) نماز پڑھنے[6] کی حالت میں قبلہ (کعبہ مکرمہ) کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔(۲) اگر کوئی شخص قبلہ کی طرف منہ کرنے سے عاجز ہو خواہ کسی مرض کی وجہ سے یا دشمن وغیرہ کے خوف سے یا کسی اور وجہ سے تو اس کے لئے استقبال قبلہ شرط نہیں بلکہ جس طرف وہ نماز پڑھ سکتا ہو پڑھ لے۔(۳) اگر کہیں معلوم نہ ہوسکے کہ قبلہ کس طرف ہے، نہ وہاں کوئی معتبر مسلمان ہی ہو، جس سے دریافت کرسکیں تو ایسی حالت میں تحری شرط ہے۔تحری یہ کہ پہلے خوب سوچیں اور غور کریں کہ قبلہ کس طرف ہوگا۔بالآخر جس طرف گمان غالب ہو اسی طرف

---

(۱) ادائی رکن کی مقدار تین بار سبحان اللہ کہنا ہے۔(۲) پیشاب پاخانہ کی جگہ اور وہ جگہ جو ان دونوں کے آس پاس ہے عورت غلیظہ کہلاتی ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ عورت خفیفہ۔(۳) مثلاً بی بی کے جسم سے کان گردن، پیٹ، پیٹھ کا کچھ کچھ حصہ کھل گیا ہو اور ان تمام کھلے ہوئے مقامات کا مجموعہ کان کی چوتھائی کے برابر ہو تو نماز فاسد ہے۔(۴) ایسے باریک کپڑوں کا نماز کے سوا اور اوقات میں بھی عورتوں کو استعمال درست نہیں۔حدیث شریف میں اس کی نسبت لعنت آئی ہے۔(۵) بخلاف غیر شخص کے کہ وہ دیکھ لے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔(۶) نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بھی اس میں داخل ہے۔

نماز پڑھیں۔اگر نماز کے اندر گمان غالب بدل جائے کہ قبلہ اس طرف نہیں دوسری طرف ہے تو فوراً اسی طرف پھر جائے اگر ایک رکن کی مقدار بھی توقف ہوگا تو نماز فاسد ہوجائے گی البتہ نماز پڑھ لینے کے بعد گمان غالب کی غلطی ظاہر ہوتو پھر نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں[1]۔(۴) اگر کوئی شخص بغیر تحری کے نماز پڑھ لے تو نماز صحیح نہیں[2]۔(اگرچہ ٹھیک قبلہ کی طرف پڑھی ہو) ۔

توضیح شرط ششم (نیت): (۱) نیت نام ہے نماز میں داخل ہونے کے ارادہ کا (یعنی نماز کے وقت دل میں بلاتامل جان لینا[3] کہ فلاں نماز مثلاً فجر یا ظہر پڑھتا ہوں)۔(۲) زبان سے الفاظ کا ادا کرنا شرط نہیں، البتہ مستحسن ہے (کہ دل اور زبان میں موافقت ہوجاتی اور خاطر جمعی حاصل ہوتی ہے لیکن بغیر دلی ارادہ کے صرف زبان سے کہنا صحیح نہیں)۔(۳) نیت کے وقت الفاظ میں غلطی واقع ہو مثلاً دل میں تو ظہر ہے، لیکن زبان سے عصر یا مغرب نکل گیا تو حرج نہیں۔نماز ظہر ہی کی ہوگی۔(۴) فرض نماز کی نیت میں نماز کا تعین بھی ضروری ہے مثلاً فجر یا ظہر یا عصر یعنی فجر کی نماز پڑھتا ہوں یا ظہر کی یا عصر کی، غرض جو نماز ہو اس کا تعین کرنا ضروری ہے (ورنہ نماز جائز نہیں) البتہ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ فجر یا ظہر اس وقت کی یا آج کی ہے۔ بلکہ صرف فجر یا ظہر کہنا کافی ہے۔(۵) اگر فرض قضا نماز ہو تو اس میں فرض کی تعیین کے ساتھ دن کی تخصیص بھی ضروری ہے۔مثلاً فلاں دن کی ظہر، البتہ اگر کسی کے ذمہ صرف ایک ہی ظہر کی قضا ہو تو پھر اس کی ضرورت نہیں ۔(۶) واجب نماز کی نیت میں بھی اسی واجب کا تعین ضروری[4] ہے، مثلاً وتر[5] کی نماز ہے یا عیدین کی یا نذر کی۔اگر عیدین کی ہے تو کس عید کی اور نذر کی ہے تو کونسی نذر۔اسی طرح سجدہ تلاوت۔(۷) رکعتوں کے تعداد کی نیت شرط نہیں[6] (خواہ فرض نماز ہو یا واجب) حتی کہ اگر کوئی غلطی سے ظہر میں دو اور فجر میں چار رکعت کی نیت کرے تو بھی نماز جائز ہے۔

(۱) چونکہ نماز تحری کے بعد پڑھی گئی تھی اس لئے ادا ہوچکی۔(۲) کیونکہ تحری جو فرض ہے اس کو ترک کردیا۔ (۳) اگر کوئی شخص بغیر سوچے، یہ نہ جانے کہ کونسی نماز پڑھتا ہے تو نماز جائز نہیں۔(۴) ورنہ نماز نہ ہوگی۔ (۵) وتر کی تعیین ضروری ہے لیکن اس کو واجب یا سنت کہنا لازم نہیں پس نیت میں واجب الوتر نہ کہے بلکہ صلاۃ الوتر کہے۔(۶) البتہ افضل ہے کہ تعداد کی بھی نیت کرلے۔

(۸) نفل نماز اور سنت وتراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے یعنی صحت نماز کیلئے اس تعین کی ضرورت نہیں کہ یہ نفل ہے یا سنت یا تراویح بلکہ اگر ان سب میں یہ نیت کرلے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے نماز پڑھتا ہوں تو نماز ہوجائے گی۔ البتہ بہتر اور احتیاطی بات یہ ہے کہ نفل یا سنت وغیرہ کا تعین کرلے۔ (۹) مقتدی کو اپنے امام کے اقتداء کی نیت کرنا[1] بھی شرط ہے (یعنی یہ ارادہ کرنا کہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں)۔ لیکن جمعہ اور جنازہ اور عیدین کی نمازوں میں اقتداء کی نیت شرط نہیں کیونکہ یہ نمازیں جماعت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ (۱۰) امام کو صرف اپنی نماز کی نیت کافی ہے' امامت کی نیت کرنا[2] شرط نہیں۔ (۱۱) کسی نماز میں استقبال قبلہ کی نیت شرط نہیں[3] (خواہ نماز فرض ہو یا واجب' سنت ہو یا نفل)۔ (۱۲) نیت تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہونی چاہئے اگر تکبیر تحریمہ سے قبل کرلی جائے تو بھی درست ہے' بشرطیکہ نیت اور تحریمہ کے درمیان کوئی ایسی چیز فاصل نہ ہو جو نماز کے منافی ہو (مثلاً کھانا' پینا' بات چیت کرنا وغیرہ) لیکن تکبیر تحریمہ کے بعد نیت کرنا صحیح نہیں۔

(تنبیہ) بیرونی فرائض یا شرائط نماز کا بیان ختم ہوچکا۔ اب اندرونی فرائض یعنی ارکان نماز کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

۴۔ نماز کے ارکان : نماز کے ارکان (یا اندرونی فرائض) سات (۷) ہیں:۔ (۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قراءت (۴) رکوع (۵) سجدہ (۶) قعدہ اخیرہ (۷) نماز کو اپنے فعل سے ختم کرنا۔

توضیح رکن اول (تکبیر تحریمہ): (۱) تکبیر[4] تحریمہ[5] یعنی نماز شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہنا[6] فرض ہے۔ (تنبیہ) اللہ اکبر میں لفظ اللہ کے الف[7] کو کھینچ کر یا اور ایک الف بڑھا کر آللّٰہُ یا

(۱) اگر اقتداء کی نیت نہ کی جائے تو نماز درست نہیں۔ (۲) البتہ جماعت کا ثواب حاصل ہونے کیلئے امامت کی نیت کرنی ضروری ہے۔ (۳) صرف استقبال قبلہ یعنی قبلہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے۔ (۴) تکبیر تحریمہ جنازہ کے سوا اور تمام نمازوں میں شرط ہے (اور نماز جنازہ میں رکن) بایں ہمہ اس کو یہاں ارکان نماز کے ضمن میں اس لئے ذکر کیا گیا کہ یہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہوئی ہے جیسے گھر سے دروازہ ملا ہوا رہتا ہے۔ (۵) چونکہ اس تکبیر کے بعد نمازی پر طعام وکلام وغیرہ مباح چیزیں بھی حرام ہوجاتی ہیں اس لئے اس کا نام تحریمہ ہے۔ (۶) یا اللہ اکبر کا ہم معنیٰ کوئی اور لفظ مثلاً اَللّٰہُ کَبِیْرٌ یا اَللّٰہُ اَعْظَمُ وغیرہ کہنا' لیکن خاص اللہ اکبر کہنا واجب ہے۔ (۷) اگرچہ ایسا الف جو متحرک ہو ہمزہ کہلاتا ہے مگر عوام میں چونکہ الف ہی مشہور ہے اس لئے یہاں الف لکھا گیا۔

اَاَللّٰہُ کہنا یا اَکْبرُ کے با کو بڑھا کر اَکبَارْ کہنا درست نہیں، نیز لفظ اَللّٰہُ میں لام کے بعد الف کا اظہار ضروری ہے یعنی اَلـلّٰـہ کہنا چاہئے۔ ورنہ ان تمام صورتوں میں تحریمہ صحیح نہ ہوگی۔ (۲) تکبیر تحریمہ نیت کرنے کے ساتھ ہی کہنا چاہئے اور حالت قیام میں یعنی سیدھے کھڑے ہوئے کہنا چاہئے، ورنہ نماز صحیح نہیں[۲]۔ مثلاً امام کو رکوع میں پایا اور اللہ اکبر حالت قیام یا کم از کم ایسی حالت میں کہا جو بہ نسبت رکوع کے قیام سے قریب تر تھی تو نماز صحیح ہے اور اگر جھکے ہوئے[۳] کہا یا لفظ اکبر کو رکوع میں جا کر ختم کیا تو نماز نہ[۴] ہوگی۔ (۳) مقتدی کو امام کی تحریمہ کے ساتھ تحریمہ کہنا چاہئے اس طرح کہ امام کے اللہ اکبر کی را سے اپنی تحریمہ یعنی اللّٰہُ اَکْبَرُ کے الف کو ملائے۔ (اگر کوئی مقتدی امام کے کہنے سے پہلے اکبر کا لفظ کہہ دے تو نماز نہ ہوگی)۔ (۴) تکبیر تحریمہ گونگے اور ان پڑھ پر فرض[۵] نہیں۔

توضیح رکن دوم (قیام): (۱) قیام[۶] یعنی کھڑا ہونا (نفل کے سوا تمام نمازوں میں) فرض ہے۔ بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو (اور نفل نماز میں فرض نہیں بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے)۔ (۲) قیام بمقدار ایک آیت کے فرض ہے اور بقدر سورہ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورۃ کے واجب اور اس سے زیادہ سنت و مستحب ہے۔ (۳) قیام اس شخص پر فرض نہیں جو اس پر قادر نہ ہو۔ (مثلاً بیمار، نہایت بوڑھا، برہنہ آدمی جو ستر عورت سے عاجز ہو، ان سب کو فرض نماز بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے)۔

---

(۱) اگر نادانستگی سے کہے تو نماز نہ ہوگی اور اگر قصداً کہے تو کافر ہو جائے گا۔ (۲) جب تحریمہ ہی صحیح نہ ہوگی تو نماز بھی نہ ہوگی۔ (۳) یعنی ایسی حالت میں جو بہ نسبت قیام کے رکوع سے قریب تر ہو۔ (۴) (تنبیہ) بعض ناواقف جب امام کو رکوع میں دیکھتے ہیں تو فوراً (رکعت پانے کی کوشش میں) اللـــہ اکبـر کہتے ہوئے جھک جاتے ہیں جس سے تحریمہ حالت قیام میں ادا نہیں ہوتی اور بجائے رکعت ملنے کے نماز ہی برباد ہو جاتی ہے، پس ضرورت ہے کہ اس مسئلہ کو پیش نظر رکھیں اور تحریمہ کو حالت قیام میں ادا کر کے پھر رکوع میں جائیں۔ (۵) گونگے اور ان پڑھ کیلئے صرف دلی نیت کافی ہے، زبان ہلانے کی ضرورت نہیں۔ (۶) قیام کی حد یہ ہیکہ اگر دونوں ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں تو گھٹنوں تک پہنچیں (تنبیہ) قیام دونوں پاؤں سے ہونا چاہئے، ایک پاؤں سے بلا عذر مکروہ ہے۔

توضیح رکن سوم (قراءت[۱]): (۱) قراءت یعنی نماز میں قرآن شریف کی ایک آیت[۲] کا پڑھنا فرض[۳] ہے (خواہ آیت بڑی ہو یا چھوٹی[۴])۔ (۲) قراءت اسی شخص پر فرض ہے جو اس پر قادر ہو۔ (۳) قراءت فرض نمازوں کی صرف دو رکعتوں میں فرض ہے (خواہ پہلی ہوں یا پچھلی[۵])۔ اور وتر، سنت، نفل نمازوں کی سب رکعتوں میں فرض ہے۔ (۴) قراءت صحیح حروف کے ساتھ ادا ہونی چاہئے اگر کوئی باوجود قدرت نہ ادا کرے تو نماز نہ ہوگی۔ (البتہ معذور مثلاً وہ شخص جس کی زبان میں لکنت ہو اس حکم سے مستثنیٰ ہے)۔ (۵) مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قراءت نہ کریں بلکہ خاموش کھڑے[۶] رہیں۔

توضیح رکن چہارم (رکوع): (۱) رکوع یعنی ہر رکعت میں ایک دفعہ اس قدر جھکنا فرض ہے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں[۷] اور بیٹھ کر رکوع کرنے میں پیشانی گھٹنوں کے مقابل آجائے۔ (۲) صرف جھکنا فرض ہے، کچھ دیر تک جھکے رہنا فرض نہیں۔ (۳) اگر کسی کی پیٹھ رکوع کی حد تک جھکی ہوئی ہو (جیسے کُبڑا) تو وہ رکوع کیلئے سر سے اشارہ کرے۔

توضیح رکن پنجم (سجدہ): (۱) سجدہ یعنی اپنے سر کو زمین پر رکھنا فرض ہے، اس طرح کہ پیشانی، گھٹنا، پاؤں کی کوئی سی انگلی زمین پر لگی رہے[۸]۔ اگر دونوں پاؤں بالکل اٹھے رہیں تو سجدہ ادا نہ ہوگا۔ (۲) ہر رکعت میں دو سجدے[۹] فرض ہیں۔ (۳) سات اعضاء کا زمین پر لگنا واجب ہے: دونوں پاؤں کی انگلیاں، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ، پیشانی[۱۰] (پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر لگنی

---

(۱) قرآن شریف پڑھنے کو قراءت کہتے ہیں مثلاً سورہ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھنا۔ (۲) یعنی اس قدر پڑھنے سے فرضیت ادا ہو جائے گی نہ یہ کہ اسی قدر پر اکتفا کیا جائے کیونکہ سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسری سورۃ کا ملا کر پڑھنا واجب ہے۔ (۳) ایک آیت کا حفظ کرنا ہر فرد مسلمان عاقل بالغ پر فرض عین ہے اور سورہ الحمد اور ایک چھوٹی سورۃ کا یاد کرنا واجب ہے۔ (۴) چھوٹی آیت کم سے کم دو لفظوں سے مرکب ہونی چاہئے۔ (۵) لیکن پہلی دو رکعتوں میں قراءت واجب ہے۔ (۶) کہ امام کی قراءت عین مقتدیوں کی قراءت ہے۔ (۷) فقط سر جھکانا رکوع کیلئے کافی نہیں۔ (۸) یعنی پیشانی، ایک گھٹنا، ایک پاؤں کی کسی ایک انگلی کے زمین پر لگنے سے فرضیت ادا ہو جائیگی نہ یہ کہ اسی قدر پر اکتفاء کیا جائے کیونکہ ایسا کرنا مکروہ اور سجدہ میں سات اعضاء کا زمین پر لگنا واجب ہے۔ (۹) جن میں سے پہلا سجدہ تو فرض ہے اور دوسرا بھی بالاجماع فرض ہے۔ (۱۰) پیشانی کا اکثر حصہ زمین پر رکھنا واجب ہے۔

چاہئے کہ بلا عذر صرف پیشانی پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے)۔(۴) اگر پیشانی کا زمین پر رکھنا کسی عذر مثلاً زخم، پھنسی وغیرہ کے باعث دشوار ہو تو اس کے بجائے صرف ناک کا رکھنا[1] کافی ہے (لیکن بلا عذر صرف ناک پر اکتفاء کرنے سے سجدہ نہ ہوگا)۔(۵) اگر پیشانی اور ناک دونوں میں سے ایک کو بھی زمین پر نہ رکھ سکے تو ایسا شخص سر کے اشارہ سے سجدہ ادا کرے۔(۶) سجدہ ایسی چیز پر کرنا چاہئے جو سخت ہو اور جمی رہے اور جس پر پیشانی ٹھہر سکے، ورنہ[2] سجدہ نہ ہوگا۔(۷) اگر سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ سے اونچی ہو تو ایک بالشت تک مضائقہ نہیں۔ اگر اس سے زیادہ اونچی ہو اور کوئی عذر بھی نہ ہو تو جائز نہیں۔(۸) اگر عمامہ وغیرہ کی پیچ پیشانی پر اس حد تک آجائے کہ پیشانی زمین پر پہنچتی اور ٹھہرتی ہو تو سجدہ درست ہے، ورنہ درست نہیں۔(۹) اگر سجدہ اولی کے بعد بیٹھنے یا بیٹھنے کے قریب ہونے سے قبل کوئی دوسرا سجدہ کرلے تو دوسرا سجدہ صحیح نہ ہوگا۔

توضیح رکن ششم (قعدہ اخیرہ): (۱) قعدہ اخیرہ یعنی نماز کی اخیر رکعت میں دونوں سجدوں کے بعد بیٹھنا فرض ہے۔(۲) اتنی دیر تک بیٹھنا فرض ہے جس میں التحیات (عبدہ و رسولہ تک) پڑھ سکیں، اس سے زیادہ بیٹھنا فرض[3] نہیں۔

توضیح رکن ہفتم (نماز کو اپنے فعل سے ختم کرنا): (۱) نماز کے کل ارکان پورے ہوجانے کے بعد نماز کو اپنے فعل سے ختم کرنا فرض ہے یعنی ایسا کوئی کام کرنا جو نماز کے منافی ہو، جیسے "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ" کہنا یا قبلہ سے پھر[4] جانا یا بات کرنا وغیرہ۔

(تنبیہ) ارکان نماز کا بیان ختم ہوگیا۔ لیکن اسی سلسلہ میں یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ (۱) غیر مکرر ارکان میں ترتیب۔(۲) تمام ارکان کا حالت بیداری میں ادا کرنا، یہ دو امور بھی فرض ہیں۔ یعنی (۱) جو ارکان ہر رکعت میں مکرر نہیں ہیں مثلاً قیام، قراءت، رکوع ان میں ترتیب کا لحاظ

---

(۱) ناک کا وہ حصہ رکھنا چاہئے جو سخت ہے اگر نرم حصہ یعنی ناک کے سرے پر سجدہ کیا جائے تو درست نہیں۔
(۲) مثلاً گھانس یا بھس یا روئی وغیرہ پر سجدہ کیا جائے اور پیشانی اس پر نہ ٹھہرے تو سجدہ نہ ہوگا۔(۳) البتہ مسنون ہے۔(۴) قبلہ سے پھر جانے یا بات کرنے سے فرضیت ادا ہوجائے گی لیکن خاص لفظ السَّلَامُ کہہ کر ختم کرنا واجب ہے۔

فرض ہے۔ چنانچہ قیام کو قراءت سے، قراءت کو رکوع سے، رکوع کو سجدہ سے پہلے ادا کرنا فرض ہے۔ اگر اس ترتیب کے خلاف ہو تو نماز نہ ہوگی۔ (۲) تکبیر تحریمہ سے لیکر آخر تک کل ارکان کو حالت بیداری میں ادا کرنا چاہئے۔ اگر کوئی رکن مثلاً سجدہ یا رکوع حالت غنودگی یا نیند میں ادا کرے تو اس کا اعادہ[۱] اور آخر میں سجدہ سہو لازم ہے، ورنہ نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر پوری رکعت حالت غنودگی یا نیند میں ادا کرے تو نماز ہی نہ ہوگی۔[۲]

۵۔ نماز کے واجبات: نماز کے واجبات یہ ہیں۔ (۱) قراءت فاتحہ (۲) ضم سورہ (۳) تعیین قراءت در اولیین (۴) رعایت ترتیب (۵) تعدیل ارکان (۶) قعدہ اولیٰ (۷) تشہد (۸) قراءت جہری (۹) قراءت سری (۱۰) لفظ سلام در آخر نماز (۱۱) قنوت وتر (۱۲) تکبیرات عیدین۔

(تنبیہ) ہر ایک کی توضیح درج ذیل ہے:

قراءت فاتحہ: (۱) سورہ فاتحہ کا فرض نمازوں کی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں ایک ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔ (۲) سورہ فاتحہ کا دوسری سورۃ سے پہلے پڑھنا واجب ہے۔ (۳) اگر وقت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو بجائے سورہ فاتحہ کے صرف ایک آیت کا پڑھ لینا کافی ہے، کہ فرض ادا ہوجاتا ہے۔ لیکن ترک واجب کی وجہ سے ایسی نماز کو وقت گزرنے کے بعد دوہرا لینا چاہئے۔ (۴) سورہ فاتحہ کا حفظ کرنا ہر مسلمان عاقل و بالغ پر واجب ہے۔

ضم سورہ: (۱) سورہ فاتحہ کے بعد کسی دوسری سورۃ کا پڑھنا فرض نماز کی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی سب رکعتوں میں واجب ہے (اگر سورہ فاتحہ سے قبل دوسری سورۃ پڑھے تو واجب ادا نہ ہوگا)۔ (۲) یہ دوسری سورۃ کم سے کم تین چھوٹی آیتوں کی ہونی چاہئے (جیسے سورہ کوثر) یا اگر کسی بڑی سورہ سے تین چھوٹی آیتیں پڑھ لی جائیں تو بھی کافی ہے، (تین چھوٹی آیتوں سے کم پڑھنا مکروہ ہے)۔ (۳) اگر ایک بڑی آیت (جیسے آیۃ الکرسی) یا دو متوسط آیتیں جو چھوٹی تین

---

(۱) البتہ حالت بیداری میں کسی رکن کو شروع کرکے درمیان میں سوجائے یا اونگھے تو رکن کا اعادہ لازم نہ ہوگا (نماز ہوجائیگی)۔ (۲) کیونکہ رکعت ایک رکن نہیں بلکہ کئی ارکان کا مجموعہ ہے۔

آیتوں کے برابر ہوں پڑھ لیں تو بھی واجب ادا ہو جائے گا۔(۴) کم سے کم ایک چھوٹی سورۃ کا حفظ کرنا ہر فرد مسلمان پر واجب ہے۔

تعیین قراءت دراولیین: (۱) فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں کو قراءت کیلئے معین کرنا واجب ہے (اگر دوسری تیسری یا تیسری چوتھی رکعتوں میں قراءت کی جائے تو واجب ادا نہ[1] ہوگا)۔

رعایت ترتیب: (۱) جو رکن کہ ہر رکعت میں مکرر ہے یعنی سجدہ[2] اس میں ترتیب واجب[3] ہے (یعنی پہلے سجدہ کے ساتھ دوسرا سجدہ بھی کر لینا چاہئے۔ اگر کوئی شخص دوسرا سجدہ چھوڑ دے اور اخیر رکعت میں اس کی قضاء کر لے تو نماز ہو[4] جائے گی لیکن واجب ترک[5] ہوگا)۔ (۲) اگر نمازی مسبوق[6] ہے تو اس پر رکعتوں میں بھی ترتیب واجب ہے مثلاً چار رکعتوں سے اس کو آخری ایک رکعت ملی ہو تو اب وہ کھڑا ہو کر اول قراءت والے دوگانہ[7] کو ادا کرے پھر بلا قراءت والی رکعت کو۔

تعدیل ارکان: (۱) تعدیل ارکان یعنی رکوع وسجود میں اتنی دیر ٹھہرنا واجب ہے جس میں ایک ایک تسبیح (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم . سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی) کہہ سکیں۔(۲) قومہ اور جلسہ بھی واجب ہے یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو جانا اور دونوں سجدوں کے درمیان پوری طرح بیٹھ جانا اتنی دیر کہ ایک ایک تسبیح کہی جا سکے۔

قعدہ اولیٰ: (۱) پہلا قعدہ یعنی تین اور چار رکعتوں والی نمازوں کی دوسری رکعت میں دونوں سجدوں کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا واجب ہے، جس میں التحیات[8] پڑھ سکیں۔(خواہ نماز

---

(۱) اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا۔(۲) صرف سجدہ ہی مکرر ہے، اس کے سوا کوئی رکن ہر رکعت میں مکرر نہیں۔
(۳) اور ان ارکان میں جو مکرر نہیں ہیں جیسے قیام، قراءت، رکوع ان میں ترتیب فرض ہے چنانچہ گزر چکا۔
(۴) بشرطیکہ چھوٹے ہوئے سجدہ کی اخیر رکعت میں قضاء کر لے اور اگر کوئی قضاء نہ کرے تو نماز ہی نہ ہوگی۔
(۵) اور ترک واجب پر سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔(۶) مسبوق وہ شخص ہے جو ایک رکعت یا کئی رکعتیں ہو جانے کے بعد امام کے ساتھ شریک ہوا ہو۔(۷) لیکن اس دوگانہ میں ایک رکعت کے بعد قعدہ اولیٰ کر لینا چاہئے کیونکہ ایک رکعت امام کے ساتھ مل چکی تھی۔(۸) عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک۔

فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا نفل)۔(۲) قعدہ اولیٰ میں صرف التحیات پڑھنے تک بیٹھنا واجب ہے اگر اس سے کچھ ذرا[۱] بھی زائد بیٹھے تو واجب ترک اور سجدہ سہو لازم ہوگا۔

تشہد: (۱) ہر قعدہ میں ایک ایک دفعہ تشہد یعنی التحیات کا پڑھنا واجب ہے۔(۲) اگر ایک سے زائد مرتبہ تشہد پڑھی جائے تو تکرار واجب کی وجہ سے سجدہ سہو لازم آئے گا۔

قراءت جہری: (۱) امام کو فجر کی دونوں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں (خواہ ادا ہوں یا قضاء) اور جمعہ، عیدین، تراویح اور رمضان کی وتر میں بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے اور منفرد[۲] کو اختیار ہے کہ فجر، مغرب، عشاء میں بلند آواز سے پڑھے خواہ آہستہ، لیکن[۳] اگر ان نمازوں کی قضاء دن میں پڑھے تو آہستہ قراءت کرے۔(۳) جو نفل نمازیں رات میں پڑھی جائیں ان میں بھی منفرد کو اختیار رہیکہ بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ، لیکن امام کو بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے۔(۴) مسبوق کو اپنی گئی ہوئی نماز کی جہری رکعتوں میں اختیار ہے خواہ بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ۔(۵) اگر منفرد جہری نماز کو آہستہ پڑھ رہا ہو اور اس اثناء میں کوئی اور شخص آ کر اقتداء کرلے تو اب اس کو بلند آواز سے پڑھنا واجب ہے، نیز سورہ فاتحہ کو (کم پڑھا ہو خواہ زائد) پھر مکرر بلند آواز سے پڑھے۔(۶) بلند آوازی کی حد یہ ہیکہ کم سے کم پاس کا آدمی سن سکے۔

(تنبیہ) ثناء، تعوذ، تسمیہ، آمین، تسبیحات، تشہد، درود، دعاء یہ سب چیزیں آہستہ پڑھی جائینگی خواہ نماز جہری ہو یا سری (امام ہو یا منفرد)۔

قراءت سری: (۱) امام اور منفرد دونوں کو ظہر اور عصر کی کل رکعتوں اور مغرب کی تیسری رکعت اور عشاء کی تیسری اور چوتھی دو اخیر رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔(۲) جو نفل نمازیں دن کو پڑھی جائیں ان میں بھی آہستہ پڑھنا واجب ہے۔(۳) آہستہ پڑھنے کی حد یہ ہے کہ اپنی آواز آپ سن لے۔

---

(۱) مثلاً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہنے کے برابر (۲) اکیلا نماز پڑھنے والا (۳)۔لیکن بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے، البتہ منفرد کی بلند آوازی امام سے کم ہونی چاہئے۔

لفظ سلام در آخر نماز:(۱) نماز کو لفظ "اَلسَّلَامُ"[۱] کہہ کر ختم کرنا واجب[۲] ہے۔ (اور الفاظ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللہِ" کہنا سنت ہے)۔(۲) "اَلسَّلَامُ" دومرتبہ[۳] کہنا واجب ہے۔

قنوت وتر:(۱) نماز وتر میں دعاء قنوت کا پڑھنا واجب ہے (خواہ اَللّٰھُمَّ[۴] اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ آخر تک یا اور کوئی دعا)۔(۲) تکبیر قنوت بھی واجب ہے۔

تکبیرات عیدین:(۱) عیدین کی نمازوں میں (علاوہ معمولی تکبیروں کے) ہر رکعت میں تین تین اس طرح ہر نماز میں چھ چھ تکبیریں[۵] کہنا واجب ہے۔(۲) نماز عیدین کی دوسری رکعت میں رکوع کرنے کیلئے تکبیر کہنا بھی واجب[۶] ہے۔

(تنبیہ) واجبات نماز کا بیان ختم ہو چکا اب سنن و مستحبات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۶۔ نماز کی سنتیں: نماز کی سنتیں یہ ہیں:۔(۱) دونوں ہاتھوں کا (تکبیر تحریمہ[۷] کیلئے) کانوں کی لو تک اٹھانا[۸]۔(۲) دونوں ہاتھوں کا ناف کے نیچے باندھنا[۹] لینا' اس طرح کہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رہے۔(۳) ثناء یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ آخر تک (پہلی رکعت میں[۱۰]) پڑھنا۔(۴) تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ (پہلی رکعت میں[۱۱]) پڑھنا۔(۵) تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم (ہر رکعت میں الحمد سے قبل) پڑھنا۔(۶) (ختم الحمد پر) آمین کہنا۔(۷) ثناء ' تعوذ' تسمیہ' آمین کا آہستہ پڑھنا۔(۸) تکبیرات انتقالات یعنی (رکوع و سجود وغیرہ کیلئے) اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا۔(۹) تسبیح رکوع یعنی رکوع میں (تین یا پانچ یا سات مرتبہ) سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہنا۔(۱۰) رکوع میں دونوں گھٹنوں کو ہاتھوں کی کشادہ انگلیوں سے پکڑنا۔(۱۱) تسمیع و تحمید یعنی (رکوع سے سر اٹھاتے وقت) سَمِعَ اللّٰہُ

---

(۱) عَلَیْکُمْ کہنا واجب نہیں۔(۲) اگر لفظ اَلسَّلَامُ کے سوا کسی اور لفظ سے نماز ختم کی جائے تو واجب ترک ہوگا۔(۳) لیکن تکبیر تحریمہ ایک ہی طرف سلام پھیرنے پر منقطع ہو جاتی ہے یعنی سلام اول پر لفظ عَلَیْکُمْ سے پیشتر۔(۴) البتہ اس خاص دعاء کا پڑھنا سنت ہے۔(۵) ہر تکبیر ان میں سے جداگانہ واجب ہے۔ (۶) یہ تکبیر صرف نماز عیدین میں واجب اور دوسری تمام نمازوں میں سنت ہے۔(۷) اور تکبیر قنوت و تکبیرات عیدین کیلئے بھی۔(۸) تکبیر تحریمہ سے پیشتر۔(۹) تکبیر تحریمہ کے معاً۔(۱۰) ہاتھ باندھنے کے بعد۔ (۱۱) ثناء کے بعد۔

لِمَنْ حَمِدَہ، اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا (امام کو صرف تسمیع اور مقتدی کو صرف تحمید اور منفرد کو دونوں کہنا چاہیئے)۔(۱۲) تسبیح سجود یعنی سجدوں میں (تین تین بار یا زیادہ) سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا۔(۱۳) جلسہ اور قعود میں بایاں پاؤں بچھا کے اس پر بیٹھنا اور داہنا پاؤں کھڑا رکھنا۔(۱۴) (قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد) درود شریف پڑھنا۔(۱۵) (درود شریف کے بعد) دعائے ماثورہ[۱] پڑھنا۔(۱۶) سلام کا بالفاظ'' اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ '' ادا کرنا۔(۱۷) سلام کے وقت دائیں بائیں طرف منہ پھیرنا۔

۷۔ **نماز کے مستحبات**: نماز میں یہ امور مستحب ہیں:

(۱) حالت قیام میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ چھوڑنا۔(۲) حالت قیام میں نظر سجدے کی جگہ رکھنا، اور حالت رکوع میں پاؤں پر، سجدہ میں ناک پر، قعود میں گود پر، پہلے سلام میں داہنے کاندھے پر، دوسرے سلام میں بائیں کاندھے پر۔(۳) ہاتھوں کی انگلیوں کا رکوع میں کشادہ، سجدہ میں ملی ہوئی، جلسہ اور قعود میں اپنی حالت پر رکھنا۔(۴) رکوع میں سر اور پیٹھ اور سرین (چوتڑ) کا برابر رکھنا۔(۵) سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھنا، پھر ہاتھوں کو پھر ناک کو پھر پیشانی کو اور اٹھتے وقت اس کے برعکس۔(۶) سجدہ میں دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل اور ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھنا۔(۷) رکوع و سجود میں تین تین بار سے زیادہ مگر طاق عدد میں تسبیح کہنا۔(۸) قعدہ میں دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھنا۔(۹) جمائی کے وقت منہ[۲] بند کر لینا۔(۱۰) حتی الامکان کھانسی کو روکنا۔

۸۔ **نماز کی رکعتیں**: روزانہ پانچ وقت کی نمازوں میں کل سترہ رکعتیں فرض[۳] ہیں۔ فجر کے وقت دو رکعت، ظہر، عصر، عشاء کے وقت چار چار رکعتیں، مغرب کے وقت تین رکعت، جمعہ کے

(۱) دعائے ماثورہ وہ دعا ہے جو قرآن مجید یا حدیث شریف میں مذکور ہو۔(۲) حدیث شریف میں ہے کہ جمائی سے خداوند تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اس لئے حتی الامکان اس کو دفع کرنا چاہیئے، خواہ دانتوں سے یا ہونٹوں سے یا دائیں ہاتھ کی پشت سے۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ اگر جمائی آنے کے موقع پر دل میں یہ تصور کرے کہ انبیاء علیہم السلام کو جمائی نہیں آئی تو جمائی دفع ہو جائے گی۔(۳) ان کے علاوہ باقی سنت و نفل جن کی تفصیل آگے آئے گی۔

دن بجائے چار رکعت ظہر کے دو رکعت نماز جمعہ۔

۹۔ نماز پڑھنے کا طریقہ: نماز پڑھنے کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ باوضو قبلہ رو (اور تمام شرائط کا پابند) ہو کر دونوں ہاتھ لٹکائے ہوئے دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ چھوڑ[1] کر کھڑا ہو (اور دل سے دنیا کا خیال دور کرے اور سمجھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں[2]) اور پڑھے ''اِنِّیْ وَجَّهْتُ[3] وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ''۔ پھر دل سے نیت کرے، زبان سے بھی نیت کے الفاظ (عربی خواہ اردو) کہہ لینا بہتر ہے (کہ دل اور زبان دونوں میں موافقت ہو جاتی ہے)۔

فجر کی نیت: نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَرْضَ الْوَقْتِ خَالِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی مُتَوَجِّهًا اِلٰی جِهَةِ الْکَعْبَةِ الشَّرِیْفَةِ ۔دو رکعت نماز فرض پڑھتا ہوں آج کے فجر کی خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے منہ طرف کعبہ شریف کے۔

ظہر کی نیت: نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ اَرْبَعَ رَکَعَاتِ الظُّهْرِ فَرْضَ الْوَقْتِ خَالِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی مُتَوَجِّهًا اِلٰی جِهَةِ الْکَعْبَةِ الشَّرِیْفَةِ ۔چار رکعت نماز فرض پڑھتا ہوں آج کے ظہر کی خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے منہ طرف کعبہ شریف کے۔

عصر کی نیت: نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ اَرْبَعَ رَکَعَاتِ الْعَصْرِ فَرْضَ الْوَقْتِ خَالِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی مُتَوَجِّهًا اِلٰی جِهَةِ الْکَعْبَةِ الشَّرِیْفَةِ ۔چار رکعت نماز فرض پڑھتا ہوں آج کے عصر کی خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے منہ طرف کعبہ شریف کے۔

مغرب کی نیت: نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ ثَلٰثَ رَکَعَاتِ الْمَغْرِبِ فَرْضَ الْوَقْتِ

---

(۱) اس طرح کہ انگلیاں قبلہ رخ ہوں۔ (۲) حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ'' یعنی اللہ تعالیٰ کی یوں عبادت کر کہ گویا تو اس کو دیکھتا ہے اور اگر تو دیکھ نہیں سکتا تو اللہ تعالیٰ تو تجھ کو دیکھتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جس کی یہ حالت ہوگی وہ نہایت ہیبت و تعظیم اور شرم و ادب کے ساتھ سر جھکائے خوف و رجاء اور شوق و محبت کے عالم میں ڈوبا کھڑا ہوگا۔ (۳) (ترجمہ) میں نے اپنے آپ کو اسی کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمان و زمین بنائی اور میں ایک ہی طرف کا ہو رہا اور میں شرک کرنے والوں میں نہیں ہوں۔

خَالِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی مُتَوَجِّهًا اِلٰی جِهَةِ الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ ۔تین رکعت نماز فرض پڑھتا ہوں آج کی مغرب کی خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے منہ طرف کعبہ شریف کے۔

عشاء کی نیت: نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ اَرْبَعَ رَكَعَاتِ الْعِشَاءِ فَرْضَ الْوَقْتِ خَالِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی مُتَوَجِّهًا اِلٰی جِهَةِ الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ ۔چار رکعت نماز فرض پڑھتا ہوں آج کے عشاء کی خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے منہ طرف کعبہ شریف کے۔

نیت کے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے (اس طرح کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لو کو چھولیں اور ہتھلیاں قبلہ رخ ہوں اور انگلیاں نہ بہت کشادہ ہوں نہ ملی ہوئی) پھر نیت کے ساتھ ہی تکبیر تحریمہ یعنی ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ''[1] کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ[2] لے (اس طرح کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر ہو اور داہنے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی کا حلقہ کر کے بائیں پہنچے کو پکڑ لے پھر باقی تین انگلیاں بائیں کلائی پر رکھ چھوڑے) اور نظر سجدے کی جگہ رکھے پھر (آہستہ) ثناء پڑھے یعنی ''سُبْحَانَكَ[3] اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَ تَعَالٰی جَدُّكَ وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ''۔پھر تعوذ پڑھے ''اَعُوْذُ[4] بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' پھر تسمیہ پڑھے ''بِسْمِ[5] اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' پھر سورہ فاتحہ: اَلْحَمْدُ[6] لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۝ پڑھ کر آہستہ آمین[7] کہہ کے پھر (بغیر بِسْمِ اللّٰهِ کے) کوئی سورہ یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں جو صحیح یاد ہوں پڑھے (مثلاً

(۱) ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے۔ (۲) اللہ کے الف پر ہاتھ چھوڑ دے اور اکبر کی رے پر ہاتھ باندھ لے۔ (۳) ترجمہ: اے اللہ! میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں اور تیری تعریف کرتا ہوں اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیرا مرتبہ بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں (۴) ترجمہ: میں شیطان مردود سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ (۵) ترجمہ: اللہ کے نام سے میں شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے (۶) ترجمہ: ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے نہایت مہربان اور رحم کرنے والا۔ روز جزا کا مالک۔ اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھی راہ بتلا ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے نعمتیں نازل کی ہیں نہ ان کی جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ ان کی جو گمراہ ہیں۔ (۷) ترجمہ: قبول کر۔

سورہ کوثر یعنی اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰـکَ الۡکَوۡثَرَ ہ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ہ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ ہ)[1] پڑھنے کے بعد اَللّٰــهُ اَکۡبَـرُ کہتے ہوئے رکوع کرے (اس طرح کہ اللہ کے الف سے رکوع شروع ہو اور اکبر کی رے رکوع میں ختم ہوجائے)۔ رکوع میں دونوں گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے انگلیاں کھول کر مضبوط پکڑ لے' ہاتھ سیدھے اور سر' پیٹھ' سرین برابر اور ہموار رہیں۔ پنڈلیاں سیدھی کھڑی ہوں' نظر پاؤں پر رہے۔ پھر تین یا پانچ بار یا زیادہ[2] (مگر طاق عدد میں) ''سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمُ''[3] کہے۔ پھر سَمِعَ اللّٰـهُ لِمَنۡ حَمِدَہٗ[4] کہتے ہوئے سیدھا[5] کھڑا ہوجائے[6] اور ''رَبَّنَا لَکَ الۡحَمۡدُ''[7] کہے (اس وقت ہاتھ نہ باندھے بلکہ یونہی چھوڑے ہوئے کم سے کم ایک تسبیح کہنے کے موافق کھڑا رہے)۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدے میں جائے (اس طرح کہ اللہ کے الف پر جھک جائے اور اکبر کی رے سجدے میں جاتے ہی ختم کردے) سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی زمین پر رکھے (پیشانی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اس طرح رکھے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل آجائیں) سجدے میں پاؤں کی سب انگلیاں[8] زمین پر لگی ہوئی ہوں اور بازو بغل سے' پیٹ زانو سے' ران پنڈلی سے' کہنیاں زمین سے علحدہ اور ہاتھ پاؤں کی انگلیاں ملی ہوئی سب قبلہ رو رہیں۔ نظر ناک پر رہے پھر تین بار یا پانچ بار یا زیادہ[9] سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی[10] کہے۔ پھر تکبیر[11] کہتے ہوئے سجدے سے اٹھے (اٹھنے میں پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اٹھائے) اور

---

(۱) ترجمہ: تحقیق ہم نے آپ کو حوض کوثر عطا کیا۔ پس اپنے پروردگار کیلئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تحقیق جو آپ کا دشمن ہے وہی بے نسل ہے۔ (۲) یہ حکم منفرد کیلئے ہے۔ اگر امام ہو تو اس کو چاہئے کہ رکوع و سجود کی تسبیحات تین سے اوپر اس قدر نہ بڑھائے کہ مقتدیوں پر بار گزرے' اس لئے کہ امام کو مقتدیوں کے خیال سے نماز میں تخفیف (آسان کرنے) کا حکم ہے۔ (۳) ترجمہ: پاک ہے میرا رب جو بزرگ اور عظمت والا ہے۔ (۴) ترجمہ: سن لی اللہ نے اس کی تعریف جس نے اللہ کی تعریف کی۔ (۵) قومہ اسی قیام کا نام ہے۔ (۶) اس طرح کہ سَمِعَ اللّٰهُ کے سین کو رکوع سے شروع کرے اور حمدہ کی ھا کو قومہ میں ختم کردے۔ (۷) ترجمہ: اے ہمارے پروردگار سب تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ (۸) یا کم از کم ایک انگلی ضرور زمین سے لگی رہے ورنہ سجدہ نہ ہوگا۔ (۹) یہ حکم بھی منفرد کیلئے ہے امام کو تخفیف کا حکم ہے مثل رکوع کے۔ (۱۰) ترجمہ: پاک ہے میرا رب جو بلند ہے۔ (۱۱) اللہ کے الف پر اٹھنے کی ابتداء ہو اور اکبر کی رے بیٹھتے ہی ختم ہوجائے۔

بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے سیدھا پاؤں کھڑا رکھے دونوں ہاتھ دونوں رانوں[1] پر رکھ لے (اس طرح کہ انگلیوں کے سرے گھٹنوں کے قریب آجائیں) انگلیاں اپنی حالت[2] پر قبلہ رو رہیں، دونوں پاؤں کی انگلیوں کا رخ بھی قبلہ کی طرف رہے اور نظر گود میں رہے اور کم سے کم ایک تسبیح کہنے کے موافق سیدھا[3] بیٹھا رہے۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کرے (دوسرا سجدہ بھی اسی طرح کرے اور تسبیح کہے) یہاں تک ایک رکعت ہوئی پھر دوسری رکعت کے لئے تکبیر کہتے ہوئے اٹھے (اٹھنے میں بیٹھنے کا عکس ہو یعنی پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر دونوں ہاتھ پھر دونوں گھٹنے) اور سیدھا کھڑا ہو جائے (کھڑے ہونے کے وقت پاؤں پر نہ بیٹھے اور نہ ہاتھوں کو زمین سے سہارا دے) کھڑے ہوتے ہی ہاتھ باندھ لے اور دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح ادا کرے۔ لیکن اس میں ثناء اور تعوذ نہ پڑھے صرف تسمیہ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری بعد کی سورۃ جو پہلی رکعت میں نہ پڑھی ہو (مثلاً سورہ اخلاص یعنی: قُلْ[4] هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۝ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ پڑھے اور رکوع وسجود وغیرہ کر کے اسی طرح بیٹھ جائے جس طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھا[5] تھا اور (تشہد) پڑھے۔ اَلتَّحِيَّاتُ[6] لِلّٰهِ وَ الصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ لَا اِلٰهَ کہتے وقت انگلی سے اشارہ[7] کرے اس طرح[8] کہ داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور اس کے پاس کی انگلی کو بند کر کے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر کلمہ کی انگلی کو ٹھیک لَا اِلٰهَ پر اٹھائے

(۱) داہنی ران پر داہنا ہاتھ بائیں ران پر بایاں ہاتھ۔ (۲) یعنی نہ بہت کشادہ نہ ملی ہوئی۔ (۳) جلسہ اسی نشست کا نام ہے (۴) ترجمہ: کہو اے محمد! وہ خدا ایک ہے بے نیاز ہے نہ کسی کو اس نے جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ (۵) اس نشست کا نام قعدہ ہے۔ (۶) ترجمہ: تمام تعریفیں اور مالی اور بدنی عبادتیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔ اے نبی! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں نیز ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (۷) اشارہ کرنا مسنون ہے۔ (۸) اسی خاص طریقہ سے اشارہ مسنون ہے۔

اور اِلَّا اللّٰہُ کہتے وقت رکھ دلے[۱] پھر تشہد کے بعد درود شریف[۲] (اَللّٰهُمَّ[۳] صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد) پڑھے پھر دعاء۔(اَللّٰهُمَّ[۴] اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِاُسْتَاذِیْ وَ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَ الْاَمْوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ) پڑھ کر سلام پھیر دے اس طرح کہ (فرشتوں کی نیت[۵] کر کے) اَلسَّلَامُ[۶] عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ کہتے ہوئے پہلے داہنی طرف منہ پھیرے پھر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ کہتے ہوئے بائیں طرف اس قدر کہ رخسار پیچھے سے دکھائی دے اور ہر طرف نظر کاندھے پر رہے۔

(تنبیہ۔۱) دو رکعت والی نماز کا طریقہ ختم ہو گیا۔ اگر تین یا چار رکعت والی نماز ہو تو دوسری رکعت کے بعد قعدہ میں صرف التحیات (عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ تک) پڑھ کر فوراً تکبیر کہتے

---

(۱) پھر جتنی دیر تک بیٹھے انگلیاں اسی حالت پر رکھے۔(۲) درود شریف تمام عمر میں ایک دفعہ پڑھنا فرض ہے (خواہ نماز کے اندر ہو یا خارج نماز) اور جس وقت صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا یا کسی مجلس میں پہلی دفعہ نام مبارک سنے تو واجب اور اس کے بعد پڑھنا مستحب ہے۔ درود شریف کے فضائل و برکات انشاء اللہ آئندہ بیان ہوں گے۔(۳) ترجمہ: اے اللہ اپنی رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر جیسے کہ رحمت نازل فرمائی ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر بے شک تو ہی قابل تعریف اور بزرگ ہے۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پر جیسے کہ برکت نازل کی ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر بے شک تو ہی قابل تعریف اور بزرگ ہے(۴) ترجمہ: اے اللہ! بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور میرے استاذ کو اور تمام مومن مرد اور عورتوں اور مسلمان مرد اور عورتوں کو' خواہ ان میں سے زندہ ہوں یا فوت ہوئے ہوں' اپنی رحمت کے طفیل اور صدقے' اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔(تنبیہ) یا اور کوئی دعاء جو قرآن مجید یا حدیث شریف میں وارد ہو پڑھے مثلاً اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَ ارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ ترجمہ: اے اللہ بے شک میں نے اپنے نفس پر (گناہوں کے لحاظ سے) بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں پس مجھ کو بخش دے اپنے پاس کی بخشش سے اور مجھ پر رحم کر بیشک تو ہی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔(۵) یعنی یہ خیال کر کے کہ میں فرشتوں کو سلام کرتا ہوں جو ادھر ادھر ہیں۔(۶) ترجمہ: تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو۔

ہوئے اٹھ کھڑا ہو۔اور باقی رکعتیں بھی اسی طرح ادا کرے۔لیکن ان رکعتوں میں تسمیہ کے بعد صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع کردے (دوسری سورۃ نہ ملائے)۔اگر نماز تین رکعت والی ہوتو تیسری رکعت میں ورنہ چوتھی رکعت میں دونوں سجدوں کے بعد اسی طرح بیٹھ کر التحیات' درود شریف' دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

(تنبیہ۔۲) فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد حالت سفر یا کوئی ضرورت درپیش ہوتو جو سورۃ چاہے پڑھے اور اگر اطمینان ہوتو فجر وظہر میں طوال مُفَصَّل (سورہ حجرات سے سورہ بروج تک کی سورتیں[۱]) اور عصر وعشاء میں اَوساطِ مفصل (سورہ بروج کے بعد سے لم یکن تک کی سورتیں) اور مغرب میں قصار مُفَصَّل (سورہ لم یکن کے بعد سے آخر قرآن تک کی سورتیں) پڑھنا مسنون ہے اور فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے بڑی سورۃ پڑھنی چاہئے (کہ سنت ہے) باقی اوقات میں دونوں رکعتوں کی سورتیں برابر رہیں۔ایک دو آیت کی کمی زیادتی کا اعتبار نہیں۔سورتوں میں ترتیب کا لحاظ رکھے اور دو رکعتوں کے درمیان صرف ایک چھوٹی سورۃ نہ چھوڑ دے۔

(تنبیہ۔۳) حالت نماز میں ادھر ادھر نہ دیکھے بلکہ نظر مقررہ مقامات[۲] پر رکھے۔آنکھیں بند نہ کرے۔قیام کے وقت تمام اعضاء کو حرکت سے محفوظ رکھے اور سیدھا کھڑا رہے۔بوجھ دونوں پاؤں پر برابر رکھے اور دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ چھوڑے' قراءت ٹھہر ٹھہر کر ہر حرف کو جدا جدا کر کے پڑھے۔

معنیٰ گر سمجھے تو اس میں دل لگائے ورنہ سوچے لفظ تا غلطی نہ آئے

(تنبیہ۔۴) ختم نماز کے بعد دونوں ہاتھ سینے تک اٹھا کر پھیلائے (اس طرح کہ ہتھیلیوں کا رخ آسمان کی طرف ہو اور دونوں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رہے) پھر اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگے۔دعاء مانگنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے۔ظہر' مغرب' عشاء[۳] کی فرض نماز کے بعد

(۱) یعنی ان سورتوں میں سے ہر رکعت میں کوئی ایک سورہ پڑھے۔(۲) یعنی حالت قیام میں سجدے کی جگہ' رکوع میں پاؤں پر' سجدے میں ناک کی طرف' قعود میں گود پر' سلام میں کاندھوں پر۔(۳) یعنی ان فرض نمازوں کے بعد جن کے بعد سنتیں ہیں۔

مختصر دعاء "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ" پڑھے اور جلد سنت پڑھنے کو کھڑا ہو جائے اور فجر وعصر کی نماز کے بعد جتنی دیر چاہے بیٹھے، وظیفے پڑھے، دعائیں مانگے۔ فرض نمازوں کے بعد (سنت نہ ہو تو متصل ورنہ سنتوں کے بعد) تین مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اور ایک ایک مرتبہ آیۃ الکرسی، سورہ اخلاص، سورہ فلق، سورہ ناس اور ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ، ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور ایک مرتبہ کلمہ توحید (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَ ھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ) پڑھنا مستحب ہے۔

(تنبیہ۔۵) منفرد، امام، مقتدی، عورت سب کے نماز پڑھنے کا ایک ہی طریقہ ہے البتہ اس قدر فرق ہے کہ:

الف۔ امام (۱) رکوع کے بعد صرف تسمیع کہے گا۔ (۲) سلام کے وقت فرشتوں کے علاوہ دائیں بائیں جانب کے مقتدیوں کی بھی نیت کرے گا۔ (۳) جہری نمازوں (فجر، مغرب، عشاء) میں قراءت بلند آواز سے پڑھے گا۔ (۴) کل نمازوں میں تکبیر تحریمہ، تکبیرات انتقالات، تسمیع، سلام بلند آواز سے ادا کریگا البتہ دوسرا سلام بہ نسبت پہلے سلام کے کسی قدر پست آواز میں کہے گا۔ (۵) ختم نماز کے بعد دعاء میں مقتدیوں کو بھی شامل کرلے گا۔

ب۔ مقتدی (۱) نماز کی نیت کے ساتھ امام کے اقتداء کی بھی نیت کرے گا۔ (۲) تکبیر تحریمہ

---

(۱) ترجمہ: اے پروردگار تو ہی سلامت رہنے والا ہے اور تیرے ہی طرف سے سلامتی ہے، اے بزرگی اور تعظیم والے تو ہی برکت والا ہے۔ (۲) یعنی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ (۳) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَ مَا خَلْفَھُمْ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔ (۴) فجر وعصر کی نماز کے بعد امام دعاء مانگنے کیلئے دائیں بائیں طرف یا مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے گا۔ بشرطیکہ کوئی مسبوق اس کے مقابل نماز نہ پڑھ رہا ہو اور باقی نمازوں میں رخ نہ بدلے گا۔

سے لے کر آخر نماز تک ہر رکن میں امام کی متابعت کرے گا (اس طرح کہ ہر رکن کی ادائی امام سے پہلے نہیں، بلکہ امام کی ابتداء کے بعد ہوا کرے گی)۔ (۳) جہری نمازوں میں امام کے سورہ فاتحہ پڑھ چکنے پر آہستہ آمین کہے گا (۴) قراءت کے سوا باقی سب اذکار امام کی طرح ادا کرے گا۔ البتہ رکوع کے بعد تسمیع کے بجائے تحمید کہے گا۔ (۵) سلام کے وقت فرشتوں کے علاوہ امام کی اور دائیں بائیں جانب کے مقتدیوں کی بھی نیت کرے گا۔ (۶) نماز کے بعد جب امام دعا مانگنے لگے تو آمین آمین کہتا رہے گا۔

ج۔ عورت (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ شانوں تک اٹھائے گی۔ (۲) تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ سینہ پر باندھے گی اس طرح کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر ہوگی۔ (۳) رکوع میں کم جھکے گی، سمٹی رہے گی، گھٹنوں کو جھکا لے گی، ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لے گی (پکڑے گی نہیں) ہاتھ کی انگلیاں نہ پھیلائے گی (ملی رکھے گی)۔ (۴) سجدے میں بغل نہ کھولے گی، ہاتھ زمین پر بچھا دے گی، سمٹی رہے گی[۲]۔ (۵) قعدہ میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے گی، ہاتھوں کی انگلیاں ملی رکھے گی۔ (۶) کسی نماز میں بھی بلند آواز سے نہ پڑھے گی۔ (۷) نماز میں کوئی امر پیش آجائے یا سامنے سے کوئی گزرے تو مرد کی طرح سبحان اللہ نہ کہے گی، بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارے گی۔ (۸) فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھے گی۔ (۹) اذان نہ دیگی۔ (۱۰) مرد کی امامت نہ کرے گی۔ (۱۱) جماعت میں شریک نہ ہوگی اگر ہوگی تو سب سے پیچھے کھڑی رہے گی۔ (۱۲) عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اگر جماعت کرلیں تو ان کا امام آگے نہیں بلکہ بیچ میں کھڑا رہے گا۔ (۱۳) عورتوں پر نماز جمعہ فرض نہیں، صرف ظہر پڑھ لیں گی۔ (۱۴) نماز عیدین اور تکبیرات تشریق بھی واجب نہیں۔

۱۰۔ جماعت کا بیان: (۱) جماعت[۳] نام ہے کم سے کم دو آدمیوں کے مل کر نماز پڑھنے کا،

(۱) لیکن تحریمہ اور تکبیرات انتقالات وتحمید وغیرہ آہستہ آواز سے ادا کرے گا۔ (۲) دونوں پاؤں دائیں طرف کرے گی اور انگلیوں کے سر قبلہ کی طرف کرے گی (۳) جماعت نماز کی تکمیل میں ایک اعلیٰ درجہ کی شرط ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس کو ترک نہیں فرمایا حتی کہ حالت مرض میں جب آپ کو خود چلنے کی طاقت نہ تھی دو آدمیوں کے سہارے مسجد تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز پڑھی۔ آپ کا ارشاد ہے کہ تنہا نماز سے جماعت کی نماز میں ستائیس درجہ زیادہ ثواب ہے (بقیہ حاشیہ آگے صفحہ پر)

اس طرح کہ ایک ان میں متبوع ہو دوسرا تابع۔ متبوع کو امام کہتے ہیں اور تابع کو مقتدی۔ (۲) (پنجوقتہ نمازوں میں) امام کے سوا ایک آدمی کے شریک نماز ہو جانے سے جماعت ہو جاتی ہے، اگرچہ وہ سمجھدار لڑکا ہو۔ لیکن جمعہ وغیرہ کی نماز میں امام کے سوا کم سے کم تین آدمی کے بغیر جماعت نہیں ہوتی اور وہ تین آدمی بھی ایسے ہوں جو امام ہو سکیں۔ (۳) نفس جماعت کیلئے مسجد کی خصوصیت نہیں بلکہ گھروں میں بھی جماعت ہو جاتی ہے۔ البتہ مسجد کا ثواب[۱] مسجد ہی سے مخصوص ہے۔ (حدیث شریف میں آیا ہے کہ گھر کی نماز[۲] سے محلّہ کی مسجد میں پچیس نمازوں کا ثواب زیادہ[۳] ہے)۔ (۴) اگر محلّہ میں دو مسجدیں ہوں تو جو مسجد گھر سے زیادہ قریب ہو وہی زیادہ مستحق ہے اور اگر دونوں کا فاصلہ برابر ہو تو پھر وہ مسجد جو قدیم ہو۔ (۵) اگر محلّہ کی مسجد میں جماعت نہ ہوتی ہو تو اس کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا ٹھیک نہیں بلکہ محلّہ ہی کی مسجد میں بلا جماعت نماز پڑھ لینی چاہئے (یہ حکم پنجوقتہ نمازوں سے متعلق ہے اور نماز جمعہ جامع مسجد میں جا کر ادا کرنی چاہئے)۔ (۶) اگر کوئی محلّہ یا گھر سے قریب والی مسجد میں جماعت ہونے کے بعد پہنچے تو اس کو دوسری مسجد میں بتلاش جماعت[۴] جانا مستحب ہے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ سے) اور فرمایا کہ جماعت سے نماز پڑھا کرو کہ جس طرح بھیڑیا گلے سے بچھڑی ہوئی بکری کو کھا لیتا ہے اسی طرح شیطان اس آدمی پر قابو پالیتا ہے (بہکاتا ہے) جو جماعت سے الگ رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اگر مجھے چھوٹے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں مشغول ہو جاتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ جماعت ترک کرنے والوں کے گھروں اور مال واسباب کو مع ان کے جلا دیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تارک جماعت کی سزا آگ میں جلانا ہے اور ایسی سخت سزا شریعت میں نہیں آئی مگر ترک جماعت پر یا مال غنیمت کی خیانت پر۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) (۱) یہ ثواب جماعت کے ثواب کے سوا ہے۔ (۲) اس سے فرض نماز مراد ہے نہ کہ نفل کیونکہ نفل نماز کا گھر ہی میں ادا کرنا بہتر ہے۔ (۳) اسی طرح مسجد جامع میں پانچ سو اور مسجد بیت المقدس میں پانچ ہزار اور مسجد نبوی (مدینہ منورہ) میں پچاس ہزار اور مسجد حرام (مکہ معظّمہ) میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب زیادہ ہے۔ (حدیث شریف)۔ (۴) اس امر کا بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آ کر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کر لے۔

جماعت کے صفات: جماعت کے صفات حسب ذیل ہیں:۔

شرط ہے :جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں

سنت مؤکدہ ہے :(واجب کے قریب قریب) پنجوقتہ فرض نمازوں میں

سنت کفایہ ہے: نماز تراویح میں۔نماز کسوف میں

مستحب ہے: رمضان کے وتر میں

مکروہ تنزیہی ہے: رمضان کے سواء اور زمانہ کی وتر میں

مکروہ تحریمی ہے: نماز خسوف میں۔تمام نوافل میں۔

صرف[1] عورتوں کی جماعت (جس میں امام بھی عورت ہو)۔

ترک جماعت کے عذرات: ترکِ جماعت کے عذرات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) بیماری۔(۲) برہنگی۔(۳) مینھ یا کیچڑ کا بہت ہونا۔(۴) شدت کا جاڑا ہونا۔(۵) سخت اندھیرا ہونا۔(۶) رات کے وقت آندھی چلنا۔(۷) مسجد کے جانے میں مال واسباب کے چوری جانے یا کسی دشمن یا قرض خواہ کے مل جانے کا خوف ہونا اور قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہونا۔(۸) کسی مریض کی تیمارداری میں مصروف ہونا۔(۹) کھانا تیار اور بھوک کا اس قدر غلبہ ہونا کہ نماز میں دل نہ لگنے کا خوف ہو۔(۱۰) پیشاب یا پاخانہ کی ضرورت ہو۔(۱۱) قافلے کے چلے جانے کا خوف ہو۔(۱۲) علم دین[2] کی مشغولی۔(۱۳) بڑھاپا ایسا کہ چلنے پھرنے سے عاجز ہو۔(۱۴) نابینا ہو۔(۱۵) لنگڑا' لولا ہو۔(تنبیہ) ان عذرات کی بناء پر اگر جماعت ترک ہو تو گناہ نہیں ورنہ گنہگار ہوگا۔

(انتباہ) صحت جماعت کیلئے چند شروط ہیں جن میں سے بعض تو امامت سے متعلق ہیں اور بعض اقتداء سے' چنانچہ یہاں دونوں کا ذکر یکے بعد دیگرے کیا جاتا ہے۔

امامت کے صحیح ہونے کی شرطیں: (۱) مسلمان ہونا۔(۲) بالغ ہونا۔(۳) عاقل ہونا۔(۴) مرد ہونا۔(۵) عذروں سے (مثلاً تتلاپن' نکسیر' پیشاب جاری رہنے وغیرہ سے) خالی

(۱) جوان عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے۔(۲) کیونکہ علم دین کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔

رہنا۔(٦) نماز کے شروط (طہارت، سترعورت وغیرہ) کا موجود ہونا۔

اقتداء کے صحیح ہونے کی شرطیں: (١) مقتدی کو (نماز کی نیت کے ساتھ) اقتداء کی بھی نیت کرنا[1]۔ (٢) امام اور مقتدی دونوں کا ایک مکان میں ہونا۔ (اگر امام ایک مکان میں ہو اور مقتدی دوسرے مکان[2] میں یا امام سواری پر ہو اور مقتدی پا پیادہ یا اس کے برعکس ہو یا دو علحدہ علحدہ سواری پر ہوں تو اقتداء صحیح نہ ہوگی اسی طرح اگر جنگل (خالی میدان) میں امام اور مقتدی کے درمیان دو صفوں کی مقدار جگہ خالی رہے تو اقتداء درست نہیں[3])۔ (٣) امام اور مقتدی دونوں کی نماز کا ایک ہونا (اگر امام اور فرض پڑھتا ہو اور مقتدی دوسرا فرض یا امام نفل پڑھتا ہو اور مقتدی فرض تو اقتداء صحیح نہیں)۔ (٤) امام کی نماز کا صحیح ہونا (اگر کسی وجہ سے امام کی نماز فاسد ہوجائے تو سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد[4] ہوجائے گی)۔ (٥) مقتدی کا امام سے آگے نہ کھڑا ہونا (بلکہ پیچھے یا برابر کھڑا ہونا۔ اگر امام سے آگے کھڑا ہو تو اقتداء درست نہ ہوگی۔ امام سے آگے کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا جبکہ مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہوجائے اور اگر پیر یا انگلیوں کے بڑے ہونے کے باعث انگلیاں بڑھ جائیں لیکن ایڑی نہ بڑھے تو یہ آگے کھڑا ہونا نہ سمجھا جائے گا اور اقتداء درست ہوجائے گی)۔ (٦) مقتدی کو امام کے انتقالات (ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے) کا علم ہونا (خواہ امام یا دوسرے مقتدی کو دیکھ کر یا امام یا مکبر کی آواز سن کر۔ اگر امام کے انتقالات کا علم نہ ہو خواہ کسی چیز کے حائل ہونے یا کسی اور وجہ سے تو اقتداء صحیح نہیں)۔ (٧) مقتدی کو معلوم ہونا کہ امام مقیم ہے یا مسافر (اگر امام نے چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور مقتدی کو معلوم نہ ہوا کہ امام بھول کر سلام پھیرا یا سفر کے باعث تو اقتداء درست نہیں)۔ (٨) مقتدی کو تمام ارکان

(١) یعنی دل میں یہ ارادہ کرنا کہ میں فلاں نماز اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں۔ (٢) اگر امام مسجد کے اندر ہو اور مقتدی چھت پر ہو تو اقتداء درست ہے اس لئے کہ مسجد کا چھت مسجد کے حکم میں ہے۔ (٣) بڑا گھر جس کا صحن چالیس ہاتھ یا زیادہ کا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ (٤) اگر فساد نماز کا علم بروقت مقتدیوں کو نہ ہو تو امام پر ضروری ہیکہ حتی الامکان اپنے تمام مقتدیوں کو (آدمی یا خط وغیرہ کے ذریعہ) اس کی اطلاع کردے تاکہ وہ لوگ اپنی اپنی نمازوں کا اعادہ کرلیں۔

میں (قراءت کے[1] سوا) امام کا شریک حال رہنا (یعنی ہر رکن کو امام کے ساتھ ادا کرنا اگر کسی رکن کو بالکل چھوڑ دے یا امام سے پہلے ادا کرے[2] تو اقتداء صحیح نہ ہوگی)۔(۹) مقتدی کا (شرائط وارکان نماز کی بجا آوری میں) امام سے کم یا امام کے برابر ہونا، امام سے زائد نہ ہونا (یعنی امام رکوع وسجود کرنے والا ہواور مقتدی بھی ایسا ہی ہو یا امام اشارہ سے نماز پڑھتا ہو اور مقتدی بھی اشارہ سے تو (چونکہ امام ومقتدی دونوں برابر ہیں، اس لئے) یہ اقتداء صحیح ہے۔ یا امام رکوع وسجود کرنے والا ہواور مقتدی اشارہ تو اس صورت میں بھی، بوجہ مقتدی امام سے کم ہونے کے، اقتداء صحیح ہوگی۔ لیکن اس کے برعکس اگر امام اشارہ سے پڑھنے والا ہواور مقتدی رکوع وسجود سے یا امام[3] امی ہو اور مقتدی قاری تو چونکہ مقتدی امام سے زیادہ ہے اس لئے اقتداء درست[4] نہ ہوگی)۔

(تنبیہ) وضو والے کی اقتداء تیمّم والے کے پیچھے، نفل پڑھنے والے کی اقتداء فرض پڑھنے والے کے پیچھے، مقیم کی اقتداء مسافر کے پیچھے درست[5] ہے۔

استحقاق امامت کے وجوہ: (۱) سب سے زیادہ امامت کا مستحق عالم یعنی وہ شخص ہے جو نماز کے مسائل بخوبی جانتا ہو[6] اور بظاہر اس میں کوئی فسق نہ ہو، پھر قاری یعنی وہ شخص جو قرآن مجید اچھا پڑھتا ہو (قواعد تجوید کے موافق عمدہ آواز سے) پھر وہ جو سب سے زیادہ پرہیز[7] گار ہو۔ پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ عمر[8] رکھتا ہو (اگر ان امور میں سب برابر ہوں تو ان میں قدامت یعنی پہلے ہونے[9] کا لحاظ کیا جائیگا۔ (اگر اس لحاظ میں بھی برابر ہوں تو) پھر وہ شخص جو سب میں زیادہ خوش خلق ہو، پھر وہ جو سب میں زیادہ خوبصورت[10] ہو، پھر وہ جو از روئے حسب

(۱) مقتدی قراءت نہ کرے کہ امام کی قراءت عین مقتدی کی قراءت ہے۔ (۲) دیکھو لاحق کا بیان صفحہ ۲۰۱۔ (۳) امی وہ جو قرآن کی ایک آیت بھی نہ جانتا ہو۔ (۴) مگر مقتدی کے قاری اور امام کے امی ہونے کی صورت میں اقتداء درست نہ ہونے کے علاوہ امام کی نماز بھی درست نہ ہوگی۔ (۵) اسی طرح عذر والے کی اقتداء اسی جیسے عذر والے کے پیچھے جائز ہے۔ (۶) بالخصوص نماز کی صحت وفساد کے مسائل۔ (۷) پرہیز گار وہ ہے جو حرام ومکروہ چیزوں سے بچنے کے علاوہ مشتبہ چیزوں سے بھی بچے۔ (۸) یعنی جس کا زمانہ اسلام میں زیادہ گزرا ہو۔ (۹) یعنی جس کا علم یا جس کی قراءت یا جس کی پرہیز گاری سب سے پہلے ہو وہ سب سے زیادہ مستحق امامت ہوگا۔ (۱۰) تہجد کا زیادہ پابند۔

اشرف ہو‘ پھر وہ جو نسب کے لحاظ سے افضل ہو (مثلاً سادات مقدم ہیں اورلوگوں پر) پھر وہ جس کا لباس سب میں عمدہ اور ستھرا ہو۔(۲) اگرکئی اشخاص ایسے ہوں جن میں امامت کی لیاقت مساوی طور پر ہوتو غلبہ رائے پرعمل کریں۔(۳) جس مسجد میں امام مقرر ہو وہاں اس کے ہوتے ہوئے دوسرے اشخاص کو امامت کا حق نہیں (اگرچہ دوسرے اشخاص اوصاف مذکورہ میں اس سے فائق ہوں)۔(۴) جس مسجد میں امام مقرر نہ ہو وہاں بلا رضامندی قوم امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔البتہ اگرلوگوں کی ناراضی کسی امر دنیوی کے باعث ہوتو اس کا اعتبارنہیں۔(۵) فاسق[1] وبدعتی (بدعقیدہ) کی امامت مکروہ تحریمی[2] ہے۔(۶) نابینا‘ فالج زدہ‘ جذامی‘ کوڑی‘ غلام[3]‘ ولدالزنا (حرامی) وغیرہ کا امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے اگران سے بہتر کوئی وہاں موجود نہ ہوتو پھر مکروہ نہیں۔اسی طرح خوبصورت نوجوان کا (جس کی داڑھی نہ نکلی ہو)اور جاہل وکم عقل کا امام بنانا مکروہ ہے۔(۷) مجنون دائمی‘ مدہوش‘ نابالغ‘ عورت‘ خنثیٰ‘ معذور[4]‘ مسبوق وغیرہ امامت کے قابل نہیں (ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی)۔

امام ومقتدی کے متعلق احکام: (۱) اگرمقتدی[5] ایک ہو (خواہ مرد ہو یا نابالغ لڑکا) تو اس کوامام کے برابر[6] داہنی جانب[7] کھڑا ہونا چاہئے۔اوراگرایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو ان لوگوں کوامام کے پیچھے صف[8] باندھ کرکھڑا ہونا چاہئے اورامام صف کے آگے بیچ میں کھڑا ہو۔(۲) اگرایک مقتدی امام کی داہنی جانب کھڑا ہوپھر دوسرا شخص آجائے تو پہلے مقتدی کو چاہئے کہ پیچھے ہٹ[9] آئے تاکہ امام کے پیچھے صف قائم ہوسکے اگروہ نہ ہٹے تو آیا ہوا شخص اس کو کھینچ

---

(۱) فاسق وہ جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو جیسے سیندھی شراب بیچنے والا‘ زنا کرنے والا‘ سود کھانے والا وغیرہ۔(۲) چونکہ امامت میں تعظیم ہے اس لئے فاسق وبدعتی مستحق نہیں بلکہ شرعاً مقتدیوں پران کی اہانت واجب ہے۔(۳) غلام کا وجود اس ملک میں معدوم ہے۔(۴) مثلاً توتلا‘ ہیکلا اوروہ شخص جس کو نکسیر یا پیشاب جاری رہنے کا عارضہ ہو وغیرہ۔(۵) اگرعورت یا نابالغ لڑکی ہوتو پیچھے کھڑی رہے۔(۶) اس طرح کہ مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے بڑھی نہ ہو۔(۷) ایک مقتدی کا بائیں جانب یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔(۸) امام کے دائیں بائیں جانب کھڑا ہونا دو مقتدیوں کیلئے مکروہ تنزیہی ہے اور دو سے زیادہ کیلئے مکروہ تحریمی ہے۔(۹) (اصلاح نماز کی نیت کرکے)ایک قدم ہٹ آئے ۔

لے لیکن پہلا مقتدی کھینچنے پر فوراً نہ ہٹے بلکہ ذرا ٹھہر کر اپنے سے ہٹ آئے۔ اگر پیچھے جگہ نہ ہو یا مقتدی نہ ہٹے تو امام کو چاہئے کہ خود آگے بڑھ جائے[۱]۔ (۳) اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوں تو صفوں کی ترتیب اس طرح قائم ہونی چاہئے: پہلے مردوں کی صفیں ہوں، پھر نابالغ لڑکوں کی، پھر خنثیٰ کی پھر عورتوں کی، پھر نابالغ لڑکیوں کی۔ (۴) صفیں سیدھی ہونی چاہئے یعنی لوگ آگے پیچھے کھڑے نہ ہوں۔ بلکہ سب برابر اور ایک دوسرے سے ملکر کھڑے ہوں اس طرح کہ ایک کے مونڈھے سے دوسرے کا مونڈھا لگا رہے۔ (۵) پہلی صف[۲] میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ البتہ پہلی صف پوری ہوجانے کے بعد دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہئے[۳]۔ (۶) نماز کے کل ارکان میں مقتدیوں پر امام کی متابعت واجب ہے۔ اس طرح کہ ہر رکن کو بلاتاخیر امام کے ساتھ ادا کریں (امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں چلے جانا یا سر اٹھا لینا مکروہ تحریمی[۴] ہے)۔ ہاں، اگر غلطی سے امام کوئی رکن زیادہ کرے (مثلاً دو رکوع یا تین سجدے) یا پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہوجائے تو اس وقت متابعت ضروری نہیں۔ (۷) امام کو نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھنا[۵] یا رکوع و سجود وغیرہ میں زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کی ضرورت اور ان کے ضعف وغیرہ امور کا خیال رکھے اور اس کی رعایت سے قراءت وغیرہ کرے بلکہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے بھی کم قراءت کرنا بہتر ہے[۶]۔ (۸) اگر امام اور مقتدیوں کے درمیان

(۱) امام بھی ایک قدم آگے بڑھ جائے۔ (۲) نزول رحمت الٰہی کے لحاظ سے پہلی صف سب صفوں میں بہتر ہے پھر دوسری پھر تیسری، اسی طرح آخر تک لیکن نماز جنازہ میں اس کے برعکس ہے۔ (۳) اگر کسی آنے والے شخص کو اگلی صف میں خالی جگہ دکھائی دے تو اس کو پچھلی صف چھوڑ کر اگلی صف میں پہنچنا اور خالی جگہ کو پر کر دینا چاہئے، اگرچہ وہاں تک پہنچنے میں پچھلی صفوں کو چیرنا اور نمازیوں کے آگے سے گزرنا پڑے، کچھ مضائقہ نہیں۔ (۴) کسی امر میں بھی مقتدی کو امام سے جلدی نہ کرنی چاہئے۔ بعض لوگ امام سے پہلے سجدہ سے سر اٹھا لیتے ہیں، یہ برا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہیکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''کیا نہیں ڈرتا وہ شخص جو سر اٹھاتا ہے امام سے پہلے اس امر سے کہ خدا تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سا کر دے''۔ (۵) جو مقدار مسنون سے بھی زائد ہوں۔ (۶) تاکہ لوگوں کو حرج نہ ہو جو قلت جماعت کا سبب بن جائے۔

کسی رکن[1] کے ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہو مثلاً مقتدی کہیں کہ تین رکعتیں ہوئیں اور امام کہے کہ چار اور چار ہونے پر امام کو یقین ہو تو امام ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر امام کو شک ہو تو مقتدیوں کا قول معتبر اور نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ اگر صرف ایک مقتدی تین رکعت ہونے پر اپنا یقین ظاہر کرے اور باقی مقتدیوں اور امام کو شک ہو تو اس صورت میں بھی احتیاطاً نماز کا اعادہ کر لینا چاہئے۔ (۹) امام کو امامت کی نیت کرنی ضروری نہیں البتہ اگر کوئی عورت اس کی اقتداء کرے تو اس عورت کے اقتداء کی نیت کرنا ضروری ہے ورنہ عورت کی نماز نہ ہوگی۔ ایسی عورت کو (جس کے اقتداء کی امام نے نیت کی ہو) سب سے پیچھے کھڑا ہونا چاہئے۔ اگر کسی مرد کے برابر یا سامنے کھڑی ہوگی تو اس مرد کی نماز فاسد[2] ہو جائے گی۔ (۱۰) اگر شافعی المذہب شخص امام ہو تو جب وہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت ہاتھ اٹھائے یا فجر کی نماز میں قنوت پڑھے تو اس وقت حنفی مقتدی کو خاموش کھڑا رہنا چاہئے (یعنی ہاتھ نہ اٹھائے اور قنوت نہ پڑھے)۔

مقتدی چار قسم کے ہیں:۔

(۱) مدرک (۲) لاحق (۳) مسبوق (۴) مسبوق لاحق

چاروں کے احکام سلسلہ وار درج ذیل ہیں:

مدرک: وہ شخص جس کو شروع سے آخر تک پوری نماز امام کے ساتھ ملے۔ (مقتدی کے نام سے جو کچھ احکام اس وقت تک بیان ہوئے یا آئندہ ہوں گے وہ سب اسی سے متعلق ہیں)۔

لاحق: (۱) وہ شخص جو شروع سے امام کی اقتداء کرے لیکن بعد میں کچھ یا سب رکعتیں اس سے فوت ہو جائیں[3]۔ (۲) لاحق کا یہ حکم ہے کہ پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کر لے جو فوت ہوگئی ہوں

---

(۱) یا رکعت (۲) اگر نماز جنازہ ہو تو فاسد نہ ہوگی۔ (۳) مثلاً نماز میں سو جائے یا نماز میں وضو ٹوٹ جانے پر وضو کرنے کیلئے چلا جائے، اس عرصہ میں کچھ یا سب رکعتیں ختم ہو جائیں، اسی طرح مقیم مسافر کی اقتداء کرلے تو مسافر (امام) قصر پڑھ کر نماز ختم کر دینے کے بعد مقیم (مقتدی) لاحق ہے یا مقتدی اپنے امام سے پہلے کسی رکعت کا رکوع وسجود کر لے تو یہ رکعت کالعدم اور اس کے لحاظ سے وہ لاحق سمجھا جائیگا۔

ان کے ادا کرنے کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو شریک ہو جائے۔ اور امام کی پیروی کرے، ورنہ باقی نماز بھی پڑھ[1] لے۔ (۳) لاحق اپنی گئی ہوئی رکعتوں میں بھی مقتدی سمجھا جائے گا یعنی جس طرح مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتا اور نہ اپنے سہو پر سجدہ سہو کرتا ہے، اسی طرح لاحق بھی فوت شدہ رکعتوں میں قراءت نہ کرے اور سہو ہونے پر سجدہ[2] سہو بھی نہ کرے۔

مسبوق: (۱) وہ شخص جو شروع سے شریک جماعت نہ ہو بلکہ اس کی اقتداء سے پہلے امام سب یا کچھ رکعتیں پڑھ چکا ہو۔ (۲) مسبوق کو چاہئے کہ پہلے امام کے ساتھ شریک ہو کر جس قدر نماز ملے پڑھ لے پھر امام کی نماز ختم ہو جانے کے بعد کھڑے ہو کر اپنی گئی ہوئی رکعتیں ادا کر لے۔ (۳) مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتیں منفرد کی طرح قراءت کے ساتھ ادا کرنی چاہئیں اور اگر کوئی سہو ہو جائے تو اس کو سجدہ سہو بھی کرنا ضروری ہے۔ (۴) مسبوق اپنی گئی ہوئی رکعتوں سے پہلے قراء[3]ت والی رکعتیں ادا کرے پھر بلا قراءت اور جو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھ چکا ہے، ان کے حساب سے قعدہ کرے مثلاً ظہر کی نماز میں امام کے ساتھ چوتھی رکعت میں شریک ہوا تو چاہئے کہ جب امام رکعت ختم کر کے قعدہ میں پہنچے تو یہ صرف التحیات پڑھ کر بیٹھا ر[4]ہے اور جب امام سلام پھیر[5]ے تو یہ کھڑا ہو جائے اور فوت شدہ تین رکعتیں اس ترتیب سے پڑھے کہ پہلی رکعت میں **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ** الخ اور **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ**

---

(۱) مثلاً ظہر کی نماز میں پہلی رکعت کے دوسرے سجدے میں سو گیا یا وضو ٹوٹ گیا اور بیدار ہونے یا وضو کر کے آنے تک امام دوسری رکعت کے قعدہ میں جا پہنچا تو اب لاحق کو چاہئے کہ پہلے سجدہ دوبارہ کر لے پھر دوسری رکعت بلا قراءت ادا کرے یعنی صرف بقدر قراءت خاموش کھڑے رہ کر رکوع و سجود کر لے اور قعدہ میں جائے، قعدہ کے بعد امام مل جائے تو امام کی متابعت کرے ورنہ باقی ارکان اسی ترتیب سے ادا کرے جس طرح امام ادا کر گیا ہے، غرض لاحق کو فوت شدہ ارکان ترتیب سے ادا کرنا چاہئے۔ اگرچہ امام آگے بڑھتا جائے یا نماز ختم کر دے، مگر لاحق ترتیب نہ چھوڑے، اسی کا نام اقتداء ہے۔ (۲) اگر امام سجدہ سہو کرے تو لاحق اپنی باقی نماز ادا کر چکنے کے بعد (سجدہ سہو) کرے۔ (۳) اور اول جو رکعت پڑھے اس میں ثناء اور تعوذ بھی پڑھے، اگرچہ شریک نماز ہوتے وقت پڑھ چکا ہو۔ (۴) بہتر یہ ہے کہ التحیات آہستہ آہستہ پڑھے تا کہ امام کے سلام تک ختم ہو سکے یا التحیات جلد ختم ہو جائے تو خاموش رہے۔ (۵) بائیں طرف۔

اور بِسْمِ اللّٰہِ اور سورہ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھ کر رکوع وسجود کر کے بیٹھ جائے اور پہلا قعدہ کرے۔(اس لئے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے دوسری ہے۔) پھر قعدہ کے بعد کھڑا ہوجائے اور دوسری رکعت ادا کرے اس میں صرف بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسری سورت پڑھے' لیکن اس رکعت کے بعد قعدہ نہ کرے (کیونکہ یہ رکعت ملی ہوئی رکعت کے حساب سے تیسری ہے)۔ پھر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوجائے اور اس رکعت میں صرف بسم اللہ اور سورہ فاتحہ پڑھے' دوسری سورت نہ ملائے (کیونکہ یہ رکعت ملی ہوئی رکعت کے حساب سے چوتھی ہے جو بلا قراءت ہے)۔(۵) اگر مسبوق جہری نماز میں اس وقت شریک ہوجبکہ امام جہر سے قراءت کر رہا ہو تو ثناء نہ[1] پڑھے۔

مسبوق لاحق: (۱) وہ شخص جو کچھ رکعتیں ہوجانے کے بعد شریک ہوا ہو اور شریک ہونے کے بعد پھر کچھ رکعتیں چلی جائیں۔(۲) مسبوق لاحق پہلے اپنی ان رکعتوں کو ادا کرلے جو اقتداء کے بعد فوت ہوئی ہوں (یعنی جن میں وہ لاحق ہے)' پھر ان رکعتوں کو ادا کرے جو اقتداء سے پہلے فوت ہوئی ہیں (یعنی جن میں وہ مسبوق ہے) مثلاً کوئی عصر کی نماز میں ایک رکعت ہوجانے کے بعد دوسری رکعت میں شریک ہوا اور تیسری رکعت میں سوجائے یا وضو ٹوٹ جائے' تو اب بیداری یا وضو کے بعد پہلے تیسری رکعت مقتدی کی طرح بلا قراءت ادا کرے۔ اس کے بعد اگر امام قعدہ اخیرہ تک مل جائے تو خیر' ورنہ باقی ارکان جو اس کا امام ادا کر گیا ہے' اخیر قعدہ تک یہ بھی (مقتدی کی طرح) ادا کرے۔ پھر قعدہ اخیرہ کے بعد اس رکعت کو ادا کرے جو اقتداء سے پہلے فوت ہوئی ہے۔

۱۱۔ نماز میں حدث ہونے کا بیان: اگر نماز میں[2] حدث ہوجائے (یعنی وضو ٹوٹ جائے) تو چند شروط کے پائے جانے پر نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ اسی پر بناء کرنا جائز ہے یعنی جس رکن میں حدث ہو (مثلاً سجدے میں) تو پھر وضو کر کے اسی رکن (سجدے) سے نماز شروع کی جاسکتی ہے۔ لیکن منفرد کو شروع سے پڑھنا افضل ہے' البتہ مقتدی یا امام کو حدث ہو تو ان کو بناء یعنی باقی نماز جماعت سے پڑھنا افضل[3] ہے۔ بشرطیکہ ان کے وضو کر کے آنے تک

(۱) کیونکہ ثناء پڑھنا سنت اور قرآن کا سننا واجب ہے۔(۲) اگر خارج سے نجاست لگ جائے تو بناء درست نہیں۔(۳) تاکہ جماعت کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔

جماعت موجود رہے ورنہ ان کو بھی از سر نو پڑھنا افضل ہے۔

بناء جائز ہونے کی شرطیں: بناء جائز ہونے کے شروط حسب ذیل ہیں: (۱) حدث موجب غسل نہ ہونا (بلکہ موجب وضو ہونا)۔ (۲) حدث اختیاری نہ ہونا (بلکہ بے اختیاری[۱] ہونا)۔ (۳) حدث کا نادر[۲] الوقوع نہ ہونا (بلکہ کثیر[۳] الوقوع ہونا)۔ (۴) حالت حدث میں کسی رکن کا ادا[۴] نہ کرنا۔ (۵) کسی رکن کو چلنے کی حالت میں ادا نہ کرنا[۵]۔ (۶) کوئی ایسا فعل[۶] نہ کرنا جو نماز کے منافی ہو۔ (۷) کوئی ایسا فعل نہ کرنا جس کی ضرورت[۷] نہ ہو۔ (۸) حدث کے بعد بلا عذر بقدر ایک رکن ادا کرنے کے توقف نہ کرنا[۸]۔ (۹) کسی پہلے حدث کا یاد نہ آنا[۹]۔ (۱۰) مقتدی کا باقی نماز پہلی جگہ کے سواء نہ پڑھنا[۱۰]، جب کہ جماعت موجود ہو۔ (۱۱) امام کا نا قابل امامت شخص کو خلیفہ نہ کرنا۔ (۱۲) صاحب ترتیب کو قضاء نماز کا یاد نہ آنا۔

(تنبیہ) اگر ان شروط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو بناء درست نہیں۔

خلیفہ کرنے کے احکام: (۱) اگر امام کو حدث ہو جائے (خواہ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد ہی ہو) تو اس کو چاہئے کہ فوراً ہٹ کر اسی رکن میں کسی مقتدی کو اپنی جگہ کھڑا کر دے[۱۱] تا کہ وہ بقیہ نماز پوری کرے اور خود وضو کرنے چلا جائے۔ (ایسا مقتدی خلیفہ کہلاتا ہے)۔ (۲) بہتر یہ ہے کہ امام جس کو امامت کے لائق سمجھتا ہو اس کو اپنا خلیفہ کرے۔ اور مدرک کو

---

(۱) مثلاً پیشاب کا قطرہ یا ریح نکلنا یا زخم سے خون جاری ہونا وغیرہ (۲) مثلاً بے ہوشی جنون وغیرہ (۳) مثلاً ریح، پیشاب، پاخانہ وغیرہ۔ (۴) مثلاً سجدہ میں حدث ہو جائے تو بقصد ادا سر اٹھانا (۵) مثلاً جب وضو کیلئے جائے یا وضو کر کے لوٹے تو قرآن مجید کی تلاوت کرنا اس لئے کہ قراءت نماز کا رکن ہے (۶) مثلاً کھانا، پینا، کلام کرنا وغیرہ (۷) مثلاً وضو کیلئے پانی قریب ہوتے ہوئے قصداً دور چلے جانا (۸) بلکہ فوراً وضو کرنے کے لئے چلے جانا چاہئے۔ ہاں کسی عذر سے دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں مثلاً جماعت میں صفیں بہت زیادہ ہوں اور خود پہلی صف میں ہو اور صفوں کا چیر کر آنا مشکل ہو۔ (۹) مثلاً پٹی پر مسح کیا تھا اور وضو کرتے وقت زخم درست ہو کر پٹی گر گئی یا تیمّم کیا تھا حدث کے بعد پانی مل گیا وغیرہ۔ (۱۰) جبکہ مقتدی اور امام کے درمیان کوئی چیز (مانع اقتداء) حائل ہو اور اگر کوئی چیز حائل نہ ہو یا وضو کرنے تک جماعت ختم ہو گئی ہو تو پھر وضو کی جگہ پڑھنا بھی درست ہے۔ (۱۱) خواہ اشارے سے یا محراب کی طرف کھینچ کر۔

خلیفہ کرنا زیادہ اچھا ہے۔ (اگر چہ مسبوق[1] ولاحق کا خلیفہ کرنا بھی جائز[2] ہے)۔ (۳) اگر امام کسی کو خلیفہ نہ کرے، بلکہ مقتدی لوگ بطور خود کسی کو خلیفہ کرلیں، یا خود کوئی مقتدی آگے بڑھ کر امام کی جگہ کھڑا ہوجائے اور امامت کی نیت کرلے تو بھی درست ہے، بشرطیکہ امام مسجد سے باہر نہ نکل چکا ہو۔ یا اگر نماز جنگل وغیرہ میں ہوتی ہو تو صفوں سے یا سترے سے آگے نہ بڑھا[3] ہو۔ (۴) اگر امام کے پیچھے صرف ایک مقتدی ہو اور امام کو حدث ہوجائے اور وہ بغیر مقتدی کو خلیفہ کرنے کے مسجد سے باہر ہوجائے تو خود مقتدی بغیر امامت کی نیت کے امام ہوجائے گا بشرطیکہ وہ امام کا امام بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ (۵) اگر امام کسی مسبوق کو خلیفہ کرے تو اس کو چاہئے کہ جس قدر رکعتیں وغیرہ امام پر باقی رہی ہوں ان کو ادا کرکے پھر کسی مدرک کو اپنی جگہ کھڑا کرے تاکہ سلام پھیر دے اور خود اپنی گئی ہوئی رکعتوں کو ادا کرلے۔ (۶) امام انہی صورتوں میں خلیفہ کرسکتا ہے جن میں بناء کرنا جائز ہے۔ اور جن میں بناء جائز نہیں ان میں خلیفہ نہیں کرسکتا۔ (۷) اگر کوئی امام خوف یا حجاب یا شرم یا اور کسی وجہ سے بقدر فرض بھی قراءت نہ کرسکے تو اس کو بھی خلیفہ کرنا جائز ہے۔ (۸) خلیفہ کردینے کے بعد امام، امام نہیں رہتا بلکہ اپنے خلیفہ کا مقتدی ہوجاتا ہے۔

(تنبیہ) (۱) نماز میں حدث ہوتے ہی فوراً وضو کرنے چلے جائیں اور جس قدر جلد ممکن ہو وضو کرکے آئیں اور پہلی نماز پر بناء کریں۔ بناء میں اس رکوع یا سجدے کو بطور فرض ادا کریں جس میں حدث ہوا ہو۔ (۲) وضو کے بعد اگر منفرد ہے تو بقیہ نماز خواہ وہیں وضو کی

---

(۱) مسبوق وغیرہ کو اشارہ سے امام کو بتلا دینا ہوگا کہ اتنی رکعتیں وغیرہ میرے اوپر باقی ہیں، مثلاً ایک رکعت باقی ہو تو ایک انگلی اٹھائے اور دو رکعت ہوں تو دو انگلیاں، تین ہوں تو تین اگر رکوع باقی ہو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھ دے اگر سجدہ باقی رہا ہے تو پیشانی پر، قراءت باقی ہو تو منہ پر، سجدہ تلاوت رہ گیا ہو تو پیشانی اور زبان پر، سجدہ سہو کرنا ہو تو سینے پر (تنبیہ) اگر خلیفہ کو کسی طریقہ سے اس کا علم ہو تو پھر اشاروں سے معلوم کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) لیکن بہتر یہی ہے کہ خلیفہ مدرک کے سوا دوسرے کو نہ کرے اور مسبوق وغیرہ کیلئے بھی بہتر یہ ہے کہ خلیفہ ہونا قبول نہ کرے۔ (۳) اگر ان حدود سے امام آگے بڑھ چکا ہو تو پھر نماز فاسد ہوجائے گی۔

جگہ پڑھ لے یا پہلی[1] جگہ آ کر پڑھے اور اگر امام یا مقتدی ہے اور جماعت ہنوز باقی ہے تو ان کو جماعت میں آ کر شریک ہونا چاہیئے اور بقیہ نماز لاحق کی طرح ادا کرنا چاہیئے یعنی پہلے فوت شدہ رکعتیں بلاقراءت ادا کریں پھر امام کی متابعت کریں اور اگر جماعت ہوگئی ہو تو باقی نماز تنہا بلاقراءت پڑھ لیں۔ اس صورت میں ان کو بھی اختیار ہے کہ خواہ وضو کی جگہ ہی پڑھ لیں یا پہلی جگہ آ کر۔

۱۲۔ مفسدات نماز کا بیان: حسب ذیل چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے:

(۱) نماز میں[2] کلام کرنا۔ (خواہ قصداً ہو یا سہواً، خواب میں ہو یا بیداری میں، کم ہو یا زیادہ)۔ امور ذیل بھی تعریف کلام میں داخل اور مفسد نماز ہیں:

(۱) کسی کے کلام کا جواب دینا (اگرچہ آیت قرآنی سے ہو)۔ (۲) کسی کو سلام کرنا۔ (۳) کسی کے سلام کا جواب دینا۔ (۴) کسی کی چھینک کے جواب میں **یَرْحَمُکَ اللّٰهُ** کہنا[3]۔ (۵) اچھی خبر سن کر **الحمد لله** کہنا۔ (۶) بری خبر سن کر **اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ** کہنا۔ (۷) کسی خبر تعجب پر **سُبْحَانَ اللّٰهِ** یا **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** کہنا۔ (۸) کسی درد یا مصیبت وغیرہ پر آہ یا اوہ یا اف کہنا۔ (۹) کسی درد یا مصیبت کے باعث رونا[4] ایسی آواز سے کہ حروف پیدا ہوں (جنت و دوزخ کے ذکر سے رونا مفسد نماز نہیں)۔ (۱۰) بلا عذر کھنکارنا (دو حرفوں[5] کے ساتھ) مثلاً اح اح کرنا (اگر کوئی عذر[6] یا غرض صحیح[7] ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی)۔ (۱۱) ایسی دعاء

---

(۱) پہلی جگہ ہی آ کر پڑھنا افضل ہے کہ کل نماز کی جگہ ایک ہوتی ہے۔ (۲) کلام وہ ہے کہ جس میں کم سے کم دو حروف ہوں یا ایک حرف ایسا ہو جس کے معنی سمجھ میں آتے ہوں مثلاً قِ کہ صیغہ امر ہے، اس کے معنی ہیں بچا، نگاہ رکھ البتہ اگر کوئی ایک حرف بے معنیٰ ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۳) اپنی چھینک کے جواب میں اپنی طرف خطاب کر کے "یَرْحَمُکَ اللّٰهُ" کہہ لینا یا اپنی چھینک پر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہنا مفسد نماز نہیں۔ (۴) اگر صرف آنسو نکلیں اور آواز نہ نکلے تو مفسد نہیں۔ (۵) اگر بغیر حروف کے بلا عذر کھنکارے تو مفسد نہیں لیکن مکروہ ہے۔ (۶) مثلاً کسی کو کھانسی کی شکایت ہو یا یونہی بے اختیار کھانسی آجائے۔ (۷) مثلاً منفرد یا امام کو آواز صاف کرنے یا مقتدی کا امام کو اس کی غلطی پر آگاہ کرنے کیلئے کھنکارنا، اسی طرح کسی شخص کا اس غرض سے کھنکارنا، کہ دوسرے لوگ سمجھ لیں کہ یہ نماز میں ہے۔

مانگنا جو آدمیوں سے مانگی جاتی ہے[1]۔ (۱۲) قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا[2]، (اگر کسی لکھے ہوئے کاغذ پر نظر پڑ جائے اور اس کے معنیٰ بھی سمجھ میں آجائیں لیکن زبان سے نہ پڑھے تو نماز فاسد نہ ہوگی)۔ (۱۳) قرآن کا غلط[3] پڑھنا (اس طرح کہ معنیٰ بگڑ جائیں یا معنوں میں بہت تغیر آجائے یا لفظ بالکل بے معنیٰ ہوجائے[4]۔ نیز الحان، یعنی زبر، زیر، پیش کو نغموں کی رعایت سے بڑھا کر پڑھنا بشرطیکہ اس سے معنیٰ بدل جائیں[5] مفسد نماز ہے)۔

(تنبیہ:) ہر نمازی خصوصاً امام پر لازم ہے کہ قواعد تجوید حسب ضرورت سیکھ لے[6]، اور قرآن مجید کو حتی الامکان صحیح پڑھنے کی کوشش کرے تاکہ نماز میں فساد لازم نہ آئے۔ (۱۴) نماز میں لقمہ دینا[7] یا لینا[8] بشرطیکہ[9] لقمہ دینے اور لینے والا مقتدی اور لینے والا اس کا امام نہ ہو (اگر مقتدی اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی[10]۔ خواہ امام بقدر ضرورت قراءت کر چکا ہو یا نہیں)۔

(تنبیہ: ۱) امام کو چاہئے کہ اگر بقدر واجب قراءت کر چکا ہو تو رکوع کر دے ورنہ فوراً دوسری سورت شروع کرے (خاموش کھڑے رہ کر مقتدیوں کو لقمہ دینے کا موقع نہ دے) اور

---

(۱) جیسے کپڑے کھانے وغیرہ کی دعاء مثلاً یوں کہنا کہ یا اللہ مجھے کپڑا دے، کھانا دے، بیوی دے، اور اگر ایسی دعا ہو جس کا طلب کرنا بندوں سے محال ہو اور جو قرآن وحدیث میں وارد ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۲) خواہ امام ہو یا منفرد۔ (۳) خواہ یہ غلطی حروف میں ہو یا کلمات میں مثلاً کوئی حرف یا کلمہ بدل جائے یا کم اور زائد یا مقدم و مؤخر ہو جائے، البتہ اعراب (زبر، زیر، پیش) میں غلطی کرنا کسی طرح مفسد نماز نہیں کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہیں کر سکتے نیز جن حروف میں مشکل سے فرق معلوم ہوتا ہو مثلاً ص، س وغیرہ ان حروف کی تبدیلی یعنی ص کی جگہ س پڑھنا مفسد نماز نہیں بشرطیکہ حروف میں تمیز نہ کر سکے یا صحیح ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور اگر باوجود قدرت کے دانستہ تبدیل کرے تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ (۴) اگر ایسی غلطی ہو کہ جس کے معنیٰ میں زیادہ تغیر نہ آئے اور ویسا لفظ قرآن مجید میں موجود ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۵) اور اگر معنیٰ نہ بدلیں تو مفسد نماز نہیں، لیکن حروف مد اور لین میں زیادہ الحان کرے گا تو باوجود معنیٰ نہ بدلنے کے نماز فاسد ہو جائیگی۔ (۶) قواعد تجوید مختصراً آخر کتاب میں بعنوان ضمیمہ درج ہیں۔ (۷) یعنی کسی کو قراءت میں رک جانے پر بتانا یا غلط پڑھنے پر آگاہ کرنا۔ (۸) خواہ جس کو لقمہ دیا جائے وہ بھی نماز میں ہو یا نہ ہو، ہر حال میں لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۹) خواہ لقمہ نماز پڑھنے والے سے لے یا خارج نماز سے ہر حال میں لقمہ لینے والے کی نماز ٹوٹ جائے گی البتہ اگر لقمہ دینے والے نے ابھی لقمہ پوری طرح دیا نہ تھا کہ اس کو خود بخود یاد آ گیا تو پھر فاسد نہ ہوگی۔ (۱۰) نہ مقتدی کی نہ امام کی۔

مقتدیوں کو چاہئے کہ امام کے رکتے ہی فوراً لقمہ دینے پر آمادہ نہ ہوں بلکہ جب تک شدید ضرورت[1] پیش نہ آئے لقمہ نہ دیں[2] کیونکہ فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے۔(تنبیہ۔۲) نماز میں غیر نمازی کا کہا ماننا بھی نماز کو فاسد کر دیتا[3] ہے۔

(۲) کھانا' پینا قصداً یا سہواً (اگر چہ بہت ہی قلیل[4] ہو' ہاں اگر دانتوں کے درمیان کوئی چیز چنے کی مقدار[5] سے کم باقی ہو اور اس کو نگل جائے[6] تو نماز فاسد نہ ہوگی)

(۳) بالغ آدمی کا نماز[7] میں قہقہہ[8] لگانا۔

(۴) عمل کثیر[9] (جو نماز کے اعمال[10] میں سے نہ ہو اور نہ نماز کی اصلاح[11] کیلئے ہو)

(تنبیہ) نماز میں کھجلانا وغیرہ اگر چہ عمل کثیر نہیں لیکن ایک ہی رکن میں تین مرتبہ کھجلانا اور ہر مرتبہ ہاتھ اٹھانا عمل کثیر اور مفسد نماز ہے۔

---

(۱) مثلاً امام غلط پڑھ کر آگے بڑھنا چاہتا ہو یا قراءت سے رک کر خاموش کھڑے ہوئے ہو۔(۲) اور جب لقمہ دیں تو نیت لقمہ دینے کی کریں قراءت کی نہ کریں۔(۳) مثلاً کسی غیر نمازی نے نمازی سے کہا کہ ہٹ جا' نمازی اس کے کہنے سے ہٹ گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی البتہ اس کے کہنے سے نہ ہٹا بلکہ حکم شرعی کے خیال سے ذرا ٹھہر کر از خود ہٹا تو فاسد نہ ہوگی۔(۴) مثلاً تل برابر۔(۵) اگر چنے کے برابر یا زیادہ ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی۔(۶) البتہ چبانا مفسد نماز ہے' اسی طرح شکر منہ میں رکھ کر اس کی شیرینی کا نگلنا بھی مفسد ہے۔(۷) رکوع وسجود والی نماز میں اور اگر نماز جنازہ ہو تو قہقہہ مفسد نہیں (۸) قہقہہ یعنی اس طرح ہنسنا کہ پاس والا آدمی سن لے' اس سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جاتے ہیں اور اس طرح ہنسنا کہ آپ سنے اور پاس والا نہ سنے تو اس کو ضحک کہتے ہیں' اس سے صرف نماز ٹوٹ جاتی ہے وضو نہیں ٹوٹتا اور اس طرح ہنسنا کہ نہ آپ سنے نہ کوئی دوسرا تو اس کو تبسم کہتے ہیں اس سے نہ نماز ٹوٹتی نہ وضو۔(۹) عمل کثیر وہ ہے جس کے کرنے والے کو دور سے دیکھنے والے سمجھیں کہ یہ نماز میں نہیں ہے یا خود نماز پڑھنے والا اس کو عمل کثیر سمجھے۔(۱۰) مثلاً ایک رکعت میں دو رکوع یا تین سجدے کرنا کہ اگر چہ عمل کثیر ہے مگر چونکہ رکوع وسجود اعمال نماز سے ہیں اس لئے مفسد نماز نہیں۔(۱۱) مثلاً نماز میں کسی کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ وضو کرنے کیلئے چلا جائے یا کسی تیسرے شخص کے آنے پر مقتدی پیچھے ہٹ آئے یا امام آگے بڑھ جائے وغیرہ کہ اگر چہ یہ عمل کثیر ہے مگر چونکہ اصلاح نماز کیلئے ہے اس لئے مفسد نماز نہیں۔

(۵) نماز میں عورت کا مرد کے برابر کھڑا ہونا۔ بشروط ذیل:

(۱) عورت[1] بالغہ ہو یا قریب البلوغ ہو۔ (۲) کوئی حائل[2] درمیان میں نہ ہو۔ (۳) نماز رکوع و سجود[3] والی ہو۔ (۴) دونوں کی نماز ایک ہو (یعنی اس عورت نے اس مرد کی یا دونوں نے کسی تیسرے شخص کی اقتداء کی[4] ہو)۔ (۵) دونوں ایک ہی طرف نماز پڑھتے ہوں[5]۔ (۶) عورت ایسی ہو کہ جس کی نماز صحیح ہو[6]۔ (۷) دونوں کے نماز کی جگہ ایک ہو[7]۔ (۸) محاذات ایک رکن ادا ہونے تک رہے[8]۔ (۹) امام نے عورت کی امامت کی نیت نماز شروع کرتے وقت کی ہو (اگر امام نے ابتداء میں عورت کی امامت کی نیت نہ کی ہو تو پھر مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ عورت ہی کی اقتداء صحیح نہ ہوگی۔) (تنبیہ) ایک عورت کی محاذات سے تین مردوں[9] کی نماز فاسد ہو جاتی ہے: (۱) وہ جو داہنی طرف ہو۔ (۲) وہ جو بائیں طرف ہو۔ (۳) وہ جو پیچھے ہو۔

(۶) ناپاک چیز پر سجدہ کرنا۔

(۷) بلا عذر قبلہ (کعبہ) کی طرف سے سینہ پھیرنا[10]۔

(۸) سجدہ میں دونوں پاؤں کا زمین سے اٹھانا۔

(۹) نماز کے شرائط میں سے کوئی شرط پوری[11] نہ کرنا۔

(۱۰) نماز کے ارکان سے کسی رکن کا ادا[12] نہ کرنا۔

---

(۱) خواہ اجنبی ہو یا قرابت دار۔ (۲) اگر درمیان میں اتنی جگہ خالی ہو جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے تو وہ جگہ حائل سمجھی جائیگی اور نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۳) اگر نماز جنازہ ہو تو فاسد نہ ہوگی۔ (۴) اگر ایک منفرد نماز پڑھتا ہو اور دوسرا مقتدی ہو یا دونوں منفرد ہوں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۵) مثلاً کعبہ مکرمہ کے اندر ہر شخص مختلف جہت کی طرف نماز پڑھتا ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۶) اگر مجنونہ ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۷) اگر مرد کسی ایسے چبوترہ پر ہو جو قد آدم اونچا ہو اور عورت اس کے نیچے ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (۸) اگر کم رہے تو مفسد نہیں (۹) باقی لوگوں کی نماز فاسد نہ ہوگی' کیونکہ وہ لوگ جن کی نماز فاسد ہوگئی عورت اور دوسرے نمازیوں کے درمیان حائل ہو جائیں گے۔ (۱۰) اگر کسی عذر سے مثلاً نماز میں حدث ہونے پر وضو کرنے کیلئے چلا جائے اور قبلہ کی طرف سے سینہ پھر جائے تو مفسد نماز نہیں۔ (۱۱) مثلاً ستر عورت وغیرہ' ہاں اگر کسی عذر سے کوئی شرط پوری نہ ہو تو مفسد نہیں۔ (۱۲) مثلاً رکوع چھوڑ دے اور سلام پھیرنے تک اس کو ادا نہ کرے تو مفسد نماز ہے۔

(تنبیہ ۱) (۱) نمازی کے سامنے سے کسی شخص کا گذرنا[۱] نماز کو فاسد[۲] نہیں کرتا' البتہ گزرنے والا گنہگار[۳] ہوتا ہے۔ (۲) اگر نمازی کسی چبوترے یا اس قدر اونچے مقام پر ہو کہ گزرنے والے کے اعضاء نمازی کے مقابل نہ ہوتے ہوں تو پھر گزرنے والے پر گناہ نہیں۔ (۳) جو شخص جنگل میں نماز پڑھتا ہو اس کو چاہیئے کہ اپنے سامنے ایک ستره[۴] کھڑا کرے جس کا طول ایک ہاتھ اور موٹائی انگلی برابر ہو۔ (۴) ستره اپنے داہنے ابرو کے مقابل تین ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا کرنا چاہیئے۔ (۵) اگر ستره کھڑا نہ کر سکے تو اس کو سامنے ڈال لے مگر عرضاً نہ ڈالے' بلکہ طولاً ڈالے۔ (۶) امام کا ستره سب مقتدیوں کیلئے کافی ہے۔ (۷) ستره قائم ہو جانے کے بعد آگے سے گزرنا کچھ گناہ نہیں[۵]۔ (۸) اگر نمازی کے سامنے ستره نہ ہو اور کوئی شخص گزرے یا ستره کے اندر سے گزرنا چاہے تو نمازی اس کو اشارہ یا تسبیح سے روکے یعنی **سبحان الله** کہے (یہ حکم مردوں کیلئے ہے) اور عورت ہاتھ پر ہاتھ مارے۔

(تنبیہ ۲) (۱) پیشاب' پاخانہ کے دباؤ کے وقت' فریاد خواہ کی فریادرسی کے وقت' ڈوبتے یا جلتے آدمی کو یا کنویں میں گرتے ہوئے اندھے کو بچانے کیلئے نماز توڑ دینا واجب ہے۔ اسی طرح ماں باپ[۶] کے پکارنے پر' اگر نماز نفل ہو تو توڑ کر جواب دینا واجب ہے جبکہ ماں باپ کو اس کا علم نہ[۷] ہو کہ وہ نماز میں مشغول ہے۔ (۲) سانپ[۸]' بچھو کے مارنے کیلئے' سواری کا جانور بھاگ جانے کے وقت' ایسی چیز کے تلف ہونے کے وقت جس کی قیمت تقریباً چار گرام چاندی ہو' نماز کا توڑنا جائز ہے۔

(۱) گزرنے کی حد بڑی بڑی مسجدوں یا جنگل وغیرہ میں یہ ہے کہ نمازی کی نظر سجدہ کی جگہ دیکھتے ہوئے جہاں تک پڑے اور گزرنے والے پر نہ پڑے اور چھوٹی مسجدوں یا گھروں میں حد نظر کا اعتبار نہیں بلکہ یہاں بغیر ستون یا آدمی کی آڑ کے گزرنا مکروہ ہے۔ (۲) خواہ مرد گزرے یا عورت' کتا ہو یا گدھا۔ (۳) حدیث شریف میں وارد ہے کہ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو معلوم ہو کہ اس پر کیا گناہ ہے تو وہ یونہی چالیس تک کھڑا رہے (راوی فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ چالیس دن فرمائے یا چالیس ماہ یا چالیس سال)۔ (۴) ستره سے مراد لکڑی یا اور کوئی چیز ہے جو نمازی کے سامنے آڑ ہو جائے۔ (۵) البتہ ستره اور نمازی کے درمیان سے گزرنا گناہ ہے۔ (۶) دادا' دادی' نانا' نانی بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔ (۷) اگر علم ہوتے ہوئے پکاریں تو جواب نہ دینا کچھ مضائقہ نہیں (۸) اگر ان سے ایذاء کا خوف ہو ورنہ مکروہ ہے۔

۱۳۱۔مکروہات نماز کا بیان: مکروہ دوقسم پر ہے۔(۱) تحریمی (جوحرام سے قریب ہو)۔ (۲) تنزیہی (جوحلال سے قریب ہو)۔

مکروہ تحریمی: نماز میں امور ذیل مکروہ تحریمی ہیں[۱]: (۱) کپڑے خلاف دستور پہنے ہوئے ہونا (مثلاً کرتہ پہننا اور آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالنا یا رومال' چادر وغیرہ سر یا کاندھوں پر ڈال کر چھوڑ دینا کہ کنارے لٹکتے رہیں)۔(۲) کپڑوں کو مٹی وغیرہ سے بچانے کیلئے سمیٹنا یا اوپر اٹھانا۔ (۳) آستین یا دامن چڑھائے ہوئے نماز پڑھنا۔(۴) بدن یا کپڑوں سے فعل عبث[۲] کرنا (کھیلنا)۔(۵) انگلیاں چٹخانا یا ایک ہاتھ کی انگلیوں کا دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا۔ (۶) کمر پر ہاتھ رکھنا۔(۷) منہ پھیر کر ادھر ادھر دیکھنا[۳]۔(۸) کتے کی طرح بیٹھنا (مثلاً دونوں چوتڑوں کے بل بیٹھ کر دونوں گھٹنوں کو کھڑا کرنا)۔(۹) کسی آدمی کے منہ کی طرف نماز پڑھنا[۴]۔ (۱۰) عمداً جمائی لینا۔(۱۱) ڈھاٹہ باندھ کر نماز پڑھنا جس سے ناک اور منہ ڈھک جائے۔ (۱۲) عمامہ کی پیچ پر سجدہ کرنا (بشرطیکہ زمین کی سختی معلوم ہو' ورنہ مفسد نماز ہے)۔(۱۳) سجدے میں صرف پیشانی پر اکتفاء کرنا[۵]۔(۱۴) سجدے میں مردوں کا کہنیوں کو زمین پر بچھا دینا۔(۱۵) قراءت ختم ہونے سے پہلے رکوع کیلئے جھک جانا اور جھکنے کی حالت میں قراءت تمام کرنا۔(۱۶) پیشاب' پاخانہ کی ضرورت کے وقت نماز پڑھنا۔(۱۷) ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جس میں کسی جاندار کی تصویر[۶] ہو یا ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں سامنے یا اوپر یا دائیں یا بائیں جانب[۷] جاندار کی

(۱) جونماز کراہت تحریمی کے ساتھ ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔(۲) جوفعل بلاغرض صحیح ہو وہ عبث ہے۔(۳) اگر سینہ پھیر کر دیکھے تو مفسد نماز ہے۔(۴) اسی طرح غیر نمازی کا نماز پڑھنے والے کی طرف منہ کر کے بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔(۵) بلاعذر۔اور اگر بلاعذر صرف ناک پر اکتفاء کرے تو سجدہ ہی ادا نہ ہوگا۔(۶) البتہ اگر تصویر فرش پر پاؤں کے نیچے ہو (سجدہ کی جگہ نہ ہو) تو مکروہ نہیں' اسی طرح اگر تصویر چھپی ہوئی ہو یا اس قدر چھوٹی ہو کہ اگر اس کو زمین پر رکھ دیں اور کھڑے ہو کر دیکھیں تو اس کے اعضاء محسوس نہ ہوں یا تصویر کا سر یا چہرہ مٹا دیا گیا ہو یا تصویر جاندار کی نہ ہو (بلکہ غیر ذی روح کی ہو) تو مکروہ نہیں۔(۷) جاندار کی تصویر کا گھر میں رکھنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں (رحمت کے) فرشتے نہیں داخل ہوتے (یہ حکم تصویر رکھنے کا ہے لیکن) تصویر کا بنانا قطعاً حرام ہے (خواہ چھوٹی ہو یا بڑی) کیونکہ اس میں خداوند جل شانہ کی صفت تخلیق کی مشابہت ہے۔تصویر بنانے والے کو تصویر بنانے کا مزا اس وقت ملے گا جب قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا کہ تصویر میں روح پھونک اور وہ اس سے عاجز ہوگا۔

تصویریں ہوں۔(۱۸) ایسا کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھنا جس میں بقدر[۱] معافی نجاست ہو۔ (۱۹) مقتدی کا امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں چلے جانا یا امام سے[۲] پہلے سر اٹھا لینا۔(۲۰) امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا[۳] (اگر محراب سے باہر کھڑا ہو اور سجدہ محراب میں ادا کرے تو مضائقہ نہیں)۔(۲۱) صرف امام یا صرف مقتدیوں کا ایک ہاتھ کی بلندی پر کھڑا ہونا۔

مکروہ تنزیہی: نماز میں امور ذیل مکروہ تنزیہی[۴] ہیں۔(۱) میلے کچیلے کپڑوں یا ایسے کپڑوں سے نماز پڑھنا جنہیں پہن کر عام طور پر لوگوں کے پاس نہ جا سکے۔(۲) مردوں کو اپنے بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا۔(۳) سجدے کی جگہ سے کنکریوں وغیرہ کا ہٹانا (ہاں اگر ہٹائے بغیر سجدہ نہ ہو سکے تو ایک بار ہٹانا مکروہ نہیں)۔(۴) بلا عذر چار زانو بیٹھنا۔(۵) جمائی کے وقت منہ بند نہ کرنا[۵]۔(۶) آنکھوں کا بند کر لینا (اگر خشوع کیلئے بند کرلے تو مکروہ نہیں)۔(۷) آیتوں یا سبحان اللہ وغیرہ کا انگلیوں سے یا تسبیح لے کر شمار کرنا۔(۸) ننگے سر نماز پڑھنا[۶] (اگر خشوع یا انکسار کے خیال سے ایسا کرے تو مضائقہ نہیں)۔(۹) بلا عذر کبھی دائیں پاؤں پر کبھی بائیں پاؤں پر زور ڈالنا۔(۱۰) ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا[۷]۔(۱۱) بلا ضرورت عمل قلیل کرنا۔(۱۲) سجدے میں جاتے وقت زمین پر گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنا اور اٹھتے وقت ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کا اٹھانا[۸]۔(۱۳) سونے، چاندی، پتھر وغیرہ کا ٹکڑا منہ میں رکھ کر نماز پڑھنا بشرطیکہ قراءت میں خلل انداز نہ ہو[۹]۔(۱۴) بلا عذر تھوکنا۔(۱۵) (بغیر منہ پھیرے) گوشہ چشم سے ادھر ادھر دیکھنا۔(۱۶) مقتدی کا تنہا اس صف کے پیچھے کھڑا ہونا جس میں جگہ باقی ہو۔

---

(۱) مثلاً غلیظہ درہم برابر اور خفیفہ اس کپڑے کی چوتھائی برابر جس میں نماز ادا ہو سکے۔(۲) دیکھو حاشیہ ۴ صفحہ ۲۰۰۔(۳) اگر کسی عذر سے مثلاً جمعہ، عیدین وغیرہ میں لوگوں کی کثرت و ہجوم کے باعث محراب کے اندر کھڑا ہو تو مکروہ نہیں (۴) جو نماز کراہت تنزیہی کے ساتھ ہو اس کا اعادہ مستحب ہے۔(۵) اگر جمائی قیام کی حالت میں آجائے تو داہنے ہاتھ کی پشت منہ پر رکھے ورنہ بائیں ہاتھ کی (خواہ نماز میں ہو یا خارج نماز)۔(۶) اگر ٹوپی یا عمامہ حالت نماز میں گر جائے تو عمل قلیل کے ساتھ اٹھا کر رکھ لینا افضل ہے اور اگر عمل کثیر کی ضرورت ہو تو نہ اٹھائے۔(۷) زبان سے جواب دینا مفسد نماز ہے۔(۸) اگر کوئی عذر ہو تو مکروہ نہیں۔(۹) اگر خلل انداز ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(تنبیہ:۱) مردوں کو سرخ[1] اور زرد یا ریشمی کپڑوں سے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(تنبیہ:۲) دہکتی ہوئی آگ کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(چراغ یا قندیل کے سامنے مکروہ نہیں)۔

۱۴۔نماز وتر کا بیان: (۱) نماز وتر واجب ہے اس کا تارک بھی مثل فرض نماز کے تارک کے فاسق و گنہگار[2] ہے۔(۲) وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے۔(۳) نماز وتر کی بھی مغرب کی نماز کی طرح تین رکعتیں[3] ہیں لیکن ان تینوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنا واجب ہے۔(۴) وتر کی نماز پڑھنے کا بھی وہی طریقہ[4] ہے جو فرض نماز پڑھنے کا ہے۔صرف اس قدر فرق ہے کہ وتر کی تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھ چکنے کے بعد دونوں ہاتھ تکبیر کے ساتھ کانوں تک اسی طرح اٹھا کر جس طرح تکبیر تحریمہ کے وقت اٹھایا تھا پھر باندھ لے اور آہستہ دعائے قنوت[5] پڑھے (**اَللّٰهُمَّ**[6] **اِنَّا نَسْتَعِيْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نُؤْمِنُ بِکَ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْکَ وَ نُثْنِیْ عَلَيْکَ الْخَيْرَ وَ نَشْكُرُکَ وَ لَا نَكْفُرُکَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُکُ مَنْ يَّفْجُرُکَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ لَکَ نُصَلِّیْ وَ نَسْجُدُ وَ اِلَيْکَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَ نَخْشٰى عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ**) اس کے بعد رکوع کرے۔(۵) اگر کسی کو دعائے قنوت یاد نہ ہو تو "**رَبَّنَآ**[7] **اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا**

(۱) خارج نماز میں بھی سرخ اور زرد رنگ مردوں کیلئے ناجائز ہے نیز مردوں کو ریشم پہننا حرام ہے۔(۲) اس لئے کہ عمل میں واجب اور فرض کا حکم ایک ہے۔(۳) ایک سلام سے۔(۴) وتر کی نیت بھی اسی طرح کرے جس طرح فرض کی کی جاتی ہے البتہ بجائے فرض کے صلوۃ الوتر کہے' واجب الوتر نہ کہے۔(۵) دعاء قنوت پڑھنا واجب اور خاص اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُکَ پڑھنا مسنون ہے۔(۶) ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے بخشش چاہتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور بھلائی سے تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور ہم دل سے بیزار ہیں اور چھوڑتے ہیں اس کو جو تیری نافرمانی کرے۔اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیرے ہی طرف دوڑتے آتے ہیں اور خدمت کرتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔بے شک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔(۷) ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا و آخرت دونوں میں آرام دے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا۔

عَذَابَ النَّارِ" پڑھ لے یا تین بار اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ یا تین بار یَا رَبِّ کہہ لے۔(۶) وتر کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ' دوسری میں قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنا[1] مستحب ہے۔

۱۵۔سنت[2] اور نفل نمازوں کا بیان: سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنت موکدہ (جس کا بلا عذر ترک کرنے والا فاسق وگنہگار رہے)۔(۲) سنت غیر موکدہ (جس کے ترک کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں) اس کو نفل ومستحب بھی کہتے ہیں۔

سنن موکدہ: (۱) روزانہ بارہ رکعتیں سنت موکدہ ہیں۔ فجر کے فرض سے پہلے اور ظہر' مغرب' عشاء کے فرض کے بعد دو دو رکعتیں اور ظہر کے فرض سے پہلے چار[3] رکعتیں ان سب میں فجر کی سنتیں[4] سب سے زیادہ موکد[5] ہیں۔ بلکہ بعض فقہاء نے سنت فجر کو واجب کہا ہے۔ (۲) جمعہ کے دن فرض جمعہ سے قبل پھر فرض کے بعد چار[6] چار رکعتیں سنت موکدہ ہیں۔(۳) رمضان میں تراویح کی بیس رکعتیں[7] سنت موکدہ ہیں۔(۴) چار رکعت والی سنتیں ایک ہی سلام سے پڑھی جائیں اگر دو سلام سے پڑھی جائیں گی تو سنتیں شمار نہ ہوں گی۔

نوافل: عصر وعشاء سے قبل چار چار رکعتیں اور عشاء کے بعد بھی چار رکعتیں مستحب ہیں۔نیز مغرب کے بعد چھ[8] رکعتیں مستحب ہیں جن کی صلوۃ الاوابین کہتے ہیں۔(۲) نفل نمازیں دن میں چار رکعت تک اور رات میں آٹھ رکعت تک ایک ہی سلام سے پڑھی جاسکتی ہیں۔اس سے زیادہ مکروہ ہے۔(۳) نفل نماز کا بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔(۴) جس نفل کو صحیح طور پر قصداً شروع کیا جائے تو اس کا پورا کرنا لازم ہے۔اگر کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو قضاء پڑھنا چاہئے۔

---

(۱) ورنہ جو یاد ہو پڑھے۔(۲) سنن ونوافل' فرائض کی تکمیل کیلئے ہیں یعنی فرض نمازوں کے ساتھ کچھ نہ کچھ سنت و نفل نمازیں اس مصلحت سے مقرر ہیں کہ (قیامت کے دن) فرض نمازوں میں جو کچھ کمی یا نقصان واقع ہو اس کو سنن ونوافل سے پورا کیا جائے۔(۳) ایک سلام سے۔(۴) سنت فجر کی پہلی رکعت میں سورہ قل یایھا الکفرون اور دوسری میں قل هو الله احد پڑھنا مستحب ہے۔(۵) حدیث شریف میں سنت فجر کی بڑی فضیلت آئی ہے۔اگر یہ فرض کے ساتھ فوت ہوں تو ان کی قضاء پڑھنے کا حکم ہے۔بخلاف دوسری سنتوں کے کہ ان کی قضاء نہیں (۶) ایک ایک سلام سے (۷) دس سلام سے (۸) تین سلام سے۔

(تنبیہ:۱) سنت و نفل نمازوں کے پڑھنے کا بھی وہی طریقہ ہے جو فرض نماز کے پڑھنے کا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت فرض نماز کی صرف دو رکعتوں میں پڑھنا واجب ہے اور سنت و نفل کی سب رکعتوں میں۔

(تنبیہ:۲) سنن و نوافل مذکورہ کے علاوہ اور بھی سنن و نوافل ہیں جن میں سے چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں:

تحیۃ المسجد: مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے قبل دو رکعت پڑھنا مستحب[1] ہے۔

تحیۃ الوضو: وضو کے بعد جسم خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز مستحب[2] ہے۔

اشراق: طلوع آفتاب کے بعد دو رکعتیں مستحب ہیں۔ چار بھی پڑھتے ہیں۔

چاشت: (۱) چاشت کی کم سے کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ (۱۲) رکعتیں ہیں۔ (۲) چاشت کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے (بلند ہونے اور گرمی پیدا ہونے) کے بعد سے زوال تک ہے۔

تہجد: (۱) تہجد[3] کی کم سے کم دو اور اوسط چار اور آٹھ اور زیادہ بارہ رکعت ہیں۔ (۲) تہجد کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے، وتر سے پہلے۔ بہتر یہ ہے کہ عشاء کی نماز پڑھ کر سو رہے پھر آدھی رات کے بعد اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھے اور اس کے بعد وتر پڑھے (بشرطیکہ جاگنے کا اطمینان ہو ورنہ وتر عشاء ہی کے ساتھ پڑھ لے)۔

نماز استخارہ: (۱) جب کوئی امر مہم پیش آئے اور اس کے کرنے نہ کرنے میں تردد ہو تو وضو کر کے دو رکعت نماز استخارہ پڑھنا مستحب ہے۔ (۲) پہلی رکعت میں سورہ **قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ** اور دوسری میں **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** پڑھے۔ (۳) ختم نماز کے بعد خدا کی حمد اور درود شریف پڑھ کر دعائے استخارہ پڑھے "**اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَ اَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا**

(۱) اگر مسجد میں داخل ہوتے ہی بیٹھنے سے قبل کوئی نماز (مثل سنت وغیرہ) پڑھ لے تو وہ تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ (۲) اسی طرح غسل کے بعد بھی (۳) تہجد کا بڑا مرتبہ ہے جس بزرگ نے جو نعمت پائی تہجد میں پائی۔

اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ . اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّىْ فِىْ دِيْنِىْ وَ مَعَاشِىْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِىْ فَاقْدِرْهُ لِىْ وَ يَسِّرْهُ لِىْ ثُمَّ بَارِكْ لِىْ فِيْهِ وَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّىْ فِىْ دِيْنِىْ وَ مَعَاشِىْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِىْ فَاصْرِفْهُ عَنِّىْ وَ اصْرِفْنِىْ عَنْهُ وَ اقْدِرْ لِىَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِىْ بِهٖ'' لفظ هٰذَا الْاَمْرَ کی جگہ اپنی حاجت ذکر کرے۔ مثلاً هٰذَا السَّفَرَ یا هٰذَا النِّكَاحَ وغیرہ اس کے بعد اگر اس کام کے کرنے پر دل مائل ہو تو کرے ورنہ نہ کرے۔[1]

(۴) بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ تک نماز استخارہ کی تکرار کر کے کام شروع کیا جائے۔

نماز تراویح: (۱) نماز تراویح سنت موکدہ ہے مردوں کیلئے بھی عورتوں کیلئے بھی۔ (۲) جس رات کو رمضان کا چاند دیکھا جائے اسی رات سے تراویح شروع کی جائے اور جب عید کا چاند نظر آئے چھوڑ دی[2] جائے۔ (۳) نماز تراویح روزہ کی تابع نہیں جو لوگ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں ان کو بھی تراویح کا پڑھنا سنت ہے۔ (۴) تراویح کا وقت نماز عشاء کے بعد[3] سے فجر تک ہے۔ وتر سے پہلے خواہ بعد، لیکن وتر سے پہلے پڑھنا بہتر ہے۔ (۵) نماز تراویح کے پڑھنے میں تہائی رات یا نصف شب تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ (نصف شب کے بعد بھی مکروہ نہیں)۔ (۶) تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے۔ (۷) نماز تراویح کی بیس رکعتیں ہیں (ہر دو رکعت ایک سلام سے بیس رکعتیں دس سلام سے)۔ (۸) نماز تراویح میں چار چار رکعتوں[4] کے بعد اتنی دیر بیٹھنا مستحب ہے جس میں چار رکعتیں پڑھی جا سکیں اور اس حالت میں اختیار ہے کہ تسبیح پڑھے[5]، خواہ قرآن پڑھے، نفلیں پڑھے یا خاموش رہے۔

(۱) خصوصاً جبکہ دل کا میلان کسی طرف نہ ہو۔ (۲) یعنی رمضان کا پورا مہینہ تراویح پڑھے اگرچہ قرآن مجید مہینہ تمام ہونے سے پہلے ختم ہو جائے۔ (۳) نماز عشاء سے پہلے اگر تراویح پڑھی جائے تو اس کا شمار تراویح میں نہ ہوگا۔ (۴) ہر چار رکعت کو ترویحہ کہتے ہیں اور پوری نماز کا نام تراویح ہے۔ (۵) وہ تسبیح یہ ہے۔ سُبْحَانَ ذِى الْمُلْكِ وَ الْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِى الْعِزَّةِ وَ الْعَظَمَةِ وَ الْقُدْرَةِ وَ الْكِبْرِيَاءِ وَ الْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَىِّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَ الرُّوْحِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ . (تین بار)۔

(۹) تراویح میں ایک بار قرآن مجید کا ختم کرنا سنت ہے۔لوگوں کی کاہلی یا سستی سے اس کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔اور دو بار ختم کرنے میں فضیلت اور تین بار ختم کرنا افضل ہے۔اگر لوگوں کے نہ آنے یا جماعت کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو جس قدر لوگوں کو گراں نہ گذرے اسی قدر پڑھا جائے[۱]۔(۱۰) اگر امام حافظ نہ ہو تو جو سورتیں چاہے پڑھے۔بہتر یہ ہیکہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے آخر قرآن تک ایک ایک سورہ ایک ایک رکعت میں پڑھے[۲] اور جب دس رکعتیں ہو جائیں تو پھر دوبارہ انہی سورتوں کو شروع کرے۔(۱۱) نابالغ لڑکے کے پیچھے تراویح درست نہیں۔(۱۲) رمضان میں وتر جماعت[۳] سے ادا کریں۔امام تینوں رکعتیں بلند آواز سے پڑھے مقتدی خاموش رہیں البتہ تکبیر قنوت کے بعد امام اور مقتدی دونوں آہستہ قنوت پڑھیں۔(۱۳) فرض و وتر کی امامت ایک شخص اور تراویح کی دوسرا شخص کرے تو جائز ہے۔(۱۴) اگر تمام لوگ عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھیں[۴]۔اسی طرح تراویح کی جماعت کے بغیر وتر کی بھی جماعت نہ کی جائے[۵]۔(۱۵) اگر کوئی شخص فرض کی جماعت کے بعد حاضر ہو تو پہلے عشاء کی نماز پڑھ لے پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہو۔(۱۶) اگر کسی نے فرض عشاء جماعت سے پڑھا ہو تو وہ وتر بھی جماعت سے پڑھے (اگر چہ اس نے تراویح جماعت سے پڑھی ہو)۔اور جس نے فرض عشاء جماعت سے نہ پڑھا ہو تو وہ وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے (اگر چہ تراویح جماعت سے پڑھی ہو) ۔(۱۷) تراویح کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے نصف ثواب ملتا ہے۔(۱۸) امام کے رکوع میں جانے تک تحریمہ نہ باندھکر منتظر رہنا مکروہ ہے۔

۱۶۔فرض نمازوں میں ملنے کا بیان: (۱) اگر کسی نے فرض نماز تنہا شروع کی ہو پھر وہی فرض جماعت سے ہونے لگے تو اس کو فوراً[۶] نماز توڑ کر[۷] جماعت[۸] میں شریک ہو جانا چاہیئے

(۱) لیکن ایک ختم سے کم نہ کرے کہ سنت وہی ہے۔(۲) کہ اس میں رکعتوں کی بھول بھی نہیں ہوتی اور یاد کرنے میں دل بھی نہیں بٹتا۔(۳) رمضان کے سوا وتر جماعت سے نہ پڑھے۔(۴) اس لئے کہ تراویح کی جماعت عشاء کے جماعت کی تابع ہے۔(۵) اس لئے کہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔(۶) اس وقت جبکہ امام تکبیر تحریمہ کہے۔(۷) یعنی ایک سلام پھیر کر (۸) پھر نماز کی نیت کرکے جماعت میں شریک ہو اگر کوئی نماز نہ توڑ کر نماز ہی میں امام کی اقتداء کی نیت کرلے تو صحیح نہیں۔

بشرطیکہ فجر یا مغرب میں دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو اور ظہر یا عصر یا عشاء میں پہلی یا تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو۔ اگر فجر یا مغرب میں دوسری رکعت کا اور ظہر' عصر' عشاء میں تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہو تو اب نماز نہ توڑے بلکہ پوری کر لے[۱]' اور ظہر' عصر' عشاء میں پہلی رکعت کا سجدہ کر چکا ہو تو اور ایک رکعت پڑھ کر دو رکعت پر نماز تمام کر دے[۲]۔ پھر جماعت میں شریک ہو جائے۔(۲) اگر کوئی شخص سنت پڑھ رہا ہو اور فرض جماعت سے ہونے لگے تو نماز نہ توڑے کیونکہ سنت یا نفل کا توڑنا جائز نہیں اگر چہ پہلی رکعت کا بھی سجدہ نہ کیا ہو بلکہ اس کو چاہئے کہ جس دوگانہ کو پڑھ رہا ہے اس کو تمام کرلے پھر جماعت میں شریک ہو جائے (اور اگر سنت چار رکعت کی تھی اور یہ دوگانہ پہلا تھا تو فرض کے بعد چاروں رکعتوں کی قضاء کر لے)۔(۳) اگر فرض کی جماعت ہو رہی ہو تو پھر کوئی سنت وغیرہ شروع نہ کی جائے۔ البتہ فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ موکد ہیں' ان کو ادا کر لے[۳] بشرطیکہ امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ کے ملنے کی توقع ہو اور اگر قعدہ اخیرہ بھی ملنے کی امید نہ ہو تو پھر سنتیں نہ پڑھے اور جماعت میں شریک ہو جائے۔(۴) فجر کی سنتیں جبکہ فرض کے ساتھ فوت ہوں تو زوال سے پیشتر فرض کے ساتھ ان کی قضاء کی جاسکتی ہے۔ اگر بغیر فرض کے فوت ہوں تو پھر قضاء[۴] نہیں۔ نیز زوال کے بعد قضاء نہیں۔ (۵) ظہر کی اگلی سنتیں جماعت میں شریک ہونے یا وقت کے تنگ ہو جانے سے چھوڑ دی گئی ہوں تو فرض کے بعد' وقت ظہر کے اندر' پچھلی دوسنتوں سے پہلے یا ان کے بعد ادا کی جائیں۔(٦) جماعت ہو رہی ہو تو فوراً اسی رکن میں مل جانا چاہئے جو اس وقت ہو رہا ہو کسی خاص رکن کے انتظار کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے[۵] تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی اور اگر رکوع نہ ملے تو پھر اس رکعت کا شمار

(۱) اور نماز پوری کر لینے کے بعد اگر جماعت باقی ہو اور نماز ظہر یا عشاء ہو تو جماعت کا ثواب حاصل کرنے کیلئے جماعت میں بہ نیت نفل شریک ہو سکتا ہے اور اگر فجر یا عصر یا مغرب کی نماز ہو تو شریک نہ ہو۔ (۲) تاکہ دو رکعت نفل ہو جائیں (۳) جماعت قائم ہونے کے بعد سنتیں ادا کی جائیں تو مسجد سے یا کم از کم صفوں سے علحدہ کسی گوشہ یا ستون کی آڑ میں ادا کرنا چاہئے کیونکہ جہاں فرض نماز ہوتی ہو وہاں دوسری نماز کا پڑھنا مکروہ تحریمی ہے خصوصاً صف میں شامل ہو کر پڑھنا سخت مکروہ ہے۔(۴) نہ فرض کے بعد طلوع آفتاب سے قبل' نہ طلوع آفتاب کے بعد۔(۵) رکوع کا ملنا اسی وقت کہا جائے گا کہ کم از کم اتنی دیر امام کے ساتھ رکوع میں شریک رہے جس میں ایک تسبیح کہی جائے۔

ملنے میں نہ ہوگا۔(۷) مسجد سے اذان ہونے کے بعد نماز پڑھے بغیر نکلنا مکروہ ہے البتہ اگر کسی دوسری جگہ نماز کا انتظام کرنا ہو تو مکروہ نہیں ۔

۱۷۔ قضاء[1] نمازوں کا بیان: (۱) بلا عذر[2] نماز کا اپنے وقت پر نہ پڑھنا[3] گناہ کبیرہ ہے۔ (۲) جو نماز اپنے وقت میں واجب ہو کر فوت ہوگئی ہو (خواہ قصداً فوت ہوئی ہو یا سہواً یا سو جانے سے یا اور کسی وجہ سے) اس کی قضاء[4] لازم ہے۔(۳) اگر کسی کو جنون یا بیہوشی طاری ہو یا ایسا مرض لاحق ہو کہ اشارہ سے بھی نماز نہ پڑھ سکے اور یہ حالت (جنون، بیہوشی، مرض) چھ نمازوں کے وقت تک رہے تو اس کے ذمہ ان نمازوں کی قضاء نہیں[5]۔ البتہ اگر پانچ نمازوں کے وقت تک (یہ حالت) رہے اور چھٹی نماز کے وقت نہ رہے تو پھر قضاء لازم ہوگی۔(۴) حیض ونفاس کی حالت میں جو نمازیں فوت ہوں، عورتوں پر اس کی قضاء[6] نہیں (۵) فرض نماز کی قضاء فرض ہے، اور واجب کی واجب اور سنت کی سنت، لیکن نماز جمعہ[7] اور عیدین کی قضاء نہیں۔ نیز سنت[8] فجر کے سواء اور کسی سنت و نفل کی قضاء نہیں۔ البتہ جو نفل صحیح طور پر قصداً شروع کر کے فاسد کر دی گئی ہو اس کی قضاء واجب[9] ہے۔(۶) قضاء کے لئے کوئی

(۱) نماز کو اپنے وقت میں نہ پڑھنے اور گزرنے کے بعد پڑھنے کا نام قضاء ہے اور جو نماز اپنے وقت میں پڑھی جائے وہ ادا ہے۔(۲) اگر کسی عذر سے قضاء ہو تو گناہ نہیں مثلاً سو جانا یا بھول جانا یا دشمن کا مقابلہ ہونا وغیرہ۔(۳) اس میں دو گناہ ہیں ترک نماز اور وقت پر نہ پڑھنا۔ دونوں گناہ کبیرہ ہیں۔ پہلا گناہ تو قضاء پڑھنے سے معاف ہو جائیگا لیکن دوسرا گناہ بغیر توبہ یا حج کئے معاف نہ ہوگا۔(۴) مثل ادا کے آہستہ اذان واقامت کے ساتھ اور اگر ایک ہی نماز کئی لوگوں سے فوت ہوگئی ہو تو جماعت سے قضاء کرنا چاہئے۔ اور جہری نماز میں امام کو جہر کرنا واجب اور منفرد کو افضل ہے اور سری نماز میں آہستہ قراءت واجب ہے۔ (۵) کیونکہ یہ نمازیں معاف ہیں۔ (۶) کیونکہ ایام حیض ونفاس کی نمازیں معاف ہیں۔(۷) نماز جمعہ کا قائم مقام ظہر موجود ہے، نماز جمعہ فوت ہو تو ظہر پڑھ لیں۔(۸) سنت فجر کی قضاء بھی اس وقت کی جائے جبکہ فرض کے ساتھ فوت ہو اور فرض زوال سے پہلے پڑھا جائے اگر بلا فرض فوت ہو یا فرض بعد زوال پڑھا جائے تو پھر سنت کی قضاء نہیں۔(۹) کیونکہ نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے۔ لیکن نفل کی صرف دو ہی رکعتوں کی قضاء واجب ہوگی اگرچہ نیت دو سے زیادہ رکعتوں کی کی ہو اس لئے کہ نفل کا ہر شفعہ یعنی ہر دو رکعتیں علحدہ نماز کا حکم رکھتی ہیں۔

وقت معین[1] نہیں ۔ اوقات ممنوعہ (طلوع' غروب' استواء) کے سوا تمام عمر اس کا وقت[2] ہے ۔
(۷) قضاء نماز کا علی الاعلان ادا کرنا جس سے ناواقف بھی واقف ہوجائیں مکروہ تحریمی[3] ہے۔
(۸) ادا نماز اور قضاء میں اسی طرح قضاء نمازوں میں باہم ترتیب[4] کا لحاظ رکھنا صاحب[5] ترتیب پر واجب ہے یہاں تک کہ اگر قضاء پڑھنے سے پہلے ادا پڑھ لے تو نماز نہ ہوگی[6]۔ اسی طرح فرض اور وتر میں[7] ترتیب واجب ہے۔ (۹) ترتیب ان تین صورتوں میں ساقط ہوجاتی ہے:۔

پہلی صورت: وقت کی تنگی (جس میں قضاء اور ادا دونوں کے پڑھنے کی گنجائش[8] نہ ہو)۔

دوسری صورت: نسیان[9] (یعنی قضاء نماز[10] کا یاد نہ آنا)۔ اگر ادا نماز شروع کرتے وقت قضاء نماز یاد نہ ہو بلکہ نماز شروع کرنے کے بعد سلام پھیرنے سے قبل یاد آئے تو نماز ادا نہ ہوگی ۔

تیسری صورت: چھ یا زیادہ نمازوں کا قضاء ہونا (پانچ نمازوں تک ترتیب باقی رہتی ہے' اگرچہ مختلف اوقات میں قضاء ہوئی ہوں اور زمانہ بھی بہت گزر چکا ہو ۔ البتہ جب چھ نمازیں قضاء ہوجائیں تو ترتیب ساقط ہوجائیگی)۔

(۱۰) اگر کسی (صاحب ترتیب) کی کوئی نماز قضاء ہوگئی ہو اور اس کے بعد اس نے پانچ نمازیں اور پڑھ لی ہوں اور اس قضاء نماز کو باوجود یاد اور وقت میں گنجائش ہونے کے نہ

---

(۱) بلکہ جب یاد آجائے وہی اس کا وقت ہے' یاد آنے کے بعد بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ (۲) اگرچہ فجر وعصر کے بعد ہی ہو یعنی ان اوقات میں بھی قضاء درست ہے۔ صرف اوقات ممنوعہ میں درست نہیں۔ (۳) اس لئے کہ نماز کا قضاء کرنا گناہ اور گناہ کا ظاہر کرنا دوسرا گناہ ہے۔ (۴) یعنی پہلے قضاء پڑھ کر پھر ادا پڑھنا اور قضاء نمازوں میں جو نماز پہلے فوت ہوئی ہو اس کو پہلے پڑھنا اور جو بعد میں فوت ہوئی ہو اس کو بعد میں پڑھنا۔ (۵) صاحب ترتیب وہ ہے جس کے ذمہ ابتدائے بلوغ سے چھ نمازیں قضاء نہ ہوں۔ (۶) بلکہ موقوف الفساد رہے گی جس کی تصریح آگے آتی ہے۔ (۷) مثلاً کسی کی وتر قضاء ہو اور وہ فجر پڑھنا چاہتا ہو تو پہلے وتر کی قضاء کرے پھر فجر ادا کرے۔ (۸) مثلاً کسی کی ظہر قضاء ہوگئی ہو اور اس کو عصر کا اتنا وقت ملے کہ اگر ظہر ادا کرے تو عصر بھی قضاء ہوجائے تو اب اس تنگ وقت میں ترتیب ساقط ہوجائیگی۔ اس کو عصر ہی پڑھنا چاہئے۔ (۹) ترتیب کے واجب ہونے کو نہ جاننا بھی اسی میں داخل ہے مثلاً ایک شخص ترتیب کے واجب ہونے سے واقف ہی نہ ہو اور اس کی نماز فجر قضاء ہوجائے اور وہ اس کو یاد رکھتے ہوئے ظہر ادا کرے تو درست ہے (۱۰) مثلاً ظہر قضاء ہونے کے بعد اس کو بھول کر عصر ادا کرلے تو اس نسیان سے ترتیب ساقط ہوجائیگی۔

پڑھا ہو تو یہ موقوف الفساد رہیں گی یعنی پانچویں نماز پڑھنے کے بعد اس کا وقت نکلنے سے پہلے اگر قضاء نماز پڑھ لیگا تو پانچوں نمازیں فاسد ہو[1] جائیں گی اور ترتیب قائم رہیگی اور اگر قضاء نماز نہ پڑھے گا تو پانچوں نمازیں صحیح ہوجائیں گی لیکن ترتیب باقی نہ ر[2]ہے گی۔ (ساقط ہوجائے گی)۔ (۱۱) ترتیب ساقط ہونے کے بعد اختیار ہے' چاہے قضاء نمازیں پہلے پڑھے یا ادا' اگر قضاء پڑھے بغیر ادا پڑھ لے گا تو صحیح ہوجائے گی۔ (۱۲) ترتیب ساقط ہوجانے کے بعد پھر اس وقت تک عود نہیں کرتی جب تک کہ قضاء نمازیں پوری نہ پڑھ[3] لے یعنی ایک قضاء نماز بھی اس کے ذمہ باقی نہ رہے[4]۔ (۱۳) بہت سی نمازیں قضاء ہوجانے کے بعد ان کی ادائی میں ترتیب کی ضرورت نہیں رہتی مثلاً کسی کی مہینہ بھر کی نمازیں قضاء ہوں اور وہ پہلے تیس نمازیں فجر کی ادا کرلے پھر تیس نمازیں ظہر کی اور اسی طرح باقی نمازیں تو درست ہے۔ (۱۴) اگر کسی کے ذمہ چھ یا زیادہ نمازیں قضاء ہوں پھر ایک مدت تک وہ نماز کا پابند رہے لیکن ان قضاء[5] نمازوں کو ادا نہ کرے اس کے بعد پھر ایک نماز قضاء ہوجائے تو اس نئی قضاء کو پڑھے بغیر ادا نماز پڑھ لینا صحیح[6] ہے۔ (۱۵) اگر قضاء نمازیں بہت ہوں اور ان کو ادا کرنا چاہے تو اس امر کی تعیین ضروری ہے کہ کس دن کی قضاء پڑھتا ہے اگر تعیین نہ کرسکے تو یوں نیت کرے کہ ''اول فجر کی قضاء پڑھتا ہو[7]ں''۔ (آخر فجر کی نیت سے بھی یہی فائدہ متصور ہے)۔

---

(۱) یعنی ان کی فرضیت جاتی رہے گی اور نفل ہوجائیں گی پھر سے ان کو پڑھ لینا ہوگا۔ (۲) مثلاً کسی کی نماز فجر قضاء ہوئی ہو اور وہ اس کو یاد رکھتے ہوئے اس دن کی باقی نمازیں (ظہر' عصر' مغرب' عشاء) اور دوسرے دن کی فجر بھی پڑھ لے تو یہ پانچ نمازیں دوسرے دن کی فجر کے بعد اگر وقت فجر کے اندر قضاء پڑھ لے گا تو فاسد ہوجائیں گی اور اگر فجر کا وقت نکل جائے گا اور قضاء نہ پڑھے گا تو پانچوں نماز صحیح ہوجائیں گی لیکن پہلی صورت میں ترتیب باقی رہے گی اور دوسری صورت میں ساقط ہوجائیگی۔ (۳) جب پوری پڑھ لے گا تو پھر صاحب ترتیب ہوجائیگا۔ (۴) اگر کوئی شخص اپنی قضاء نمازیں ادا کرنا شروع کرے یہاں تک کہ ادا کرتے کرتے چھ سے کم رہ جائیں تو صاحب ترتیب نہ ہوگا جب تک کہ ایک بھی باقی نہ رہے۔ (۵) باوجود یاد ہونے اور وقت میں گنجائش رہنے کے۔ (۶) کیونکہ پرانی قضاء نمازوں کی وجہ سے ترتیب ساقط ہوچکی ہے۔ (۷) اس سے پہلے دن کی فجر اس کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گی پھر دوسرے دن کی اسی طرح سب نمازیں ادا ہوجائیں گی۔

(۱۶) اگر کسی کے ذمہ قضاء نمازیں باقی ہوں اس کا آخر وقت آ پہنچے اور وہ اپنے ورثاء کو وصیت[1] کر جائے کہ میرے مال میں سے ہر نماز کے عوض فدیہ (صدقہ) دیں تو اس کے ورثاء کو چاہئے کہ میت کے مال کی تہائی سے ہر نماز کے عوض سوا سیر گیہوں یا ڈھائی سیر جو یا اس کی قیمت کسی محتاج و مسکین کو دے دیں (خدا کے فضل سے امید ہے کہ فرض کا بوجھ اس کے ذمہ سے اتر جائے گا)۔

۱۸۔ سجدہ سہو کا بیان: (۱) سجدہ سہو (یعنی نماز میں سہو[2] ہونے پر دو سجدے[3] کرنا) واجب[4] ہے ۔(۲) سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ اخیر قعدہ میں تشہد[5] کے بعد داہنی طرف[6] ایک سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر بیٹھ کر دوبارہ[7] تشہد پڑھے اور درود و دعاء کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دے ۔(۳) پانچ چیزوں سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے ۔تقدیم[8] رکن، تاخیر[9] رکن، تکرار[10] رکن، ترک[11] واجب، تغیر واجب[12]۔

(تنبیہ) ترک واجب سہواً[13] ہو تو موجب سجدہ سہو ہے اور اگر عمداً ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی ۔
(۴) نماز کے فرائض (ارکان) میں سے اگر کوئی چیز ترک ہو جائے (عمداً خواہ سہواً) تو نماز ہی نہ ہوگی۔(۵) سنن و مستحبات کے ترک سے نماز ہو جاتی ہے (اور سجدہ سہو لازم نہیں آتا)۔ (۶) سجدہ سہو کا حکم فرض، واجب، نفل سب نمازوں میں برابر ہے ۔(۷) اگر نماز میں متعدد بار سہو ہو تو دو ہی سجدے کافی ہیں ۔(۸) اگر سجدہ سہو کے اندر سہو ہو تو پھر سجدہ سہو نہ کرے ۔

---

(۱) اگر بلا وصیت کئے کوئی مر جائے اور اس کے ذی مقدرت ورثاء اپنے مال سے فدیہ دیں تو بھی امید ہے کہ میت بار فرض سے سبکدوش ہو جائے ۔(۲) سہو بھول کو کہتے ہیں اور شک بھی اسی میں داخل ہے۔(۳) تا کہ جن امور سے نماز ناقص ہوئی ہے ان کی اصلاح ہو کر نماز درست ہو جائے ۔(۴) بشرطیکہ وقت میں سجدہ سہو کر سکنے کی گنجائش ہو۔(۵) یعنی التحیات عبدہ ورسولہ تک پڑھنے کے بعد ۔(۶) یہ افضل ہے اگر کوئی بغیر سلام پھیرے سامنے ہی سلام کہہ کر سجدے کر لے تو بھی جائز ہے ۔(۷) دوبارہ تشہد پڑھنا اور سلام پھیرنا بھی واجب ہے۔ (۸) مثلاً قراءت سے پہلے رکوع یا رکوع سے پہلے سجدہ کرنا (۹) مثلاً قعدہ اولیٰ میں تشہد سے زیادہ پڑھنا جس کی وجہ سے تیسری رکعت کے قیام میں دیر ہو جائے ۔(۱۰) مثلاً کسی رکعت میں دو رکوع یا تین سجدے کرنا (۱۱) مثلاً قعدہ اولیٰ چھوڑ دینا (۱۲) مثلاً آہستہ پڑھنے کی جگہ پکار کر پڑھنا (۱۳) سہواً واجب ترک ہو جانے سے نماز فاسد نہیں بلکہ ناقص ہوتی اور سجدہ سہو سے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

(۹) اگر سجدہ سہو واجب ہونے کے بعد اس کا ادا کرنا بھول جائے یہاں تک کہ دونوں طرف سلام پھیر دے اور اس کے بعد سجدہ سہو یاد آئے تو اب بھی سجدہ سہو کر سکتا ہے تاوقتیکہ قبلہ سے سینہ نہ پھیرے اور کوئی کلام وغیرہ نہ کرے[1]۔ (۱۰) امام کے سہو سے امام اور مقتدی سب پر سجدہ سہو واجب ہے۔ مقتدی کے سہو سے کسی پر سجدہ سہو نہیں۔ (۱۱) مسبوق بغیر سلام پھیرے امام کے ساتھ سجدۂ[2] سہو کرلے[3] اس کے بعد باقی نماز پڑھے۔ اگر باقی نماز میں اس کو سہو ہو تو پھر سہو کا سجدہ کرلے[4]۔ (۱۲) لاحق سے سہو ہو جائے تو سجدہ سہو نہ کرے البتہ امام نے اپنے سہو سے سجدہ کیا ہو تو لاحق بھی کرے لیکن اسی طرح اخیر نماز میں جس طرح اس کے امام نے کیا ہے اگر لاحق امام کے ساتھ سجدہ کرے تو پھر دوبارہ اس کو سجدہ کرنا چاہئے۔ (۱۳) امام مسافر ہو اور اس کو سہو ہو جائے تو مقیم مقتدی امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے۔ (۱۴) جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں سہو ہو تو امام سجدہ سہو نہ کرے تاکہ لوگ فتنہ[5] میں نہ پڑ جائیں۔

سہو کی چند صورتیں اور ان کا حکم: (۱) حسب ذیل صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہے: سورہ فاتحہ سے قبل دوسری سورت یا کسی آیت کا پڑھنا[6]، فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کا دوبارہ[7] پڑھنا، سورہ فاتحہ یا ضم سورہ کے بعد اس قدر سکوت کئے رہنا جس میں کوئی رکن ادا ہو سکے۔ یا اتنی ہی دیر قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد خاموش بیٹھے رہنا یا بقدر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے درود شریف یا دعاء پڑھنا۔ رکوع، سجود، قومہ، جلسہ، قعدہ[8] میں قرأت کرنا۔ قعدہ اولیٰ میں تشہد کی جگہ سورہ فاتحہ یا دوبار تشہد پڑھنا[9]، امام و منفرد کا سِر کی جگہ جہر[10] یا امام کا جہر کی جگہ

---

(۱) اگر کلام وغیرہ مفسد نماز فعل سرزد ہو تو اس صورت میں دوبارہ نماز پڑھنا چاہئے۔ (۲) خواہ امام کو مسبوق کی اقتداء سے پہلے سہو ہوا ہو یا بعد۔ (۳) پھر آخر میں اس کا اعادہ نہ کرے۔ (۴) کیونکہ بقیہ نماز میں مسبوق مثل منفرد کے ہے۔ (۵) اور دھوکہ نہ کھائیں (۶) اسی وقت یاد آنے پر سورہ فاتحہ پڑھ کر پھر ضم سورہ پڑھے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔ (۷) اگر سورہ فاتحہ ضم سورہ کے بعد یا اخیر کی دو رکعتوں میں دوبارہ پڑھے تو سجدہ سہو نہیں (۸) اگر اخیر قعدہ میں تشہد کے بعد قراءت کرے تو سجدہ سہو نہیں۔ (۹) اگر اخیر قعدہ میں دوبار تشہد پڑھے تو سجدہ سہو نہیں (۱۰) (جبکہ ایک آیت ہو) البتہ دو تین لفظ نکل جائیں تو مضائقہ نہیں۔

سر پڑھنا۔ حالت قیام میں تشہد کا پہلی رکعت میں قراءت کے بعد[1] اور دوسری میں قرأت سے پہلے یا بعد پڑھنا۔ اسی طرح رکوع کے بعد قومہ یا سجدوں کے درمیان جلسہ نہ کرنا بھی موجب سجدہ سہو ہے۔ (۲) اگر پہلی یا دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ[2] یا دوسری سورت سہواً چھوڑ جائے اور اسی رکعت کے رکوع میں یا رکوع کے بعد یاد آجائے تو کھڑا ہو جائے اور چھوٹی ہوئی سورت[3] کو پڑھ لے پھر رکوع کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔ (۳) فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد سہواً دوسری سورت پڑھ لے تو سجدہ سہو لازم نہیں[4] (۴) اگر کسی رکعت میں ایک ہی سجدہ کرے اور دوسرا بھول جائے اور دوسری رکعت میں یا اخیر قعدہ تک التحیات سے قبل یاد آجائے تو اس سجدے کو ادا کرے[5] اور سجدہ سہو کرے اور اگر التحیات کے بعد یاد آئے تو اس سجدہ کو ادا کر کے پھر التحیات پڑھے اور سجدہ سہو کرے۔ (۵) اگر کسی رکعت میں پہلے سجدہ کرلے، رکوع نہ کرے اور دوسری رکعت سے پہلے یاد آجائے تو فوراً رکوع کرلے اور پھر سجدہ کرے۔ اس کے بعد دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو اور سجدہ سہو کرے۔ (۶) اگر قعدہ اولی بھول جائے اور کھڑا ہو چکا ہو یا کھڑا ہونے کے قریب[6] ہو تو پھر نہ بیٹھے۔ آخر میں سجدہ سہو کرلے اور اگر بیٹھنے کے قریب[7] ہو تو بیٹھ جائے۔ اس صورت میں سجدہ سہو نہیں۔ (۷) اگر قعدہ اخیرہ بھول کر کھڑا ہو جائے اور سجدہ کرنے سے قبل یاد آئے تو فوراً بیٹھ جائے اور تشہد پڑھ کر سجدہ سہو کرلے اور اگر سجدہ کر چکا ہو تو اس صورت میں فرضیت باطل[8] ہو جائے گی۔ اس کے بعد اختیار ہے کہ ایک رکعت اور ملا[9] لے لیکن آخر میں سجدہ سہو کرے۔ (۸) اگر کوئی قعدہ اخیرہ

(۱) اگر پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے قبل تشہد پڑھے تو سجدہ سہو نہیں کیونکہ فاتحہ سے قبل ثناء کا محل ہے۔ (۲) فرض کی پچھلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ چھوڑ دے تو سجدہ سہو نہیں البتہ نفل یا وتر ہو تو واجب ہے۔ (۳) اگر سورہ فاتحہ چھوڑ دیا ہو تو اس کو پڑھ کر پھر دوسری سورۃ مکرر پڑھے۔ (۴) اور نماز بکراہت جائز ہے۔ (۵) اس سے قبل جتنے ارکان ادا کر چکا ہے ان کا اعادہ ضروری نہیں۔ (۶) کھڑا ہونے کے قریب اس وقت سمجھا جائے گا جب گھٹنے زمین سے اٹھ جائیں۔ (۷) اگر گھٹنے زمین سے نہ اٹھیں تو بیٹھنے کے قریب ہے گو سرین اٹھ جائیں (۸) یعنی نماز نفل ہو جائے گی پھر فرض از سر نو پڑھ لے۔ (۹) ورنہ رکعتیں طاق ہوں گی اور نفل میں طاق رکعتیں منقول نہیں۔

کر کے اٹھ جائے مثلاً نماز ظہر کے اخیر قعدہ میں التحیات پڑھ کر سہواً پانچویں رکعت[1] کیلئے کھڑا ہو تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور سجدہ کرلیا ہو تو ایک رکعت اور ملا لے۔ اس صورت میں چار رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوں گی اور دونوں صورتوں میں سجدہ سہو کرے۔

(تنبیہ) یہ حکم منفرد کیلئے ہے اگر امام قعدہ اخیرہ کر لینے کے بعد سہواً پانچویں رکعت کیلئے اٹھ کھڑا ہو تو مقتدیوں کو متنبہ[2] کرنے کے بعد امام کا پانچویں رکعت کے سجدہ تک انتظار کرنا چاہئے۔ اگر امام پانچویں رکعت کے سجدہ سے قبل عود کرے تو مقتدی اس کے ساتھ سلام پھیریں ورنہ مقتدیوں پر امام کی متابعت واجب نہیں۔ سب سلام پھیر کر علحدہ[3] ہو جائیں۔ (۹) اگر کسی نے نماز ظہر میں دو ہی رکعت کے بعد یہ سمجھ کر کہ چاروں رکعتیں پڑھ چکا سلام پھیر دے اور سلام کے بعد خیال آئے تو اس کو چاہئے کہ اور دو رکعتیں[4] پڑھ کر نماز تمام کر دے اور سجدہ سہو کرلے۔

نماز میں شک اور اس کا حکم: (۱) اگر کسی کو نماز میں شک ہو کہ کتنی رکعتیں پڑھیں اور عادت شک[5] کی نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ از سر نو نماز پڑھے اور اگر اس کو شک ہوا کرتا ہو تو اپنے غالب گمان پر عمل کرے اور اگر گمان غالب کسی طرف نہ ہو تو کمی کی جانب کو اختیار کرے مثلاً یہ شک ہو کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو پہلی رکعت مقرر کرے۔ اگر دوسری تیسری میں شک ہو تو دوسری رکعت۔ اسی طرح تیسری چوتھی میں تیسری۔ اور جہاں جہاں قعدہ کا شک ہو وہاں قعدہ کرے تا کہ کوئی قعدہ فرض و واجب ترک نہ ہو اور آخر میں سجدہ سہو کرلے (۲) اگر کسی شخص کو سلام کے بعد شک ہو تو اس کا اعتبار نہیں (نماز جائز ہے)۔ (۳) اگر کسی کو شک ہو کہ وقتی نماز پڑھی ہے یا نہیں اور وقت باقی ہو تو پھر پڑھ لے ورنہ ضروری نہیں۔

۱۹۔ سجدہ تلاوت کا بیان: (۱) قرآن مجید کی چودہ آیتوں میں سے کسی ایک آیت کے

---

(۱) اگر رکعت نہ ملائے تو بھی چار رکعت فرض ہو جائیں گے اور ایک رکعت خالی لیکن ملانا بہتر ہے۔
(۲) متنبہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ دیں۔ (۳) اگر اقتداء کریں تو بھی درست ہے لیکن جان بوجھ کر خطا کرنا مناسب نہیں (۴) بشرطیکہ سلام کے بعد مفسد نماز کوئی فعل نہ کیا ہو ورنہ دوبارہ پڑھے۔
(۵) یعنی یہ شک پہلی مرتبہ ہوا ہو۔

پڑھنے یا سننے[1] پر ایک سجدہ واجب ہوتا ہے۔اس کو سجدہ تلاوت کہتے ہیں ۔(۲) کل قرآن مجید میں چودہ سجدے ہیں ۔(۳) سجدہ تلاوت دو تکبیروں کے درمیان نماز کے شرائط سے کیا جاتا ہے مگر اس کے لئے ہاتھ اٹھانے اور تشہد وسلام کی ضرورت نہیں ۔(۴) سجدہ تلاوت میں وہی تسبیح ہے جو نماز کے سجدوں میں پڑھی جاتی ہے۔(۵) سجدہ تلاوت میں دو قیام مستحب اور دو تکبیریں مسنون ہیں یعنی کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہے اور سجدہ میں جائے پھر سجدہ کر کے اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو جائے (۶) سجدہ تلاوت کی آیتیں ان سورتوں میں ہیں اعراف‘ رعد‘ نحل‘ بنی اسرائیل‘ مریم‘ حج[2]‘ فرقان‘ نمل‘ سجدہ‘ ص‘ حم‘ والنجم‘ انشقت‘ اقرا (۷) سجدہ تلاوت کے واجب ہونے کے تین سبب ہیں :ا۔آیت سجدہ کی تلاوت[3] ۲۔آیت سجدہ کا کسی انسان[4] سے سننا[5]۔۳۔کسی ایسے شخص کی اقتداء کرنا جس نے آیت سجدہ تلاوت کی ہو خواہ اس کی اقتداء سے پہلے یا اقتداء کے بعد۔(تنبیہ) ان تین امور کے سواء اور کسی چیز سے سجدہ واجب نہیں ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص سجدہ کی آیت لکھے یا دل میں پڑھے زبان سے نہ کہے یا ہجے کر کے پڑھے یا صرف آنکھوں سے دیکھے تو ان تمام صورتوں میں سجدہ واجب نہ ہوگا ۔(۸) سجدہ تلاوت انہی لوگوں پر واجب ہے جن پر نماز واجب ہے اداء یا قضاء، مجنون ، نابالغ ،حیض ،ونفاس والی عورت پر واجب نہیں البتہ جس مجنون کا جنون ایک دن رات سے کم رہے اس پر واجب ہے۔اسی طرح مست اور جنب پر بھی سجدہ واجب ہے۔(۹) سجدہ تلاوت اگر خارج نماز میں واجب ہو تو بہتر یہ ہے کہ اسی وقت ادا کر لے اگر اس وقت ادا نہ کرے تو بھی جائز ہے ۔مگر مکروہ تنزیہی ہے اور اگر نماز میں واجب ہو تو پھر اس کا اسی وقت[6] ادا کرنا واجب[7] ہے

(۱) اگر چہ سننے کا قصد نہ ہو۔(۲) سورہ حج کی پہلی آیت آیت سجدہ ہے ۔(۳) اگر چہ خود نہ سنے مثلاً بہرا آدمی تلاوت کرے (۴) کسی جانور مثلاً طوطے وغیرہ سے آیت سجدہ سنی جائے تو سجدہ واجب نہ ہوگا (۵) خواہ سننے والا نماز میں ہو یا خارج نماز‘ اگر نماز میں ہو تو بعد فراغ نماز سجدہ کرے (تنبیہ) یہ شرط پڑھنے والے کے سواء دوسرے شخص کے حق میں ہے ۔(۶) اگر اس وقت نہ ادا کرے تو پھر خارج نماز اس سجدہ کو ادا نہیں کر سکتا اور گہنگار رہوگا۔(۷) تاخیر مکروہ تحریمی ہے۔

(۱۰) اگر ایک ہی مجلس میں' ایک ہی آیت سجدہ کئی بار پڑھی جائے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اگر کسی آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد' پھر وہی آیت مختلف لوگوں سے سنی جائے تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا بشرطیکہ مجلس نہ بدلے۔ اگر کوئی شخص آیت سجدہ پڑھ کر اسی مجلس میں ایک دو لقموں سے زیادہ کھانا کھائے یا دو کلموں سے زیادہ باتیں کرے' یا ایک دو قدم سے زیادہ چلے ' یا خرید وفروخت میں مشغول ہو تو ان صورتوں میں (چونکہ حکماً مجلس بدل گئی لہذا) دو سجدے واجب ہوں گے۔ (۱۱) ساری سورت پڑھ کر صرف سجدہ کی آیت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

سجدہ شکر: (۱) سجدہ شکر مستحب ہے۔ اس وقت جبکہ کوئی نعمت حاصل ہو یا مصیبت دور ہو۔ (۲) نماز کے متصل سجدہ کرنا مکروہ ہے تا کہ جاہلوں کو سجدہ کے مسنون یا واجب ہونے کا خیال نہ ہو۔ (۳) سجدہ شکر بھی سجدہ تلاوت کی طرح ادا کرے۔

۲۰۔ مریض کی نماز کا بیان: (۱) اگر کوئی شخص کسی مرض کی وجہ سے نماز کے ارکان ادا کرنے پر پوری طرح قادر نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنی طاقت وقدرت کے موافق ارکان ادا کرے مثلاً قیام پر قدرت نہ ہو یا کھڑے ہونے سے کسی مرض کے پیدا ہونے یا بڑھ جانے کا خوف ہو تو اس پر قیام فرض نہیں وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع وسجود سر کے اشارے سے کرے۔ خواہ مسنون طریقہ سے بیٹھے یا جس طریقے سے بیٹھنے میں اس کو آسانی ہو۔ اگر سہارے کی ضرورت ہو تو سہارا لگائے اور اگر ذرا سی دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہو تو چاہیے کہ نماز کھڑے ہو کر شروع کرے اور جتنی دیر کھڑا رہنا ممکن ہو (خواہ لکڑی یا دیوار یا آدمی کے سہارے ہی سے ہو) کھڑا رہے۔ اس کے بعد بیٹھ جائے یہاں تک کہ اگر صرف بقدر تکبیر تحریمہ کے کھڑے ہونے کی قوت ہو تو اس کو کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنا چاہیے۔ پھر اس کے بعد بیٹھ جائے۔ اگر کھڑا نہ ہوگا تو نماز نہ ہوگی۔ (۲) اگر کسی کو رکوع وسجود یا صرف سجود پر قدرت نہ ہو تو چاہیے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اگر چہ قیام کی قدرت ہو اس صورت میں رکوع و سجود سر کے اشارے سے کرے۔ سجدے کیلئے رکوع کی نسبت زیادہ[1] سر جھکائے۔

(۱)۔ مگر کوئی اونچی چیز سجدہ کیلئے نہ رکھے۔

(۳) اگر کوئی مریض بیٹھنے سے بھی معذور ہو یعنی نہ اپنی قوت سے بیٹھ سکتا ہو نہ کسی کے سہارے سے تو اس کو چاہئے کہ لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے، لیٹنے کی حالت میں بہتر یہ ہے کہ چت لیٹے، پیر قبلہ کی طرف ہوں اور کھڑے ہوں۔ سر کے نیچے کوئی تکیہ وغیرہ رکھ لے تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو پھر سر سے رکوع وسجود کا اشارہ کرے۔ سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارے سے جھکا ہوا ہو اگر چت نہ لیٹا جائے تو داہنے یا بائیں پہلو پر بھی لیٹنا درست ہے لیکن منہ قبلہ کی طرف ہو۔ (۴) اگر کوئی سر سے اشارہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اس مریض سے نماز ساقط ہے۔ پھر صحت کے بعد اس کی قضاء پڑھ لے اور اگر یہی حالت پانچ نمازوں سے زیادہ تک رہے تو اس پر ان نمازوں کی قضاء بھی نہیں۔ یہی حکم ہے اس بیہوشی کا جو بیماری[۱] یا خوف سے طاری ہو۔ اگر نشہ وغیرہ سے ہو تو خواہ کتنی ہی نمازیں کیوں نہ ہوں سب کی قضاء[۲] لازم ہوگی۔ (۵) اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کی حالت میں بیمار ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ باقی نماز جس طرح ہو سکے تمام کرلے مثلاً کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا تھا اور اب کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر رکوع وسجود سے بھی معذور ہو گیا ہو تو اشارے سے رکوع وسجود کرے۔ اور اگر بیٹھنے سے بھی عاجز ہوا ہو تو لیٹ کر پڑھے (۶) اگر کوئی معذور نماز کی حالت میں قادر ہو جائے تو اگر صرف قیام سے معذور تھا اور بیٹھ کر رکوع وسجود کرتا تھا اور اب کھڑے ہونے کی قدرت حاصل ہو گئی تو باقی نماز کھڑے ہو کر تمام کرے اور اگر رکوع وسجود سے بھی معذور تھا اور اب اس پر قادر ہو گیا تو رکوع وسجود سے ادا کرے[۳]۔ (۷) اگر کوئی عورت دردزہ سے مبتلاء ہو مگر ہوش وحواس قائم ہوں تو چاہئے کہ بہت جلد نماز پڑھ لے تاخیر نہ کرے مبادا نفاس میں مبتلاء ہو اور نماز قضاء ہو جائے، البتہ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں یہ خوف ہو کہ اسی حالت میں اگر بچہ پیدا ہوگا تو اس کو صدمہ پہنچے گا تو بیٹھ کر پڑھے۔ اسی طرح اگر بچے کا کچھ حصہ نصف سے کم باہر آ گیا ہو لیکن ابھی نفاس ظاہر نہ ہوا تو اس وقت بھی نماز میں تاخیر

(۱) اگر کوئی مریض بے ہوش تو رہتا ہو مگر کبھی کبھی اس کو ہوش بھی آجاتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت معین ہو تو نمازوں کی قضاء لازم ہے اور اگر وقت معین نہیں تو قضاء نہیں۔ (۲) مثل سونے والے کے۔ (۳) اگر تھوڑی سی نماز اشارے سے پڑھی ہو اس کے بعد رکوع وسجود کی قدرت حاصل ہوئی تو نماز از سر نو پڑھے۔

کرنا جائز نہیں بلکہ بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ لے اور زمین میں کوئی گڑھا کھود کر روئی وغیرہ بچھا دے اور بچے کا سر اس میں رکھ دے یہ بھی ناممکن ہو تو اشاروں سے نماز پڑھ لے[1]۔ (اس سے نماز کی اہمیت معلوم ہوتی ہے)۔

۲۱۔مسافر کی نماز کا بیان: (۱) جو شخص اپنے وطن اصلی[2] یا وطن اقامت[3] سے تین دن کی مسافت کے سفر کا ارادہ کر کے اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے وہ مسافر ہے۔ (۲) تین دن کی مسافت[4] متوسط چال سے ہونی چاہئے۔ نہ بہت تیز نہ بہت سست (متوسط چال سے مراد پیادہ پا یا اونٹ کی چال ہے)۔ (۳) تین دن کی مسافت سے یہ مراد ہے کہ صبح سے دو پہر تک چلے (صبح سے شام تک چلنا شرط نہیں)۔ (۴) اگر کوئی شخص اس مسافت کو جو متوسط چال سے تین دن سے کم میں طے نہیں ہو سکتی کسی تیز رفتار سواری (مثلاً گھوڑے یا ریل وغیرہ) کے ذریعہ تین دن سے کم میں طے کر لے تب بھی وہ مسافر سمجھا جائے گا۔ (۵) اگر کسی شہر کے دو راستے ہوں ایک راستے سے تین دن کی مسافت ہو اور دوسرے سے دو دن کی تو جس راستے سے مسافر چلے گا اسی راستے کا اس پر حکم جاری ہوگا۔ (۶) مسافر جب اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے باہر نکل جائے اس کو قصر یعنی فرض نماز میں چار رکعت کی جگہ دو ہی رکعت پڑھنا واجب ہے[5]۔ (اگر پورے چار رکعت پڑھے گا تو گہنگار ہوگا[6])۔ تین رکعت یا دو رکعت کے فرض میں قصر نہیں ہے۔ (۷) مسافر کو اس وقت تک قصر کرنا چاہئے جب تک کہ اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو جائے یا کسی مقام پر کم سے کم پندرہ دن ٹھہرنے کا قصد نہ کرلے بشرطیکہ وہ مقام ٹھہرنے کے لائق ہو (اگر کوئی پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے یا وہ مقام ٹھہرنے کے لائق نہ ہو مثلاً جنگل، دریا وغیرہ تو اس کو قصر کرنا چاہئے)۔ (۸) حسب ذیل صورتوں میں اگر کوئی مسافر قطع مسافت سفر

(۱) بہر حال جس حالت میں ہو نماز ضرور پڑھے۔ کسی وقت مسلمان کو نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ (۲) وطن اصلی وہ مقام ہے جہاں انسان ہمیشہ رہنے کے قصد سے بود و باش کرے۔ (۳) وطن اقامت وہ مقام جہاں انسان پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کے قصد سے قیام کرے۔ (۴) اس کا اندازہ ۹۷ کلیو میٹر ہے۔ (۵) چار رکعت پڑھے گا تو پہلی دو رکعتیں فرض ہوں گی اور دوسری نفل (۶) کیونکہ دو واجب اس سے ترک ہوں گے: ایک قصر دوسرے قعدہ اخیرہ کے بعد فوراً سلام پھیرنا۔

کے بعد پندرہ دن سے بھی زیادہ ٹھہر جائے تو وہ مقیم نہ ہوگا اور اس پر قصر واجب ہوگا:۔ ا۔ ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا نہ ہو مگر کسی وجہ سے بلا قصد وارادہ زیادہ ٹھہر جائے۔ ۲۔ کچھ نیت ہی نہ کی ہو بلکہ امروز فردا میں وہاں سے چلنے کا ارادہ ہو اور اس پس و پیش میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرے۔ ۳۔ پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے مگر وہ مقام ٹھہرنے کے قابل نہ ہو۔ ۴۔ پندرہ دن یا زیادہ کے ٹھہرنے کی نیت کرے مگر ایک مقام میں نہیں بلکہ دو چار مقام میں۔
۵۔ خود اپنے سفر میں دوسرے کا تابع ہو[۱]۔

(۹) مقیم کی اقتداء مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے خواہ ادا نماز ہو یا قضاء اور مسافر امام جب دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہئے کہ اپنی نماز اٹھ کر تمام کرلے۔ مگر اس وقت قراءت نہ کرے بلکہ بقدر قراءت خاموش کھڑا رہے اس لئے کہ وہ لاحق ہے۔ مسافر امام کو مستحب ہیکہ اپنے مقتدیوں کو سلام کے بعد فوراً اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کردے۔
(۱۰) مسافر بھی مقیم کی اقتداء کرسکتا ہے۔ اس وقت قصر نہ کرے بلکہ امام کی طرح پوری پڑھ لے مگر وقت کے اندر (وقت کے بعد نہیں)۔ (۱۱) مسافر فجر کی سنتوں کو ترک نہ کرے اور مغرب کی سنت کا بھی ترک نہ کرنا بہتر ہے اور باقی سنتوں کے ترک کا اختیار ہے مگر بہتر یہ ہیکہ اگر اطمینان نہ ہو تو نہ پڑھے ورنہ پڑھ لے۔

۲۲۔ نماز جنازہ کا بیان :(۱) نماز جنازہ فرض کفایہ[۲] ہے۔ (۲) نماز جنازہ کے شرائط دو قسم کے ہیں: ایک وہ جو نماز پڑھنے والے سے تعلق رکھتے ہیں (یہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں یعنی طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ، نیت) البتہ وقت اس کیلئے شرط نہیں نیز اس نماز کیلئے تیمّم جائز ہے جبکہ وضو کر کے آنے تک نماز کے ختم ہوجانے کا خوف[۳] ہو (اور نمازوں کیلئے یہ بات نہیں[۴])۔ دوسری قسم کی وہ شرطیں ہیں جن کا تعلق خاص میت سے ہے اور وہ یہ ہیں: میت کا

(۱) مثلاً عورت اپنے شوہر کے ساتھ سفر میں ہو یا ملازم اپنے آقا کے ساتھ۔ (۲) فرض کفایہ وہ ہے کہ جس کو بعض لوگ کرلیں تو سب کی طرف سے ادا ہوجاتا ہے اور جو کوئی بھی نہ کریں تو سب گنہگار ہوں گے۔
(۳) اور خود میت کا ولی نہ ہو (۴) عیدین کے سواء۔

مسلمان ہونا۔میت کے بدن اور کفن کا پاک ہونا[1]۔میت کے جسم عورت[2] کا پوشیدہ ہونا۔میت کا وہاں موجود ہونا۔میت کا نماز پڑھانے والے کے آگے ہونا۔میت کا یا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا۔امام کا بالغ ہونا (اگر میت کافر یا مرتد ہو یا میت کو غسل نہ دیا گیا ہو یا کفن ناپاک ہو یا میت بالکل برہنہ ہو یا جنازہ غائب یا نماز پڑھنے والے کے پیچھے یا سواری یا ہاتھوں پر ہو یا امام نابالغ ہو تو ان صورتوں میں نماز درست نہیں)۔(۳) نماز جنازہ کے دو رکن ہیں: اول چار تکبیریں[3] (یعنی چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا)' دوم قیام[4] (یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا)۔(۴) نماز جنازہ کی سنتیں تین ہیں: حمد و ثناء پڑھنا' درود شریف پڑھنا' دعا کرنا۔

(۵) نماز جنازہ کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام سینہ[5] کے مقابل کھڑا ہو جائے پھر امام اور تمام مقتدی نماز جنازہ کی نیت[6] کر کے دونوں ہاتھ (مثل تکبیر تحریمہ کے) کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھوں کو (نماز کی طرح) ناف کے نیچے باندھ لیں اور ثناء پڑھیں۔(ثناء یہ ہے **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ جَلَّ ثَنَاءُکَ وَ لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ**) پھر دوسری دفعہ اللہ اکبر کہیں (لیکن اس دفعہ ہاتھ نہ اٹھائیں[7]) پھر درود شریف پڑھیں (جو درود یاد ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ وہی درود پڑھیں جو نماز میں پڑھتے ہیں۔یعنی **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ**

---

(۱) بدن اور کفن کا ابتداء میں پاک ہونا شرط ہے' اگر غسل اور کفن دینے کے بعد میت سے نجاست نکل کر کفن ناپاک یا بدن نجس ہو جائے تو یہ مانع نماز نہیں۔(۲) جسم عورت بدن کا وہ حصہ ہے جس کو چھپانا شرعاً واجب اور ظاہر کرنا حرام ہے۔مردوں کا جسم عورت ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے اور عورتوں کا تمام بدن سواء چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدم کے۔(۳) ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جاتی ہے۔(۴) رکوع اور سجود اور قعدہ اس نماز میں نہیں۔(۵) خواہ میت مرد ہو یا عورت (۶) نیت یہ ہے ''میں نماز جنازہ پڑھتا ہوں' چار تکبیروں سے جو خدا کی نماز اور میت کیلئے دعاء ہے'' (مقتدی ہوں تو کہیں ''اس امام کے پیچھے'' امام ہو تو کہے ''مقتدیوں کے ساتھ'') قبلہ رو ہو کر اللہ اکبر۔(۷) اور نہ منہ اوپر اٹھائیں جیسا کہ عوام کا دستور ہے۔

پھر تیسری دفعہ اللہ اکبر کہیں (اس دفعہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں) اس کے بعد دعاء پڑھیں۔ اگر میت بالغ ہو[1] تو یہ دعاء پڑھیں[2] ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَ اُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ۔ نابالغ لڑکے یا مجنون[3] کیلئے یہ دعاء پڑھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعاً وَّ مُشَفَّعاً۔ نابالغہ لڑکی یا مجنونہ کی دعا یہ ہے ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً''. پھر چوتھی دفعہ اللہ اکبر کہیں[4] اور (بغیر کسی دعاء کے) دائیں بائیں سلام پھیر دیں جس طرح نماز میں پھیرا کرتے ہیں مگر یہاں دبی آواز سے سلام کہیں (بس نماز جنازہ[5] ہوگئی)۔ نماز جنازہ میں التحیات اور قرآن شریف کی قراءت وغیرہ نہیں ہے۔ نہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے کوئی دعاء ہے' نہ رکوع و سجود۔ نماز جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے۔ صرف اس قدر فرق ہے کہ امام امام ہونے کی نیت کرے گا اور مقتدی مقتدی ہونے کی۔ نیز امام تکبیریں اور سلام بلند آواز میں کہے گا اور مقتدی آہستہ۔ باقی چیزیں (ثناء' درود' دعاء) امام اور مقتدی سب آہستہ آواز سے پڑھیں گے۔ (۶) جنازہ کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کی جائیں یہاں تک کہ اگر صرف سات شخص ہوں تو ان میں سے ایک امام بنے پھر پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں اور دوسری میں دو اور تیسری میں ایک۔ (۷) اگر امام چار

(۱) خواہ مرد ہو یا عورت۔ (۲) اگر یہ دعاء یاد نہ ہو تو صرف اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ کہہ دینا کافی ہے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو چپکا کھڑا رہے پھر تکبیر کہہ دے۔ (۳) جس کا جنون وقت بلوغ سے وقت وفات تک رہے۔ (۴) اس دفعہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں۔ (۵) (تنبیہ ضروری) نماز جنازہ کو لوگوں نے بہت مشکل سمجھ رکھا ہے حالانکہ وہ نہایت آسان ہے۔ (جیسا کہ طریقہ نماز سے ظاہر ہے) بعض دیہات میں ناواقف مسلمان' مسلمان میت کو بلا نماز دفن کر دیتے ہیں۔ محض اس لئے کہ ان کو نماز جنازہ نہیں آتی اور کوئی پڑھانے والا نہیں ملتا۔ یہ سخت غلطی ہے ان مسلمانوں کو چاہئے کہ ہرگز ایسا نہ کریں بلکہ نماز کا پورا طریقہ سیکھ لینے تک جنازہ کو سامنے رکھ کر باوضو کھڑے ہو جائیں اور صرف چار دفعہ اللہ اکبر کہہ دیں (نماز جنازہ ہو جائیگی) کیونکہ ثناء' درود' دعاء فرض نہیں بلکہ مسنون چیزیں ہیں۔ فرض تو یہی قیام اور چار تکبیریں ہیں۔ جن پر بحالت ضرورت اکتفاء کرلیں تو نماز ہو جاسکتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ ضرورت ہی کی حالت میں ایسا کریں اور پھر فوراً نماز جنازہ سیکھ لیں ورنہ گنہگار ہوں گے۔

تکبیروں سے زائد کہے تو مقتدی زائد تکبیروں میں اس کی اقتداء نہ کریں خاموش کھڑے رہیں' جب امام سلام پھیر دے تو خود بھی پھیر دیں۔(۸) اگر کوئی شخص جنازے کی نماز میں ایسے وقت پہنچے کہ امام ایک یا دو تکبیریں کہہ چکا ہے تو اس کو فوراً تکبیر کہہ کر شریک نماز نہیں ہونا چاہئے' بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرنا چاہئے جب امام تکبیر کہے تو اس کے ساتھ یہ بھی تکبیر کہہ کر شریک نماز ہو جائے۔(یہ تکبیر اس کے حق میں تکبیر تحریمہ ہوگی) پھر جب امام سلام پھیر دے اس وقت یہ شخص اپنی گئی ہوئی تکبیروں کو ادا کرلے۔(اگر جنازہ کے اٹھ جانے کا خوف نہ ہو تو دعاء بھی پڑھے ورنہ نہیں)۔(۹) اگر کوئی شخص آغاز نماز کے وقت حاضر رہ کر شریک نماز نہ ہوا ہو جس کی وجہ سے کچھ تکبیریں ہو چکی ہوں تو ایسے شخص کو امام کے تکبیر کا انتظار ضروری نہیں بلکہ اس کو فوراً تکبیر کہہ کر شریک نماز ہو جانا چاہئے۔(۱۰) نماز جنازہ کی امامت کا استحقاق سب سے زیادہ بادشاہ کو ہے' پھر حاکم شہر کو' پھر قاضی[۱] کو' پھر نائب قاضی کو۔ اگر یہ لوگ موجود نہ ہوں تو پھر امام محلّہ مستحق ہے بشرطیکہ میت کے اولیاء میں کوئی شخص اس سے افضل نہ ہو' ورنہ میت کا ولی پھر' ہر وہ شخص جس کو ولی اجازت دے۔ اگر میت کے اولیاء[۲] بہت ہوں تو جو شخص میت کا زیادہ قریب ہو وہی نماز پڑھانے کا زیادہ مستحق ہے اور اگر ایک ہی درجہ کے دو ولی ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو وہ بہتر ہے۔ عورت کیلئے بھی اولیاء مقدم ہیں۔ اگر کوئی ولی موجود نہ ہو تو پھر شوہر مستحق ہے۔ اگر ولی کی اجازت کے بغیر کسی ایسے شخص نے نماز پڑھا دی ہو جس کو امامت کا استحقاق نہیں تو ولی کو اختیار ہے کہ پھر دوبارہ نماز پڑھے۔ ہاں مستحق امامت شخص کے نماز پڑھا دینے پر پھر ولی کو اعادہ کا حق نہیں۔(۱۱) جنازے کی نماز بھی انہیں چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازیں فاسد ہوتی ہیں۔ البتہ جنازے کی نماز میں قہقہہ[۳] سے وضو نہیں[۴] جاتا اور عورت کے برابر کھڑے ہونے سے بھی یہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔(۱۲) نماز جنازہ بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں (بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو)۔(۱۳) جنازہ کی نماز مسجد کے اندر نہیں پڑھنا چاہئے[۵]

---

(۱) یعنی مسلمان حاکم عدالت۔(۲) اولیاء ولی کی جمع ہے جس کے معنیٰ یہاں قرابت دار کے ہیں۔(۳) کھل کھلا کر ہنسنا (۴) نہ نماز جاتی۔(۵) کہ مکروہ تحریمی ہے اس سے ثواب جاتا رہتا ہے۔

(اگر بارش وغیرہ کا عذر ہو تو پھر درست ہے)۔(۱۴) اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازہ کی نماز علحدہ پڑھی جائے اور اگر سب پر ایک ہی دفعہ نماز پڑھیں تو بھی جائز ہے۔ اس صورت میں سب جنازوں کی صف قائم کی جائے خواہ اس طرح کہ ایک کے آگے ایک کو (قبلہ کی جانب) رکھ دیا جائے کہ سب کے سر ایک ہی طرف ہوں اور پیر ایک طرف خواہ اس طرح کہ ہر ایک کے سر کے پاس ہر دوسرے کے پیر ہوں اور خواہ اس طرح کہ ہر ایک کا سر ہر دوسرے کے کاندھے کے برابر ہوں۔ ان سب صورتوں میں پہلی صورت بہتر ہے کہ اس میں سب کا سینہ امام کے مقابل ہو جائیگا (جو مسنون ہے)۔ باقی صورتوں میں امام کو اس شخص کے جنازے کے سامنے کھڑا ہونا چاہئے جو سب میں بزرگ وافضل ہو۔ اگر جنازے مختلف قسم کے ہوں تو ترتیب کا لحاظ رکھا جائے، یعنی امام کے قریب مردوں کے جنازے رہیں پھر لڑکوں کے پھر خنثیٰ کے پھر بالغہ عورتوں کے پھر نابالغہ لڑکیوں کے۔(۱۵) اگر کسی میت کو بغیر نماز پڑھے قبر میں اتار دیئے ہوں لیکن ابھی مٹی نہ ڈالی ہو تو میت کو قبر سے باہر نکال کر نماز پڑھنا چاہئے اور اگر مٹی ڈال دی ہو تو پھر قبر ہی پر نماز پڑھیں جب تک کہ میت کے پھٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو (میت کے پھٹنے کیلئے بعض علماء نے تین دن کا اندازہ کیا ہے)۔(۱۶) اگر کوئی میت کٹی ہوئی ملے تو جبکہ نصف سے زیادہ یا نصف مع سر کے ہو تو اس پر نماز پڑھیں ورنہ نہیں۔(۱۷) جو بچہ مرا ہوا پیدا ہوا اس پر نماز نہ پڑھیں صرف غسل دے کر ایک پاک کپڑے میں لپیٹیں اور دفن کر دیں۔(۱۸) کسی میت پر بے غسل یا تیمّم کے نماز درست نہیں۔ ہاں دفن کر چکنے کے بعد قبر پر پڑھی جاسکتی ہے۔(۱۹) جس لڑکے کا باپ یا ماں مسلمان ہو وہ لڑکا مسلمان سمجھا جائیگا اور اس پر نماز پڑھی جائیگی۔(۲۰) نماز جنازہ ہر فاسق وفاجر پر جس کا خاتمہ اسلام پر ہو پڑھنا چاہئے البتہ مسلمان حاکم مجاز ہے کہ کسی بدکار شخص پر نماز نہ پڑھنے کا حکم دے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ اور بدکاری سے باز رہیں۔(۲۱) نماز پڑھ چکنے کے بعد فوراً میت کو جہاں قبر کھدی ہو لے جائیں اور دفن کر دیں[۱]۔

(۱) تاکہ اگر میت نیک نہ ہو تو جلد اس سے پیچھا چھڑالیں اور اگر نیک ہے تو بلا تاخیر جوار رحمت الٰہی میں پہنچا دیں۔

درود شریف کی فضیلت

حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات کی بعثت سے پہلے دنیا میں بت پرستی، ستارہ پرستی، آتش پرستی، مادہ پرستی، ہوا پرستی یا بالفاظ دیگر خود پرستی پھیلی ہوئی تھی۔ خدا پرستی کی بنیاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مبارک ہاتھوں سے پڑی اور بسیط زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے قدوم میمنت لزوم کی بدولت خدا پرستی کا مرکز بن گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وجود باجود سے چار دانگ عالم اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا اور تا قیامت یہی سلسلہ جاری رہے گا۔ اس لئے بحوائے آیت کریمہ " فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ "، رحمت الٰہی مقتضی ہوئی کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ذکر بلند ہو، چنانچہ اللہ پاک نے اپنی اطاعت ومحبت ورضا کو آپ کی اطاعت ومحبت ورضا کے ساتھ وابستہ فرمایا اور آپ کی نافرمانی وعداوت وبغض کو عین اپنی نافرمانی وعداوت وبغض قرار دیا۔ اپنے نام پاک کے ساتھ آپ کا نام مبارک رکھا اور اپنے ذکر کے ساتھ آپ کے ذکر کا حکم فرمایا، بلکہ خود اپنے آپ کو درود وسلام بھیجنے میں شریک اور جملہ فرشتوں کو اپنے ساتھ شامل اور تمام مومنین کو اس میں حصہ لینے کا ارشاد فرمایا حتی کہ نماز جو اللہ پاک کی ذات کیلئے مختص ہے، اس کا اختتام بھی درود شریف پر ہے۔ اور نماز جنازہ کی پہلی تکبیر میں ثناء پڑھی جاتی ہے تو دوسری تکبیر میں درود شریف۔

(۲) حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ سلم فرماتے ہیں کہ "وہ شخص بڑا بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر آیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا"۔ "سب میں مجھ سے زیادہ قریب وہی شخص ہے جو مجھ پر زیادہ درود پڑھتا ہے"۔ "جب تک کوئی شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے اس پر تمام فرشتے درود پڑھتے ہیں اب اختیار ہے کہ اس میں کوئی کمی کرے یا زیادتی"۔ "جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے تو اللہ پاک اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس برائیاں مٹائی جاتی ہیں"۔ "درود شریف پڑھنے والے کیلئے پل (صراط) پر ایک نور ہوگا (ظاہر ہے

کہ) جو اہل نور سے ہوگا وہ اہل نار سے نہ ہوگا"۔ "قیامت میں حوض کوثر پر بہت ساری اقوام ایسی آئیں گی کہ میں ان کو درود شریف زیادہ پڑھنے کے باعث ہی پہچانوں گا"۔

(۳) جمعہ اور دوشنبہ اور ان کی راتوں میں خصوصیت کے ساتھ درود شریف بکثرت پڑھنا چاہئے ۔اور تجربہ شاہد ہے کہ درود شریف کا پڑھنا جملہ امراض نفسیاتی و روحانی کی دوا اور جمیع مقاصد دنیوی واخروی کے حصول کیلیئے اکسیر ہے۔دعاء کے اول وآخر درود شریف پڑھنا موجب قبولیت ہے۔نماز کے ختم پر درود شریف پڑھا جاتا ہے اور اس سے نماز کے قبول ہونے کی امید بھی ہے۔ رسالہ ہذا چونکہ احکام نماز پر مشتمل ہے اس لئے اس کا اختتام بھی درود شریف کے بیان پر مناسب معلوم ہوا تاکہ مفید خلائق اور مقبول عام ہو اور مؤلف کے لئے ذریعہ نجات۔

وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ .
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .

تَمَّتْ

ضمیمہ

تجوید کا بیان

ا۔ تجوید کی تعریف :۔ تجوید کے معنیٰ لغت میں سنوارنے' آراستہ کرنے اور خوبصورت بنانے کے ہیں۔ اور اصطلاح میں ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کی صفات کو ادا کرنا تجوید[1] ہے۔ گویا تجوید ایک علم ہے جس سے قرآن پاک کے حروف وکلمات کو صحت وخوبی سے ادا کرنے کے قواعد معلوم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد[2] "وَ رَتِّلِ الْقُراٰنَ تَرْتِیْلاً" (آیت ۴ سورہ مزمل) کی بجاآوری ہوتی ہے۔

لحن: لحن سے یہاں مراد ہے قرآن غلط پڑھنا یا تجوید کے خلاف پڑھنا۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جلی۔ (۲) خفی۔

لحن جلی: وہ غلطی ہے جس سے معنیٰ بدل جاتے ہیں اور جو ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف[3] پڑھ دینے یا کسی حرف کو بڑھا[4] دینے یا گھٹا دینے[5] یا زبر' زیر' پیش' جزم میں ایک کو دوسرے[6] کی جگہ پڑھ دینے سے واقع ہوتی ہے اور یہ حرام ہے اس سے بعض صورتوں میں نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

لحن خفی: وہ غلطی ہے جس سے معنیٰ تو نہیں بدلتے لیکن الفاظ وحروف کی رونق وخوبی میں خلل

---

(۱) تجوید کا سیکھنا اور قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنا ہر شخص پر لازم ہے ورنہ گنہگار رہوگا۔ (۲) ترجمہ: اور قرآن مجید ترتیل کے ساتھ پڑھو (قرآن کا ٹھہر ٹھہر کر صاف اور آہستگی سے حروف کو اپنے مخارج سے ادا کر کے پڑھنا ترتیل ہے)۔ (۳) جیسے اَلْحَمْدُ کی جگہ اَلْھَمْدُ یا صِرَاط کی سِرَات وغیرہ۔ (۴) مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں دال کے پیش کو اور ہ کے زیر کو کھینچ کر اَلْحَمْدُوْ لِلّٰھِی پڑھنا۔ (۵) جیسے لَمْ یُوْ لَدْ میں واو کو ظاہر نہ کر کے یُلَدْ پڑھنا۔ (۶) جیسے اِیَّاکَ کے ک پر زیر اور اِھْدِنَا کی د پر پیش اور نَعْبُدُ کی د پر زیر اور اَنْعَمْتَ کے م پر زبر پڑھنا۔

واقع ہوتا ہے ایسی غلطی مقررہ قواعد کے خلاف پڑھنے سے ہوا کرتی ہے اور یہ حرام نہیں مکروہ ہے۔ (لیکن اس سے بھی بچنا ضروری ہے)۔

۲۔استعاذہ وبسملہ :قرآن شریف شروع کرنے سے قبل استعاذہ مثلاً اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھنا ضروری ہے۔بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر سورۃ سے ابتداء کی جائے تو بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورت درمیان میں شروع ہو جائے تو اس وقت بھی بسم اللہ ضروری ہے لیکن سورہ براءۃ پر بسم اللہ نہ پڑھے خواہ وہ درمیان میں آجائے یا ابتداء اسی سے کی جائے۔اگر کسی سورۃ کے درمیان سے پڑھنا شروع کرے تو اس وقت بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہے۔ضروری نہیں لیکن اعوذ باللہ اس حالت میں بھی ضروری ہے۔

۳۔مخارج حروف: مخارج جمع ہے مخرج کی۔مخرج حرف نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔کل حروف تہجی[1] انتیس اور مخارج سترہ ہیں۔

پہلا مخرج: منہ اور حلق کا درمیانی خالی حصہ (جس کو جوف کہتے ہیں) اس سے تین حروف نکلتے ہیں: واو جبکہ ساکن ہو اور اس کے پہلے پیش ہو۔ الف[2] جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے زبر ہو۔ یاء جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے زیر ہو۔ان حروف[3] کو حروف مدہ کہتے ہیں۔

دوسرا مخرج: حلق کا آخری حصہ (جو سینہ کی طرف ہے) اس سے دو حروف ہمزہ اور ھاء نکلتے ہیں

تیسرا مخرج: حلق کا درمیانی حصہ اس سے دو حروف ع اور ح نکلتے ہیں۔

چوتھا مخرج: حلق کا ابتدائی حصہ (جو منہ کے قریب ہے) اس سے دو حروف غ اور خ نکلتے ہیں[4]۔

پانچواں مخرج: زبان کی جڑ اور تالو[5]۔اس سے ایک حرف ق نکلتا ہے[6]۔

(۱)۔الف با تا ثا سے آخر یاء تک حروف تہجی کہلاتے ہیں۔(۲) الف ہمیشہ ساکن اور اس کا ماقبل مفتوح ہوا کرتا ہے۔ اور بے جھٹکہ ادا ہوتا ہے جس الف پر حرکت ہو یا ساکن مگر جھٹکے سے ادا ہو وہ حقیقت میں ہمزہ ہے اگرچہ عام لوگ اس کو بھی الف کہتے ہیں۔(۳) ان حروف کو حروف ہوائیہ بھی کہتے ہیں۔(۴) ان چھ حروف (ء، ہ، ع، ح، غ، خ) کو حروف حلقیہ کہتے ہیں۔(۵) تالو منہ کے اندر کا بالائی حصہ ہے، یعنی حلق کا چھت۔(۶) اس کو غلصمی کہتے ہیں۔

چھٹا مخرج: قاف کے مخرج کے متصل منہ کی طرف ذرا نیچے ہٹ کر اس سے ایک حرف ک نکلتا ہے[1]

ساتواں مخرج: درمیان زبان اور اس کے مقابل والی تالو۔اس سے تین حروف ج، ش، یاء غیر[2] مدہ نکلتے ہیں[3]۔

آٹھواں مخرج: زبان کا بایاں[4] یا داہنا کنارہ اور اس کے مقابل والے اوپر کے داڑھ، اس سے ایک حرف ض نکلتا ہے[5]۔

نواں مخرج: زبان کا اخیر کنارہ اور اوپر تالو والے دانتوں کے مسوڑے (جو داڑھوں سے پہلے ہیں) اس سے ایک حرف ل نکلتا ہے۔

دسواں مخرج: زبان کی نوک اور اوپر والے سامنے کے دانتوں کے مسوڑے اس سے ایک حرف ن نکلتا ہے۔

گیارہواں مخرج: نوک زبان کی پیٹھ اور اوپر والے سامنے کے دانتوں کے مسوڑے اس سے ایک حرف ر نکلتا ہے[6]۔

بارہواں مخرج: نوک زبان اور اوپر والے سامنے کے دونوں دانتوں کی جڑ، اس سے تین حروف ط، د، ت نکلتے ہیں[7]۔

تیرہواں مخرج: نوک زبان اور نیچے اور اوپر والے سامنے کے چاروں دانتوں کے سرے اس سے تین حروف ص، ز، س نکلتے ہیں[8]۔

چودھواں مخرج: نوک زبان اور اوپر والے سامنے کے دونوں دانتوں کے کنارے اس سے تین حروف ظ، ذ، ث نکلتے ہیں[9]۔

---

(۱) اس کو عکدی کہتے ہیں۔(تنبیہ) یہ دو حروف ق اور ک لہویہ کہلاتے ہیں۔(۲) جو یاء ساکن اور اس سے پہلے زیر نہ ہو وہ غیر مدہ ہے۔(۳) ان حروف کو حروف شجریہ کہتے ہیں۔(۴) بائیں طرف سے آسان ہے (تنبیہ) اس حرف میں اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں۔قاری سے سیکھنا اور مشق کرنا ضروری ہے۔(۵) اس کو حافیہ کہتے ہیں۔(۶) ان تینوں حروف (ل ن ر) کو ذلقیہ کہتے ہیں۔(۷) ان حروف کو نطعیہ کہتے ہیں۔(۸) ان حروف کو اسلیہ کہتے ہیں۔(۹) ان حروف کو لثویہ کہتے ہیں۔(تنبیہ) یہ اٹھارہ حروف متذکرہ (ازق تاث) حروف لسانی کہلاتے ہیں۔

پندرھواں مخرج: نیچے کا ہونٹ اور اوپر والے سامنے کے دونوں دانتوں کے کنارے۔ اس سے ایک حرف ف نکلتا ہے۔

سولہواں مخرج: دونوں ہونٹ۔ اس سے تین حروف ب، م، واؤ غیر مدہ[1] نکلتے ہیں[2]

سترہواں مخرج: ناک کا بانسہ۔ اس سے غنہ[3] اور دو حروف مخفی ن م نکلتے ہیں۔

(انتباہ) مخرج معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس حرف کا مخرج دریافت کرنا ہو اس حرف کو ساکن کر کے اس سے پہلے ہمزہ متحرکہ لے آئیں اور پڑھیں جس جگہ آواز ختم ہو، وہی اس کا مخرج ہے۔

۴۔ صفات حروف: جن کیفیتوں[4] سے حروف ادا ہوتے ہیں اور ایک ہی مخرج سے نکلنے والے حروف آپس میں ایک دوسرے سے پہچانے جاتے ہیں ان کیفیتوں کو صفات کہتے ہیں۔

صفات کی دو قسمیں ہیں:

(۱) **لازمہ:** وہ صفت جو ہر حال میں حرف کیلئے لازم ہو اور کبھی حرف سے جدا نہ ہو۔ اگر جدا ہو تو پھر وہ حرف[5] ہی نہ رہے۔

(۲) **عارضہ:** وہ صفت جس کا حرف کے ساتھ ہونا لازم نہیں۔ اگر وہ نہ ہو تو حرف تو وہی رہے البتہ اس کی زینت ورونق نہ رہے۔

پھر صفات لازمہ کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) **متضادہ:** وہ صفت جس کے مقابل یا ضد کوئی دوسری صفت موجود ہو۔

(۲) **غیر متضادہ:** وہ صفت جس کے مقابل یا ضد کوئی دوسری صفت نہ ہو۔

---

(۱) جو واؤ ساکن اور اس سے پہلے پیش نہ ہو وہ غیر مدہ ہے۔ (۲) مگر ان تینوں میں اتنا فرق ہیکہ باء ہونٹوں کی تری سے نکلتا ہے اس لئے اس کو بحری کہتے ہیں اور میم ہونٹوں کی خشکی سے نکلتی ہے اس لئے اس کو بری کہتے ہیں اور واؤ دونوں ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے نکلتا ہے (تنبیہ) فاء کو اور باء، میم اور واؤ غیر مدہ کو حروف شفویہ کہتے ہیں۔ (۳) غنہ کی تعریف آگے آئے گی۔ (۴) مثلاً آواز کا قوی یا ضعیف ہونا، سخت یا نرم ہونا، پُر یا باریک ہونا۔ (۵) بلکہ دوسرا حرف ہو جائے یا اس میں کچھ نقصان و کمی آجائے یا وہ عربی حرف نہ رہے۔

صفات لازمہ متضادہ: صفات لازمہ متضادہ پانچ اوران کی ضدیں بھی پانچ اس طرح جملہ دس ہیں ان میں سے ہر حرف کے لئے کم از کم پانچ[1] صفتوں کا ہونا ضروری ہے۔اس طرح کہ اگر کسی حرف میں کوئی ایک صفت پائی جائے تو پھر اس حرف میں اس کی ضد نہیں پائی جائے گی۔

(۱) ہمس: اس کے معنیٰ ہیں ضعف کی وجہ سے آواز کا پست ہونا۔جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے، ان کو مہموسہ کہتے ہیں۔ایسے حرف دس ہیں: ت، ث، ح، خ، س، ش، ص، ف، ک، ہ (جن کا مجموعہ ''فحثہ شخص سکت'' ہے) مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو[2]۔

(۲) جہر: (یہ ہمس کی ضد ہے) اس کے معنیٰ ہیں قوت کی وجہ سے آواز کا بلند ہونا۔جن حرفوں میں یہ صفت ہو ان کو مجہورہ کہتے ہیں، اور مہموسہ کے سوا باقی سب حروف مجہورہ[3] ہیں۔مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کی ادائی کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس کا جاری رہنا بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی بلندی[4] ہو۔

(۳) شدت: اس کے معنیٰ ہیں قوت کی وجہ سے آواز کا سخت ہونا۔جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو شدیدہ کہتے ہیں اور یہ آٹھ حروف ہیں: ء، ب، ت، ج، د، ط، ق، ک (جن کا مجموعہ ''اجدت کقطب'' ہے) مطلب اس صفت[5] کا یہ ہے کہ ان حروف کی ادائی کے وقت آواز مخرج میں اس قدر سختی سے ٹھہرے کہ سانس فوراً بند ہو[6] جائے اور آواز سخت ہو[7]۔

(۴) رِخوت: (یہ شدت کی ضد ہے) اس کے معنیٰ ہیں ضعف کی وجہ سے آواز کا نرم ہونا، جن حرفوں میں یہ صفت ہو ان کو رخوہ کہتے ہیں اور یہ سولہ حروف ہیں: ا، ث، ح، خ، ذ، ز، س، ش، ص، ض، ظ، غ، ف، و، ہ، ی۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرنے کے وقت آواز مخرج

(۱) بعض حروف میں چھ اور بعض میں سات صفتیں ہوتی ہیں۔سات صفتیں صرف راء میں ہوں گی۔(۲) جیسے ''فحدث'' کی ثاء۔(۳) یعنی ا، ء، ب، ج، د، ذ، ر، ز، ض، ط، ظ، ع، غ، ق، ل، م، ن، و، ی۔(۴) مثلاً فارغب کی باء۔(۵) جو مطلب جہر کا ہے وہی شدت کا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ جہر میں سانس اور آواز کا بند ہونا خود حرف کے سبب سے ہے اور شدت میں بند ہونا آواز کی قوت کے سبب سے۔(۶) اگرچہ بند ہو کر پھر جاری ہو جیسا کہ ت اور ک میں بسبب جمع ہونے ہمس و شدت کے ہوتا ہے۔(۷) جیسے متاب کی باء۔

میں اس قدر نرمی سے ٹھہرے کہ سانس جاری رہے اور آواز[1] نرم ہو۔

(انتباہ) ان دونوں صفتوں (شدت ورخوت) کے درمیان ایک صفت اور ہے:

توسط: یعنی بین بین جس میں کچھ سختی اور کچھ نرمی ہو۔ اس کے حروف کو متوسطہ کہتے ہیں اور یہ پانچ حروف ہیں: ر، ع، ل، م، ن (جن کا مجموعہ "لن عمر" ہے) مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ اس میں آواز نہ تو پوری طرح بند ہو اور نہ دیر تک جاری رہ سکے بلکہ درمیانی حالت رہے (یعنی کسی قدر سختی اور کسی[2] قدر نرمی) اس توسط کو الگ صفت نہیں شمار کیا جاتا کیونکہ اس میں کچھ شدت کچھ رخوت ہے۔ پس یہ ان دونوں سے علیحدہ نہیں ہے۔

(۵) استعلاء: اس کے معنیٰ ہیں بلندی اور اوپر چڑھنا، جن حرفوں میں یہ صفت ہو ان کو مستعلیہ کہتے ہیں۔ اور یہ سات حروف ہیں: خ، ص، ض، ط، ظ، غ، ق (جن کا مجموعہ "خص ضغط قظ" ہے) مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کی ادائی کے وقت ہمیشہ زبان کی جڑ اوپر تالو کی طرف اٹھ جائے جس کی وجہ سے یہ حروف پُر یعنی موٹے پڑھے[3] جائیں۔

(۶) استفال: (یہ استعلاء کی ضد ہے) اس کے معنیٰ ہیں نیچے رہنا، جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو مستفلہ کہتے ہیں اور مستعلیہ کے سوا باقی سب حروف مستفلہ ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر تالو کی طرف نہ اٹھے جس کی وجہ سے حروف باریک[4] رہ سکیں۔

(۷) اطباق: اس کے معنیٰ ہیں لپٹانا، چمٹ جانا۔ جن حروف میں یہ صفت ہو ان کو مطبقہ کہتے ہیں۔ ایسے حروف چار ہیں: ص، ض، ط، ظ۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کی ادائی کے وقت زبان کا درمیانی حصہ تالو سے چمٹ[5] جائے۔

(۸) انفتاح: (یہ اطباق کی ضد ہے) اس کے معنیٰ ہیں کھلنا، کھلا رہنا۔ جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو منفتحہ کہتے ہیں۔ مطبقہ کے سوا باقی سب حروف منفتحہ ہیں۔ مطلب اس

(۱) جیسے لا مساس کی سین (۲) جیسے اغفر کی راء۔ (۳) جیسے طائعین کی طاء (۴) جیسے توابا کی تاء (۵) جیسے مضغة کا ضاد۔

صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا درمیانی حصہ تالو سے جدا رہتا ہے[1]۔
(۹) اذلاق: اس کے معنیٰ ہیں کنارے سے نکلنا۔ جن حرفوں میں یہ صفت ہو ان کو مذلقہ کہتے ہیں اور یہ چھ حروف ہیں: ب' ر' ف' ل' م' ن (جن کا مجموعہ ''فر من لب'' ہے)۔ مطلب اس صفت کا یہ ہیکہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارے سے بہ آسانی جلد ادا ہوتے[2] ہیں اور ان کا تلفظ مشکل نہیں ہوتا۔ ان میں جو حروف شفویہ[3] ہیں وہ ہونٹ کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں اور جو شفویہ نہیں ہیں وہ زبان کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں۔
(۱۰) اصمات: (یہ اذلاق کی ضد ہے) اس کے معنیٰ ہیں خاموش رہنا۔ باز رہنا۔ جن حرفوں میں یہ صفت ہو ان کو مصمتہ کہتے ہیں۔ مذلقہ کے سوا باقی سب حروف مصمتہ ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہیکہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارے سے ادا نہیں ہوتے اور جلدی نہیں بولے جاتے۔ ان کے بولتے وقت زبان پر بوجھ ہوتا ہے۔
صفات لازمہ غیر متضادہ: صفات لازمہ غیر متضادہ سات ہیں۔ یہ بعض حروف میں ہوں گی اور بعض میں نہیں اور ان صفات کی ضد بھی نہیں ہے۔
(۱) صفیر: اس کے معنیٰ ہیں تیز آواز جو سیٹی کے مثل ہو۔ جن حرفوں میں یہ صفت پائی جائے ان کو صفیرہ کہتے ہیں۔ یہ تین حروف ہیں: ص' ز' س۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت ایک آواز تیز سیٹی کے مثل نکلتی ہے[4]۔
(۲) قلقلہ: اس کے معنیٰ ہیں جوش اور جنبش۔ جن حرفوں میں یہ صفت ہو ان کو حروف قلقلہ کہتے ہیں یہ حروف پانچ ہیں: ب' ج' د' ط' ق (جن کا مجموعہ ''قطب جد'' ہے) مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ جب یہ حروف ساکن ہوں تو ان کی ادائی کے وقت مخرج میں ایک جنبش و حرکت ہوتی[5] ہے۔ لیکن تشدید یا حرکت کے مثل نہ ہونی چاہئے۔
(۳) لین: اس کے معنیٰ ہیں نرمی۔ جن حرفوں میں یہ صفت ہو ان کو حروف لین کہتے ہیں۔

(۱) جیسے انعمت کے حروف۔ (۲) جیسے مالک کی میم۔ (۳) حروف شفویہ کا بیان مخارج کے ضمن میں گزر چکا۔ (۴) جیسے بئس کی سین (۵) جیسے حسد کی دال۔

ایسے حروف دو ہیں: واو ساکن اور یاء ساکن جبکہ ان سے پہلے والے حرف پر زبر ہو۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کو مخرج سے ایسی نرمی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہیکہ اگر کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے۔

(۴) **انحراف**: اس کے معنیٰ ہیں پلٹنا' پھرنا۔ جن حرفوں میں یہ صفت ہو' ان کو منحرفہ کہتے ہیں۔ یہ دو حرف ہیں: ل' ر۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ لام کے اداء کے وقت آواز کنارہ زبان کی طرف پلٹتی ہے اور راء کے ادا کے وقت کچھ زبان کی پشت کی طرف اور کچھ لام کے مخرج کی طرف۔

(۵) **تکریر**: اس کے معنیٰ ہیں مکرر اور بار بار ہونا۔ یہ صفت صرف راء میں پائی جاتی ہے۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ راء کی ادائی کے وقت ایک مکرر آواز پائی جاتی [۲] ہے۔ اس کی زیادتی سے بچنا چاہئے ورنہ ایک راء کے بجائے کئی راء ہو جائیں گے۔

(۶) **تفشّی**: اس کے معنیٰ ہیں پھیلنا۔ یہ صفت صرف شین میں ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے اداء کے وقت آواز منہ کے اندر پھیل جاتی ہے۔

(۷) **استطالت**: اس کے معنیٰ ہیں دراز ہونا۔ یہ صفت صرف ضاد میں ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے اداء میں آواز شروع مخرج سے آخر تک بتدریج نکلتی ہے۔ (گویا ضاد کا مخرج لانبا ہے' نہ کہ اس کی آواز)۔

(**تنبیہ**) مخارج وصفات کا بیان ختم ہوا۔ کوئی شخص اس کو پڑھ کر اپنے ادا کے صحیح ہونے پر مطمئن نہ ہو جائے بلکہ قاری سے سمجھ لے اور مشق کرے۔

صفات عارضہ: صفات عارضہ سب حروف میں نہیں ہوتیں صرف آٹھ حروف میں ہوتی ہیں جو یہ ہیں لام' راء' میم ساکن ومشدد' نون ساکن[۳] ومشدد' حروف مدہ یعنی واو' الف' یاء اور ہمزہ۔

---

(۱) جیسے فَوق ' بیت میں واو اور یاء۔ (۲) یعنی آواز میں تکرار کی مشابہت ہوتی ہے' چونکہ اس کے ادا کے وقت زبان میں ایک رعشہ یعنی لرزہ ہوتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں تکرار ظاہر کی جائے بلکہ اس سے بچنا چاہئے اگر چہ اس پر تشدید کیوں نہ ہو اس لئے کہ آخر وہ ایک ہی حرف ہے کئی حرف تو نہیں ہیں۔ (۳) تنوین بھی نون ساکن میں داخل ہے کیونکہ وہ لکھنے میں اگر چہ نون نہیں ہے مگر پڑھنے میں نون ہے۔ جیسا اَرْبَاباً تو لکھنے میں ہے اور پڑھنے میں اَرْبَابَنْ۔

اب ان کے قواعد علیحدہ علیحدہ بیان کیئے جاتے ہیں۔

لام کے قواعد: (۱) لفظ اللّٰہ کا جو لام ہے اگر اس سے قبل زبر یا پیش ہو تو اس کے لام کو پُر یعنی موٹا[1] پڑھا جائیگا۔ جیسے اِنَّ اللّٰہَ ، نَصرُ اللّٰهِ اور اگر اس سے پہلے زیر ہو تو لام کو باریک[2] پڑھیں گے۔ مثلاً بِسمِ اللّٰهِ ۔ (۲) اَللّٰھُمَّ میں بھی یہی قاعدہ ہے کیونکہ اس میں بھی لفظ اللّٰہ ہے۔ (۳) لفظ اللّٰہ کے سواء جتنے لام ہیں سب باریک پڑھے جائیں گے جیسے مَا وَلّٰھُم ، کُلُّہٗ۔

راء کے قواعد: (۱) ان چھ صورتوں میں راء پُر پڑھی جائیگی۔ اگر راء پر زبر ہو جیسے رَبَّنَا ۔ اگر راء پر پیش ہو جیسے رُسُلُنَا۔ اگر راء ساکن ہو اور پہلے حرف پر زبر ہو مثلاً بَرقٌ ۔ اگر راء ساکن ہو اور پہلے حرف پر پیش ہو جیسے تُرجَعُ ۔ اگر راء ساکنہ کے قبل کسرہ عارضی ہو مثلاً اِرجِعُوا ۔ اگر راء ساکنہ کے قبل کسرہ اصلی ہو اور راء کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستعلیہ ہو مثلاً مِرصَاداً ۔

(۲) نیچے کی تین صورتوں میں راء باریک پڑھی جائے گی۔ اگر راء پر زیر ہو مثلاً رِجَالٌ ۔ اگر راء ساکنہ کے پہلے کسرہ اصلی ہو اور راء کے بعد حرف مستعلیہ نہ ہو مثلاً وَاستَغفِرہُ ۔ اگر راء ساکنہ ہو حالت وقف میں اور راء کے ماقبل یاء لین ہو مثلاً خَیر ۔ (۳) اگر راء ساکن اور اس کا ماقبل بھی ساکن ہو تو ماقبل کی حرکت کا اعتبار کیا جائیگا[3] یعنی پہلے والے حرف پر زبر یا پیش ہو تو راء کو پُر پڑھیں گے جیسے صَبرُ ، عُسر اور اگر زیر ہو تو راء کو باریک جیسے ذِکرُ ۔ (۴) اگر راء مشددہ[4] ہو تو راء ہی کی حرکت کا اعتبار کیا جائیگا۔ مثلاً سِرًّا کی راء کو پُر پڑھیں گے اور دِرّی کی راء کو باریک[5]۔

میم ساکن و مشدد کے قواعد: (۱) میم اگر ساکن ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اس کے بعد کونسا حرف ہے۔ اگر میم ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی دونوں میم ایک ہو جائیں گے اور ایک میم مشدد کی طرح اس میں غنہ ہوگا جیسے وَھُم مُّھتَدُونَ اور اگر (میم ساکن کے بعد) باء ہے تو وہاں غنہ کے ساتھ

---

(۱) پُر یعنی موٹا پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو موٹی اور گول کر کے تالو سے ملائیں۔ اس صورت میں حرف موٹا ادا ہوگا اور آواز منہ میں بھر جائے گی۔ پُر پڑھنے کو ''تفخیم'' کہتے ہیں۔ (۲) باریک پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ زبان کو منہ میں پھیلا دیں موٹی ہونے نہ دیں، اس صورت میں حرف باریک ادا ہوگا۔ باریک پڑھنے کو ترقیق کہتے ہیں۔ (۳) بشرطیکہ ماقبل کا حرف یاء لین نہ ہو اگر یاء لین ہو تو پھر ماقبل کی حرکت کا لحاظ نہ ہوگا اور راء کو باریک پڑھا جائے گا۔ جیسا کہ خیر کی مثال کا قاعدہ اس سے قبل بیان کیا گیا۔ (۴) راء مشددہ ایک ہی راء ہے بعض ناواقف اس کو دو راء خیال کرتے ہیں پہلا ساکن دوسرا متحرک، یہ غلطی ہے۔ (۵) راء کے اور بھی قواعد ہیں جو یہاں نہیں لکھے گئے ۔

اخفاء ہوگا۔ اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ اس میم کو اداء کرنے کے وقت اس کی آواز ذرا سی دیر ناک میں رکھی جائیگی جیسے مَنْ یَعْتَصِمُ بِاللّٰہِ اور اس کو اخفاء شفوی کہتے ہیں اور اگر (میم ساکن کے بعد) میم اور باء کے سواء کوئی اور حرف ہو تو وہاں میم کا اظہار ہوگا یعنی اپنے مخرج سے بلا غنہ ظاہر کی جائے گی جیسے اَنْعَمْتَ خصوصاً جبکہ فاء یا واو واقع ہو تو میم ساکن کے اظہار میں زیادہ مبالغہ کیا جائیگا۔ جیسے عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّالِیْن اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں۔ (۲) اگر میم مشدد ہو تو اس میں ایک الف کے مقدار غنہ ضروری ہے اور غنہ کہتے ہیں ناک میں آواز لے جانے کو جیسے لَمَّا اور اس حالت میں اس کو حرف غنہ کہتے ہیں۔

نون ساکن ومشدد کے قواعد: (تنبیہ) تنوین بھی نون ساکن میں داخل ہے۔ (۱) نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف حلقی (ہمزہ، ہاء، عین، حاء، غین، خا) سے کوئی حرف آئے تو نون ساکن یا تنوین کو ظاہر کر کے پڑھیں گے یعنی نون یا تنوین کی آواز بغیر غنہ کے ان کے مخرج سے نکالیں جیسے اَنْعَمْتَ، سَوَاءٌ عَلَیْهِمْ اس کو اظہار مطلق کہتے ہیں۔ (۲) نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان چھ حروف (ر، ل، م، ن، و، ی) سے کوئی حرف آئے جن کا مجموعہ یرملون ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی نون اس کے بعد والے حرف سے بدل کر دونوں ایک ہو جائیں گے۔ جیسے[۱] مِنْ لَّدُنْهُ مگر ان چھ حرفوں میں اتنا فرق ہے کہ ان میں سے چار حرفوں میں غنہ بھی رہتا ہے ان چار حرفوں کا مجموعہ ینمو ہے جیسے مَنْ یُّؤْمِنُ، بَرْقٌ یَّجْعَلُوْنَ اور اس کو ادغام مع الغنہ کہتے ہیں۔ اور باقی دو حروف یعنی راء اور لام میں غنہ نہیں ہوتا جیسے[۲] مِنْ لَّدُنْهُ اس کو ادغام بلا غنہ کہتے ہیں۔ مگر اس ادغام کی ایک شرط یہ ہے کہ یہ نون اور یہ حرف ایک کلمہ میں نہ ہوں ورنہ ادغام نہیں کیا جائیگا جیسے دُنْیَا، قِنْوَانٌ۔ (۳) نون ساکن یا تنوین کے بعد اگر حرف باء آئے تو اس باء کو[۳] میم مخفی سے بدل کر غنہ کے ساتھ پڑھیں گے جیسے مِنْ بَعْدِ، سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ اس بدلنے کو اقلاب اور قلب بھی کہتے ہیں (۴) اگر نون ساکن یا تنوین کے بعد ان تیرہ حرفوں کے سوا جن کا ذکر قاعدہ نمبر ۱، ۲ اور ۳

(۱) دیکھو نون کو لام بنا کر دونوں لام کو ایک کر دیا گیا۔ چنانچہ پڑھنے میں صرف لام آتا ہے اگر چہ لکھنے میں نون بھی باقی ہے۔ (۲) یہ مثال اوپر گزری غور کرو اس میں ناک میں ذرا بھی آواز نہیں جاتی خالص لام کی طرح پڑھتے ہیں۔ (۳) مخفی وہ جو پڑھنے میں آتی ہے۔ بعض قرآنوں میں آسانی کیلئے ایسے نون و تنوین کے بعد چھوٹی سی میم لکھ بھی دیتے ہیں مثلاً مِنْ م بَعْدِ.

میں ہوا۔ باقی پندرہ(۱) حروف (ت' ث' ج' ذ' ز' س' ش' ص' ض' ط' ظ' ف' ق' ک) میں سے جن کو حروف اخفاء کہتے ہیں کوئی حرف آئے تو وہاں نون ساکن اور تنوین کو اخفاء کریں یعنی اس کی آواز کو پوشیدہ ناک کے بانسہ میں لے جائیں اور غنہ کے ساتھ پڑھیں کہ اس کے ساتھ غنہ لازم ہے۔ مثلاً مَــنْ تَـابَ ' قَـوْلاً ثَقِيْلاً اس کو اخفاء حقیقی کہتے ہیں۔(۵) نون اگر مشدد ہو تو اس میں بھی غنہ ضروری ہے مثلاً اِنَّ رَبَّهُمْ ' جَانٌّ اور میم مشدد کی طرح اس کو بھی اس حالت میں حرف غنہ کہیں گے۔

الف' واؤ' یاء کے قواعد: الف' واؤ' یاء جبکہ ساکن اور ماقبل موافق حرکت رکھتے ہوں حروف مدہ کہلاتے ہیں۔ حروف مدہ کے قواعد بہت ہیں یہاں ایک دو سلیس قاعدے لکھے جاتے ہیں:
(۱) اگر حرف مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور دونوں ایک ہی کلمہ میں واقع ہوں تو وہاں اس مدہ کو دو الف کے برابر بڑھا کر پڑھیں گے۔ اور اس بڑھا کر پڑھنے کو مد کہتے ہیں جیسے شَـآءَ ' سِـیٓءَ ' سُـوْٓءَ۔ اس کا نام مد متصل ہے اور اس کو مد واجب بھی کہتے ہیں۔(۲) اگر حرف مدہ اور ہمزہ ایک کلمہ میں نہ ہوں بلکہ حرف مدہ پہلے کلمہ کے آخر میں ہو اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں تو وہاں بھی اس مدہ کو دو الف کے برابر بڑھا کر پڑھیں گے۔ جیسے اِنَّـآ اَعْـطَيْنَا ' اَلَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ ' قَالُوْٓا اٰمَـنَّـا اور اس کو مد منفصل اور مد جائز بھی کہتے ہیں مگر یہ مد اس وقت ہوگا جبکہ دونوں کلموں کو ملا کر پڑھیں اور اگر کسی وجہ سے پہلے کلمہ پر وقف کردیں تو پھر یہ مد نہیں پڑھیں گے۔

ہمزہ کے قواعد: یہاں صرف دو سلیس قاعدے لکھے جاتے ہیں (۱) چوبیسویں پارہ کے ختم کے قریب آیت ءَ اَعْـجَـمِیٌّ آیا ہے اس کا دوسرا ہمزہ ذرا نرم کرکے پڑھا جائے۔ اس کو تسہیل کہتے ہیں۔(۲) سورہ حجرات کے دوسرے رکوع میں بِـئْـسَ الاِسْـمُ الْـفُسُـوْقُ آیا ہے اس میں الاسم کے دونوں ہمزہ گرا کر اور لام کو زیر دے کر بِئْسَ لِسْمُ الْفُسُوْقُ پڑھیں گے۔

خاتمہ: چونکہ اصل فن تجوید میں مخارج وصفات ہی کی بحث ہے اور مطلوب بھی یہی ہے لہذا اسی پر اختتام ہے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔

تمت بالخیر

---

(۱) الف کو اس لئے شمار نہیں کیا کہ وہ نون ساکن کے بعد نہیں آسکتا۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامَ

اللہ کے نزدیک دین حق اسلام ہی ہے

نصاب اہل خدمات شرعیہ

حصہ پنجم

مشتمل بر مسائل ضروریہ

❖ نماز جمعہ ❖ عیدین ❖ کسوف ❖ استسقاء ❖ زکوٰۃ ❖ روزہ

مرتبہ: مولانا غلام محی الدین صاحب فارغ جامعہ نظامیہ

تنقیح و تصحیح

شعبہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ

ناشر

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد، الھند

تمت

(حج وعمرہ اور زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل بیان، حصہ ششم کے بعد مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ کی شائع کردہ تصنیف مسمّٰی بہ ''زاد السبیل الی دار الخلیل'' شامل کی گئی ہے)۔

بانی جامعہ نظامیہ شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ

کی معرکۃ الاراء تصنیف

مقاصد الاسلام

(حصہ اول تا یازدھم)

ان حصص میں اخلاق، تمدن، فقہ اور میلاد شریف عقل و درایت سے سرسید مرحوم اور مرزا صاحب قادیانی کے بیان کے متعلق دعوؤں کی تردید اور معجزہ و خوارق عادات کے متعلق عالمانہ بحث، تخلیق انسانی کی ترکیب خیر وقدر کے مسائل، فضیلت اہل علم، خلفاء اربعہ کی فضیلت، عبداللہ بن سبا کے حالات، فتنہ و بغاوت کی ابتداء، خوارج کی تاریخ، وحی کے اقسام، سماع، موتیٰ، کرامات اولیاء، مسئلہ بیعت، عالم میں قوت وتصرف، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سیر حاصل بحث، فرقہ وہابیہ کے عقائد، محفل میلاد وغیرہ پر مکمل بحث معہ دلائل کی گئی ہے۔

ان حصص کے مطالعہ سے عقائد وافکار مضبوط ہوتے ہیں۔

عمدہ کاغذ۔ دیدہ زیب ٹائٹل، کمپیوٹر کتابت، آفسٹ طباعت۔

اول تا یازدہم کی قیمت صرف -/600 (چھ سو روپئے)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ علیٰ سَیِّدِ الۡمُرسَلِیۡنَ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ .

تمہید

قبل اس کے کہ نماز جمعہ کے مسائل شروع کئے جائیں مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہیکہ جمعہ کے فضائل اور نماز جمعہ کی تاکید بیان کی جائے تاکہ اس کی اہمیت وضرورت واضح طور پر دلنشین ہو جائے اور کما حقہ اس کا اہتمام ہو سکے۔ لہذا پہلے فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔

جمعہ کے فضائل

وجہ تسمیہ: جمعہ چونکہ لوگوں کے اجتماع کا دن ہے یعنی مسلمان نماز کیلئے جامع مسجد میں جمع ہوتے ہیں اس لئے اس کا نام جمعہ رکھا گیا' یا یہ کہ عالم کی پیدائش یکشنبہ سے شروع ہو کر چھ دن میں تکمیل پائی اور کامل آفرینش جمعہ کے دن ختم ہوگئ' پس جمعہ جمیع مخلوقات عالم کے جمع ہونے کا دن ہے۔ یا عظیم الشان واقعات کے وقوع اور اجتماع سے اس دن کا نام جمعہ قرار پایا۔ مثلاً نسل انسانی کے اصل اول حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اسی دن ہوئی۔ اسی دن آپ بہشت میں داخل ہوئے' پھر اسی دن زمین پر اتارے گئے' اور اسی دن آپ نے انتقال فرمایا' اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی۔

فضائل: احادیث شریفہ میں جمعہ کے دن کو سید الایام' خیر الایام' افضل الایام' شاہد' یوم المزید اور عید المومنین فرمایا گیا ہے۔ اور جمعہ کے بہت فضائل بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

(۱) ''تمام دنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم پیدا کئے گئے' اسی دن وہ جنت میں بھیجے گئے' اور اسی دن جنت سے باہر[۱] لائے گئے اور قیامت کا وقوع بھی اسی دن[۲] ہوگا''۔

(۲) ''جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ پاک کے پاس سب سے زیادہ بزرگ ہے۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ سے بھی زیادہ باعظمت ہے''۔

(۳) ''تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے۔ اسی دن صور پھونکا جائے گا۔ اسی دن مجھ پر بکثرت درود بھیجو کہ وہ میرے سامنے لایا جاتا ہے''۔

(۴) ''شاہد[۳] سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ کوئی دن جمعہ سے زیادہ بزرگ نہیں۔ اس میں ایک ساعت[۴] ایسی ہے کہ اس وقت مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو قبول ہوتی ہے''۔

(۸) ''جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''یَوْمُ الْمَزِیْد'' (بے حساب دینے کا دن) اہل آسمان میں اس کا یہی نام ہے اور یہی وہ دن ہے جس میں جنت کے اندر جناب باری تعالیٰ کا دیدار ہوگا''۔

(۶) (ایک جمعہ میں ارشاد ہوا) ''مسلمانو! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید مقرر فرمایا ہے پس اس دن غسل کرو اور موجود ہو تو خوشبو لگاؤ اور مسواک کو اس دن لازم کرلو''۔

(۷) ''جمعہ کی رات نورانی رات ہے اور جمعہ کا دن منور دن''۔

(۱) بظاہر یہ امر منافی احسان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت بڑا احسان ہے۔ اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے آنے سے عالم میں بڑی بڑی برکتیں ہوئیں۔ انبیاء اور اولیاء اور ایماندار لوگ پیدا ہوئے۔ اور زمین اولاد آدم علیہ السلام سے قیامت تک آباد اور گلزار ہوگئی اور بے شمار حکمتیں ہیں۔ اسی طرح آپ کا انتقال فرمانا خداوند تعالیٰ کے جوار رحمت میں پہنچنے اور ملاقات و دیدار سے مشرف ہونے کا ذریعہ ہے۔ اور قیامت کا وقوع حصول جنت و نعماء جنت کا موجب۔ (۲) چنانچہ کوئی جمعہ ایسا نہیں گزرتا جس کی صبح میں انس و جن کے سوا باقی مخلوقات فرشتے' آسمان' زمین' پہاڑ' اشجار وغیرہ خائف و ترساں نہ رہتے ہوں کہ شاید آج ہی قیامت قائم ہوجائے۔ (۳) شاہد کا لفظ سورہ بروج کی آیت میں واقع ہے۔ اللہ نے اس کی قسم کھائی ہے۔ (۴) اس ساعت کی توضیح آئندہ صفحہ میں دیکھو۔

(۸) ''جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرتا ہے اس کیلئے شہید کا اجر لکھا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے''۔

(۹) ''ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ تیز کی جاتی ہے مگر جمعہ کے دن جمعہ کی برکت سے تیز نہیں کی جاتی''۔

جمعہ اور امم سابقہ: احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ اگلی امتوں کو بھی خدا تعالیٰ نے جمعہ کے دن جمع ہونے اور عبادت کرنے اور شکر نعمت بجالانے کا حکم دیا تھا مگر انھوں نے بدنصیبی سے اس میں اختلاف کیا اور اس سعادت سے محروم رہے اور یہ فضیلت بھی اسی امت مرحومہ کے حصہ میں آئی۔ یعنی جمعہ کے بدلے یہودیوں نے شنبہ کا دن مقرر کیا اس خیال سے کہ خداوند عالم تمام مخلوقات کی پیدائش سے اسی دن فارغ ہوا' اور نصاریٰ نے یکشنبہ کو اختیار کیا اس خیال سے کہ یہ آغاز آفرینش کا دن ہے۔ چنانچہ یہ دونوں فرقے اب تک ان دونوں دنوں میں نہایت اہتمام کرتے اور سب کاروبار چھوڑ کر عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ لیکن جمعہ کا دن چونکہ نسل انسانی کے اصل اول حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے لحاظ[1] سے نوع انسان کے ساتھ خاص مناسبت رکھتا تھا اور خداوند عالم کا پسندیدہ اور منتخب فرمودہ بھی تھا۔ اس لئے اس دن کو بہدایت الٰہی اس امت مرحومہ نے پایا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہم (بلحاظ زمانہ) پچھلے ہیں لیکن (عملاً) سب سے اگلے ہیں۔ اس (عبادت کے مخصوص دن یعنی جمعہ) میں سب لوگ ہمارے پیچھے ہیں۔ یہودی ہم سے دوسرے دن (شنبہ) میں ہیں اور نصاریٰ تیسرے دن (یکشنبہ) میں' اور جس طرح ہمارا دن دنیا میں ان کے دن پر مقدم ہے اسی طرح قیامت میں بھی امت مرحومہ مقدم ہوگی کہ اول یہی امت حساب وکتاب سے فراغت پائے گی''۔

---

(۱) نیز ان کے جنت میں داخل ہونے اور پھر جنت سے نکلنے اور قیامت کے اسی دن وقوع پذیر ہونے کے لحاظات سے۔

جمعہ اور نماز : (۱) نماز چونکہ ایک پسندیدہ عبادت ہے جو خداوند عالم کو سب عبادتوں سے زیادہ مرغوب ومحبوب ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس نے اس عبادت کو روزانہ پانچ وقت مقرر فرمایا ہے تاکہ اس کے ذریعہ اس کی ان بے شمار نعمتوں اور احسانات کا کسی قدر شکر ادا ہو سکے جن کا سلسلہ ابتدائے پیدائش بلکہ قبل پیدائش سے لیکر آخر وقت تک رہتا ہے اور موت کے بعد بھی منقطع نہیں ہوتا۔ لہذا جمعہ کے دن جس میں تمام دنوں سے زیادہ نعمتیں فائض ہوئی ہیں ایک خاص نماز کا حکم ہوا۔

(۲) یہ امر مسلم ہے کہ جماعت برکت اور فوائد کثیرہ کے حصول کا ذریعہ ہے اور ظاہر ہے کہ جس قدر جماعت زیادہ ہوگی اسی قدر برکات وفوائد کا زیادہ ظہور ہوگا۔ اور جماعت کی زیادتی بغیر اس کے ناممکن ہے کہ مختلف محلوں کے لوگ اور قرب وجوار کے باشندے ایک جگہ جمع ہو کر نماز ادا کریں اور یہ امر روزانہ پنجوقتہ نمازوں میں تکلیف دہ تھا اس لئے شریعت نے ہفتہ میں ایک دن مقرر کیا اور چونکہ تمام دنوں میں جمعہ افضل واشرف تھا لہذا یہ تخصیص اسی دن ہوئی۔

نماز جمعہ کی تاکید

فرضیت وفضیلت : نماز جمعہ اسلام کے اعلیٰ اور اہم فرائض سے ہے جس کو تمام فرض نمازوں میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ اس کی ادا کا وہی وقت ہے جو ظہر کی ادا کا ہے، مگر ظہر کی ادا سے زیادہ اس کے ادا کی تاکید ہے اور اس کے ادا کا ثواب بھی ظہر کے ثواب سے زیادہ ہے۔ نیز اس کے ترک کی سزا اور عذاب ظہر کے ترک کی سزا اور عذاب سے بہت زیادہ سخت ہے الغرض جمعہ کی نماز پنجگانہ نمازوں میں ایک مخصوص اور مستقل نماز ہے اور فرض عین ہے۔ اس کی نسبت قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ؀ ‘‘ (آیت ۹ سورہ جمعہ) اے ایمان والو: جب نماز جمعہ کیلئے اذان کہی جائے تو تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر (خطبہ و نماز) کی طرف دوڑو (فوراً جاو) اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔

احادیث شریفہ میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (۱) ’’جمعہ مساکین اورفقراء کا حج ہے‘‘۔ (۲) ’’جمعہ میری امت کے فقیروں کا حج ہے‘‘۔ (۳) ’’نماز جمعہ جماعت کے ساتھ ہر مسلمان پر حق واجب ہے بجز چار اشخاص کے۔ ایک غلام‘ دوسرا عورت‘ تیسرا لڑکا‘ چوتھا بیمار‘‘ (کہ ان پر فرض نہیں اسی طرح مسافر اور نابینا پر فرض نہیں)۔ (۴) ’’جو شخص جمعہ کے دن غسل اور طہارت بقدر امکان کرے اور پھر بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو کا استعمال کرے اس کے بعد نماز کیلئے جائے اور جب مسجد میں پہنچے تو کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر نہ بیٹھے پھر جس قدر نوافل اس کی قسمت میں ہوں پڑھے۔ پھر جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو خاموش رہے تو اس شخص کے گناہ اس وقت سے دوسرے جمعہ تک معاف ہو جائیں گے۔ اور تین دن زیادہ‘‘ (یہ اس لئے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ جو ایک نیکی کرے اس کے لئے دہ چند ثواب ہے)۔ (۵) ’’جو کوئی جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرے اور سویرے جامع مسجد پیادہ پا جائے سوار ہو کر نہ جائے پھر خطبہ سنے اور اس اثناء میں کوئی لغو فعل نہ کرے تو اس کو ہر قدم کے عوض کامل ایک سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ ایک سال کے روزوں کا ایک سال کی نمازوں کا‘‘۔

ترک جمعہ کی وعید: احادیث شریفہ میں ترک جمعہ پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہیں چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (۱) ’’میرا مصمم ارادہ ہوا کہ کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں (اپنی جگہ امام کروں) اور خود ان لوگوں کے گھروں کو جلادوں جو جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے‘‘ (۲) ’’لوگ نماز جمعہ کے ترک سے باز رہیں ورنہ خدا تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کر دے گا پھر وہ سخت غفلت میں پڑ جائیں گے‘‘۔ (۳) ’’جو شخص بلا ضرورت جمعہ کی نماز ترک کرتا ہے وہ

منافق لکھ دیا جاتا ہے ایسی کتاب میں جو کبھی محو نہ ہو اور نہ بدلی جائے''۔(۴) ''جو شخص تین جمعے بلا عذر ترک کردے تو خدا تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے''۔(۵) ایک روایت میں ہے کہ'' خداوند عالم اس سے بیزار ہوتا ہے جس نے پے در پے تین جمعے ترک کر دیئے بلا شبہ اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا''۔(۶) ''جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کو جمعہ کے دن (نماز جمعہ پڑھنا) فرض ہے۔ مگر مریض، مسافر، عورت، لڑکا اور غلام (مستثنیٰ ہیں)''۔

پس اگر کوئی شخص (نماز جمعہ چھوڑ کر) لغو یا تجارت میں مشغول ہو جائے تو خدا وند تعالیٰ بھی اس سے اعراض فرماتا ہے اور وہ بے نیاز اور محمود ہے۔(یعنی اس کو کسی کی عبادت کی پروا نہیں اور وہ بہمہ صفت موصوف ہے)۔ (۷) (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور خطبہ میں فرمایا کہ)''اے لوگو! مرنے سے پہلے توبہ کرو، اور نیک کام کرنے میں جلدی کرو اور یاد خدا کی کثرت اور ظاہر و پوشیدہ صدقہ کی کثرت سے جو تعلقات تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ہیں ان کو ملاؤ، اگر ایسا کرو گے تو تمہیں روزی دی جائیگی اور تمہاری مدد کی جائیگی اور تمہاری شکستگی دور کی جائے گی اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض کیا ہے۔ اسی مقام میں اسی مہینے میں اسی سال میں قیامت تک فرض رہے گا۔ جو شخص میری زندگی میں یا میرے بعد ہلکا جان کر یا بطور انکار جمعہ کو ترک کرے اور اس کا کوئی امام ہو، عادل یا ظالم تو اللہ تعالیٰ اس کی پریشانیوں کو دفع نہ کرے، نہ اس کے کسی کام میں برکت دے۔ آگاہ رہو کہ نہ اس کی نماز قبول ہوگی، نہ زکوٰۃ، نہ روزہ، نہ حج، نہ کوئی نیکی جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ اگر توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا''۔

نماز جمعہ کے مسائل

۱۔نماز جمعہ کا حکم : نماز جمعہ فرض عین ہے۔قرآن مجید‘ احادیث شریفہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اور بہ نسبت نماز ظہر کے زیادہ مؤکد اور اعظم شعائر اسلام سے ہے۔اس کی فرضیت کا منکر کافر اور بے عذر ترک کرنے والا فاسق ہے۔

۲۔نماز جمعہ کے واجب ہونے کے شرطیں : نماز جمعہ واجب ہونے کی چھ شرطیں ہیں(۱) مقیم ہونا (مسافر[1] پر نماز جمعہ واجب نہیں)۔

(۲) تندرست ہونا (بیمار[2] پر نماز جمعہ واجب نہیں‘ اسی طرح بیماردار پر بھی واجب نہیں جس کے چلے جانے سے بیمار کا کوئی خبر گیر نہ رہے۔نہایت ضعیف و بوڑھا بھی جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو‘ بیمار کے حکم میں ہے)۔

(۳) آزاد ہونا (غلام[3] پر نماز جمعہ واجب نہیں)۔

(۴) مرد ہونا (عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں)۔

(۵) چلنے پر قادر ہونا (لنگڑے پر نماز جمعہ واجب[4] نہیں بشرطیکہ لنگڑا اپن جامع مسجد تک جانے سے مانع ہو)۔

(۶) بینا ہونا (اندھے پر نماز جمعہ واجب[5] نہیں البتہ کانے اور چندھے[6] پر واجب ہے)۔

توضیح :(۱) اگر مسافر‘ بیمار‘ غلام‘ عورت‘ لنگڑا‘ اندھا (جن پر جمعہ واجب نہیں) صحت جمعہ کے شرائط کے ساتھ (جن کا ذکر آگے آتا ہے) جمعہ ادا کریں تو نماز ہو جائے گی‘ یعنی ظہر کا

(۱) مسافر کی شرعی تعریف اور اس کے فقہی احکام سلسلہ نصاب حصہ چہارم میں گزر چکے۔(۲) بیمار سے ایسا بیمار مراد ہے جو جامع مسجد تک پیادہ پا نہ جاسکے۔(۳) غلام سے نوکر چاکر نہیں بلکہ شرعی غلام مراد ہے جس کا وجود اسوقت ہمارے ملک ہند میں نہیں ہے۔(۴) اگر چہ مسجد تک اس کو کوئی اٹھا کر لے جانے والا موجود ہو۔(۵) اگر چہ مسجد تک اس کو کوئی پہنچانے والا موجود ہو۔(۶) چندھلا‘ آنکھ میچ کر دیکھنے والا‘ کم نظر۔

فرض ان کے ذمہ سے اتر جائیگا۔(۲) ایسے لوگوں کو جن پر جمعہ واجب نہیں ظہر کے بجائے جمعہ پڑھنا افضل ہے۔ بخلاف عورت کے کہ اس کو جمعہ کے بجائے ظہر ہی پڑھنا افضل ہے۔

(تنبیہ) شروط متذکرہ کے علاوہ عام شرائط نماز (عقل، بلوغ وغیرہ) کا موجود ہونا نیز ترک جماعت کے عذرات[1] سے خالی ہونا (جمعہ واجب ہونے کیلئے) شرط ہے۔

۳۔نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں[2]: نماز جمعہ صحیح ہونے کی شرطیں چھ ہیں:(۱) مصر ۔(۲) بادشاہ اسلام ۔(۳) وقت ظہر۔(۴) خطبہ۔(۵) جماعت۔(۶) اذن عام۔

توضیح شرط اول مصر: (۱) مصر (بقول مفتیٰ بہ[3]) اس آبادی کا نام ہے جہاں ایسے مسلمان جن پر نماز جمعہ واجب[4] ہے۔اس قدر رہوں کہ اگر وہاں کی بڑی سے بڑی[5] مسجد[6] میں جمع ہوں تو نہ

(۱) مثلاً شدت سے مینہ برستا ہو یا شدت کا جاڑا یا آندھی ہو یا راستہ میں بے حد کیچڑ یا برف ہو یا مسجد جانے میں کسی دشمن یا چور یا حاکم کا خوف ہو (تفصیل کیلئے دیکھو سلسلہ نصاب حصہ چہارم جماعت کا بیان)۔(۲) شرط وجوب اور شرط صحت میں یہ فرق ہے کہ جہاں صحت کی شرطیں نہ ہوں وہاں جمعہ صحیح نہیں ہوتا مثلاً مصر نہ ہو۔اذن عام نہ ہو۔ اور جہاں وجوب کی شرطیں نہ ہوں وہاں جمعہ صحیح ہو جاتا ہے مثلاً مسافر، بیمار وغیرہ شروط صحت جمعہ کے ساتھ جمعہ ادا کریں تو اس وقت کا فرض ادا ہو جائیگا۔(۳) مصر کی تعریف میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ مصر وہ ہے جس میں حدود (شرعی سزائیں) جاری ہوں اور بعض ان میں قاضی اور حاکم ہونے کی قید لگاتے ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ وہاں متعدد کوچے، محلے، اور بازار ہوں اور اس کے متعلق کچھ دیہات ہوں۔بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ جہاں ہر پیشہ ور اپنے پیشہ کو چلا سکے۔بعض نے یہ فرمایا ہے کہ جہاں ہر ضرورت کی چیز میسر آتی ہو۔بعض نے یہ کہا کہ جہاں منبر و خطیب ہو (وغیرہ) لیکن فی نفسہ یہ امور مصر کی اصلی و حقیقی تعریف نہیں ہیں بلکہ محض شہر کے بڑے بڑے آثار اور مشہور علامات ہیں جو عموماً و عادۃً شہروں میں ہوا کرتے ہیں۔مصر کی اصلی تعریف کا مدار عرف پر ہے۔چنانچہ بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ مصر وہ مقام ہے جو عرف عام میں مصر کہا جائے۔بالآخر جو تعریف مفتیٰ بہ تھی یعنی جہاں بڑی سے بڑی مسجد میں وہاں کے مکلفین نہ سما سکیں وہی تعریف اس رسالہ میں درج کی گئی۔(۴) جس کا ذکر فقرہ ماقبل میں کیا گیا ہے۔(۵) بڑی مسجد کی مقدار قول مختار کے بموجب چالیس گز شرعی ہے (شرعی گز دس گرہ کا ہوتا ہے اس حساب سے ہمارے زمانہ کے مروجہ گز سے بڑی مسجد پچیس گز۔تیئیس ۲۳ میٹر۔کی ہوئی)۔(تنبیہ) بڑی مسجد سے جامع مسجد مراد نہیں بلکہ پنجوقتہ نماز کی مسجدوں سے بڑی مسجد مراد ہے۔(۶) اگر کسی مقام میں اتنی بڑی مسجد جس کی مقدار قول مختار کے بموجب چالیس گز شرعی ہو موجود نہ ہو یا کوئی مسجد ہی نہ ہو لیکن وہاں کے رہنے والے مکلفین اس مقدار جگہ میں نہ سما سکیں تو وہ مقام بھی شرعاً مصر ہے۔

سما سکیں[۱]۔(۲) فناء مصر بھی مصر کے حکم میں ہے (فناء مصر وہ تابع مصر مقام ہے جس سے مصر کے حوائج اور عام ضروریات متعلق ہوں[۲] خواہ مصر کے بالکل متصل ہو یا کسی قدر دور[۳])۔ (۳) نماز جمعہ مصر[۴] یا فناء مصر میں فرض ہے۔ قریہ اور جنگل میں درست نہیں البتہ اگر کوئی قریہ مصر سے اس قدر قریب ہو کہ وہاں کے رہنے والے نماز جمعہ پڑھنے کیلئے مصر آئیں تو پھر دن ہی دن میں بلا تصدیع اپنے گھروں کو واپس جا سکیں تو وہ بھی مصر کے حکم میں ہے اور وہاں کے لوگوں پر بھی نماز جمعہ واجب ہے۔(۴) مصر، فناء مصر، قریہ متصل مصر کے علاوہ قصبہ[۵]، فناء[۶] قصبہ، قریہ[۷] متصل میں بھی نماز جمعہ صحیح اور جائز ہے۔(۵) چھوٹے قریوں کا یہ حکم ہے کہ اگر وہاں بادشاہ یا حاکم شرع کی اجازت سے جامع مسجد بنائی گئی ہو تو اس صورت میں وہاں جمعہ پڑھنا واجب[۸] ہے۔ (اذن حاکم کی وجہ سے شرط مصر باقی نہیں رہتی) اسی طرح جس قریہ خورد میں سلطان یا حاکم شرع نے جمعہ پڑھنے کی اجازت دی ہو وہاں بھی جمعہ وا[۹]جب ہو جا[۱۰]تا ہے (خواہ مسجد ہو یا نہ ہو)۔

---

(۱) اس تعریف سے گاؤں بھی جواز جمعہ کیلئے شہر ہو گئے اگر چہ عرف عام میں (بمقابلہ شہر) گاؤں کہے جائیں۔(۲) مثلاً گھوڑا دوڑانے کی جگہ، مردے دفن کرنے کی جگہ، لشکر اترنے کی جگہ وغیرہ۔(۳) فناء مصر کی تعریف میں آبادی کا مفہوم داخل نہیں صرف تعلق مصالح مصر کافی ہے۔(۴) یعنی سب شرائط جمعہ کے ساتھ فناء مصر میں رہ کر جمعہ ادا کرنا فرض ہے۔(یہ نہیں کہ ساکنان فناء مصر کا مصر میں آکر جمعہ پڑھنا ضروری ہو)۔(۵) قصبہ وہ مقام ہے جس میں آبادی اور بازار ہو۔ بازار سے وہ مستقل بازار مراد ہے جس میں اکثر حوائج ضروریہ انسانی پوری ہوں۔(یہ نہیں کہ ہفتہ واری مجمع یا میلہ ہوتا ہو۔) بازار اور قصبہ دونوں کی تعریف کا مدار بھی عرف پر ہے۔ ہمارے ملک حیدرآباد دکن کے عرف میں دو ہزار کی آبادی کا مقام قصبہ کہلاتا ہے۔(تنبیہ اول) قدیم قصبہ میں جب تک آبادی اور بازار یا دونوں میں سے ایک بھی باقی رہے تو وہ قصبہ ہی کے حکم میں رہیگا۔ اور جب دونوں نہ ہوں تو پھر قریہ صغیرہ ہو جائیگا۔(تنبیہ دوم) قریہ صغیرہ آبادی اور بازار دونوں کے جمع ہو جانے سے قصبہ ہو جائیگا۔(تنبیہ سوم) قریہ کبیرہ کا حکم اور تعریف مثل قصبہ کے ہے۔(تنبیہ چہارم) کسی چھوٹے قریہ میں عرس میلہ، وغیرہ کی غرض سے دو ہزار یا زیادہ آدمی عارضی طور پر جمع ہو جائیں تو وہ قصبہ نہیں کہلائے گا اور وہاں جمعہ جائز نہ ہوگا۔(۶) فناء قصبہ کی تعریف مثل فناء مصر کے ہے۔(۷) قریہ متصل قصبہ کی تعریف مثل قریہ متصل مصر کے ہے۔(۸) اور جن چھوٹے قریوں میں بلا اجازت حاکم مجاز جامع مساجد بنائی گئی ہوں وہاں جمعہ صحیح نہیں ہوتا (۹) اور جن چھوٹے قریوں میں بلا اجازت حاکم مجاز جمعہ پڑھا جاتا ہو وہ صحیح نہیں ہوتا۔(۱۰) حاصل یہ کہ جن چھوٹے قریوں میں صحت جمعہ موجود نہ ہو وہاں سلطان یا حاکم شرع کی اجازت سے جمعہ صحیح ہو جاتا ہے اور جہاں صحت جمعہ یقینی ہے اور قاعدہ سے جمعہ درست ہے (جیسے مصر، قصبہ وغیرہ) وہاں اذن سلطانی شرط نہیں، بلا اذن سلطان یا حاکم شرع بھی جمعہ درست ہے۔

(**تنبیہ اول**) مقامات مذکورہ بالا کے سوا دوسرے کسی قریہ میں کسی حالت میں نماز جمعہ درست نہیں بلکہ وہاں ظہر بجماعت پڑھنا فرض ہے۔ اگر جمعہ پڑھیں گے تو فریضہ ظہر ذمہ سے ساقط[1] نہ ہوگا۔ اسی طرح جنگل[2] میدان، دریا، پہاڑ میں جمعہ درست نہیں۔

(**تنبیہ دوم**) یہی حکم عیدین کا بھی ہے اس لئے کہ عیدین کے شرائط واحکام بھی مثل جمعہ کے ہیں سوائے خطبہ مسنون و تقدیم نماز کے۔ پس جن جن مقامات میں جن جن لوگوں پر نماز جمعہ واجب ہے انہیں مقامات کے انہی لوگوں پر نماز عیدین بھی واجب ہے۔

توضیح شرط دوم (بادشاہ اسلام): (۱) صحت جمعہ کیلئے بادشاہ اسلام یا اس کی طرف سے کسی شخص (نائب یا امیر یا قاضی یا خطیب یا امام) کا جمعہ میں موجود رہنا (یا ان کی اجازت کا ہونا) شرط ہے۔ (۲) اگر کسی مقام میں سلطان یا اس کے اجازت یافتہ حکام کی حاضری یا اذن دشوار ہو یا کسی مقام کے بادشاہ اور حکام مسلمان نہ ہوں تو ان مقامات میں بلاحصول اذن بھی جمعہ جائز ہے۔ اہل اسلام کسی پر اتفاق کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھا کریں۔

توضیح شرط سوم (وقت ظہر): (۱) صحت جمعہ کیلئے وقت[3] ظہر کا ہونا شرط ہے۔ (وقت ظہر آنے سے قبل یا اس کے نکل جانے کے بعد نماز جمعہ درست نہیں حتی کہ اگر نماز جمعہ پڑھنے کی حالت میں وقت ظہر نکل جائے تو نماز جمعہ باطل ہو جا[4] ئیگی۔ (اگرچہ قعدہ اخیرہ بقدر تشہد ہو چکا[5] ہو)۔

---

(۱) اور نماز جمعہ جو وہاں پڑھی جائے گی نفل ہوگی جس کا جماعت اور جہر سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہوگا اور ترک فرض ظہر و ترک جماعت کا گناہ اور امر غیر لازم کا لازم گردانا اس کے علاوہ ہوگا۔ (۲) البتہ ایسا جنگل یا میدان وغیرہ جو مقامات جواز جمعہ سے بالکل متصل یا کچھ دور واقع ہو اور اس سے مقامات مذکورہ کے حوائج و ضروریات متعلق ہوں تو چونکہ وہ فناء مصر کی تعریف میں داخل ہوگا اس لئے وہاں جمعہ درست ہوگا۔ (۳) ظہر کا وقت زوال آفتاب کے بعد شروع ہوتا اور ہر چیز کا سایہ (سایہ اصلی کے سوا) دوچند ہونے تک رہتا ہے۔ (۴) اس صورت میں نماز جمعہ کی قضاء نہ پڑھی جائے بلکہ نماز ظہر کی قضاء پڑھیں کیونکہ جمعہ کی قضاء نہیں۔ (۵) کیونکہ وقت ظہر ادا کی شرط ہے تو سب نماز وقت کے اندر ہونی چاہئے۔ شروع کی شرط نہیں کہ صرف وقت کے اندر شروع کرنے سے جائز ہو جائے۔

توضیح شرط چہارم (خطبہ): (۱) صحت نماز جمعہ کیلئے نماز سے قبل خطبہ کا پڑھنا شرط ہے یعنی لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا (گو بہ نیت خطبہ صرف **سبحان اللہ یا الحمد للہ** ہی کہہ دیا جائے لیکن اسی مقدار پر اکتفاء کرنا بوجہ مخالفت سنت مکروہ ہے)۔(۲) اگر بلا خطبہ جمعہ پڑھیں یا خطبہ وقت ظہر[۱] سے پہلے یا نماز جمعہ کے بعد پڑھیں تو جائز نہیں[۲]۔(۳) خطبہ کم سے کم تین عاقل و بالغ قابل[۳] امامت آدمیوں[۴] کے سامنے پڑھنا شرط ہے جو آغاز خطبہ سے ختم خطبہ تک موجود رہیں۔ (خواہ مسافر ہوں یا مریض)۔

(تنبیہ): خطبہ سے متعلق تفصیلی مسائل مستقل عنوان کے تحت آگے بیان ہوں گے۔

توضیح شرط پنجم (جماعت): (۱) جماعت یعنی امام کے سوا کم سے کم تین قابل امامت آدمیوں[۵] کا شروع خطبہ سے ختم نماز تک موجود رہنا شرط[۶] ہے۔(۲) اگر جماعت کے لوگ امام کے سجدہ کرنے سے قبل چلے جائیں (خواہ ایک دو باقی رہیں یا کوئی نہ رہیں) تو جمعہ باطل ہوجائیگا۔ اب ظہر کی نماز از سرنو پڑھنی ہوگی البتہ اگر امام کے سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو کچھ حرج نہیں امام جمعہ تمام کرلے۔

توضیح شرط ششم (اذن عام): (۱) اذن عام یعنی سب کو مسجد میں بلا روک ٹوک آنے کی عام اجازت ہونا شرط ہے۔(۲) اگر کسی ایسے مقام پر نماز جمعہ پڑھی جائے جہاں عام طور پر لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو یا جامع مسجد کے دروازے بند کر کے نماز پڑھی جائے تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

(تنبیہ) (۱) صحت جمعہ کے شروط کا بیان ختم ہوا۔(۲) اگر کوئی شخص باوجود نہ پائے جانے ان شروط[۷] کے نماز جمعہ پڑھے تو صحیح نہ ہوگی۔ یعنی ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا بلکہ پھر اس کو

---

(۱) اگرچہ نماز وقت کے اندر پڑھی جائے اس لئے کہ خطبہ اور نماز دونوں کا وقت کے اندر پڑھنا شرط ہے۔(۲) یعنی نہ خطبہ ہوگا اور نہ نماز ہوگی۔(۳) یعنی عورتیں اور بچے نہ ہوں۔(۴) اگرچہ وہ بہرے ہوں یا سوئے ہوں۔(۵) اگر صرف عورتیں یا نابالغ لڑکے ہوں تو نماز نہ ہوگی۔ البتہ مسافر یا مریض ہوں تو ہوجائے گی۔(۶) گو وہ تین آدمی جو خطبے کے وقت تھے اور ہوں اور نماز کے وقت اور۔(۷) خواہ سب شروط یا صرف ایک شرط۔

نماز ظہر پڑھنا لازم ہے اور چونکہ یہ نماز نفل ہوگی اور نفل کا اس اہتمام (جماعت و جہر) سے پڑھنا مکروہ ہے۔لہذا ایسی حالت میں نماز جمعہ پڑھنا غیر صحیح ہونے کے علاوہ مکروہ تحریمی بھی ہے۔

تعدّد جمعہ: (۱) بہتر یہ ہے کہ ایک شہر یا ایک مقام میں وہاں کے رہنے والے مسلمان ایک ہی مسجد میں جمع ہو کر بالاتفاق نماز جمعہ ادا کریں تا کہ قرونِ[۱] ثلٰثہ کی موافقت اور اظہار شوکت اسلام کا باعث ہو۔لیکن اگر اس میں حرج ہو تو دفع حرج کے لئے ایک شہر کی متعدد مساجد میں بھی نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے۔(۲) اگر محض نفسانیت یا سستی و کاہلی کی وجہ سے متعدد جگہ جمعہ ادا کیا جائے تو گو جمعہ ہو جائیگا مگر خود یہ فعل مکروہ ہوگا۔

۴۔ جمعہ کے آداب : (۱) ہر مسلمان کو چاہئے کہ جمعہ کا اہتمام پنجشنبہ کے دن سے کرے جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے مثلاً پہننے کیلئے پاک وصاف کپڑوں کا انتظام کر رکھے۔اصلاح بنوانی ہو تو بنوالے۔ناخن کتروالے۔خوشبو استعمال کرنے کا مقدور ہو مگر موجود نہ ہو تو اسی دن لا رکھے۔غرض جمعہ کی تیاری سے متعلق جو کام ہو ان کو پنجشنبہ[۲] ہی کے دن کرلے تا کہ پھر جمعہ کے روز ان کاموں میں مشغول ہونا نہ پڑے۔

بزرگان سلف نے فرمایا کہ جمعہ کا ثواب سب سے زیادہ اس شخص کو ملے گا جو اس کا منتظر رہتا ہو اور ایک روز پہلے یعنی پنجشنبہ سے اس کا اہتمام کرتا ہو اور سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے جس کو یہ بھی نہ معلوم کہ جمعہ کب ہے حتیٰ کہ لوگوں سے پوچھتا پھرے کہ آج کون دن ہے۔

(۲) جمعہ کے دن (نماز فجر کے بعد) غسل کرے کہ جمعہ کا غسل[۳] سنت مؤکدہ ہے۔احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔اور مسواک کرنا بھی اس دن بہت فضیلت رکھتا ہے۔

---

(۱) قرون ثلاثہ سے عہد نبوت، عہدہ صحابہؓ اور عہد تابعینؒ مراد ہے۔(۲) پنجشنبہ کے دن نماز عصر کے بعد خدا کی یاد اور نیک کاموں میں لگا رہے کہ پنجشنبہ کا یہ وقت بھی قابل قدر اور اس ساعت کے برابر ہے جو یوم جمعہ میں ہے(۳) اہل مدینہ جب کسی کو برا کہتے تو یہ کہا کرتے ’’تو اس شخص سے بدتر ہے جو جمعہ کے دن غسل نہ کرے‘‘۔

فائدہ: جمعہ کے دن اگر کئی اسباب غسل جمع ہوں جیسے جنابت، عید، عرفہ وغیرہ تو صرف ایک غسل کر لینا کافی ہے۔ (جمعہ کا ثواب بھی ملے گا)۔

(۳) غسل کے بعد پاک وصاف کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے کہ جمعہ کے دن اچھا لباس[۱] پہننا اور خوشبو لگانا سنت ہے۔ اور اس روز عمامہ باندھنا مستحب ہے۔

(۴) جامع مسجد میں بہت سویرے جائے کہ اس میں بڑی فضیلت ہے جو شخص جتنے سویرے جائے گا اسی قدر اس کو زیادہ ثواب ملے گا پس سب سے پہلے اول[۲] وقت مسجد پہنچکر امام کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرے۔

(۵) افضل یہ ہے کہ نماز جمعہ کیلئے جامع مسجد پیادہ پا جائے[۳]۔

(۶) جمعہ کے دن مسجد کو خوشبو سے بسانا مستحب ہے۔

(۷) جمعہ کے دن درود شریف بکثرت پڑھے۔

(۸) جمعہ کے دن قرآن مجید بہت پڑھے۔ خصوصاً اس دن سورہ کہف پڑھنے کی بڑی فضیلت آئی[۴] ہے۔ نماز جمعہ سے قبل خواہ نماز جمعہ کے بعد۔

(۹) جمعہ کے دن نوافل کی کثرت اور صدقہ وخیرات میں زیادتی کرے کہ اس دن صدقہ خیرات اور ہر نیکی کا ثواب دو چند حاصل ہوتا ہے۔

(۱۰) جمعہ کے دن عصر ومغرب کے درمیان حتی الامکان ذکر وتسبیح اور دعاء میں مشغول رہے کہ اس میں ساعت قبولیت کی امید ہے یعنی وہ ساعت جس میں بندہ جو دعاء کرے خداوند تعالیٰ ضرور قبول فرماتا ہے۔

---

(۱) سفید لباس سب سے اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین۔ (۲) اول وقت کا ثواب ایسا ہے جیسے اونٹ قربانی کیا پھر ایسا جیسے گائے قربانی کی پھر ایسا جیسے مینڈھا قربانی کیا پھر ایسا جیسے مرغ تصدق کیا پھر ایسا جیسے انڈا صدقہ دیا۔ (۳) کہ اس میں ہر قدم پر ایک سال روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔ (۴) حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی سورہ کہف جمعہ کو پڑھے وہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک محفوظ رہتا ہے بلکہ اور مزید تین دن تک۔

۵۔ جمعہ کی اذان کے احکام: (۱)(نماز پنجگانہ کی طرح) نماز جمعہ کے کیلئے بھی اذان سنت مؤکدہ ہے۔ اس کے علاوہ جمعہ کیلئے[1] دوسری اذان بھی مسنون ہے۔ پہلی اذان زوال آفتاب کے بعد یعنی ظہر کے وقت مسجد کے باہر کسی اونچی جگہ پر دی جائے اور دوسری اذان مسجد کے اندر امام کے سامنے اس وقت کہی جائے جبکہ وہ خطبہ پڑھنے کیلئے ممبر پر آبیٹھے (۲) نماز جمعہ کیلئے اقامت کہنا بھی مسنون ہے۔ اقامت خطبہ تمام ہونے کے بعد کہی جائے (۳) جمعہ کی پہلی اذان سنکر تمام کاروبار چھوڑ دے کر مسلمانوں کو نماز جمعہ کیلئے جانا واجب ہے۔ اس وقت خرید وفروخت یا اور کسی کام میں مشغول ہونا درست نہیں۔ (۴) گاؤں اور جنگل کے رہنے والے جن پر جمعہ واجب نہیں، اگر نماز ظہر، جماعت کے ساتھ پڑھیں تو ان کو اذان واقامت کہہ لینا درست ہے۔ (۵) اگر کسی ایسے مقام پر جہاں شروط صحت موجود اور جمعہ ہوتا ہو، کوئی شخص جمعہ کے دن نماز ظہر کیلئے اذان اور اقامت کہے تو مکروہ تحریمی ہوگا۔ خواہ نماز ظہر کسی عذر سے پڑھتا ہو یا بلا عذر، خواہ نماز جمعہ ختم ہونے کے قبل پڑھے یا ختم ہونے کے بعد۔ (۶) جمعہ کی پہلی اذان کا جواب دینا سنت ہے اور دوسری اذان کا ضروری نہیں۔ اقامت کا جواب مستحب ہے۔ (۷) اگر کوئی شخص کھانا کھا رہا ہو ایسی حالت میں جمعہ کی اذان ہونے لگے اور خوف ہو کہ جمعہ نہ ملے گا اس کو چاہئے کہ کھانا چھوڑ دے اور جمعہ کیلئے چلا جائے۔

۶۔ صف کے احکام: (۱) مسجد میں اول وقت پہنچ کر امام سے قریب[2] پہلی صف میں بیٹھنا چاہئے (۲) پہلی صف[3] میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں نہ بیٹھیں بلکہ جب پہلی صف معمور ہو جائے اس وقت دوسری صف میں بیٹھنا شروع کر دیں۔ اسی طرح کل صفوں کو آراستہ

---

(۱) پہلی اذان عام لوگوں کی اطلاع کیلئے ہے تاکہ مسجد میں جمع ہو جائیں اور دوسری اذان حاضرین مسجد کی اطلاع کیلئے کہ خطبہ شروع ہوتا ہے، نوافل وغیرہ ترک کر دیں اور خاموش ہو رہیں۔ (۲) امام سے قریب ہونے میں فضیلت ہے۔ (۳) پہلی صف نزول رحمت الہی کے لحاظ سے سب صفوں میں بہتر ہے، پھر دوسری صف پھر تیسری، اسی طرح آخر تک۔

کریں۔(۳)اگر کسی صف میں گنجائش نہ ہوتو خواہ مخواہ دو آدمیوں کے درمیان بیٹھ کر تکلیف نہ پہنچائیں۔(۴)صف میں جس جگہ جو شخص پہلے آکر بیٹھ جائے اس جگہ کا وہی شخص مستحق ہے۔ اگر کسی ضرورت سے وہ باہر جائے اور ساتھ ہی لوٹ آنے کی امید ہوتو اس جگہ پر دوسرا شخص قبضہ نہ کرے۔(۵)کسی شخص کو اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھیں۔(۶)کسی حیلہ سے جانماز وغیرہ بچھا کر جگہ نہ روکیں۔جو جہاں بیٹھے بیٹھنے دیں(۷)اگر مسجد میں دیر کر کے آئیں تو نمازیوں کی گردنیں پھلانگ کر اگلی صفوں میں پہنچنے کی کوشش نہ کریں بلکہ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائیں۔

(تنبیہ) ہر آنے والا شخص اس امر کا بھی لحاظ رکھے کہ کسی نمازی کے آگے سے نہ گذرے کہ اس میں بڑا گناہ ہے۔حدیث شریف میں وارد ہے''اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو معلوم ہو کہ اس میں کیا گناہ ہے تو وہ یونہی چالیس[۱] تک ٹھہرا رہے''۔(۸)اگر اگلی صفوں میں جگہ خالی ہوتو آنے والے شخص کو پچھلی صف میں چھوڑ کر اگلی صف میں پہنچنا اور خالی جگہ کو معمور کر دینا چاہئے' اگر چہ وہاں تک پہنچنے میں پچھلی صف والوں کی گردنیں پھلانگنا[۲] اور نمازیوں کے آگے سے گزرنا پڑے بشرطیکہ خطبہ شروع نہ ہوا ہو۔(۹)اگر کوئی شخص خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں آئے تو اخیر صف ہی میں بیٹھ جائے' اگر چہ اگلی صفوں میں جگہ خالی ہو کیونکہ چلنا اور آگے بڑھنا حالت خطبہ میں درست نہیں۔(۱۰)نماز پڑھتے وقت صفیں سیدھی کر لی جائیں یعنی لوگ آگے پیچھے کھڑے نہ ہوں بلکہ سب برابر اور ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہوں اس طرح کہ ایک کے کندھے سے دوسرے کا کندھا لگا رہے اور درمیان میں ذرا سی جگہ بھی نہ چھوڑیں[۳]۔(۱۱)نماز کے وقت لڑکوں کو صف کے درمیان نہ کھڑا کریں بلکہ سب سے آخر میں کھڑا ہونے دیں۔ (۱۲)جو بچے بالکل چھوٹے[۴] ہوں ان کو مسجد ہی میں نہ لائیں نہ کسی صف میں شامل ہونے دیں۔

(۱)راوی حدیث فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ چالیس دن فرمائے یا چالیس ماہ یا چالیس سال۔ (۲) کیونکہ قصور انہی کا ہے اگلی صفوں میں جگہ خالی چھوڑی اس لئے وہ اسی سلوک کے مستحق ہیں۔ (۳)حدیث شریف میں آیا ہے کہ خالی جگہ میں شیطان گھس کر نمازیں خراب کرتا ہے۔(۴)یعنی جن کی عمر سات سال کے اندر ہو۔

۷۔**خطبہ کے احکام** :(۱)خطبہ جمعہ نماز جمعہ کی شرط ہے بغیر اس کے نماز جمعہ صحیح نہیں۔(۲) خطبہ کا کم سے کم تین عاقل و بالغ قابل امامت آدمیوں کے سامنے پڑھنا شرط ہے۔ جو شروع سے آخر تک موجود رہیں۔ اگر اس سے کم آدمی رہیں تو شرط ادا نہ ہوگی۔(۳) خطبہ میں دو امور فرض ہیں ایک وقت، جو زوال آفتاب کے بعد اور نماز جمعہ کے قبل ہے۔ اگر وقت ظہر سے قبل یا نماز جمعہ کے بعد خطبہ پڑھا جائے تو درست نہیں۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کا ذکر جو کم از کم بقدر سُبْحَانَ اللّٰهِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا اَللّٰهُ اَکْبَرُ ہو۔ اگر خطبہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ ہو تو خطبہ نہ ہوگا۔ (تنبیہ) اگرچہ سُبْحَانَ اللّٰهِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ یا اَللّٰهُ اَکْبَرُ ایک بار بہ نیت خطبہ کہنے[۱] سے خطبہ ادا ہو جاتا ہے لیکن بلا عذر صرف اسی مقدار پر اکتفاء کرنا خلاف سنت اور مکروہ تحریمی ہے۔

(۴) خطبہ میں بارہ سنتیں ہیں۔ حسب تفصیل ذیل: (۱) با طہارت[۲] خطبہ پڑھنا۔ (۲) کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنا۔(۳) خطیب کا قوم کی طرف منہ کرنا[۳]۔(۴) دو خطبے پڑھنا۔ (۵) دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا کہ تین آیتیں پڑھ سکیں (یا خطبہ پڑھنے والے کے تمام اعضاء قرار پا جائیں)۔(۶) خطبہ شروع کرنے سے قبل دل میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ پڑھ لینا۔(۷) خطبہ ایسی آواز میں پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔(۸) خطبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے شروع کرنا۔(۹) خطبہ اولیٰ میں ان چیزوں کا ہونا: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، اس کی وحدانیت کی شہادت، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت آپ پر درود شریف، مسلمانوں کو وعظ و نصیحت، قرآن مجید کی تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت اور خطبہ ثانیہ میں پھر حمد و ثناء، شہادتین، درود شریف اور قرآن مجید کی ایک آیت کا پڑھنا اور وعظ و نصیحت کے بجائے مسلمانوں کے لئے دعاء کرنا (۱۰) خطبہ کو زیادہ طول نہ دینا (بلکہ ہر دو خطبوں کو طوال مفصل[۴] میں سے کسی سورہ کے برابر رکھنا)۔

---

(۱) اگر الحمد للہ چھینک کر کہے یا سبحان اللہ از راہ تعجب کہے تو یہ کہنا خطبہ کے قائم مقام نہ ہوگا۔
(۲) یعنی دونوں حدثوں سے پاک رہنا۔(۳) اور قبلہ کی طرف پشت (۴) سورہ حجرات سے سورہ بروج تک کی سورتیں طوال مفصل کہلاتی ہیں۔

فائدہ : خطبہ مختصراور نماز سے کم رہے (بمقابلہ خطبہ) طویل ۔ (۱۱) خطبہ منبر پر پڑھنا۔ (۱۲) دونوں خطبوں کا عربی زبان میں ہونا۔

(تنبیہ) خطبہ عربی میں پڑھنا سنت مؤکدہ[۲] ہے۔ عربی کے سوا کسی اور زبان[۳] میں پڑھنا یا عربی کے ساتھ کسی اور زبان کی نظم یا نثر ملا دینا[۴] خلاف سنت مؤکدہ اور مکروہ تحریمی ہے۔

فائدہ: نیز ستر عورت کے ساتھ یعنی بدن ڈھانکے ہوئے خطبہ پڑھنا اور خطبہ پڑھتے وقت عصا پکڑنا اور خطبہ شروع کرنے سے پہلے جبکہ مؤذن دوسری اذان کہتا ہو امام کا منبر پر بیٹھنا یہ امور بھی مسنون ہیں۔

---

(۱) کیونکہ امام کو تخفیف نماز کا حکم ہے۔ (۲) اس لئے کہ ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خطبہ عربی میں پڑھا۔ باوجودیکہ صدہا بلاد عجم صحابہ کے زمانے میں فتح ہوگئے تھے۔ اور وہاں کے لوگ عربی سے بالکل واقف نہ تھے اور صحابہ کرامؓ عربی کے علاوہ عجمی زبانیں بھی جانتے تھے مگر باایں ہمہ ان لوگوں کے لئے خطبہ ان کی زبان میں نہیں بدلا بلکہ عربی ہی میں پڑھا کیئے۔ مصفی شرح موطا میں ہے کہ جب ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفاء رضی اللہ عنہم اور ان کے تابعین وغیرہ کے خطبوں کو دیکھا تو ان میں چند چیزیں معلوم ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وحدانیت ورسالت کی شہادت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، مسلمانوں کو تقویٰ (پرہیزگاری) کی نصیحت، قرآن مجید کی کسی آیت کی تلاوت، مسلمانوں کے لئے دعاء اور خطبہ کا عربی ہونا، خطبہ عربی ہونے پر مشرق سے مغرب تک تمام مسلمانوں کا التزام رہا باوجودیکہ اکثر ملکوں میں حاضرین عجمی ہوتے تھے۔ انتہی (۳) اور زبان سے صرف اردو یا فارسی نہیں بلکہ تلنگی، مراٹھی، کنڑی وغیرہ سب زبانیں مراد ہیں۔ (۴) اس سے عموماً یہ غرض ہوا کرتی ہے کہ عربی نہ جاننے والوں کو پند ونصیحت اور اوامر ونواہی سنایا جائے۔ لیکن یہ غرض منجملہ اغراض خطبہ کے ایک غرض ہے صرف ایک غرض کیلئے خطبہ کو طریقہ ماثورہ سے بدلنا کسی طرح مناسب نہیں (درانحالیکہ اولاً اس غرض کی تکمیل کیلئے وعظ مقرر ہے جس سے خاطر خواہ استفادہ ہوسکتا ہے۔ ثانیاً خطبہ کا مقصود ذکر الٰہی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ارشاد ہے "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ "۔ (اے ایمان والو! جب نماز کیلئے اذان کہی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو) اسی بناء پر خطبہ کی فرضیت بقدر الحمد للہ یا سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہنے سے ادا ہوجاتی ہے۔ ثالثاً خطبہ میں شان عبادت ہے اور شان عبادت مقتضی اصل زبان یعنی عربی کی ہے اگر عربی کے سوا اور زبان مثلاً تلنگی، کنڑی وغیرہ میں خطبہ پڑھا جائے تو عبادت کی اصلی شان باقی نہ رہے گی۔

(۵) خطبہ میں حسب ذیل امور مستحب ہیں: (۱) خطبہ میں حمد وثناء اور شہادتین کے بعد لفظ ''اما بعد'' سے پند ونصیحت شروع کرنا۔ (۲) خطبہ ثانیہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اطہارؓ ' ازواج مطہراتؓ ' صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدینؓ وبقیہ عشرہ مبشرہؓ اور حضرتؐ کے عمین مکرمین حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ کا ذکر اور ان کے لئے دعاء کرنا۔

ف: بادشاہ اسلام کے لئے بھی دعا کرنا جائز[1] ہے۔

(۳) دوسرے خطبہ کو بہ نسبت پہلے خطبے کے ذرا پست آواز سے پڑھنا۔ (۴) خطیب کا جمعہ کے دن سیاہ عمامہ باندھنا۔

(۶) خطبہ میں امور ذیل مکروہ ہیں: (۱) خطیب کا منبر پر چڑھتے وقت لوگوں کو سلام کرنا۔ (۲) بلا طہارت[2] خطبہ پڑھنا۔ (۳) بلا ستر عورت خطبہ پڑھنا۔ (۴) خطبہ بیٹھ کر پڑھنا (۵) دوسری اذان ختم ہونے سے پہلے خطبہ شروع کر دینا۔ (۶) صرف خطبہ اولی پر اکتفاء کرنا یا دو خطبوں کے درمیان کا جلسہ ترک کر دینا۔ (۷) خطبہ کو اتنا طول دینا[3] کہ طوال مفصل کے کسی سورہ سے بڑھ جائے یا بلا عذر اس قدر مختصر کرنا کہ تین آیتوں سے بھی کم ہو۔ (۸) (خطیب کا) خطبہ پڑھنے کی حالت میں کلام کرنا (البتہ کسی کو شرعی مسئلہ بتا دینا یا اشارے سے کسی بری بات کا منع کرنا جائز ہے)۔

(تنبیہ) امور متذکرہ کے علاوہ خطبہ کی بقیہ سنتوں میں سے کسی ایک سنت کا خلاف کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۷)۔ جب امام خطبہ کے ارادے سے منبر پر چڑھنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہو اس وقت سے ختم خطبہ تک آپس میں بات چیت کرنا' ذکر' تسبیح یا نوافل پڑھنا سب منع ہے' البتہ صاحب ترتیب[4]

---

(۱) مگر غلط تعریف کرنا مکروہ ہے۔ (۲) بحالت جنابت یا بلا وضو۔ (۳) خصوصاً جاڑوں میں۔ (۴) صاحب ترتیب وہ ہے جس کے ذمہ ابتدائے بلوغ سے چھ نمازیں قضاء نہ ہوں۔

اپنی قضاء نماز پڑھ سکتا ہے۔اسی طرح جو شخص پہلے سے سنّت[1] پڑھ رہا ہو وہ اس کو اختصار کے ساتھ جلد تمام کرے۔(۸) دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت میں خطیب یا قوم دل ہی دل میں دعاء مانگ لیں تو مضائقہ نہیں۔(۹) خطیب کا خطبہ ثانیہ میں کسی خاص دعاء کے موقع پر خصوصیت سے دائیں بائیں طرف منہ پھیرنا بدعت ہے۔(۱۰) الفاظ ''اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ ''، پر منبر سے اترنے پھر'' اَللّٰھُمَّ انْصُرْ ''پر منبر پر چڑھنے کی کوئی اصلیت نہیں اس سے احتراز مناسب ہے۔(۱۱) امام کو خطبہ پڑھنے سے پہلے محراب کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(۱۲) خطیب کا بالغ ہونا شرط نہیں۔اگر نابالغ لڑکا بھی خطبہ پڑھ دے تو جائز ہے۔(بشرطیکہ نماز وہ نہ پڑھائے بلکہ بالغ آدمی پڑھائے)۔(۱۳) بہتر یہ ہے کہ خطبہ اور نماز ایک ہی شخص پڑھائے۔(۱۴) اگر خطبہ اور نماز میں بہت فصل ہو جائے مثلاً امام خطبہ پڑھ کر مکان چلا جائے یا کھانا کھائے یا اور کوئی مانع نماز کام کر بیٹھے تو پھر خطبہ از سرنو پڑھا جائے[2]۔(۱۵) اگر امام کو خطبہ پڑھنے کے بعد[3] حدث ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ ایسے شخص کو خلیفہ کرے جو خطبہ سننے میں شریک ہو۔(۱۶) رمضان کے اخیر جمعہ کے خطبے میں وداع وفراق رمضان کے مضامین پڑھنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے منقول نہیں نہ کتب فقہ میں کہیں اس کا ذکر ہے پس اس پر مداومت نہ کرے اور نہ اس کو ضروری سمجھے کہ کہیں عوام کو اس کے مسنون ہونے کا خیال نہ ہو جائے۔

خطبہ سننے کے آداب: (۱) جس وقت امام خطبہ کے ارادے سے منبر کی طرف[4] چلے اسی وقت سے ذکر، تسبیح، کلام وغیرہ ترک کر کے ہمہ تن خطیب کے طرف متوجہ ہو جائیں۔

---

(۱) اگر نفل پڑھ رہا ہو اور ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو اس کو چھوڑ دے اور اگر سجدہ کر چکا ہو تو دو رکعت اختصار کے ساتھ جلد پوری کر کے سلام پھیر دے اور اگر تیسری رکعت میں ہو تو تب بھی اختصار سے چار رکعت پوری کر لے۔ (۲) البتہ اگر خطبہ کے بعد کسی اور شخص کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کر کے جائے تو اس صورت میں خطبہ کا اعادہ ضروری نہیں۔ (۳) اگر نماز میں داخل ہونے کے بعد حدث ہو تو اس وقت (مقتدیوں میں سے) ہر شخص کو خلیفہ کر سکتا ہے (خواہ وہ خطبہ سننے میں شریک ہو یا نہ ہو)۔(۴) اس سے پہلے تک ذکر، تسبیح، تلاوت میں مشغول رہنا مستحب ہے۔

(۲) جب خطبہ شروع ہوجائے تو تمام حاضرین کو خطبہ کا شروع سے آخر تک سننا واجب[۱] ہے خواہ حاضرین خطیب کے نزدیک بیٹھے ہوں یا خطیب سے دور اور خواہ خطبہ سنائی دے یا نہ سنائی دے (۳) حالت خطبہ میں ایسا کوئی فعل کرنا جو خطبہ سننے میں خلل انداز ہو مکروہ تحریمی ہے یعنی کھانا، پینا، چلنا، پھرنا، بات چیت کرنا، سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، ذکر، تسبیح، قرآن مجید یا نفل پڑھنا، یا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا وغیرہ امور جس طرح نماز میں منع ہیں اسی طرح حالت خطبہ میں بھی منع ہیں اور جو امور نماز کے اندر مکروہ ہیں وہ خطبہ کے وقت بھی مکروہ ہیں۔ (۴) اگر حالت خطبہ میں کوئی شخص چھینک[۲] کر الحمدلله کہے یا مسجد میں داخل ہوکر سلام کرے تو (چھینک اور سلام کا) جواب دینا واجب نہیں یعنی جواب نہ دیں۔ (۵) اگر کوئی شخص سنت پڑھ رہا ہو اور اس حالت میں خطبہ شروع ہوجائے تو اس کو چاہئے کہ سنت اختصار کے ساتھ پورا کرلے۔ (٦) خطبہ سننے والوں کو چاہئے کہ قبلہ رو بیٹھیں اور خطیب کی طرف متوجہ رہیں۔ (۷) خطبہ سننے کے وقت دو زانو یعنی جس طرح نماز میں بیٹھتے ہیں اسی طرح بیٹھنا مستحب[۳] ہے۔ (۸) اگر خطبہ کی آواز نہ آتی ہو یعنی خطبہ سنائی نہ دے تب خطبہ ہی کی طرف کان لگائے رہیں (آواز نہ آنے کی وجہ سے بات چیت یا ذکر، تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں)۔ (۹) خطبہ کے وقت کسی کو کچھ پڑھنے یا بات کرنے[۴] سے منع بھی نہ کریں[۵] (البتہ اشارہ سے خاموش کردیں تو مضائقہ نہیں)۔ (۱۰) جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک خطبہ میں آئے تو سامعین اپنے دل میں درود شریف پڑھ لے سکتے ہیں۔ (۱۱) جب آیت کریمہ ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا

---

(۱) خطبۂ جمعہ کے علاوہ اور خطبوں کا سننا بھی اسی طرح واجب ہے مثلاً خطبہ عیدین، خطبہ نکاح وغیرہ۔ (۲) چھینکنے والے کو بھی چاہئے کہ الحمدللہ زبان سے نہ کہے دل میں کہہ لے تو مضائقہ نہیں۔ (۳) مگر لازم نہیں ہے کیونکہ خطبہ درحقیقت نماز نہیں ہے نہ ظہر کی دو رکعتوں کے قائم مقام ہے البتہ ثواب میں نصف نماز جمعہ کے مانند ہے۔ (۴) کہ دوسرے کو منع کرنا بھی بات کرنے میں داخل ہے۔ (۵) اگر خطبہ سننے کی حالت میں کسی اندھے کو کنویں میں گرتا یا کسی کو بچھو کاٹتا دیکھیں تو اشارہ سے متنبہ کریں، اگر اشارہ کافی نہ ہو تو اس وقت زبان سے کہنا جائز ہے۔

عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا “ پڑھی جائے تو دل ہی دل میں درود وسلام بھیجیں۔(۱۲) خطبہ میں صحابہؓ وخلفاءؓ کا نام آئے تو بآواز بلند رضی اللہ عنہ کہنا یا جب بادشاہ کا نام آئے تو خلد اللہ ملکہ یا کوئی کلمہ دعاء پکار کر کہنا (سامعین، موذن، مکبر سب کے لئے) مکروہ ہے۔(۱۳) خطبہ کی حالت میں لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اگلی صفوں میں پہنچنا درست نہیں۔(۱۴) خطبہ ثانیہ پوری طرح ختم ہونے سے پہلے نماز کیلئے کھڑے نہ ہوں۔

(تنبیہ) بہتر یہ ہے کہ خطبہ ہر مرتبہ نیا پڑھا جائے اور لوگوں کو وقتاً فوقتاً جن مسائل کی ضرورت ہو وہ خطبہ میں بیان کئے جایا کریں۔اگر ہر جمعہ میں ایک ہی خطبہ پڑھا جائے تب بھی درست ہے لیکن ہمیشہ ایک ہی خطبہ پر التزام مناسب نہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ جمعے کے دن

یہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ اس غرض سے نقل کیا جاتا ہے کہ خطبہ کا اسلوب اور طریقہ معلوم ہو سکے۔اگر عام مسلمانوں کی ہدایت ونصیحت نیز تبرک واتباع کے خیال سے کبھی اس مبارک خطبہ کو پڑھ لیں یا اس کے مقدس الفاظ کو اپنے خطبہ میں شامل کرلیں تو بھی مناسب ہے۔

عادت شریف یہ تھی کہ جب سب لوگ جمع ہو جاتے اس وقت آپ مسجد میں تشریف لاتے (درآنحالیکہ آپ کے آگے کوئی چوبدار پکارتا نہ کسی خاص وضع کا لباس ہوتا) اور حاضرین کو سلام کرتے پھر منبر پر چڑھ کر[۱] لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور پھر[۲] سلام کرتے اور بیٹھ جاتے اور فوراً خطبہ شروع فرمادیتے (اذان اور خطبے میں کچھ فصل نہ ہوتا تھا) حالت خطبہ میں لوگوں کو نزدیک

---

(۱) جب تک منبر نہ بنا تھا۔کسی کمان یا عصاء سے ہاتھ کو سہارا دیتے تھے اور کبھی اس لکڑی کے ستون یعنی کھجور کے پیڑ سے جو محراب کے پاس تھا جہاں آپ خطبہ پڑھتے تھے تکیہ لگا لیتے تھے۔(۲) دوبارہ سلام کرنا آپ کے خصائص سے تھا۔

ہونے کا ارشاد ہوتا۔ دو خطبے پڑھتے اور دونوں خطبوں کے درمیان ذرا سی دیر بیٹھ جاتے اور اس وقت کچھ کلام نہ فرماتے نہ دعا مانگتے۔ جب دوسرے خطبہ سے فراغت ہوتی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت کہتے اور آپ نماز شروع فرما دیتے۔ اکثر نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون اور کبھی پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور دوسری میں هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ پڑھتے۔ خطبہ مختصر[1] پڑھتے تھے اور نماز طویل[2] ادا فرماتے تھے۔ خطبہ پڑھتے وقت حضرت کی آواز بلند ہو جاتی تھی اور مبارک آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ خطبہ پڑھتے وقت حضرت کی حالت ایسی ہوتی تھی جیسے کوئی شخص کسی دشمن کے لشکر سے (جو عنقریب صبح یا شام آیا چاہتا ہو) اپنے لوگوں کو خبردار کرے۔ اکثر خطبے میں بیچ کی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا دے کر فرمایا کرتے تھے "بُعِثْتُ اَنَا وَ السَّاعَةُ کَهَاتَیْنِ" (میں اور قیامت اس طرح بھیجا گیا ہوں جیسے یہ دو انگلیاں) اور اس کے بعد فرماتے تھے۔ "اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰهِ وَ خَیْرَ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ وَّ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَ کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ اَنَا اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ مَنْ تَرَکَ مَالاً فَلِاَهْلِهٖ وَ مَنْ تَرَکَ دَیْناً اَوْ ضِیَاعاً فَعَلَیَّ "۔ کبھی یہ خطبہ پڑھتے تھے۔ "یَآ اَیُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ وَ صِلُوا الَّذِیْ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَ رَبِّکُمْ بِکَثْرَةِ ذِکْرِکُمْ لَهٗ وَ کَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِی السِّرِ وَالْعَلَانِیَةِ تُؤْجَرُوْا وَ تُحْمَدُوْا وَ تُرْزَقُوْا وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ قَدْ فَرَضَ عَلَیْکُمُ الْجُمُعَةَ فَرِیْضَةً مَّکْتُوْبَةً فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا فِیْ شَهْرِیْ هٰذَا فِیْ عَامِیْ هٰذَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ مَنْ وَجَدَ اِلَیْهِ سَبِیْلاً فَمَنْ تَرَکَهَا فِیْ حَیَاتِیْ اَوْ بَعْدِیْ جُحُوْدًا بِهَا وَ اسْتِخْفَافاً بِهَا وَ لَهٗ اِمَامٌ جَائِرٌ اَوْ

(۱) حدیث شریف میں آیا ہے کہ خطبہ مختصر پڑھنا اور نماز طویل ادا کرنا آدمی کی عقلمندی اور تفقہ (انتہائے فہم) کی علامت و دلیل ہے۔ (۲) یعنی بہ نسبت خطبہ کے نماز طویل ہوتی تھی۔

عَادِلٌ فَلاَ جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَه' وَ لَا بَارَکَ لَهٗ فِیْ اَمْرِهٖ .اَلَا وَ لَا صَلَاةَ لَهٗ . اَلَا وَ لَا صَوْمَ لَهٗ اَلَا وَ لَا زَكَاةَ لَه' اَلَا وَ لَاحَجَّ لَهٗ .اَلَا وَ لَا بِرَّ لَهٗ حَتّٰی يَتُوْبَ. فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَلَا وَ لَا تَؤُمَّنَّ امْرَاةٌ رَجُلاً .اَ لَا وَ لَا يَؤُمَّنَّ اَعْرَابِیٌّ مُهَاجِرًا. اَلَا وَ لَا يَؤُمَّنَّ فَاجِرٌ مُؤمِنًا اِلَّا اَنْ يَقْهَرَهٗ سُلْطَانٌ يُّخَافُ سَيْفُه' وَ سَوْطُه' ''۔

آپ کا خطبہ ثانیہ یہ ہوتا تھا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُه' وَ نَسْتَعِيْنُه' وَ نَسْتَغْفِرُه' وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَه' وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِیَ لَه' وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَه' لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُه' وَ رَسُوْلُه' اَرْسَلَه' بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا م بَيْنَ يَدَیِ السَّاعَةِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه' فَقَدْ رَشَدَ وَ اهْتَدٰی وَ مَنْ يَعْصِهِمَا فَاِنَّه' لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَه' وَ لَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا '' اکثر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورہ ق ہی خطبہ میں پڑھا کرتے تھے[1] حتی کہ (راوی فرماتے ہیں) میں نے سورہ ق حضرت ہی سے سنکر یاد کی ہے جب آپ منبر پر اس کو پڑھا کرتے تھے۔

۸۔نماز جمعہ کے احکام: (۱) جمعہ کے دن بجائے چار رکعت نماز ظہر کے دو رکعت نماز جمعہ فرض ہے[2]۔ (۲) فرض جمعہ کے پہلے چار پھر فرض کے بعد چار[3] اس طرح جمعہ کی آٹھ رکعتیں سنت موکدہ ہیں۔ (۳) چار رکعت سنت بعد الجمعۃ کے بعد پھر دو رکعت پڑھنا مستحب[4] ہے۔ (۴) اگر کوئی شخص خطبہ پڑھتے وقت آئے تو وہ چار رکعت سنت قبل الجمعۃ نہ پڑھے بلکہ خطبہ سننے میں مشغول ہو جائے اور فرض جمعہ کے بعد ان سنتوں کو ادا کر لے۔ (۵) نماز جمعہ کی نیت یہ ہے۔ ''نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّیَ رَكْعَتَیِ الْفَرْضِ صَلَاةَ الْجُمُعَةِ خَالِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی مُتَوَجِّهًا اِلٰی

---

(۱) کیونکہ یہ سورہ نہایت موثر نصیحتوں اور تاکیدی زجر و توبیخ پر مشتمل ہے۔ (۲) نماز جمعہ کے دن نماز ظہر نہیں بلکہ جمعہ کی نماز نماز ظہر کے قائم مقام کر دی گئی ہے۔ (۳) ان چار چار رکعتوں کو ایک ایک سلام سے ادا کرنا چاہئے۔ اگر دو سلام سے پڑھے جائیں تو سنتیں شمار نہ ہوں گی۔ (۴) بقول حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ یہ دو رکعت بھی سنت موکدہ ہیں۔

جِهَةِ الْكَعْبَةِ الشَّرِيْفَةِ ''(دورکعت فرض نماز جمعہ پڑھتا ہوں خاص اللہ تعالیٰ کے لئے منہ طرف کعبہ شریف کے)۔

ف: امام امام ہونے کی نیت کرے اور مقتدی اس امام کے اقتداء کی۔

(۶) نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون یا پہلی میں ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ''اور دوسری میں ''هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ''پڑھنا مسنون[۱] ہے۔(۷) جمعہ کے فرض میں قراءت جہر سے پڑھی جائے (۸) جو شخص سب نمازیوں میں امامت کے لائق ہے وہی جمعہ میں بھی امامت کے لائق ہے۔(۹) جو شخص خطبہ پڑھے اسی کا نماز پڑھانا بہتر ہے اور اگر کوئی دوسرا پڑھائے تب بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ اس نے خطبہ سنا ہو۔(۱۰) اس شخص کو جس نے خطبہ نہ سنا ہو امام بنا کر نماز پڑھنا درست نہیں۔(۱۱) اگر نماز شروع کر دینے کے بعد امام کو حدث ہو جائے اور وہ اس وقت کسی شخص کو خلیفہ بنادے تو اس میں یہ شرط نہیں کہ خطبہ سننے میں شریک ہو بلکہ جس نے خطبہ نہیں سنا اس کا خلیفہ بنانا بھی درست ہے۔(۱۲) مسافر یا بیمار یا غلام (جن پر نماز جمعہ فرض نہیں اگر یہ) نماز جمعہ کے امام بنائے[۲] جائیں تو جائز ہے۔(۱۳) خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا مسنون ہے خطبہ اور نماز کے درمیان کوئی دنیوی کام یا بات چیت کرنا درست[۳] نہیں۔(۱۴) اگر کوئی شخص نماز جمعہ کے قعدہ میں التحیات پڑھتے وقت یا سجدہ سہو کے بعد آکر ملے تو اس کی شرکت صحیح ہو جائیگی۔ پس وہ دو رکعت نماز جمعہ[۴] تمام کرے (ظہر نہ پڑھے)۔(۱۵) جس شخص پر جمعہ فرض[۵] ہے

(۱) لیکن ہمیشہ انہی سورتوں کو نہ پڑھیں۔ کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھیں۔(۲) امام بنائے جائیں یہ نہیں کہ جس کا جی چاہے بطور خود امام بن کر نماز جمعہ پڑھا دیں۔(۳) البتہ کسی کو شرعی مسئلہ بتانا یا وضو نہ رہا ہو تو وضو کر لینا وغیرہ درست ہے۔(۴) دو رکعت نماز جمعہ تمام کرنے سے نماز ظہر اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگی۔ (۵) یعنی جس کو کوئی عذر نہ ہو۔

اس کو شہر[1] میں جمعہ ہو جانے سے پہلے[2] ظہر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور ظہر پڑھ لینے کے بعد بھی جمعہ کیلئے جانا فرض ہے۔ پھر[3] اگر جمعہ کے لئے مسجد جائے[4] اور اس وقت امام نماز جمعہ میں ہو تو اس کی نماز ظہر باطل[5] ہو جائیگی۔ اس کو چاہئے کہ اگر جمعہ مل جائے تو پڑھ لے ورنہ دوبارہ ظہر کی نماز پڑھے[6]۔ (۱۶) جس شخص پر کسی عذر کے سبب سے جمعہ فرض نہ ہو وہ اگر ظہر پڑھ کے جمعہ کے لئے مسجد جائے اور مسجد میں نماز جمعہ ہو رہی ہو تو اس کی نماز ظہر بھی باطل ہوگی۔ (۱۷) جس شخص پر جمعہ فرض ہو وہ ظہر کی نماز میں امامت کر کے پھر جمعہ کیلئے مسجد چلا جائے اور وہاں جمعہ ہو رہا ہو تو اس کی نماز ظہر باطل ہو جائیگی۔ مگر مقتدی جو جمعہ کیلئے مسجد نہ جائیں ان کی نماز باطل نہ ہوگی۔ (۱۸) مریض یا مسافر یا قیدی یا اور کوئی شخص جس پر جمعہ فرض نہیں، ان لوگوں کا جمعہ کے دن شہر میں جماعت کے ساتھ ظہر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (خواہ جمعہ ہونے سے پیشتر پڑھیں یا جمعہ کے بعد) بلکہ ان کو ظہر علحدہ علحدہ پڑھ لینا چاہئے۔ (۱۹) نیز وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے اگر ان کو جمعہ نہ ملے تو وہ بھی ظہر بلا جماعت و اقامت پڑھ لیں (جماعت و اقامت سے پڑھنا مکروہ ہے)۔ (۲۰) جہاں جمعہ درست نہیں (مثلاً گاؤں) وہاں کے رہنے والوں کے لئے جماعت جائز ہے یعنی جمعہ کے دن ظہر کی نماز اذان و اقامت اور جماعت کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں۔ (۲۱) معذور کے لئے جو جمعہ نہ پڑھ سکے مستحب یہ ہے کہ ظہر کی نماز جمعہ ہو جانے کے بعد پڑھے۔ (۲۲) جس مقام کے مصر یا قصبہ ہونے میں شک ہو اور وہاں جمعہ پڑھتے ہوں تو خاص اور فہیم اور ذی علم لوگوں کو چاہئے کہ دو رکعت فرض جمعہ اور چار رکعت سنت بعد الجمعہ

---

(۱) یا ان مقامات میں جہاں جمعہ فرض ہے۔ (۲) جمعہ ہو جانے کے بعد ظہر پڑھنے میں کراہت نہیں بلکہ اس وقت تو ظہر ہی پڑھنا فرض ہے، البتہ ترک جمعہ کا گناہ سر پر رہا۔ (۳) یعنی ترک جمعہ کے گناہ سے نادم و شرمندہ ہو کر (۴) اگر مسجد نہ جائے یا مسجد میں امام نماز ختم کر لے تو پھر نماز ظہر باطل نہ ہوگی۔ (۵) یعنی نفل ہو جائیگی۔ (۶) اگرچہ مسجد دور ہونے کی وجہ سے جمعہ نہ ملا ہو۔

کے بعد چار رکعت احتیاط[1] ظہر آہستہ قراءت سے بلا جماعت گھر یا مسجد میں پوشیدہ پڑھ لیں[2]۔ اور چاروں رکعت میں ضم سورہ بھی کریں لیکن چونکہ بحق عوام الناس اس نماز (یعنی چار رکعت احتیاط ظہر) کے ادا کرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ جمعہ اور اس احتیاط ظہر کی نماز دونوں کو ایک وقت کا فرض سمجھنے لگیں لہذا بہ اندیشہ ءفساد عقیدہ ان کو اس احتیاطی نماز سے منع کیا جائے۔

(۲۳) جمعہ کے جماعت کے لئے انہی لوگوں کا ہونا ضروری نہیں جو خطبہ کے وقت حاضر تھے بلکہ جو لوگ خطبہ میں شریک تھے وہ اگر چلے جائیں اور دوسرے لوگ آ کر امام کے ساتھ شریک ہو جائیں تو بھی جمعہ صحیح ہوگا۔

۹۔ خطبہ اور نماز جمعہ پڑھنے کا طریقہ: جب ظہر کا وقت شروع ہو جمعہ کی اذان کہی جائے۔ اذان کے بعد سنت قبل الجمعہ پڑھ لیں اور لوگ بقدر جماعت آ جائیں تو امام کو چاہئے کہ منبر پر چڑھ کر لوگوں کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھ جائے پھر موذن اس کے سامنے کھڑے ہو کر (دوسری) اذان کہے' اذان کے معاً امام کھڑے ہو کر خطبہ شروع کر دے۔ خطبہ میں تمام مسنونات و مستحبات[3] کی پابندی اور مکروہات سے احتراز رہے۔ پہلے خطبہ[4] اولیٰ پڑھے اور بیٹھ[5] جائے اتنی دیر کہ تین آیتیں پڑھی جا سکیں۔ پھر کھڑے ہو کر خطبہ ثانیہ پڑھے جب خطبہ ثانیہ ختم ہو تو منبر پر سے اتر جائے اور بلا توقف بغیر کسی دنیوی کام یا کلام کے نماز جمعہ کے لئے محراب کے سامنے کھڑا[6] ہو اور موذن فوراً اقامت کہے (اس اثناء میں حاضرین امام کے پیچھے صفیں درست اور سیدھی کر لیں) ختم اقامت پر امام تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے اور تمام مسنونات و مستحبات وغیرہ کی پوری رعایت اور قراءت جہری کے ساتھ دو رکعت نماز جمعہ ختم کرے۔ ختم

---

(۱) اس کی نیت یوں کریں میں نے ارادہ کیا کہ سب سے اخیر ظہر جس کا وقت مجھے ملا اور اب تک میں نے اس کو ادا نہیں کیا' ادا کروں۔ (۲) اس کے بعد دو رکعت سنت غیر موکدہ پڑھیں۔ (۳) جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ (۴) خطبہ اولیٰ و ثانیہ دونوں عربی میں پڑھے۔ (۵) خاموش بیٹھے۔ (۶) اگر موذن کے اقامت کہنے میں تاخیر ہو تو امام مصلیٰ پر بیٹھے اور ''حی علی الصلوۃ'' پر کھڑا ہو۔

نماز کے معاً مختصر دعا مانگے یعنی ''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ'' پڑھے۔ پھر (ہر شخص) سنت بعد الجمعہ میں مشغول ہوجائے۔

۱۰۔ جمعہ کے متفرق احکام: (۱) جمعہ کے دن زوال ہوچکنے کے بعد[۱] (اس شخص کا جس پر جمعہ واجب ہے) جمعہ پڑھے بغیر سفر کرنا مکروہ تحریمی[۲] ہے۔ (۲) نماز جمعہ کیلئے مسجد میں دیر کر کے جانا[۳] مکروہ ہے۔ (۳) جب نماز جمعہ کے لئے جائیں تو تیز قدم یعنی جلد جلد نہ چلیں بلکہ وقار اور اطمینان کے ساتھ جائیں۔ (۴) اگر نماز جمعہ میں سہو واقع ہو تو سجدہ سہو نہ کرے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ (۵) شہر کی جن مسجدوں میں جمعہ نہیں ہوتا انہیں جمعہ کے دن ظہر کے وقت بند رکھنا چاہئے۔ (۶) جمعہ کے دن فجر کی نماز میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورہ الٓمّ السجدۃ اور سورہ الدھر پڑھتے تھے۔ لہذا ان سورتوں کو جمعہ کے دن نماز فجر میں پڑھا کرے[۴]۔ (۷) جمعہ کے دن عین استواء یعنی ٹھیک دوپہر کے وقت نوافل کا پڑھنا صاحبینؒ کے نزدیک بلا کراہت درست[۵] ہے۔ اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ۔ (۸) جمعہ کے دن قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ (کیونکہ اس روز روحیں جمع ہوتی ہیں)۔ (۹) صرف جمعہ کا ایک روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ لہذا پنجشنبہ یا شنبہ کو بھی شامل کرے۔ (۱۰) جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں بندہ جو دعاء کرے قبول ہوجاتی ہے۔ یہ متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن اس ساعت کے تعین میں اختلاف ہے اور اقوال مختلفہ کی تعداد ۴۲ تک پہنچتی ہے جن میں سے معتبر و راجح دو قول ہیں: ایک یہ کہ وہ ساعت خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت

---

(۱) شافعی مذہب میں تو جمعہ کے دن زوال سے پہلے بھی سفر کرنا درست نہیں۔ (۲) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے جو سفر کرے فرشتے اس کو بددعا دیتے ہیں۔ ایک روایت میں خود جمعہ کا دن بددعا دیتا ہے جس سے وہ برکت و اعانت الٰہی سے محروم ہوجاتا ہے۔ (۳) یعنی خطبہ شروع ہوجانے کے بعد (۴) اور کبھی دوسری سورتیں بھی پڑھیں تاکہ ان سورتوں کے سنت موکدہ ہونے کا شبہ نہ ہو۔ (۵) یہ خصائص جمعہ سے ہے کیونکہ اور دنوں میں اس وقت نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

سے فرض نماز کے ختم ہونے تک ہے۔(اس قول کے لحاظ سے چاہئے کہ خطبہ شروع ہونے کے پہلے سے حاضر رہے۔ نیز دعاء دل میں مانگ لے کیونکہ خطبہ میں سکوت کا حکم ہے)۔ دوسرا یہ کہ یہ ساعت جمعہ کے آخری دن[1] میں ہے۔ یعنی عصر سے غروب آفتاب تک (اس قول کے اعتبار سے لازم ہے کہ یہ وقت لغویت میں نہ گزارے)۔(۱۱) اگر مسجد میں کوئی سائل آئے اور نماز پڑھنے والوں کے آگے نہ گزرے نہ نمازیوں کی گردنیں پھلانگے اور اصرار سے سوال نہ کرے تو اس کو خیرات دینا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

(**تنبیہ ضروری**) سنتیں پڑھنا جس طرح خطبہ اولیٰ میں منع ہے اسی طرح خطبہ ثانیہ میں بھی منع ہے۔ بعض لوگ خطبہ اولیٰ ختم ہونے کے بعد خطبہ ثانیہ میں جو سنت پڑھتے ہیں وہ کسی طرح درست نہیں۔

(۱) ترجیح اسی قول کو ہے۔

نماز عیدین کے مسائل

۱۔عیدین کی تعریف: (۱) عید کہتے ہیں خوشی کے دن کو' عیدین سے دو عید یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ مراد[۱] ہیں۔(۲) عید الفطر اس عید کا نام ہے جو ماہ رمضان المبارک کے اختتام پر غرہ شوال کو ہوتی ہے جس میں نماز کے علاوہ صدقہ فطر بھی دیا جاتا ہے۔(۳) عید الاضحیٰ وہ عید ہے جو ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو ہوتی ہے جس میں نماز کے علاوہ قربانی بھی دی جاتی ہے۔

۲۔نماز عیدین کا حکم : دونوں عیدوں کی نمازیں واجب ہیں اور انہی لوگوں پر واجب ہیں جن پر جمعہ واجب ہے۔

۳۔نماز عیدین کے شرائط : (۱) نماز عیدین کے شرائط وہی ہیں جو نماز جمعہ کے ہیں مگر اتنا فرق ہیکہ نماز جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور نماز عیدین میں سنّت[۲] اور جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھنا چاہیئے اور عیدین کا نماز کے بعد[۳]۔ جمعہ میں اذان و اقامت دونوں ہیں بلکہ دو اذانیں ہیں اور عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت۔

(تنبیہ) ایسے گاؤں میں جہاں صحت عیدین کی شرطیں موجود نہ ہوں' عیدین کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی[۴] ہے۔البتہ یہاں کے باشندے قریب تر مقام میں جا کر عید کی نماز ادا کر سکتے ہیں۔

۴۔عیدین کے آداب: عید کے دن حسب ذیل امور مسنون اور مستحب ہیں۔(۱) اپنی آرائش کرنا (اصلاح بنوانا' ناخن کتروانا)۔(۲) غسل کرنا۔(۳) مسواک[۵] کرنا[۶]۔(۴) عمدہ

---

(۱) یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں' چونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کے انعام بندوں پر عائد ہوتے ہیں اس لئے ان دونوں دنوں میں بطور شکر یہ دو دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔(۲) اگر عیدین میں خطبہ نہ پڑھا جائے تو نماز ہو جائیگی۔(گو ترک سنت کا گناہ رہے گا) بخلاف جمعہ کے اگر جمعہ میں خطبہ نہ پڑھا جائے تو نماز نہ ہوگی۔(۳) اگر عیدین کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھ لیں تو نماز ہو جائیگی۔ بخلاف جمعہ کے کہ نماز ہی نہ ہوگی۔(۴) اس لئے کہ صحت عیدین کی شرط (جمعہ کی طرح) مصر یا قصبہ ہونا ہے اور وہ گاؤں میں مفقود ہے۔ (۵) یہ اس کے علاوہ ہے جو وضو میں کی جاتی ہے۔(۶) عیدگاہ کو جانے سے قبل۔

سے عمدہ لباس جو موجود ہو پہننا۔(۵) خوشبو لگانا۔(۶) عید کے دن فجر کی نماز محلّہ کی مسجد میں پڑھنا۔(۷) عیدگاہ میں بہت سویرے جانا۔(۸) عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر دے دینا۔(۹) عیدالفطر میں پہلے کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھا کر نماز کو جانا (اگر کھجور ہوں تو طاق عدد میں کھائے)(۱۰) عیدالاضحیٰ میں بغیر کچھ کھائے[۱] نماز کو جانا (اور اگر قربانی واجب ہو تو نماز سے واپس آکر اپنی قربانی کا گوشت کھانا)۔(۱۱) عید کی نماز خاص عیدگاہ میں جا کر ادا کرنا۔(۱۲) عیدگاہ کو ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔(۱۳) عیدگاہ کو پیادہ پا جانا (بشرطیکہ جا سکے)۔(۱۴) راستہ میں تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ) پڑھتے ہوئے جانا[۲]۔(۱۵) عیدالفطر میں تکبیر آہستہ اور عیدالاضحیٰ میں باآواز بلند پڑھنا۔ نیز خیرات کی زیادتی، خوشی کا اظہار اور مبارکباد دینا مستحب ہے۔

(تنبیہ) عیدین کی نماز اگرچہ مسجد میں جائز ہے لیکن عیدگاہ میں جا کر ادا کرنا سنت موکدہ ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین کے لئے عیدگاہ تشریف لیجاتے تھے اور مسجد[۳] نبوی میں باوجود اس فضیلت وشرف کے جو از روئے احادیث اس کو حاصل ہے، نماز عیدین ادا نہیں فرماتے تھے۔ ہمیشہ[۴] آپ کا یہی عمل رہا۔ پس عیدین کی نماز عیدگاہ میں جا کر ادا کریں[۵]۔

۵۔نماز عیدین کے اوقات: (۱) عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے[۶] کے بعد شروع ہوتا ہے اور زوال آفتاب سے پہلے[۷] تک رہتا ہے۔(۲) عیدین کی نماز کا (وقت

---

(۱) خواہ قربانی واجب ہو یا نہ ہو۔(۲) اور عیدگاہ پہنچکر ختم کر دینا۔(۳) جو لوگ عیدگاہ چھوڑ کر شہر کی مسجدوں میں بغیر کسی معذوری کے نماز عیدین پڑھتے ہیں غور کریں کہ معاملہ کس قدر برعکس ہے نیز یہ امر بھی غور طلب ہیکہ عیدین جیسے محترم ایام میں سنت موکدہ کی مخالفت کی جاتی ہے اور اعمال خیر کے بجائے مکروہ تحریمی کا ارتکاب ہوتا ہے۔(۴) البتہ ایک عید میں بارش کی وجہ سے عیدگاہ تشریف نہ لے جا سکے۔(۵) کہ اس میں اتباع سنت بھی ہے اور اظہار شوکت اسلام بھی ہے۔(۶) یعنی اتنا بلند ہو کہ اس کی زردی جاتی رہے یا روشنی ایسی تیز ہو جائے کہ نظر نہ ٹھہر سکے۔(۷) اگر سلام پھیرنے سے پہلے زوال ہو جائے تو پھر نماز عید فاسد ہو جائے گی (یعنی واجب نہ رہے گی نفل ہو جائیگی)۔

شروع ہو جانے کے بعد) جلد پڑھ لینا مستحب ہے۔(۳) افضل یہ ہے کہ عید الاضحیٰ میں جلدی کرے اور عید الفطر میں تاخیر۔

۶۔نماز عیدین کے رکعات وتکبیرات: (۱) ہر عید کی نماز کی دو دو رکعتیں ہیں (۲) عیدین کی نمازوں میں علاوہ معمولی تکبیروں کی ہر رکعت میں تین تین اس طرح ہر نماز میں چھ[۱] چھ تکبیرات عیدین واجب ہیں۔(۳) عیدین کے نماز کی دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر[۲] بھی واجب ہے۔

۷۔نماز عیدین کا طریقہ: نماز عیدین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نماز عید کی نیت کرے (نَوَيْتُ اَنْ اُصَلِّيَ رَكْعَتَيْ صَلٰوةِ عِيْدِ الْفِطْرِ مَعَ سِتِّ تَكْبِيْرَاتٍ لِلّٰهِ تَعَالٰى) ”دو رکعت نماز عید الفطر ادا کرتا ہوں چھ تکبیروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے“ امام امامت کی نیت کرے اور مقتدی اقتداء کی نیت کرے پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور ثناء پڑھیں پھر (امام ومقتدی ہر دو) اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں۔ ہاتھ چھوڑ کر اتنی دیر توقف[۳] کریں کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں۔ پھر دوسری مرتبہ اسی طرح اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں[۴] اور چھوڑ دیں اور اسی قدر توقف کریں، پھر تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر (اس دفعہ نہ چھوڑیں بلکہ) باندھ لیں[۵]۔ پھر امام (آہستہ) اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور دوسری سورۃ جہر کے ساتھ پڑھے اور قاعدہ کے موافق رکوع وسجود وغیرہ کر کے دوسری رکعت شروع کرے۔ جب دوسری رکعت میں قراءت (سورہ فاتحہ اور دوسری سورۃ) ختم کر چکے تو امام ومقتدی ہر دو پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں

---

(۱) ہر تکبیر ان میں سے جداگانہ واجب ہے (۲) بخلاف اور نمازوں کے کہ ان میں یہ تکبیر سنت ہے۔(۳) اس توقف میں کوئی ذکر یا تسبیح وغیرہ نہ پڑھیں، خاموش کھڑے رہیں۔(۴) جس طرح تکبیر تحریمہ میں اٹھاتے ہیں (۵) یعنی جہاں تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا ہے (جیسے تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء) وہاں تو ہاتھ باندھ لیں اور جہاں کچھ پڑھنا نہیں ہے (جیسے تکبیرات عیدین) وہاں ہاتھ چھوڑے رکھیں۔

ہاتھ کانوں تک اٹھائیں اور چھوڑ دیں اور تین تسبیح کے موافق توقف کریں۔اسی طرح دوسری اور تیسری تکبیر کہتے اور کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑتے جائیں (یعنی تیسری[1] تکبیر کے بعد بھی ہاتھ نہ باندھیں چھوڑے رہیں) پھر بغیر ہاتھ اٹھائے[2] چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور حسب قاعدہ نماز پوری کرلیں۔ختم نماز کے بعد امام منبر[3] پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اور تمام لوگ خاموش بیٹھے خطبہ سنیں۔عیدین میں بھی دو خطبے ہیں اور دونوں کے درمیان بیٹھنا مسنون ہے۔

(تنبیہ) (۱) عیدالاضحیٰ کی نماز کا بھی یہی طریقہ ہے البتہ عیدالفطر کے بجائے عیدالاضحیٰ کی نیت کرے۔(۲) عیدالاضحیٰ میں بھی وہ سب چیزیں مسنون و مستحب ہیں جو عیدالفطر میں ہیں۔فرق اس قدر ہیکہ عیدالفطر میں عیدگاہ جانے سے قبل کوئی چیز کھانا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ سے واپس آنے کے بعد' عیدالفطر میں راستہ چلتے وقت آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ میں بلند آواز سے' عیدالفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ کی سویرے۔اذان و اقامت نہ وہاں ہے نہ یہاں۔

۸۔نماز عیدین کے احکام: (۱) عیدین کی نماز میں[4] (جمعہ کی طرح) پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقون یا پہلی میں سَبِّحِ اسْمَ اور دوسری میں ہَلْ اَتٰکَ پڑھنا مستحب ہے۔(۲) نماز عیدین کی تکبیر تحریمہ کا خاص بلفظ **الله اکبر** ادا ہونا واجب ہے۔(اگر **الله اکبر** کے بجائے) **الله اجل** یا **الله اعظم** کہا جائے تو واجب ترک اور سجدہ سہو[5] لازم ہوگا۔

(۳) نماز عیدین میں تکبیرات عیدین یعنی ہر عید کی نماز میں چھ چھ تکبیرات واجب ہیں اور دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر بھی واجب ہے۔اگر یہ سہواً ترک ہوں تو سجدہ سہو لازم ہے۔

---

(۱) اس تکبیر پر جملہ چھ تکبیرات عیدین ختم ہوگئیں۔پہلی رکعت میں ثناء کے بعد تین اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تین (۲) یہی چوتھی تکبیر اس نماز عید میں واجب ہے۔(۳) کھڑا ہوتے ہی خطبہ شروع کرے' کھڑا ہو کر جمعہ کی طرح بیٹھنے کا حکم نہیں کیونکہ یہاں اذان نہیں ہے۔(۴) ایک روایت میں پہلی رکعت میں سورہ ق اور دوسری میں **اقتربت الساعة** پڑھنا مستحب ہے۔(۵) بخلاف اور نمازوں کے کہ ان میں **الله اجل** یا **الله اعظم** سے سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔

(۴) عیدین کی تکبیریں (امام کو) جہر[1] کے ساتھ ادا کرنا چاہئیں۔ (۵) عیدین کی تکبیروں میں امام اور مقتدی دونوں کو ہاتھ اٹھانا چاہئیے[2]۔ اگر امام ہاتھ نہ اٹھائے تو بھی مقتدی برابر اٹھائیں[3]۔ (۶) اگر عیدین کی تکبیریں امام سے سہواً رہ جائیں تو مقتدی بھی چھوڑ دیں اور امام کی متابعت کریں[4]۔ (۷) اگر امام تکبیرات عیدین میں زیادتی کرے تو مقتدی تیرہ تکبیروں تک[5] متابعت کریں۔ تیرہ کے بعد متابعت نہ کریں[6]۔ (۸) اگر عیدین کی نماز میں امام حنفی اور مقتدی شافعی ہوں یا شافعی امام اور حنفی مقتدی تو تکبیروں کی تعداد اور تقدیم و تاخیر میں مقتدی امام کی متابعت کریں۔ (۹) اگر امام پہلی رکعت میں (عید کی) تکبیریں بھول جائے اور قراءت شروع کرے تو جبکہ صرف سورہ فاتحہ پڑھا ہو تو تکبیریں کہہ کر پھر سے قراءت شروع کرے اور اگر دوسری سورۃ پڑھ رہا ہو تو تکبیریں ختم قراءت کے بعد کہے' اگر قراءت کے بعد بھی یاد نہ آئے تو رکوع میں سر اٹھانے سے قبل کہے (لیکن حالت رکوع میں تکبیر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے)۔ (۱۰) اگر دوسری رکعت میں امام تکبیر کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو چاہئے کہ حالت رکوع ہی میں تکبیر کہے پھر قیام کی طرف نہ لوٹے۔ (۱۱) اگر نماز عید میں سہو واقع ہو تو سجدہ سہو نہ کرے تاکہ لوگ فتنہ[7] میں نہ پڑ جائیں۔ (۱۲) اگر کوئی شخص نماز عید میں ایسے وقت آئے جبکہ امام تکبیریں کہہ چکا ہو تو اس کو چاہئے کہ نیت باندھ کر فوراً تکبیریں کہہ لے (اگرچہ امام نے قراءت شروع کر دی ہو)۔

---

(۱) اور مقتدی آہستہ کہیں۔ (۲) جس طرح تکبیر تحریمہ میں اٹھاتے ہیں۔ (۳) پھر ہاتھ چھوڑ دیں۔ (۴) پانچ امور ایسے ہیں جن میں امام کی متابعت ضروری ہے: اول قعدہ اولیٰ' دوم قنوت پڑھنا' سوم سجدہ تلاوت' چہارم سجدہ سہو' پنجم تکبیرات عیدین کہ اگر امام ان امور کو کرے تو مقتدی بھی کریں اور اگر امام سے سہواً رہ جائیں تو مقتدی بھی چھوڑ دیں۔ (۵) جبکہ امام کی آواز سنتے ہوں ورنہ مکبر کی آواز سننے پر تیرہ کے بعد بھی متابعت کریں۔ (۶) چار چیزیں ایسی ہیں جن میں امام کی متابعت نہ کرنی چاہئے۔ اول کسی رکن کی زیادتی (مثلاً دو رکوع یا تین سجدے کرنا) دوم پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہونا' سوم تکبیرات جنازہ کی زیادتی' چہارم تکبیرات عیدین کی زیادتی کہ اگر امام ان چیزوں کو سہواً کرے تو بھی مقتدی نہ کریں۔ (۷) نماز عیدین (اور جمعہ) میں چونکہ مجمع کثیر ہوتا ہے اور سجدہ سہو سے احتمال فتنہ کا ہے اس لئے ایسے مجمعوں میں سجدہ سہو نہ کرنا چاہئے۔

(۱۳) اگر کوئی شخص ایسے وقت آئے جبکہ امام رکوع میں ہو تو اگر تکبیریں کہنے کے بعد شریک رکوع ہو سکنے کا گمان غالب ہو تو نیت باندھ کر تکبیریں کہہ لے اور رکوع میں شامل ہو جائے اور اگر خوف ہو کہ تکبیریں کہنے تک امام رکوع سے سر اٹھالے گا تو نیت باندھ کر فوراً رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں (تسبیح کے بجائے) تکبیریں کہہ لے (مگر ہاتھ نہ اٹھائے) پھر قبل اس کے کہ پوری تکبیریں کہہ لے اگر امام رکوع سے سر اٹھالے تو یہ بھی اتباعاً کھڑا ہو جائے۔ ایسی حالت میں جس قدر تکبیریں رہ جائیں وہ معاف ہیں۔ (۱۴) اگر کوئی شخص دوسری رکعت میں آکر شریک ہو تو اس کو چاہئے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب وہ اپنی گئی ہوئی رکعت ادا کرنے لگے تو پہلے قراءت ختم کرلے پھر قراءت کے بعد تکبریں کہہ لے۔ (۱۵) اگر کوئی شخص امام کو تشہد میں[1] پائے تو اب نماز امام کی طرح ادا کرلے یعنی پہلی رکعت میں تین تکبیریں قراءت سے پہلے کہے پھر دوسری رکعت میں تین تکبریں قراءت کے بعد۔ (۱۶) اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملے اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ تنہا نماز عید نہیں پڑھ سکتا (کیونکہ اس میں جماعت شرط ہے) البتہ کچھ اور لوگ بھی ہوں جن کی نماز نہ ملی ہو تو سب مل کر دوسری[2] جگہ پڑھ لے سکتے ہیں یا ایسا شخص کہیں دوسری جگہ نماز مل جائے تو جا کر پڑھ لے۔ (۱۷) اسی طرح اگر کوئی شخص نماز عید میں شریک رہا ہو لیکن کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد[3] ہوگئی ہو تو وہ بھی اس کی قضاء نہیں پڑھ سکتا۔

ف: بہتر ہے کہ ایسا شخص جس کو نماز عید نہ ملی ہو چار رکعت نماز چاشت پڑھ لے۔

(۱۸) نماز عیدین کا ایک شہر کی متعدد مساجد میں پڑھنا جائز[4] ہے۔ (۱۹) اگر عیدین کی نماز کسی عذر سے عید کی دن نہ پڑھی جاسکے مثلاً (۱) بارش ہو رہی ہو۔ (۲) چاند نظر نہ آیا ہو اور زوال کے بعد اطلاع ملے یا زوال سے پہلے ایسے تنگ وقت اطلاع ملے کہ نماز کے لئے لوگوں کا جمع

(۱) اگرچہ یہ تشہد سجدہ سہو کا ہو۔ (۲) یعنی جہاں پہلے سب لوگ پڑھ چکے ہوں اس کے سوا اور جگہ آکر پڑھیں اسی جگہ نہ پڑھیں۔ (۳) مثلاً نماز کے بعد یاد آئے کہ وضو نہ تھا۔ (۴) لیکن بجز عید گاہ کے نماز عیدین کا مسجد میں پڑھنا خلاف سنت موکدہ ہے۔

ہونا ممکن نہ ہو۔(۱۹) ابر کے دن نماز پڑھی گئی اور ابر کھل جانے پر معلوم ہوا کہ بے وقت پڑھی گئی تو عیدالفطر کی نماز دوسرے دن اور عیدالاضحیٰ کی نماز تیسرے دن یعنی بارہویں تاریخ تک پڑھی جاسکتی ہے[1]۔(۲۰) عیدالاضحیٰ کی نماز میں بے عذر تیسرے دن تک تاخیر جائز ہے مگر مکروہ ہے اور عیدالفطر میں بلا عذر تاخیر (دوسرے دن تک) جائز نہیں۔

ف: دوسرے دن بھی نماز عید کا وہی وقت ہے جو پہلے دن تھا[2]۔

(۲۱) عید کی نماز سے قبل نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، خواہ گھر میں پڑھیں یا عیدگاہ میں البتہ نماز عید کے بعد گھر میں آکر نفل پڑھنا مکروہ نہیں[3] بلکہ گھر میں آکر چار رکعت پڑھنا مستحب ہے۔

(تنبیہ) (نفل نہ پڑھنے کا) یہ حکم خاص لوگوں کیلئے ہے اور عوام کو نفل پڑھنے سے کسی حال میں منع نہ کیا جائے۔خواہ گھر میں پڑھیں یا عیدگاہ میں اگرچہ عیدگاہ میں نماز عید کی بعد پڑھیں[4]۔

(۲۲) اسی طرح عورتوں کو اور جن پر نماز واجب نہیں ان کو بھی نماز عید ہو جانے سے پہلے نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔(۲۳) اگر عید کی نماز کے وقت جنازہ بھی حاضر ہو تو نماز عید کو مقدم کریں پھر عید کے خطبہ پر نماز جنازہ کو مقدم کیا جائے۔(یعنی پہلے نماز عید پڑھیں پھر نماز جنازہ پھر خطبہ عید)۔(۲۴) اگر عید اور جمعہ ایک ساتھ واقع ہوں تو دونوں نمازیں ادا کرنا واجب ہے۔(یعنی جمعہ کی ادائی بھی لازم ہے اور عید کی ادائی بھی کیونکہ نماز جمعہ فرض ہے اور نماز عید واجب ہے)۔

۹۔خطبہ عیدین کے احکام :(۱) عیدین میں نماز کے بعد دو خطبے پڑھنا مسنون ہے۔(۲) عیدین کے خطبوں کے بھی وہی احکام ہیں جو جمعہ کے خطبے کے ہیں البتہ یہ فرق ہے کہ:۔

---

(۱) ایسی حالت میں یہ نماز قضاء سمجھی جائے گی۔(۲) یعنی ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال آفتاب کے پہلے تک (۳) لیکن عیدگاہ میں نماز عید کے بعد بھی مکروہ ہے۔(۴) کیونکہ عوام کو پہلے ہی اعمال خیر سے رغبت کم ہوتی ہے پھر اگر روکا جائے تو سرے سے ترک کر دیتے ہیں۔

الف: جمعہ کے خطبہ میں خطبہ اولیٰ سے پیشتر خطیب کا منبر پر بیٹھنا مسنون[۱] ہے اور عید کے خطبہ میں سنت یہ ہے کہ خطبہ اولیٰ سے پہلے خطیب منبر پر نہ بیٹھے[۲]

ب: عید کے خطبے میں خطبہ اولیٰ و ثانیہ دونوں کی ابتداء تکبیر[۳] سے کرنا مسنون ہے۔ یعنی خطبہ اولی کے پہلے نو مرتبہ[۴] اللہ اکبر کہے اور خطبہ ثانیہ کے پہلے سات مرتبہ نیز (خطبہ ثانیہ ختم کر کے) منبر سے اترنے کے پہلے بھی چودہ مرتبہ اللہ اکبر کہنا سنت ہے بخلاف خطبہ جمعہ کے کہ اس میں تکبیر نہ ابتداء میں ہے نہ آخر میں۔

(۳) عیدین میں نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر احیاناً نماز سے پہلے پڑھ لیا جائے تو پھر نماز کے بعد اس کا اعادہ نہ کیا جائے۔ (۴) عید الفطر کے خطبہ میں صدقہ فطر کے احکام اور عید الاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی اور تکبیر تشریق کے احکام بیان کئے جائیں۔

ف: بہتر یہ ہے کہ عید سے پہلے جو جمعہ واقع ہو اس میں یہ احکام بتا دیئے جائیں تا کہ پیشتر سے لوگ واقف ہو جائیں اور بروقت تعمیل کر سکیں۔

(۵) عیدین کے خطبہ میں امام جب تکبیر کہے تو سامعین بھی آہستہ تکبیر کہیں۔ (۶) عیدین میں نماز کے بعد لوگوں کا خطبہ سنے بغیر چلے جانا درست نہیں بلکہ (جمعہ کی طرح عید کا بھی) خطبہ سنیں اور خطبہ ختم ہو جانے تک ٹھہرے رہیں، اگر چہ خطبہ کی آواز وہاں تک نہ آتی ہو۔

۱۰۔ تکبیر تشریق کے احکام: (۱) ایام تشریق میں یعنی نویں ذی الحجہ (عرفہ) کی فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر[۵] تک ہر فرض نماز کے بعد تکبیر پڑھنا تکبیر تشریق کہلاتی ہے۔ (۲) تکبیر تشریق یہ ہے (اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ)

---

(۱) کیونکہ جمعہ میں اذان ہے۔ (۲) کیونکہ عیدین میں اذان نہیں ہے۔ (۳) پانچ خطبے ایسے ہیں جن کی ابتداء تکبیر سے ہوتی ہے۔ دو خطبے دونوں عیدوں کے اور تین خطبے حج کے۔ اور تین خطبے ایسے ہیں جو الحمد سے شروع ہوتے ہیں اول خطبہ جمعہ، دوم خطبہ طلب باراں، سوم خطبہ نکاح (۴) مسلسل یعنی پئے در پئے۔ (۵) کل تیئس نمازیں ہوئیں جن کے بعد تکبیر واجب ہے۔

(۳) تکبیر تشریق واجب ہے اور اسکے لئے شرط ہے مقیم ہونا' شہر میں ہونا' فرض عین (پنجگانہ) نماز کا جماعت مستحبہ[1] سے پڑھنا۔ پس مسافروں پر' گاؤں والوں پر' فرض کفایہ (نماز جنازہ) کے بعد' منفرد پر' عورتوں پر تکبیر واجب نہیں' البتہ مسافر، گاؤں والے اور عورتیں اگر کسی ایسے شخص کے مقتدی ہوں جس پر تکبیر واجب ہے تو پھر اتباعاً ان پر بھی تکبیر واجب ہوگی۔ لیکن عورتیں آہستہ تکبیر کہیں۔ یہ حضرت امام اعظمؒ کا قول ہے مگر بقول صاحبینؒ مطلقاً فرض عین نماز کے بعد تکبیر واجب[2] ہے۔ خواہ مسافر ہو' یا گاؤں والے' منفرد ہو یا عورت اور فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ (۴) نماز جمعہ کے بعد بھی تکبیر واجب[3] ہے۔ (۵) نماز عیدالاضحیٰ کے بعد بھی تکبیر کہہ لیں۔ (۶) نماز وتر' سنت' نفل کے بعد تکبیر واجب نہیں (۷) مسبوق ولاحق پر تکبیر واجب ہے مگر یہ اس وقت کہیں جب خود سلام پھیرلیں۔ (۸) تکبیر کا سلام کے بعد فوراً کہنا واجب ہے' اگر سلام کے بعد کوئی ایسا فعل سرزد ہو جو بناء نماز کا مانع ہو (مثلاً کلام کرے یا مسجد سے چلا جائے یا عمداً وضو توڑ ڈالے) تو تکبیر ساقط ہو جائے گی اور اگر بلا قصد وضو ٹوٹ جائے تو تکبیر کہہ لے۔ (۹) تکبیر کا جہر[4] (بلند آواز) سے کہنا واجب ہے۔ (۱۰) تکبیر کا ایک بار کہنا واجب ہے۔ اور تین بار کہنا افضل ہے۔ (۱۱) اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدی متابعت نہ کریں[5] بلکہ فوراً کہہ لیں (۱۲) اگر فرض نماز کی قضاء پڑھی جائے تو اس کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں: غیر ایام تشریق کی قضاء ایام تشریق میں پڑھیں' ایام تشریق کی قضاء غیر ایام تشریق میں پڑھیں' ایک سال کے ایام تشریق کی قضاء دوسرے سال کے ایام تشریق میں پڑھیں' اسی سال کے ایام تشریق کی قضاء اسی سال کے ایام تشریق میں پڑھیں' تو تکبیر صرف اخیر صورت میں واجب ہے اور صورتوں میں واجب نہیں۔

---

(۱) یعنی مردوں کی جماعت۔ (۲) اس لئے کہ تکبیر فرض کی تابع ہے تو جن لوگوں پر نماز فرض ہے ان پر تکبیر بھی واجب ہے۔ (۳) کیونکہ نماز جمعہ فرض عین ہے۔ (۴) لیکن عورتیں آہستہ تکبیر کہیں۔ (۵) آٹھ چیزیں ایسی ہیں کہ امام کرے یا نہ کرے مقتدی ہر حال میں کریں: اول تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانا' دوم ثناء پڑھنا' سوم تکبیرات انتقالی یعنی رکوع وسجود کے وقت تکبیر کہنا' چہارم رکوع وسجود کی تسبیحات پڑھنا' پنجم رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا' ششم تشہد پڑھنا' ہفتم سلام پھیرنا' ہشتم تکبیرات تشریق کہنا۔

نماز کسوف وخسوف کے مسائل

۱۔کسوف وخسوف کی تعریف: (۱) کسوف سورج گہن کو کہتے ہیں اور خسوف چاند گہن کو (۲) حدیث شریف میں وارد ہے کہ ”کسوف وخسوف کسی کی موت کے سبب سے نہیں ہوتے بلکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے قدرت کی نشانیاں ہیں۔ان سے مقصود بندوں کو خوف دلانا ہے[۱]۔ جب تم ان کو دیکھو تو نماز پڑھو“۔ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ”جب کوئی گہن کو دیکھے خواہ سورج گہن ہو یا چاند گہن تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگے اور اللہ اکبر کہے اور نماز پڑھے اور صدقہ دے“۔

۲۔نماز کسوف کے احکام (۱) نماز کسوف بالاجماع سنت ہے۔(۲) نماز کسوف جماعت[۲] سے پڑھی جائے اور وہی امام[۳] پڑھائے جو جمعہ پڑھاتا ہے۔اگر امام جمعہ موجود نہ ہو تو پھر سب لوگ علحدہ علحدہ[۴] پڑھ لیں (خواہ مسجد میں یا اپنے اپنے گھروں میں)۔(۳) نماز کسوف میں خطبہ[۵] نہیں ہے (۴) نماز کسوف کیلئے اذان واقامت بھی نہیں۔اگر لوگوں کا جمع کرنا مقصود ہو تو اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃ پکار دیا جائے۔(۵) افضل یہ ہے کہ نماز کسوف عیدگاہ یا جامع مسجد میں پڑھیں (اگرچہ دوسری جگہ بھی جائز ہے)۔(۶) نماز کسوف کی دو[۶] رکعتیں ہیں اور اس کے پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو اور نوافل کا ہے یعنی کسوف کی نماز بلا اذان واقامت وبغیر خطبہ کے

---

(۱) تا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس کی اطاعت بجالائیں۔(۲) نماز کسوف میں جماعت سنت کفایہ ہے۔(۳) یا حاکم وقت پڑھائے نیز امام جمعہ جس شخص کو اجازت دے وہ بھی پڑھا سکتا ہے۔(۴) اگر کسی شخص سے یہ بھی نہ ہوسکے تو صرف دعاء واستغفار میں مشغول رہے۔(۵) کیونکہ خطبہ کسی روایت سے ثابت نہیں اور جو کسوف کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وفات کے دن ہوا اور اس میں آپ نے خطبہ پڑھا وہ کسوف کی خصوصیت سے نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ ان لوگوں کا وہم دور فرمائیں جنھوں نے یہ خیال کیا تھا کہ یہ گہن آپ کے لخت جگر کی وفات کے باعث ہوا ہے۔(۶) دو سے زیادہ رکعتیں بھی جائز ہیں مگر دو رکعت سنت وافضل ہے۔

غیر اوقات مکروہہ میں پڑھیں اور ہر رکعت میں ایک ہی رکوع کریں[۱] ۔ (۷) نماز کسوف کا طوالت قراءت وارکان سے ادا کرنا مسنون ہے۔ یعنی[۲] بڑی بڑی سورتیں پڑھیں (مثلاً پہلی رکعت میں سورہ بقرہ اور دوسری میں سورہ آل عمران) اور رکوع وسجود بہت دیر تک کرے (۸) نماز کسوف میں قراءت جہر سے نہ کرے۔ (۹) نماز کے بعد امام کو چاہئے کہ دعاء میں مشغول ہوجائے (دعاء کیلئے منبر پر نہ چڑھے) بہتر یہ ہے کہ عصا یا کمان پر سہارا دے کر کھڑا ہو اور لوگوں کی طرف منہ کر کے دعاء[۳] مانگے اور مقتدی آمین آمین کہیں۔ (۱۰) دعاء میں اس وقت تک برابر مشغول رہیں جب تک کہ گہن موقوف اور آفتاب صاف نہ ہوجائے۔ (۱۱) نماز میں تطویل اور دعاء میں تخفیف کرنا یا دعاء میں تطویل اور نماز میں تخفیف دونوں جائز ہیں لیکن ایک میں تخفیف کرے تو دوسرے میں تطویل کرے[۴]۔

(۱۲) اوقات مکروہہ میں نماز کسوف نہ پڑھی جائے بلکہ (اس وقت) صرف دعاء واستغفار میں مشغول رہیں۔ (۱۳) اگر حالت گہن میں کسی نماز کا وقت آجائے تو دعاء ملتوی کر کے نماز پڑھ لیں، پھر دعاء میں مشغول ہوں اور اگر آفتاب (بحالت گہن) غروب ہوجائے تو موقوف کر دیں اور نماز مغرب میں مشغول ہوجائیں (۱۴) اگر آفتاب برابر آجائے تو دعاء موقوف نہ کریں۔ (۱۵) اگر نماز کسوف گہن کے وقت نہ پڑھی گئی ہو تو پھر گہن کے بعد نہ پڑھیں (۱۶) اگر گہن اور جنازہ دونوں جمع ہوجائیں تو پہلے جنازہ کی نماز پڑھیں۔ (۱۷) گہن کے وقت (مستحقین[۵] کو) صدقہ اور خیرات دینا بھی مستحب ہے۔

۳۔ نماز خسوف کے احکام: (۱) خسوف کی نماز مستحب ہے۔ (۲) نماز خسوف کی بھی دو رکعتیں ہیں لیکن اس میں جماعت نہیں (خواہ امام جمعہ موجود ہو یا نہ ہو) نیز اس نماز کے لئے مسجد جانا بھی ضروری نہیں۔ علحدہ علحدہ اپنے اپنے گھروں میں پڑھ لیں۔

---

(۱) امام شافعیؒ کے پاس دو رکوع سے پڑھتے ہیں۔ (۲) یہ بھی جائز ہے کہ رکوع وسجود مختصر اور قراءت طویل کرے یا قراءت مختصر اور رکوع وسجود طویل لیکن قراءت کو طول دینا افضل ہے۔ (۳) قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے نیز بیٹھ کر دعا مانگنا بھی جائز ہے۔ (۴) غرض گہن کا سارا وقت نماز اور دعاء میں ختم کر دینا مسنون ہے۔ (۵) اس کے برخلاف اس موقع پر اکثر تیلی راجہ کو دینے کا جو رواج ہے وہ قابل اصلاح ولائق ترک ہے۔

۴۔نزول حوادث اورنماز :(۱) جب کبھی دہشتناک امر پایا جائے یا کوئی مصیبت[۱] پیش آئے مثلاً تیز آندھی چلے، یا زلزلہ آئے یا بجلی گرے یا بکثرت ستارے ٹوٹیں یا لگاتار پانی برسے، یا کثرت سے اولے پڑیں، یا آسمان سرخ ہو جائے، یا رات میں خوفناک روشنی ظاہر ہو، یا دن میں سخت تاریکی چھا جائے، یا کوئی عام مرض مثل ہیضہ، طاعون وغیرہ پھیل جائے، یا دشمن کا خوف غالب ہو تو دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔(۲) ان اوقات میں جو نماز پڑھی جائے اس میں جماعت نہ کی جائے۔ ہر شخص علحدہ علحدہ اپنے اپنے گھر میں پڑھ لے۔

۳۔قنوت نازلہ: اسی طرح حادثہ عظیمہ کے وقت (یعنی جب کبھی بڑی مصیبت نازل ہو) فجر کی نماز[۲] میں قنوت پڑھی جائے۔ اس کو قنوت نازلہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ صرف حادثہ عظیمہ ہی کے وقت پڑھیں اور جب وہ دفع ہو تو پھر اس کا پڑھنا موقوف کر دیں۔

استسقاء کے مسائل

۱۔استسقاء کی تعریف :(۱) استسقاء کہتے ہیں طلب باراں کو اور اصطلاح شرع میں خشک سالی کے وقت اللہ تعالیٰ سے بطریق مخصوص مینہ طلب کرنا استسقاء کہلاتا ہے گویا استسقاء دعاء اور استغفار (گناہوں سے معافی چاہنا یا درخواست مغفرت) ہے۔(۲) استغفار از روئے نص قرآنی مینہ برسنے کا سبب ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ (مغفرت چاہو اپنے رب سے کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے تم پر کثرت سے مینہ برسائیگا)۔(سورہ نوح، آیت ۱۰، ۱۱)۔

۲۔محل استسقاء :(۱) جہاں تالاب، کنئے، نہر، باؤلی وغیرہ آدمیوں کے پانی پینے، جانوروں

(۱) حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی مصیبت یا رنج ہوتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔(۲) بعض علماء نے کل جہری نمازوں میں قنوت پڑھنا لکھا ہے۔

کے پلانے اور کھیتوں کے سینچنے کو نہ ہوں یا ہوں مگر ان میں پانی بقدر کافی نہ ہو اور اس کی شدید ضرورت ہو وہاں استسقاء مشروع ہے۔(یعنی ایسے مقام کے لوگ بارگاہ ایزدی میں بارش کے لئے دعاء مانگیں)۔(۲) جہاں تالاب وغیرہ موجود ہوں اور پانی کافی ہو تو پھر استسقاء کیلئے نہ نکلیں کیونکہ استسقاء شدت ضرورت ہی کے وقت مشروع ہے۔

۳۔طریق استسقاء: (۱) استسقاء کیلئے مستحب یہ ہے کہ بادشاہ وقت لوگوں کو حکم دے کہ تین روز تک روزہ رکھیں' گناہوں سے توبہ کریں' مظالم سے باز آئیں' حقداروں کے حقوق ادا کریں۔پھر چوتھے روز ضعیفوں اور بچوں کو لے کر صحراء کی طرف نکلیں' اس طرح کہ سب پھٹے پرانے پیوند لگے مگر پاک کپڑے پہنے پاپیادہ سروں کو جھکائے ہوئے چلیں تا کہ ان کی صورتوں سے بھی عاجزی' مسکنت' خشوع وخضوع ظاہر ہو (برہنہ سر اور برہنہ پا ہوں تو بہتر ہے)۔اور گھروں سے نکلنے کے بعد پہلے مقدور موافق خیر خیرات کریں۔ازسرنو توبہ واستغفار کریں۔مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت کریں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں۔اسی طرح برابر تین روز تک صحراء کی طرف نکلیں اور ہر روز کمزوروں' ضعیفوں اور بچوں کو ضرور ہمراہ لیں۔یہ بھی حکم ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو ان کے ماؤں سے دور رکھیں تا کہ بچوں کے رونے چلانے اور فریاد وزاری کرنے سے لوگوں کو رقت ہو اور اس کی وجہ سے دریائے رحمت باری جوش میں آجائے' نیز جانوروں[۱] کو بھی ساتھ لے جانا مستحب ہے۔اور ان کے بچوں کو بھی ان کی ماوں سے جدا رکھنا چاہیئے۔

استسقاء اور نماز وخطبہ (۲) استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز مسنون نہیں ہے (علحدہ علحدہ پڑھ لیں تو مضائقہ نہیں) اور اس میں خطبہ بھی نہیں (صرف دعاء واستغفار ہے)

(۱) مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگوں کے ساتھ مینہ کی دعاء کیلئے نکلے' راستہ میں دیکھا کہ ایک چیونٹی اپنے اگلے پاوں آسماں کی طرف اٹھائے ہوئے ہے۔آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو جائیں کہ تمہاری دعاء اس چیونٹی کی وجہ سے قبول ہوگئی۔

اور چادر لوٹانا بھی نہیں۔ یہ مذہب حضرت امام اعظمؒ کا ہے لیکن صاحبینؒ کے پاس مسنون ہے کہ امام جماعت سے (بلا اذان و اقامت) دو رکعت نماز پڑھائے اور دونوں رکعتوں میں قرائت جہر سے کرے اور افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور دوسری رکعت میں ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ پڑھے اور نماز کے بعد (تلوار یا عصاء پر سہارا دے کر زمین پر کھڑا ہوا اور لوگوں کی طرف منہ کر کے دو خطبے پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے اور اگر چاہے ایک ہی خطبہ پڑھے۔ (خطبہ[1] میں دعاء، تسبیح، استغفار اور مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت ہو) جب تھوڑا سا خطبہ پڑھ چکے تو اپنی چادر لوٹائے[2]، اس طرح کہ (چادر مربع ہو تو اوپر کا رخ نیچے اور نیچے کا رخ اوپر کرے، یا مدور ہو تو داہنی طرف کا کنارہ بائیں طرف اور بائیں کا کنارہ داہنی طرف کر لے) چادر صرف امام لوٹائے۔ مقتدی نہ لوٹائیں)، فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے[3]۔ (۳) جب امام خطبہ سے فارغ ہو تو قبلہ کی طرف[4] منہ کر کے پھر اپنی چادر کو لوٹائے اور کھڑے ہوئے استسقاء کی دعاء میں مشغول ہو۔ (۴) مقتدی خطبہ اور دعاء دونوں وقت قبلہ کی طرف منہ کئے بیٹھے رہیں۔ خطبہ کے وقت خاموش رہیں اور دعاء کے وقت آمین کہتے جائیں۔ (۵) امام کو چاہئے کہ کمزوروں، ضعیفوں[5] اور بچوں کا واسطہ دے کر دعاء مانگے اور دعاء کے وقت اپنے دونوں ہاتھ[6] آسمان کی طرف اٹھائے ہاتھوں کو خوب[7] بلند کرے

---

(۱) اس خطبہ کی ابتداء بھی جمعہ وعیدین کی طرح الحمد سے ہوگی۔ (۲) تا کہ حال بدلنے کی فال ہو یعنی قحط مبدل بہ فراخی ہو جائے۔ (۳) یعنی جماعت سے نماز پڑھنے خطبہ پڑھنے اور چادر لوٹانے پر۔ (۴) یعنی خطبہ کے وقت امام کا رخ قوم کی طرف رہے اور دعاء کے وقت قبلہ کی طرف ۔ (۵) حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ''تم کو جو رزق ملتا ہے وہ انہیں کمزوروں، ضعیفوں کی بدولت ملتا ہے'' ایک اور روایت ہے ''اگر خشوع وخضوع کرنے والے جوان جنگلوں میں چرنے والے چوپائے، کوزہ پشت بوڑھے اور شیر خوار بچے نہ ہوتے تو تمہاری شامت اعمال سے تم پر عذاب نازل ہوتا'' ۔ (۶) ہاتھ اٹھانا بہتر ہے، اگر ہاتھ نہ اٹھائے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرے تو بھی کافی ہے۔ (۷) حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی دعاء میں اس قدر ہاتھ نہ اٹھاتے جتنا استسقاء میں اٹھاتے تھے، یعنی اس قدر بلند فرماتے کہ بغلوں کی سپیدی ظاہر ہوتی۔

اسی طرح اور لوگ بھی ہاتھ اٹھائیں ۔(۶) دعاء کیلئے ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ ہتھیلیاں زمین کی طرف ہوں اور ان کی پشت آسمان کی طرف[۱] (برخلاف اور دعاوں کے)۔(۷) استسقاء کی دعاء ماثورہ ہو یعنی ان دعاؤں سے کوئی دعاء کی جائے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں مثلاً ’’اَللّٰھُمَّ اَسْقِنَا غَیْثاً مُّغِیْثاً مَّرِیْعاً نَّافِعاً غَیْرَ ضَارٍّ عَاجِلاً غَیْرَ اٰجِلٍ ۔(۸) اگر استسقاء کو نکلنے سے پہلے بارش شروع ہو تو بھی مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شکریہ کے طور پر صحراء کی طرف بھیگتے ہوئے چلے جائیں تا کہ بارانِ رحمت میں زیادتی ہو اور خاطر خواہ مینہ برسے ۔(۹) اگر بارش کثرت سے ہو اور لگا تار سلسلہ جاری رہے جس سے نقصان کا خوف ہو تو اس کے بند ہونے کی دعاء کرنا جائز ہے۔اس کی ماثورہ دعاء یہ ہے’’ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَ لَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَ الْاٰجَامِ وَ الظِّرَابِ وَ الْاَوْدِیَۃِ وَ مَنَابِتِ الشَّجَرِ ‘‘۔

نماز خوف کے مسائل

۱۔نماز خوف کا حکم :(۱) نماز خوف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشروع ہوئی تا کہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کے شرف اور ثواب سے کوئی محروم نہ رہیں مگر آپ کے بعد اس نماز کے باقی رہنے میں اختلاف ہے۔امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اب اس کا جواز باقی نہیں رہا اور طرفین یعنی امام اعظمؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے آپ کے بعد بھی اس نماز کو پڑھا ہے اس لئے اس کی مشروعیت اسی طرح اس وقت برابر باقی ہے۔فقہاء نے امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے قول کو صحیح لکھا ہے۔پس اس قول کے بموجب نماز خوف[۲] جائز ہے بشرطیکہ دشمن کا قرب ہونا یقینی ہو، خواہ دشمن انسان ہو یا درندہ، جانور یا اژدھا وغیرہ[۳]۔(۲) دشمن کے قریب

(۱) یعنی الٹے ہاتھ ہوں تا کہ فتنہ قحط دب جائے۔(۲) اگر چہ یہ نماز خلاف قیاس ہے کیونکہ اس میں بہت عمل کثیر ہوتا ہے اور قبلہ سے انحراف بھی، لیکن چونکہ قرآن مجید و احادیث میں وارد ہے اس لئے ضرورت شدید کے وقت مشروع رکھی گئی اور عمل کثیر وغیرہ معاف ہے جس طرح حالت نماز میں حدث ہو جانے پر وضو کرنے کیلئے جانا آنا معاف ہے۔(۳) مثلاً آتشزدگی۔

ہونے سے یہ مراد ہے کہ دشمن ایسا سامنے ہو کہ لوگ اس کو دیکھتے ہوں اور خوف ہو کہ اگر لوگ جماعت میں مشغول ہوں گے (یعنی ایک ساتھ نماز پڑھنے لگیں گے) تو دشمن حملہ کر دے گا۔

(۳) اگر دشمن کے قریب ہونے کے گمان پر نماز خوف پڑھ لی جائے اور نماز پڑھنے کے بعد گمان کی غلطی ظاہر ہو تو صرف مقتدی نماز کا اعادہ[۱] کر لیں (امام کی نماز ہو جائیگی)۔

۲۔ نماز خوف کا طریقہ: (۱) نماز خوف کا طریقہ یہ ہے کہ جب دشمن بالکل سامنے ہو تو امام جماعت کے دو حصے کرے، ایک حصہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہو اور دوسرا حصہ امام کے پیچھے نماز شروع کرے[۲]۔ جب امام اس حصہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ چکے (یعنی پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھائے) تو یہ حصہ دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے۔ دوسرا حصہ (جو دشمن کے مقابلہ میں ہے وہ) آئے[۳]۔ پھر امام اس کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر تشہد پڑھے اور سلام پھیرے لیکن مقتدی سلام نہ پھیریں بلکہ یہ لوگ دشمن کے مقابلے میں چلے جائیں۔ پھر پہلا حصہ آئے اور ایک رکعت بغیر قراءت[۴] پڑھ کر تشہد کے بعد سلام پھیر لے اور دشمن کے مقابل چلا جائے۔ پھر دوسرا حصہ آئے اور بقیہ رکعت قراءت[۵] کے ساتھ پڑھ لے اور تشہد کے بعد سلام پھیر دے۔ یہ طریقہ دو، دو رکعت والی نماز کا ہے۔ (خواہ نماز ہی دو رکعت کی ہو جیسے فجر، جمعہ عیدین یا سفر کی وجہ سے قصر یعنی چار کی دو رکعت ہوگئی ہوں) اور اگر چار رکعت والی نماز ہو تو امام ہر حصہ کو دو، دو رکعت پڑھائے اور مغرب میں پہلے حصہ کو دو رکعت اور دوسرے حصہ کو ایک رکعت پڑھائے۔ اگر اس کے خلاف ہو (یعنی پہلی کو ایک رکعت اور دوسرے کو دو رکعت پڑھائے) تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ یہ طریق عمل اس صورت میں متعلق ہے جبکہ امام و مقتدی دونوں مقیم ہوں، یا دونوں مسافر، یا صرف امام مقیم ہو (خواہ مقتدی تمام مسافر ہوں یا

---

(۱) کیونکہ بلا ضرورت شدید عمل کثیر مفسد نماز ہے۔ (۲) خواہ استقبال قبلہ حاصل ہو یا نہ ہو۔ (۳) اور اس کے آنے تک امام منتظر رہے۔ (۴) اس لئے کہ وہ لاحق ہیں اور لاحق کا حکم مقتدی کا سا ہے۔ (۵) اس لئے کہ وہ مسبوق ہیں اور مسبوق اور منفرد کا حال یکساں ہے۔

بعض مسافر اور بعض مقیم) لیکن اگر امام مسافر ہو اور مقتدی تمام مقیم ہوں تو اس صورت میں امام ایک حصہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور دوسرے حصہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے۔ پھر پہلا حصہ آئے اور تین رکعتیں بغیر قراءت[۱] کے پڑھے پھر دوسرا حصہ آئے اور تین رکعتیں قراءت[۲] کے ساتھ پڑھے (پہلی رکعت میں الحمد اور دوسری سورۃ ہو اور باقی دو رکعتوں میں صرف الحمد) اور اگر امام اور مقتدی بعض مسافر اور بعض مقیم ہوں تو مقیم مقیم کی طرف پڑھیں اور مسافر مسافر کی طرح۔ (۲) دشمن کے مقابل جانے سے مراد پیدل جانا ہے' اگر سواری پر جائیں گے تو نماز فاسد ہو جائیگی۔ (۳) دوسرے حصہ کا امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر چلا جانا اور پہلے حصہ کا پھر یہاں آ کر اپنی نماز تمام کرنا اس کے بعد دوسرے حصہ کا یہیں آ کر نماز تمام کر لینا مستحب و افضل ہے' ورنہ یہ بھی جائز ہے کہ پہلا حصہ نماز پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر اپنی نماز یہیں تمام کر لیں اور اس کے بعد دشمن کے مقابل روانہ ہوں جب یہ حصہ وہاں پہنچ جائے تو پہلا حصہ اپنی نماز وہیں پڑھ لیں یہاں نہ آئے۔

(تنبیہ) یہ طریقہ نماز پڑھنے کا اس وقت ہے جب کہ سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے خواہشمند ہوں' مثلاً کوئی شخص بزرگ ہو اور سب اسی کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں ورنہ افضل یہ ہے کہ ایک حصہ ایک امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے اور دشمن کے مقابل چلا جائے پھر دوسرا حصہ دوسرے شخص کو امام بنا کر پوری نماز پڑھ لے۔

۳۔ نماز خوف کے متفرق احکام: (۱) اگر خوف بہت زیادہ ہو کہ سواریوں سے اتر ہی نہ سکیں تو سواریوں ہی پر بیٹھے ہوئے اشاروں سے تنہا تنہا نماز پڑھ لیں۔ استقبال قبلہ بھی اس وقت شرط نہیں۔ اگر اس کی بھی مہلت نہ ہو تو معذور ہیں۔ اس وقت نماز نہ پڑھیں۔ اطمینان کے بعد اس کی قضاء پڑھ لیں۔ (۲) سواریوں پر نماز جماعت سے نہیں پڑھ سکتے البتہ ایک گھوڑے پر دو سوار ہوں تو پچھلا شخص اگلے کی اقتداء کر سکتا ہے۔ (۳) سواری پر فرض نماز اسی

(۱) اس لئے کہ یہ لاحق ہیں۔ (۲) اس لئے کہ یہ مسبوق ہیں۔

وقت جائز ہے جبکہ دشمن ان کا تعاقب کر رہا ہو اور اگر یہ خود دشمن کا تعاقب کر رہے ہوں تو (سواری پر فرض) جائز نہیں۔ (۴) حالت نماز میں قتال کرنے سے نماز فاسد ہو جائیگی۔ (۵) اثناء نماز میں خوف زائل ہو یعنی دشمن بھاگ جائے تو فوراً قبلہ کی طرف پھر جائیں اور امن کی سی نماز پڑھیں ورنہ نماز نہ ہوگی۔ (۶) باغیوں اور اس شخص کیلئے جس کا سفر کسی معصیت کیلئے ہو نماز خوف جائز نہیں۔ (۷) خوف کی وجہ سے نماز میں قصر جائز نہیں (۸) دریاء وغیرہ میں تیرنے والا (جبکہ نماز کا وقت اخیر ہو) اگر کچھ دیر اعضاء کو حرکت دیئے بغیر رہ سکے تو اشارہ سے نماز پڑھ لے ورنہ بعد قضاء پڑھے۔

زکوٰۃ کے مسائل

تمہید

زکوٰۃ اسلام کا تیسرا(۱) رکن ہے، اور رکن دوم یعنی نماز کی طرح ایک نہایت جلیل القدر اور قابل اہتمام رکن ہے۔ شریعت مقدسہ میں نماز کے بعد سب سے زیادہ اسی کی تاکید ہے اور اس کی فضیلت بھی بیش از بیش بیان ہوئی ہے۔ زکوٰۃ کی فضیلت و تاکید کیلئے یہ بات کیا کم ہے کہ قرآن مجید میں بتیس (۳۲) جگہ تو اس کا ذکر نماز جیسی عظیم الشان عبادت کے متصل فرمایا گیا ہے۔ اور متعدد جگہ علحدہ بھی ذکر ہے۔ نیز احادیث شریفہ میں بھی نماز اور زکوٰۃ دونوں کو ایک ساتھ ارشاد فرمایا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ غایت درجہ اتصال ہے اور نماز شریعت میں جیسی کچھ مہتم بالشان عبادت ہے اور اس کی جو کچھ تاکید وارد ہے ظاہر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کو نماز سے اتصال عطا فرمایا ہے تو پھر (بلحاظ ادا) زکوٰۃ کی قدر اور اہتمامی شان بھی نماز کے قریب قریب قرار پاتی ہے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ زکوٰۃ کی کیا فضیلت ہے اور اللہ پاک کو اس کی کس قدر تاکید منظور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی ادا سے باز رہنے والوں کو ایسے ایسے سخت عذابوں کی خبر دی گئی ہے کہ ان کے خیال و تصور سے ایمان والوں کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور ان کو سن کر کبھی کوئی ایماندار جرأت نہیں کرسکتا کہ زکوٰۃ کی ادائی میں ذرہ برابر تامل و تاخیر کرے۔ نمونہ کے طور پر دو آیات کریمہ و احادیث شریفہ درج ذیل ہیں:

(۱) وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔(۱۸۰: آل عمران) ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے دیئے ہوئے مال (کی زکوٰۃ دینے) میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ بخل ان کے لئے مفید ہے بلکہ (وہ یقین کرلیں کہ) وہ ان کیلئے برا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن جس چیز

(۱) بعضوں نے (ایمان کے بعد) بلحاظ عبادات نماز کو پہلا اور زکوٰۃ کو دوسرا رکن لکھا ہے۔

کے ساتھ انھوں نے بخل کیا ہے اس کا طوق انہیں پہنایا جائیگا۔

اس آیت کریمہ کے مطلب کی توضیح حدیث شریف میں اس طرح فرمائی گئی ہے۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو اس کا وہ مال قیامت کے دن اس کے سامنے ایک مار سیاہ کی شکل میں ظاہر کیا جائے گا جس کے دو نقطے ہوتے ہیں۔وہ اس کی گردن میں لپٹ جائے گا اور اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں۔تیرا خزانہ ہوں'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ''وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ '' الآیۃ۔

(۲)وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَ الْفِضَّۃَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ o یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَ جُنُوْبُھُمْ وَ ظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ o (آیت ۳۴، ۳۵: سورہ توبہ) ترجمہ: اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (زکوٰۃ نہیں دیتے) تو (اے نبی کریم) آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے جس دن کہ وہ (سونا، چاندی) دوزخ کی آگ میں گرم کئے جائیں گے۔پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائیگا کہ) یہ وہی (سونا، چاندی) ہے جس کو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا پس (اب) جو تم نے جمع کیا تھا اس کا مزہ چکھو۔

اس آیت کریمہ کی مزید توضیح حدیث شریف میں اس طرح ہوئی: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''کوئی روپیہ دوسرے روپیہ پر نہ رکھا جائے گا نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی پر رکھی جائیگی بلکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کا جسم اتنا بڑا کر دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں روپئے جمع کئے ہوں تو بھی ہر روپیہ کا جداگانہ داغ ہوگا''۔

اللہ اکبر! کیسی سخت وعید ہے۔سننے سے کلیجہ لرزتا ہے۔اسی تاکید کا مقتضیٰ تھا کہ جب عرب کے بعض قبائل نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چاہا کہ زکوٰۃ نہ دیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کا قصد فرمایا۔حضرت عمر فاروق ؓ نے عرض کیا کہ ''آپ ان

لوگوں سے کیسے جہاد فرماتے ہیں حالانکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”جب کوئی لَا اِلٰـــهَ اِلَّا الـــلّٰـــهُ کہہ دے تو اس کی جان اور مال میری طرف سے مامون ہو جاتا ہے“ حضرت صدیق اکبرؓ نے جواب دیا کہ خدا کی قسم جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق سمجھا اس سے میں ضرور لڑوں گا۔ خدا کی قسم اگر وہ بکری کا بچہ بھی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کرتے تھے مجھ کو نہ دیں گے تو میں ان سے ضرور جہاد کروں گا۔ فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں واللہ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے صدیقؓ کا سینہ کھول دیا ہے۔ پس میں سمجھ گیا کہ وہ حق پر ہیں۔

جہاں زکوٰۃ نہ دینے والوں کیلئے اس قدر وعیدیں ہیں وہیں (اولاً) زکوٰۃ ادا کرنے والوں کیلئے بڑی بڑی بشارتیں ہیں۔ یعنی اجر و رحمت کے وعدے ہیں۔ فوز و فلاح کے مژدے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) وَالْـمُـقِيْـمِيْـنَ الـصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (آیت ۱۶۲: سورہ نساء) ترجمہ: اور نماز پڑھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھنے والے یہی لوگ ہیں جن کو ہم بڑا اجر (ثواب) عطا کریں گے۔

(۲) وَ رَحْـمَتِـىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ فَسَاَكْـتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِـاٰيٰـتِـنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (آیت ۱۵۶: اعراف) ترجمہ: اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے پس عنقریب میں اس کو ان لوگوں کے لئے مقرر کردوں گا جو پرہیزگار ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

(۳) قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَـلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ الـلَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَ الَّـذِيْـنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ (آیت ۱ تا ۴: مومنون) ترجمہ: بے شک فلاح پا چکے (فائز المرام رہے) وہ ایماندار جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں اور وہ جو بے ہودہ باتوں سے الگ رہتے ہیں اور وہ جو زکوٰۃ کے (ادا) کرنے والے ہیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

(۱) ''زکوٰۃ دے کر اپنے اموال کو مضبوط قلعوں میں (محفوظ) کرلو''۔

(۲) ''جس مال کی زکوٰۃ نہیں دی جاتی وہ مال ضائع ہوجاتا ہے''۔

(۳) ''اپنے اموال کی زکوٰۃ نکالو کہ وہ پاک کرنے والی ہے تم کو پاک کردے گی''۔

(۴) ''زکوٰۃ اسلام کا پُل ہے''۔

(۵) ''تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو''۔

زکوٰۃ بھی نماز کی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر فرض تھی۔ البتہ اس کی مقدار اور مال کی تحدید (حد بندی) میں ضرور اختلاف رہا یعنی اسلام میں اس کے متعلق بہت آسان احکام ہیں۔ اگلی امتوں پر اتنی آسانی نہ تھی۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید میں نماز اور زکوٰۃ کا جس قدر ذکر ہے اور کسی عبادت کا اس قدر ذکر نہیں اور غالباً اس لحاظ سے کہ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت' اکثر دونوں کا ذکر ساتھ واقع ہوا ہے۔ اسی ترتیب پر فقہاء نے بھی کتاب الزکوٰۃ کو کتاب الصلوٰۃ کے متصل رکھا ہے اور یہ فضیلت زکوٰۃ کی بین وروشن دلیل ہے۔

۱۔ زکوٰۃ کی تعریف : زکوٰۃ کے معنیٰ لغت میں پاک ہونے اور برکت اور بڑھنے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں اپنے مال کے ایک جزو[۱] کا جس کا شریعت نے مقرر کردیا ہے خالصاً[۲] للہ کسی مسلمان فقیر کو (جو سید[۳] یا سید کا شرعی غلام[۴] نہ ہو) (پوری[۵] طرح) مالک کردینا چونکہ اس فعل سے باقی مال پاک ہوجاتا ہے اور اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے برکت عنایت ہوتی ہے اور اس مال کی دنیا میں ترقی ہوتی ہے اور آخرت میں اللہ پاک اس کا دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے۔ اس لئے اس کا نام زکوٰۃ رکھا گیا۔

(۱) یعنی نقد مال کا جن پر ایک سال گزر چکا ہوں چالیسواں حصہ۔ (۲) یہ قید نیت مشروط ہونے کی ہے یعنی زکوٰۃ میں نیت شرط ہے جس طرح عبادات مقصودہ میں شرط ہے۔ (۳) چونکہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور سید واجب الاحترام ہے اس لئے ان کو زکوٰۃ نہ دیں بلکہ اچھے مال سے ان کی خدمت کریں (۴) اگرچہ آزاد شدہ ہو۔ (۵) یعنی مالک کرنے والے کی منفعت بالکلیہ اس سے منقطع ہوجائے۔ پس اپنے اصول یعنی ماں 'باپ' دادا' دادی' یا فروع یعنی بیٹا' بیٹی' پوتا' پوتی وغیرہ جن کا نفقہ بصورت محتاجی خود اس پر واجب ہے ان کو زکوٰۃ نہ دے کہ اس میں من وجہ منفعت ہوجاتی ہے۔

۲۔زکوٰۃ کا حکم: (۱) زکوٰۃ ہر مسلمان عاقل، بالغ، پر (خواہ مرد ہو یا عورت) فرض عین ہے۔(۲) زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔(۳) زکوٰۃ کا ادا نہ کرنے والا فاسق، ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار اور ادا سے روکنے والا مستحق قتل ہے۔

۳۔زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطیں: زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں:۔

(۱) مسلمان ہونا (کافر[۱] پر زکوٰۃ واجب[۲] نہیں)۔

(۲) آزاد ہونا (غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں)۔

(۳) بالغ ہونا (نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں)

(۴) عاقل ہونا (مجنون پر زکوٰۃ واجب نہیں بشرطیکہ جنون سال بھر رہے اور اگر چند روز بھی افاقہ رہے تو زکوٰۃ لازم ہوگی)۔

(۵) نصاب[۳] کا ہونا (اگر نصاب میں ذرا برابر بھی کمی ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں)۔

(تنبیہ) مال کی مقررہ مقدار جس میں زکوٰۃ لازم آتی ہے نصاب کہلاتی ہے۔

(۶) ملک تام ہونا (یعنی پوری ملک جس میں ملک اور قبضہ دونوں جمع ہوں۔اگر ملک بلا قبضہ[۴] یا قبضہ بلا ملک[۵] ہو تو اس صورت میں چونکہ ملک تام نہیں ہے زکوٰۃ واجب نہیں)۔

(۷) مال کا حاجت اصلی[۶] سے زائد ہونا (پس رہنے کے گھروں پر، پہننے کے کپڑوں پر، خانہ داری کے سامان پر، سواری کے جانوروں پر، خدمتی غلاموں پر، استعمال کے ہتھیاروں پر، اہل و عیال کے غلے اور کھانے پینے کی چیزوں پر، سونے چاندی کے سواء دوسرے تمام آرائشی برتنوں پر چونکہ اس سے حاجت اصلی متعلق ہے) زکوٰۃ واجب نہیں۔(اسی طرح ان کتابوں پر جو تجارت کے لئے نہ ہوں خواہ اہل علم کے پاس ہوں یا غیر اہل کے پاس زکوٰۃ نہیں۔نیز پیشہ وروں کے آلات واوزار پر جو خاص ان کے پیشہ سے متعلق ہوں[۷] زکوٰۃ نہیں البتہ اگر یہ آلات ایسے ہوں

(۱) یعنی اگر کوئی کافر مسلمان ہو تو اس کو یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ زمانہ کفر کی زکوٰۃ ادا کرے۔(۲) اس طرح اس شخص پر واجب نہیں جو زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد معاذ اللہ مرتد ہو جائے۔(۳) بشرطیکہ وہ چیز سال بھر تک قائم رہتی ہو اور جو چیز سال بھر نہ رہ سکے جیسے ککڑی، خربوزہ، تربوزہ، ترکاری وغیرہ اس پر زکوٰۃ نہیں (۴) جیسے مہر قبضہ سے پہلے (۵) جیسے قرض لینے والے کا قبضہ بغیر ملک کے (۶) وہ حاجت جس پر انسانی زندگی کا مدار ہے حاجت اصلی کہلاتی ہے۔(۷) تجارت کیلئے نہ ہوں۔

کہ ان کا اثر باقی رہتا ہو مثلاً رنگریز اجرت پر کپڑے رنگنے کی غرض سے رنگ یا کسم یا زعفران بقدر نصاب خریدے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو ان پر زکوٰۃ لازم ہوگی۔ اسی طرح وہ روپیہ جو اصلی حاجتوں کیلئے رکھا ہوا ہو لیکن وہ حاجتیں اس سال پیش نہ ہوں تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر اسی سال درپیش ہوں تو واجب نہ ہوگی)۔

(۸) قرضدار نہ ہونا۔ اگر نصاب کا مالک ہو لیکن اس پر قرض ہو کہ جس کے ادا کرنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے تو زکوٰۃ واجب نہیں بشرطیکہ وہ قرض ایسا ہو جس کا مطالبہ بندوں کی طرف سے ہوسکتا ہو خواہ وہ قرض بندوں کا ہو (جیسے مبادلہ[1] زرِ ثمن[2] کسی چیز کا تاوان وغیرہ) یا اللہ تعالیٰ کا قرض ہو (جیسے زکوٰۃ[3]) البتہ جس قرض کا مطالبہ بندوں کی طرف سے نہ ہو اس کا یہاں اعتبار نہیں یعنی وہ مانع زکوٰۃ نہیں (جیسے نذر، کفارہ، صدقہ فطر، قربانی[4]، حج وغیرہ) زوجہ کا مہر بھی قرض میں داخل ہے۔ یعنی مہر معجّل ہو تو تا ادائی زوج پر زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر مہر موجل قابل مطالبہ ہو تو اس صورت میں بھی تا ادائی شوہر پر زکوٰۃ نہیں البتہ جو مہر موجل قابل مطالبہ نہیں (جیسے موجودہ زمانہ کا مہر موجل کہ جس کا مطالبہ موت یا طلاق سے پہلے نہیں ہوتا) تو ایسے مہر کے ہوتے ہوئے شوہر سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی بلکہ ادائی واجب ہوگی۔

(تنبیہ) قرض اس وقت مانع زکوٰۃ ہے جبکہ وہ زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے کا ہو اور اگر نصاب پر سال گزرنے کے بعد ہوا ہو تو اس قرض کا کوئی اثر نہ ہوگا یعنی زکوٰۃ برابر واجب رہیگی۔

(۹) نصاب کا نامی ہونا۔ یعنی بڑھنے والا ہونا خواہ حقیقتاً یعنی سردست توالد و تناسل یا تجارت کے ذریعہ بڑھے، یا تقدیراً یعنی نصاب پر قبضہ و قدرت حاصل ہونے کی حیثیت سے۔

---

(۱) خواہ نقدی ہو یا وزنی و کیلی، فوری ہو یا مدتی۔ (۲) یعنی کسی خریدی ہوئی چیز کی قیمت۔ (۳) خواہ جانوروں کی زکوٰۃ ہو یا نقدی (چاندی، سونے) کی یا سامان تجارت کی۔ (تنبیہ) زکوٰۃ کے قرض ہونے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص صرف نصاب کا مالک ہو اور دو سال گزر چکے ہوں کہ زکوٰۃ نہیں دی تو اس پر صرف پہلے سال کی زکوٰۃ واجب ہے۔ دوسرے سال کی نہیں کیونکہ پہلے سال کی زکوٰۃ اس پر قرض ہے۔ اس کے نکالنے کے بعد چونکہ نصاب باقی نہیں رہتا اس لئے دوسرے سال کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ (۴) اگر ان کے مصارف نصاب سے نکالیں اور اس کے بعد نصاب باقی نہ رہے تو بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

پھر ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: (۱) خلقی یعنی وہ جو اصل پیدائش سے قابل نمو ہو جیسے سونا' چاندی (۲) فعلی یعنی وہ جس کا نمو فعل انسانی مثل تجارت و چروائی کے ذریعہ ہو۔ چاندی سونے کے سوا باقی تمام چیزیں فعلی ہیں ۔ چاندی سونے میں جبکہ وہ بقدر نصاب ہوں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے۔ خواہ تجارت کی نیت ہو یا نہ ہو' خواہ مسلوک ہوں یا غیر مسلوک اور خواہ اس کے زیور یا برتن بنائے گئے ہوں یا یوں ہی رکھے ہوئے ہوں' سونے چاندی کے سوا باقی تمام چیزوں میں (خواہ وہ کتنی ہی قیمتی اور از قسم مروارید و جواہر ہی کیوں نہ ہوں) زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جبکہ تجارت اور چروائی کی نیت اور نیت کے ساتھ فعل تجارت و چروائی بھی ہو۔ تجارت کی نیت مال کی خریداری کے وقت ہونا شرط ہے۔ اگر مال خرید لینے کے بعد نیت کی جائے تو وہ قابل اعتبار نہیں تاوقتیکہ اس کی تجارت شروع نہ کر دی جائے اگر کوئی مال تجارت کے لئے خرید لیا گیا ہو اور خرید لینے کے بعد یہ نیت نہ رہے تو وہ مال تجارتی نہ رہیگا اور اس پر زکوٰۃ فرض نہ رہے گی۔ خلاصہ یہ کہ زکوٰۃ تین قسم کے مال پر ہے: نقدی یعنی سونا' چاندی پر۔ مال تجارت پر۔ سائمہ یعنی چروائی پر چھوٹے ہوئے جانوروں پر۔

(۱۰) مال پر کامل ایک[۱] سال گزر جانا۔ (اگر سال کے شروع و آخر میں نصاب پورا رہے اور درمیان میں کم ہو جائے تو اس کمی کا اعتبار نہیں (یعنی زکوٰۃ برابر واجب ہوگی) اگر کسی کے پاس مال بقدر نصاب ہو اور اثنائے سال اسی جنس کا مال اور حاصل[۲] ہو تو اس مال کو اپنے موجودہ مال کے ساتھ ملا کر اس کی بھی زکوٰۃ دینی چاہئے۔ (یعنی اس نئے مال کیلئے جدید سال کی ضرورت نہیں) البتہ اگر یہ حاصل شدہ مال موجودہ مال کی جنس سے نہ ہو (مثلاً پہلے سے اونٹ تھے اور اب بکریاں حاصل ہوئیں) تو اس کو موجودہ مال کے ساتھ نہ ملائے بلکہ اس کیلئے جدید سال قابل شمار ہوگا۔

ف: نصابِ زکوٰۃ کے مالک ہونے کے بعد سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ کا ادا کر دینا جائز ہے۔

(۱) بحساب ہلالی مہینوں کے۔ (۲) اگرچہ ختم سال سے ایک ہی روز قبل حاصل ہو۔

بشرطیکہ سال بھر پورا نصاب قائم رہے۔لیکن نصاب کے مالک ہونے سے قبل زکوٰۃ کی ادائی قابل اعتبار نہیں (یعنی اس کا شمار زکوٰۃ میں نہ ہوگا)۔

۴۔صحت ادائے زکوٰۃ کی شرطیں :زکوٰۃ کی ادائی صحیح ہونے کی شرطیں یہ ہیں:

(۱) مسلمان ہونا (کافر کا زکوٰۃ دینا صحیح نہیں)۔

(۲) عاقل ہونا (مجنون و ناقص العقل کی زکوٰۃ صحیح نہیں)۔

(۳) بالغ ہونا (نابالغ کی زکوٰۃ صحیح نہیں)۔

(۴) زکوٰۃ دیتے وقت یا کل مال سے مقدار زکوٰۃ علحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا[۱]، اگر زکوٰۃ دے دینے کے بعد نیت کی جائے تو اگر مال زکوٰۃ ابھی فقیر کے پاس موجود ہے تو یہ نیت صحیح ہوجائے گی اور اگر وہ مال فقیر کے پاس خرچ ہو چکا ہے تو نیت صحیح نہ ہوگی (پھر دوبارہ زکوٰۃ دینی ہوگی) اگر کسی نے محض ادائے زکوٰۃ کی نیت کی لیکن بہ نیت زکوٰۃ (منجملہ مال) کوئی چیز علحدہ نہیں کی بلکہ یونہی وقتاً فوقتاً بلا نیت زکوٰۃ کچھ کچھ سال بھر تک دیتا رہا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی[۲]۔ زکوٰۃ دینے میں اس کی ضرورت نہیں کہ فقیر کو زکوٰۃ کہہ کر دے۔بلکہ صرف نیت زکوٰۃ کافی ہے۔ حتی کہ اگر ہبہ یا قرض کہہ کر[۳] دے اور زکوٰۃ کی نیت کرلے تو بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔زکوٰۃ کا علانیہ اور ظاہر طور پر دینا افضل[۴] ہے۔

(۵) جس شخص کو زکوٰۃ دی جائے اس کو زکوٰۃ کا مالک و قابض بنا دینا۔کوئی شخص کچھ کھانا پکوا کر فقیروں کو گھر میں جمع کر کے کھلا دے اور زکوٰۃ کی نیت کرے تو صحیح نہیں، البتہ وہ کھانا فقیروں کو دے دے اور انہیں اختیار دے کہ اس کو جو چاہیں کرلیں جہاں چاہے لے جائیں تو پھر درست ہے ۔

---

(۱) نیت کی حد یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ دیتے وقت دریافت کیا جائے تو بلا تامل فوراً کہہ دے کہ زکوٰۃ دے رہا ہوں۔(۲) اور اس کے کہنے کا کہ سال بھر جو کچھ دیتا رہا اس میں ادائے زکوٰۃ کی نیت تھی، کوئی اعتبار نہ ہوگا۔(۳) یا انعام یا عیدی کے نام سے دے اور زکوٰۃ کی نیت کرے تو بھی زکوٰۃ ادا ہوگی۔(۴) اور نفل صدقہ کا پوشیدہ دینا افضل ہے۔

(۶) زکوٰۃ کا مال ایسے شخص کو دینا جو اس کا مستحق ہو (اس کی تفصیل آگے آئیگی)۔

(تنبیہ) وجوب صحت ادائے زکوٰۃ کے شرائط کا بیان ختم ہوا، اب اموال زکوٰۃ سے ہر قسم کی زکوٰۃ کے احکام سلسلہ وار بیان کئے جاتے ہیں۔

۵۔چاندی، سونے کی زکوٰۃ کے احکام:۔ (۱) چاندی، سونے میں مطلقاً زکوٰۃ واجب[1] ہے (خواہ وہ کسی حالت میں اور کسی شکل[2] میں ہو یعنی بصورت روپیہ، اشرفی ہو یا زیور[3] برتن وغیرہ[4])۔

(۲) چاندی، سونے میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔

(۳) چاندی کا نصاب دوسو درم (۴۲۵ گرام ۲۸۵ ملی گرام) ہے۔اور سونے کا نصاب بیس مثقال (۶۰ گرام ۷۵۵ ملی گرام) ہے۔ یعنی اگر کسی کے پاس دوسو درم (۴۲۵ گرام ۲۸۵ ملی گرام) چاندی یا بیس مثقال (۶۰ گرام ۷۵۵ ملی گرام) سونا موجود ہو اور اس پر ایک سال گزر گیا ہو تو اس کا چالیسواں حصہ یعنی پانچ درم (دس گرام ۶۳۲ ملی گرام) چاندی یا آدھا مثقال (ایک گرام ۵۱۹ ملی گرام) سونا زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

(تنبیہ) ۴۲۵ گرام ۲۸۵ ملی گرام سے کم چاندی پر زکوٰۃ نہیں۔اسی طرح ۶۰ گرام ۷۵۵ ملی گرام سے کم سونے پر زکوٰۃ نہیں[5]۔

(۴) اگر چاندی نصاب سے زیادہ ہے اور یہ زیادتی نصاب کے پانچویں حصے کے برابر ہے مثلاً چاندی ۸۵ گرام ۵۷ ملی گرام[6] زیادہ ہے، یا سونا ۱۲ گرام ۱۵۱ ملی گرام[7] زیادہ ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب[8] ہوگی۔جس کی مقدار ۸۵ گرام ۵۷ ملی گرام چاندی کے لئے ۲ گرام ۱۲۶ ملی گرام چاندی

---

(۱) یعنی سونے چاندی کی ہر چیز پر زکوٰۃ واجب ہے۔(۲) خواہ گلائے ہوئے ہوں یا کڈیوں کی شکل میں ۔(۳) خواہ زیور پہنے رہتے ہوں یا نہ پہنتے ہوں یوں ہی بند رکھا رہتا ہو۔(۴) گوٹہ، ٹھپہ وغیرہ بھی اسی میں داخل ہے۔(۵) یہ جو عام طور پر ساڑھے باون تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونا مشہور ہے وہ اس زمانے کے تولے نہیں ہیں ۔(۶) ۴۲۵ گرام ۲۸۵ ملی گرام چاندی کے علاوہ ۔(۷) ۶۰ گرام ۷۵۵ ملی گرام سونے کے علاوہ۔(۸) اور اگر پانچویں حصے کے برابر نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

ہے[1] اور ۱۲ گرام ۱۵۱ ملی گرام سونے کیلئے ۳۰۴ ملی گرام سونا[2]۔ اسی طرح ہر پانچویں حصہ کی زیادتی پر یعنی ۸۵ گرام ۷۵ ملی گرام چاندی پر دو گرام ۱۲۶ ملی گرام چاندی اور ۱۲ گرام ۱۵۱ ملی گرام سونے پر ۳۰۴ ملی گرام سونا زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے۔ پانچویں حصے سے کم زیادتی پر زکوٰۃ معاف ہے۔

(۵) چاندی سونے کے نصاب اور مقدار زکوٰۃ میں وزن کا اعتبار ہے۔ قیمت کا کوئی لحاظ نہیں یعنی اگر چاندی سونا باعتبار وزن نصاب کو پہنچتا ہو تو اس میں زکوٰۃ لازم آئے گی۔ اور اگر (باعتبار وزن) نصاب سے کم ہو اور قیمت کے لحاظ سے برابر[3] ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں بشرطیکہ ہر جنس کی زکوٰۃ اسی جنس سے یعنی چاندی کی زکوٰۃ چاندی سے اور سونے کی زکوٰۃ سونے سے ادا کی جاتی ہو اور اگر چاندی کی زکوۃ سونے سے اور سونے کی زکوٰۃ چاندی سے ادا کی جائے تو اس وقت قیمت کا اعتبار[4] ہوگا۔

(۶) اگر سونا اور چاندی باہم ملے ہوئے ہوں اور چاندی سونے پر غالب ہو تو اس صورت میں اگر سونا اپنے نصاب کو پہنچتا ہو تو سونے کی زکوٰۃ اور اگر چاندی اپنے نصاب کو پہنچتی ہو تو چاندی کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر سونا چاندی پر غالب ہو تو کل کا حکم سونے کا ہوگا کیونکہ سونا قیمتاً اعلیٰ اور گراں ہے پس اس کے غالب ہونے کی صورت میں اسی کا اعتبار ہوگا۔

(۷) اگر چاندی یا سونے میں کسی اور چیز کا میل ہو اور وہ چیز غالب نہ ہو تو وہ قابل شمار نہیں۔ برابر زکوٰۃ واجب رہے گی اور اگر وہ چیز غالب[5] ہو تو پھر ان کا حکم چاندی سونے کا نہ ہوگا[6]۔

(۱) کیونکہ ۸۵ گرام ۷۵ ملی گرام چاندی کا چالیسواں حصہ اسی قدر ہوتا ہے۔ (۲) کیونکہ ۱۲ گرام ۱۵۱ ملی گرام سونے کا چالیسواں حصہ اسی قدر ہوتا ہے۔ (۳) مثلاً کسی شخص کے پاس چالیس گرام سونا موجود ہو جس کی قیمت ۴۲۵ گرام ۲۸۵ ملی گرام چاندی یا اس سے بھی زیادہ ہو تو ایسا شخص اصطلاح شرع میں صاحب نصاب نہ کہلائے گا اور اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی کیونکہ سونا باعتبار وزن بقدر نصاب نہیں ہے۔ اسی طرح چاندی کی کوئی چیز ۴۲۵ گرام ۲۸۵ ملی گرام سے کم وزنی ہو لیکن بلحاظ صنعت و کاریگری اس کی قیمت ۴۲۵ گرام ۲۸۵ ملی گرام چاندی سے کہیں زیادہ ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ نہیں۔ (۴) مثلاً سونے کی زکوٰۃ میں چاندی کی کوئی چیز دی جس کی قیمت ایک اشرفی ہو تو ایک اشرفی ہی دینا سمجھا جائے گا اگرچہ وزن میں اس کی چاندی روپے بھر بھی نہ ہو۔ (۵) اگر چاندی سونا اور کھیٹ (میل) دونوں برابر ہوں تو اس صورت میں بھی احتیاطاً زکوٰۃ واجب ہوگی (۶) بلکہ ان کی مختلف صورتیں اور ان صورتوں کے اعتبار سے مختلف احکام ہوں گے جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

(۸) اگر کسی کے پاس چاندی بھی ہو اور سونا بھی ہو اور دونوں اپنے اپنے نصاب کے موافق ہوں تو یہ ضروری نہیں کہ چاندی کو سونا یا سونے کو چاندی قرار دے کر زکوٰۃ ادا کی جائے بلکہ ہر ایک کی زکوٰۃ علحدہ علحدہ ادا کرنا واجب ہے۔

(۹) اگر کسی کے پاس تھوڑی سی چاندی اور تھوڑا سا سونا ہو کہ دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا نہ ہو مگر دونوں کے ملا لینے (یعنی چاندی کی قیمت کا سونا یا سونے کی قیمت کی چاندی فرض کرنے) سے کسی ایک کا نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس صورت میں دونوں کی ملا کر زکوٰۃ ادا کرنا چاہئے اور اگر دونوں کو ملانے پر بھی کسی کا نصاب پورا نہ ہو تو پھر زکوٰۃ واجب نہیں۔

(۱۰) اگر چاندی اور سونے کا نصاب پورا نہ ہو اور تجارتی مال بھی موجود ہو اور اس کے ملا لینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہو تو اس کو بھی ملا کر زکوٰۃ ادا کرنا چاہئے۔

(۱۱) پیسوں کا جبکہ تجارتی نہ ہوں[۱] کوئی نصاب نہیں، یعنی ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ اگر تجارتی پیسے ہوں اور ان کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کے برابر ہو تو ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۶۔ مال تجارت[۲] کی زکوٰۃ کے احکام: (۱) ہر قسم کے تجارتی سامان میں زکوٰۃ واجب ہے۔

(۲) تجارتی مال کا نصاب اس کی قیمت کے اعتبار سے ہوگا یعنی اگر اس کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کو پہنچتی ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

(۳) مال تجارت میں بھی اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔

(۴) مال تجارت میں سال گزرنے پر جو قیمت ہوگی اس کا اعتبار ہے مگر شرط یہ ہے کہ شروع سال میں اس کی قیمت دوسو درم سے کم نہ ہو۔

(۵) اگر کسی کے پاس کوئی مال تجارت ہو اور اس کی قیمت نصاب سے کم ہو پھر چند روز کے بعد اس مال کے گراں ہو جانے کے باعث اس کی قیمت بڑھ کر بقدر نصاب ہو جائے تو جس

(۱) یعنی ان سکوں کا رواج منسوخ ہو گیا ہو۔ (۲) جو مال کہ بیچنے اور نفع حاصل کرنے کیلئے ہو وہ مال تجارت ہے خواہ وہ کسی قسم کا مال ہو جیسے غلہ، کپڑا، اسباب خانہ داری وغیرہ۔

وقت سے قیمت بڑھ گئی ہے اسی وقت سے اس کے سال کی ابتداء رکھی جائے گی۔
(۶) مال تجارت کی قیمت اسی سکہ سے لگائی جانی چاہئے جس کا رواج وہاں زیادہ ہو۔ اگر روپیہ اور اشرفی دونوں سکوں کا چلن یکساں ہو تو پھر اختیار ہے جس سے چاہیں لگائیں لیکن اگر ان میں سے ایک سے مال تجارت کی قیمت نصاب کو نہ پہنچتی ہو اور دوسرے سے پہنچتی ہو تو اسی دوسرے سے قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے۔
(۷) قیمت اسی جگہ کی ہونی چاہئے جہاں مال تجارت ہے اور اگر مال جنگل میں ہو تو جنگل کے قریب کی آبادی میں جو قیمت ہو اس قیمت کا اعتبار[۱] کیا جائیگا۔
(۸) اصل کی زکوٰۃ کے ساتھ نفع کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی ہوگی اگرچہ نفع پر پورا سال نہ گزرا ہو۔
(۹) کرایہ پر چلانے کی دیگوں نیز کرایہ کے مکانوں پر زکوٰۃ نہیں۔

۷۔ سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام: (۱) سائمہ جانور وہ ہیں جو سال کے اکثر حصے میں جنگل میں چر کر بسر کرتے ہوں اور جو دودھ کی غرض سے یا نسل کی زیادتی یا فربہ ہونے کیلئے رکھے گئے ہوں۔ اگر نصف سال جنگل میں چرتے ہوں اور نصف سال گھر میں گھانس[۲] منگوا کر کھلائی جاتی ہو یا ان کے رکھنے سے مقصود دودھ لینا یا نسل کی افزائش یا فربہ کرنا نہ ہو (بلکہ گوشت کھانا، سواری کرنا، بوجھ لادنا وغیرہ ہو) تو پھر وہ سائمہ نہ کہلائیں گے اور ان پر زکوٰۃ واجب[۳] نہ ہوگی۔
(۲) سائمہ جانوروں میں سے صرف ان تین قسم کے جانوروں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (۱) اونٹ (۲) گائے[۴]۔ (۳) بکری۔

---

(۱) بشرطیکہ وہ مال جنگل میں پیدا ہونے والا نہ ہو جیسے لکڑیاں وغیرہ ورنہ جنگل میں پیدا ہونے والے مال پر جب تک وہ جنگل میں پڑا رہے جنگل ہی کی قیمت لگائی جائیگی۔ (۲) یہ قیمت خواہ بلا قیمت۔ (۳) البتہ (غیر سائمہ جانوروں پر) تجارت کی زکوٰۃ واجب ہوگی یعنی باعتبار قیمت زکوٰۃ ادا کی جائیگی۔ (۴) بھینس بھی گائے کے حکم میں ہے۔

(تنبیہ) ان کے سواء دوسرے جانوروں پر زکوٰۃ واجب نہیں البتہ دوسرے جانور اگر تجارت کی نیت سے رکھے ہوں تو ان پر تجارت کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۳) جو جانور سائمہ ہوں اور اندرون سال ان کے تجارت کی نیت کر لی جائے تو اس سال ان کی زکوٰۃ لازم نہ ہوگی بلکہ تاریخ نیت سے ان کا تجارتی سال شروع ہوگا۔

اونٹ کی زکوٰۃ: اونٹ کی زکوٰۃ کا نصاب پانچ ہے۔یعنی پانچ اونٹ میں زکوٰۃ فرض ہے۔ پانچ سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور شرح زکوٰۃ حسب ذیل ہے:

۵	اونٹ میں ایک بکری[۱]	۱۰	اونٹ میں دو بکریاں
۱۵	اونٹ میں تین بکریاں	۲۰	اونٹ میں چار بکریاں
۲۵	اونٹ میں ایک سالہ[۲] اونٹنی	۳۶	اونٹ میں دو سالہ اونٹنی
۴۶	اونٹ میں تین سالہ اونٹنی	۶۱	اونٹ میں چار سالہ اونٹنی
۷۶	اونٹ میں دو سالہ دو اونٹنیاں	۹۱	اونٹ میں تین سالہ دو اونٹنیاں

جب ایک سو اکیس (۱۲۱) اونٹ ہوں تو پھر نیا حساب شروع ہوگا۔

(تنبیہ)[۳] (۱) دو نصابوں کی درمیانی تعداد (مثلاً چھ سے نو اور گیارہ سے چودہ وغیرہ) معاف ہے۔(۲) زکوٰۃ میں اونٹ کا مادہ بچہ دیا جائے اگر نر دیں تو مادہ کی قیمت کا ہو ورنہ صحیح نہیں۔

گائے کی زکوٰۃ: گائے کی زکوٰۃ کا نصاب تیس ہے۔یعنی تیس گائیوں میں زکوٰۃ فرض ہے۔ تیس سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور شرح زکوٰۃ حسب ذیل ہے:

۳۰ گائیوں میں یکسالہ[۴] بچھڑا[۵]، ۴۰ گائیوں میں دو سالہ بچھڑا، ۶۰ گائیوں میں یکسالہ دو بچھڑے۔ ساٹھ کے بعد ہر دہائی پر تیس تیس اور چالیس چالیس کا حساب کیا جائیگا اور ہر تیس میں یکسالہ

---

(۱) خواہ نر ہو یا مادہ لیکن پورے ایک سال کی عمر کا ہو یعنی جس کو دوسرا سال شروع ہو چکا ہو۔(۲) یکسالہ سے پورا ایک سال مراد ہے یعنی جس کو دوسرا سال شروع ہوا ہو اسی طرح دو سالہ سے پورے دو سال کہ جس کو تیسرا سال شروع ہو (وعلیٰ ہذا القیاس)۔(۳) یعنی نو اونٹ تک صرف ایک ہی بکری واجب ہوگی اور چودہ اونٹ تک دو بکریاں (علیٰ ہذا القیاس)۔(۴) یکسالہ سے پورا ایک سال مراد ہے یعنی جس کو دوسرا سال شروع ہوا ہو۔(۵) خواہ بچھڑی۔

بچھڑا اور ہر چالیس میں دوسالہ بچھڑا واجب[1] ہوگا۔

(تنبیہ)۔(۱) دونصابوں کی درمیانی تعداد (مثلاً اکتیس سے انتالیس اور اکتالیس[2] سے اونسٹھ وغیرہ) معاف ہے۔(۲) بھینس بھی گائے کے حکم میں ہے۔(اگر کسی کے پاس گائے، بھینس دونوں ہوں تو نصاب پورا کرنے کیلئے دونوں کو ملالیا جائیگا)۔(۳) گائے بھینس کی زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ نر دیا جائے خواہ مادہ۔

بکری کی زکوٰۃ: بکری کی زکوٰۃ کا نصاب چالیس ہے، یعنی چالیس بکریوں میں زکوٰۃ فرض ہے۔چالیس سے کم میں زکوٰۃ نہیں اور شرح زکوٰۃ حسب ذیل ہے:

۴۰	بکریوں میں ایک بکری[3]	۱۲۱	بکریوں میں دو بکریاں
۲۰۱	بکریوں میں تین بکریاں	۴۰۰	بکریوں میں چار بکریاں

پھر چار سو کے بعد ہر سو پر ایک بکری واجب ہوگی۔

(تنبیہ)۔(۱) ’’نصابوں کی درمیانی تعداد معاف ہے۔(۲) بھیڑ، دنبہ، مینڈھا سب بکری میں داخل[4] ہیں۔(۳) بھیڑ بکری کی زکوٰۃ میں بھی نر مادہ[5] کی خصوصیت نہیں۔

۸۔زکوٰۃ کے متفرق احکام: (۱) جن جانوروں کی زکوٰۃ واجب ہے ان کی عمریں کم سے کم سال سال بھر کی ہونی چاہئیں۔اگر سب ایک سال سے کم عمر والے ہوں[6] تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، البتہ ایک جانور بھی ان میں سے سال بھر کا ہو تو پھر سب اس کے تابع ہوں گے اور زکوٰۃ

---

(۱) مثلاً ستر میں ایک یکسالہ بچھڑا اور ایک دوسالہ بچھڑا واجب ہوگا کیونکہ ایک تیس کا نصاب ہے اور ایک چالیس کا اور اسی (۸۰) میں دوسالہ دو بچھڑے واجب ہوں گے کیونکہ چالیس کے دو نصاب میں (وعلی ہذا القیاس)۔(۲) حضرت امام اعظمؒ کے قول پر چالیس سے جس قدر زیادہ ہوں اونسٹھ تک ان کی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے دی جائیگی۔مثلاً ایک زیادہ ہو تو چالیسواں حصہ (باعتبار قیمت کے) اور دو زیادہ ہوں تو بیسواں حصہ یا دو چالیسویں حصے وعلی ہذا القیاس لیکن بقول مفتی بہ چالیس کے بعد (اکتالیس سے اونسٹھ تک) معاف ہے۔(۳) جو پورے سال بھر کی ہو یعنی جس کو دوسرا سال شروع ہوا ہو۔(۴) کہ اگر ان میں ایک سے نصاب پورا نہ ہو تو دوسرے کو ملا کر پورا کر سکتے ہیں اور زکوٰۃ میں بھی ان کو دے سکتے ہیں بشرطیکہ سال بھر سے کم نہ ہو (۵) البتہ سال بھر سے کم نہ ہونا شرط ہے۔(۶) اگرچہ نصاب کو پہنچ جائیں۔

فرض ہو جائے گی اور زکوٰۃ میں وہی بڑا جانور دیا جائیگا اور اگر احیاناً سال پورا ہونے کے بعد وہ مرجائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائیگی۔

(۲) اگر کسی کے پاس اونٹ، گائے، بکری سب قسم موجود ہو لیکن ہر قسم نصاب سے کم ہو تو نصاب پورا کرنے کیلئے ان کو ملایا نہ جائیگا اور زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

(۳) گھوڑے، گدھے، خچر پر زکوٰۃ نہیں (اگر تجارت کے لئے ہو تو قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ دی جائے گی)۔

(۴) دو نصابوں کے درمیان جو مال ہو وہ معاف ہے اگر ہلاک ہو جائے تو زکوٰۃ میں کمی نہ ہوگی۔

(۵) زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ خواہ خود وہ چیز دیں جو واجب ہوئی ہے یا اس کی قیمت دیں اور خواہ قیمت نقد دیں یا اس کے عوض غلہ، کپڑا وغیرہ۔

۹۔ زکوٰۃ کے مصارف: (۱) زکوۃ کے مصارف (یعنی جن اشخاص کو مال زکوٰۃ دینے کا حکم ہے وہ) سات ہیں (۱) فقیر، (۲) مسکین، (۳) عامل، (۴) مکاتب، (۵) قرضدار، (۶) فی سبیل اللہ، (۷) مسافر۔

توضیح: فقیر[۱] وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال واسباب ہو لیکن بقدر نصاب نہ ہو یا بقدر نصاب ہو مگر نامی (بڑھنے والا) نہ ہو یا حاجت اصلی سے زائد نہ ہو۔

مسکین، وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو حتیٰ کہ ایک وقت کا کھانا بھی نہ ہو۔

عامل، وہ شخص جو مال زکوٰۃ حاصل کرنے کیلئے حاکم اسلام کی طرف سے مقرر ہو۔

مکاتب، وہ غلام جو مال کی ایک معینہ مقدار ادا کر دینے پر آزاد ہو جانے والا ہو۔

قرضدار[۲]، وہ شخص جس پر اتنا قرض ہو کہ اس کی ادائی کے بعد نصاب کا مالک نہ رہے۔

فی سبیل اللہ، وہ شخص جو فقر کے باعث غازیوں کے لشکر سے جدا ہو یا جو فقر کی وجہ سے اثناء راہ میں حجاج کے قافلہ سے رہ گیا ہو۔

---

(۱) فقیر اگر عالم ہو تو اس کو دینا جاہل کو دینے سے افضل ہے۔ (۲) قرضدار کو دینا فقیر کو دینے سے اولیٰ ہے۔

مسافر' وہ جو وطن سے باہر ہو اور زادراہ نہ رکھتا ہو اگرچہ گھر میں مال موجود ہو اسی میں وہ شخص بھی داخل ہے جو وطن ہی میں اپنے مال سے جدا ہو۔

(۲) زکوٰۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ زکوٰۃ ان ساتوں قسم کے اشخاص کو دے یا ان میں سے کسی ایک قسم کے اشخاص کو خواہ صرف ایک ہی شخص کو لیکن ایک شخص کو دینا اس وقت افضل ہے جبکہ مال زکوٰۃ مقدار نصاب سے کم ہو اور اگر بقدر نصاب یا نصاب سے زائد ہو تو ایک شخص کو دینا مکروہ ہوگا البتہ اس صورت میں کہ وہ قرضدار ہو یا اس کے لڑکے بالے بہت ہوں (مکروہ نہیں)۔

(۳) کم از کم ایک فقیر کو اتنا دینا مستحب ہیکہ اس دن اس کو سوال کی حاجت نہ پڑے۔

(۴) زکوٰۃ کا مال بجز ان مصارف کے جن کا ذکر کیا گیا اور کسی کام میں صرف نہ کیا جائے۔

(۵) زکوٰۃ کی ادائی صحیح ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو مال زکوٰۃ کا مالک و قابض بنا دیا جائے۔ پس مسجد' پل' آبدار خانہ وغیرہ بنانے یا ان کی تعمیر و ترمیم یا راستوں کی درستی و صفائی یا نہر کنواں کھدوانے یا میت کی تجہیز و تکفین یا میت کے قرض کی ادائی (غرض جن ابواب میں کسی شخص معین کو مالک کر دینے کی صورت نہ ہوان) میں زکوٰۃ دی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔

(۶) اشخاص ذیل مصرف زکوٰۃ نہیں ہو سکتے' یعنی ان کو زکوٰۃ دی جائے تو ادا نہ ہوگی۔

(۱) اپنے اصول[۱] یعنی ماں' باپ' دادا' دادی' نانا' نانی (اخیر سلسلہ تک)۔ (۲) اپنے فروع[۲] یعنی بیٹا' بیٹی' پوتا' پوتی' نواسا' نواسی (اخیر سلسلہ تک)۔ (۳) زوجین (یعنی شوہر اپنی زوجہ کو اور زوجہ اپنے شوہر)۔ (۴) غنی (مالدار) یعنی وہ شخص جو خود نصاب[۳] کا مالک ہو' اسی طرح اس کا نابالغ لڑکا (البتہ اس کے بالغ لڑکا لڑکی اور باپ اور زوجہ اگر فقیر ہوں تو ان کو زکوٰۃ

(۱) اصول و فروع کو زکوٰۃ کا مال دینا تو ناجائز ہے لیکن ان کی خبر گیری اور ان کی کفالت شریعت کی طرف سے ہر شخص پر لازم کر دی گئی ہے۔ (تنبیہ) اصول و فروع اور زوجین کے سوا اور عزیزوں اور قرابتداروں کو مال زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ (۲) اگرچہ زنا سے ہوں۔ (۳) خواہ نصاب کسی مال کا ہو حاجت اصلی سے زائد ہو۔

دی جاسکتی ہے)۔(۵) بنی ہاشم[۱] یعنی آل علیؓ، آل عباسؓ، آل جعفرؓ، آل عقیلؓ، آل حارث بن عبدالمطلب۔(۶) کافر۔

(۷) ۔زکوٰۃ کی ادائی میں افضل یہ ہے کہ ترتیب ذیل کالحاظ رکھے۔

اولاً اپنے (محتاج) بھائی، بہنوں کو دے پھر ان کی اولاد کو پھر چچا اور پھوپھی کو پھر ان کی اولاد کو پھر ماموں اور خالہ کو پھر ان کی اولاد کو پھر ذوی الارحام (قرابتداروں) کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے ہم پیشہ اشخاص کو پھر اپنے شہر یا گاؤں کے رہنے والوں[۲] کو پھر ان میں معذور واندھے، لنگڑے، اپاہج (غرض جو قابل کسب نہ ہوں) ان کو مقدم رکھا جائے۔

(۸) زکوٰۃ کا مال ایک شہر سے دوسرے شہر کو بھیجنا مکروہ ہے لیکن اگر دوسرے شہر میں زکوٰۃ دینے والے کے قرابتدار ہوں یا وہاں کے لوگ بہ نسبت اس شہر کے زیادہ محتاج ہوں تو پھر مکروہ نہیں۔

(۹) زکوٰۃ کی ادائی میں مقام مال کا اعتبار ہے پس اگر مالک ایک شہر میں ہوں اور مال ایک شہر میں تو جہاں مال ہے وہیں زکوٰۃ کی تقسیم عمل میں آئے گی۔

۱۰۔صدقہ فطر کے احکام: (۱) صدقہ فطر واجب ہے، اس کے واجب ہونے کیلئے صرف تین چیزیں شرط ہیں: (۱) آزاد ہونا' (۲) مسلمان ہونا' (۳) کسی ایسے نصاب کا مالک ہونا جو اصلی حاجت سے زائد ہو اور قرض سے محفوظ ہو۔

(تنبیہ) مال کا نامی (بڑھنے والا) ہونا یا اس پر ایک سال کا گزر جانا شرط نہیں۔ نہ مال کا تجارتی ہونا یا صاحب مال کا بالغ و عاقل ہونا شرط ہے حتی کہ نابالغ بچوں اور مجنونوں پر بھی صدقہ فطر واجب ہے ان کے اولیاء کو ان کی طرف سے ادا کرنا چاہیئے (۲) صدقہ فطر کے صحیح ہونے میں وہی سب شرطیں ہیں جو زکوٰۃ کے صحیح ہونے میں تھیں۔(۳) صدقہ فطر عید

---

(۱) بنی ہاشم یعنی سادات کو زکوٰۃ نہ دینے کا حکم ان کے اعزاز و احترام کے لحاظ سے ہے۔ مسلمانوں کو اچھے مال سے ان کی خدمت کرنی چاہیئے۔(۲) بشرطیکہ یہ سب محتاج ہوں۔

الفطر کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی واجب ہوتا ہے[1]۔ (۴) صدقہ فطر کی ادائی کا وقت تمام عمر ہے لیکن مستحب وقت عیدگاہ میں جانے سے پہلے ہے۔ یعنی نماز عید الفطر کیلئے عیدگاہ کو جانے سے قبل صدقہ فطر ادا کرنا مستحب ہے۔ نماز کے بعد بھی ادا کرلے تو جائز ہے اور جب تک ادا نہ کرے برابر واجب الاداء رہے گا خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے ساقط نہ ہوگا۔ (۵) صدقہ فطر واجب ہونے کیلئے روزہ رکھنا[2] شرط نہیں (۶) صدقہ فطر اپنی ذات کی طرف سے نیز اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے' لیکن اگر خود نابالغوں کا مال ہو تو ان کے مال میں سے ادا کرے۔ (۷) بالغ اولاد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں (اگرچہ وہ باپ ہی کے زیر پرورش ہو) البتہ مجنون ہو تو ان کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے۔ (۸) ماں پر اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔ (۹) شوہر پر زوجہ کا صدقہ فطر واجب نہیں (زوجہ کو اپنے مال میں سے ادا کرنا چاہئے)۔ (۱۰) صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے کہ اگر گیہوں[3] ہو تو آدھا صاع ہر شخص کی طرف سے دینا چاہئے اور اگر جَو[4] یا کھجور یا منقیٰ ہو تو ایک صاع۔

(**تنبیہ اول**) گیہوں اور جَو کے دینے سے ان کا آٹا دینا افضل ہے اور اس سے افضل یہ ہے کہ ان کی قیمت دی جائے' اسی طرح کھجور اور منقیٰ کی بھی قیمت دینا افضل ہے۔

(**تنبیہ دوم**) احادیث میں انہی چار چیزوں کا ذکر ہے' اگر کوئی شخص ان کے سواء کوئی اور چیز (چاول جوار وغیرہ) دینا چاہئے تو قیمت کے لحاظ سے دے یعنی وہ چیز اس قدر دے جس کی قیمت آدھے صاع گیہوں یا ایک صاع جَو وغیرہ کے برابر ہو اور اگر نقد دینا چاہئے تو جس کی قیمت[5] چاہے دے۔

---

(۱) پس صبح صادق سے پہلے جو بچہ پیدا ہو اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کیا جائیگا اور جو شخص صبح صادق سے پہلے مر جائے تو اس کے مال میں سے نہیں دیا جائے گا (۲) خواہ روزہ رکھے یا کسی عذر سے نہ رکھے ہر حال میں ہر مالک نصاب پر صدقہ فطر واجب ہے۔ (۳) یا اس کا آٹا یا ستو۔ (۴) یا اس کا آٹا یا ستو (۵) بصورت استطاعت گراں قیمت چیز کی قیمت دی جائے۔

(تنبیہ سوم) ایک صاع[1] (بشمول کسرات[2]) دو سیر ڈیڑھ پاؤ کا ہوتا ہے اور آدھا صاع ایک سیر تین چھٹانک کا۔

آدھا صاع، سوا کیلو کا ہوتا ہے۔ (فتاویٰ نظامیہ)

(۱۱)۔ ایک شخص کا صدقہ فطر (فطرہ) ایک مسکین کو دینا بہتر ہے اور اگر کئی مساکین کو دیا جائے تب بھی جائز ہے، اسی طرح ایک مسکین کو کئی اشخاص کا فطرہ دینا بھی جائز ہے۔

(۱۲) صدقہ فطر بھی انہی لوگوں کو دینا چاہیے جن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں، اور جنہیں زکوٰۃ نہیں دے سکتے انہیں صدقہ فطر بھی نہیں دیا جا سکتا۔

(۱) صاع سے یہاں عراقی صاع مراد ہے جو حنفیہ کے پاس معتبر ہے اور وہ دو کیلو دو سو گیارہ گرام اور اڑتالیس ملی گرام کے ہم وزن ہوتا ہے۔ آدھا صاع ایک کیلو ایک سو پانچ گرام اور چوہتر ملی گرام کا ہوتا ہے۔ لہذا احتیاطاً سوا کیلو دینا بہتر ہے۔ (۲) یعنی پانچ ماشے۔

روزے کے مسائل

تمہید

روزہ اسلام کا چوتھا رکن ہے، چونکہ اس میں کھانے پینے اور جماع سے تمام روز باز رہنا ہوتا ہے جو نفس پر زیادہ دشوار ہے اس لئے حکمت الٰہی مقتضی ہوئی کہ مکلّف (عاقل و بالغ) پر پہلے خفیف تکلیف عائد کی جائے یعنی نماز پھر متوسط یعنی زکوٰۃ پھر زیادہ دشوار یعنی روزہ چنانچہ قرآن مجید میں اسی ترتیب کی طرف اشارہ ہے۔

وَ الْخٰشِعِیْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِیْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِیْنَ وَ الصّٰٓئِمٰتِ (آیت ۳۵: سورہ احزاب) (ترجمہ) اور خشوع (نماز ادا) کرنے والے مرد اور خشوع (نماز ادا) کرنے والی عورتیں اور صدقہ (زکوٰۃ) دینے والے مرد اور صدقہ (زکوٰۃ) دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔

اور حدیث شریف بھی (جس میں ارکان خمسہ اسلام کا ذکر ہے) اسی ترتیب کی موید ہے۔ ''اِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ وَ صَوْمَ شَھْرِ رَمَضَانَ ''۔(ترجمہ) نماز کا پڑھنا اور زکوٰۃ کا دینا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

گویا قرآن مجید اور حدیث شریف دونوں میں ایمان کے بعد اول نماز مذکور ہے پھر زکوٰۃ پھر روزہ لہذا ائمہ شریعت نے بھی یہی ترتیب رکھی۔ اسی بناء پر روزہ چوتھا رکن ہے اور رکن دوم وسوم یعنی نماز و زکوٰۃ کی طرح نہایت موکد اور اہم ترین رکن ہے۔ شریعت مطہرہ میں اس کی بہت فضیلت و تاکید آئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (آیت ۱۸۳: سورہ بقرہ) (ترجمہ) اے ایمان والو! فرض کئے گئے تم پر روزے جس طرح فرض تھے تم سے پہلے لوگوں پر تا کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُراٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰی وَ الۡفُرۡقَانِ فَـمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡیَصُمۡهُ وَ مَنۡ كَانَ مَرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَـرَ یُـرِیۡـدُ الـلّٰهُ بِكُمُ الۡیُسۡرَ وَ لَا یُرِیۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ وَ لِتُكۡمِلُوا الۡعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا الـلّٰـهَ عَـلٰی مَـا هَـدٰىـكُـمۡ وَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ٥ (آیت ۱۸۵ سورہ بقرہ رکوع ۲۳)

(ترجمہ): رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت و امتیاز حق و باطل کے صاف صاف حکم ہیں پھر جو شخص تم میں سے یہ مہینہ پائے و ضرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو لازم ہے گنتی دوسرے دنوں سے اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی کرنا اور نہیں چاہتا سختی کرنا اور تاکہ تم گنتی پوری کرلو اور بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو سیدھی راہ دکھائی اور تم احسان مانو۔

اور احادیث شریفہ میں وارد ہے (۱) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں رمضان کی پہلی رات ہوئی شیاطین اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔کوئی دروازہ اس کا کھلا نہیں رہتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کوئی دروازہ اس کا بند نہیں رہتا اور ایک منادی پکارتا ہے کہ اے طالب خیر! آگے بڑھ اور اے طالب شر! رک جا' اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور یہ ندا اور آزادی ہر رات ہوتی ہے۔

(۲) سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن خطبہ پڑھا اور خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ ''اے لوگو! تم پر سایہ فگن ہوا وہ مہینہ جو عظمت والا ہے وہ مہینہ جو برکت والا ہے اور وہ مہینہ جس میں ایک رات (لیلۃ القدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔اللہ نے اس کے روزے تم پر فرض کیئے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام (تراویح) سنت ہے جو کوئی اس مہینے میں نفل عبادت کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب چاہے وہ ایسا ہے

جیسے اور دنوں میں فرض ادا کیا اور جس نے اس مہینے میں ایک فرض ادا کیا گویا کہ اور دنوں میں ستر فرض ادا کئے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے (کہ انسان کھانے پینے سے بند رہتا ہے) اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ ایک دوسرے کی ہمدردی و غمخواری کا ہے اور اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے، جو کوئی اس میں روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کو دوزخ سے آزادی عطا ہوتی ہے اور اس کو بھی روزہ دار کے موافق ثواب ملتا ہے بغیر اس کہ کے روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی ہو۔

سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سب ایسے نہیں ہیں کہ روزہ دار کا روزہ افطار کرا سکیں (پیٹ بھر کھلا سکیں) ارشاد ہوا کہ اللہ پاک یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو دودھ کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ سے روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کھلائے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا شربت پلائے گا کہ پھر جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا اور یہ ایسا مہینہ ہے کہ جس کا شروع (پہلا عشرہ) رحمت ہے اور درمیان مغفرت اور اس کا آخر دوزخ سے آزادی ہے جو کوئی اس مہینے میں اپنے غلام سے کام کم لے اللہ اس کو بخش دے گا اور دوزخ سے آزاد کر دے گا۔

(۳) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی آدم کے ہر نیک کام کا بدلہ دس سے سات سو تک دیا جاتا ہے مگر روزہ کہ اس کی نسبت اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ ''روزہ میرے لئے ہے پس میں ہی اس کی جزا[۱] دوں گا۔ بندہ اپنی نفسانی خواہش اور کھانا' پینا میری وجہ سے ترک کر دیتا ہے'' روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی اس وقت

(۱) یہی مضمون اس شعر میں ادا ہوا ہے:

مژدہ بادائے روزداراں ہست فرمان خدا ہر کہ دارد روزہ بہر من منم خود در جزا

مولانا بحر العلوم ''ارکان'' میں فرماتے ہیں کہ تمامی اہل کشف اس بات پر متفق ہیں کہ روزہ خاص اللہ کیلئے ہے اور اس کی جزا خود ذات پروردگار ہے' اس سے مراد دیدار حق ہے۔ جو روزہ دار کو جنت میں نصیب ہوگا۔

ہوگی جب اپنے پروردگار سے ملے گا اور بے شک روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے اور روزہ سپر ہے دوزخ سے بچاؤ کیلئے۔ روزہ دار کو چاہئے کہ فحش کلام نہ کرے اور نہ کسی سے جھگڑے، اگر کوئی اس سے جھگڑا کرے تو کہہ دے ''انی صائم '' میں روزہ دار ہوں۔

(۴) ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کسی عمل کا حکم فرمایئے آپ نے فرمایا کہ روزہ کو لازم کرلو اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ پھر صحابی نے عرض کیا مجھے اور کسی عمل کا حکم دیجئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ روزہ کو لازم کرلو اس کے برابر کوئی عمل نہیں۔ پھر صحابی نے وہی عرض کیا پھر جواب میں وہی ارشاد فرمایا۔

(۵) ایک حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری امت تمنا کرتی کہ پورا سال رمضان ہی ہو۔

(۶) ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان سب مہینوں کا سردار ہے۔

(۷) ایک حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ ہر شئے کیلئے زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

(۸) ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ روزہ دار کا سونا عبادت، خاموشی تسبیح اور دعاء مستجاب ہے۔

(۹) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص رمضان میں بلا عذر شرعی ایک دن کا روزہ بھی ناغہ کرے اور اس روزہ کے بدلے اگر تمام عمر روزہ رکھے تو کافی نہیں (مطلب یہ کہ وہ ثواب نہ ملے گا)۔

(۱۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے جن کو بھوک کی برداشت نہ ہوتی تھی اور رونے لگتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضور میں ایک شخص پیش کیا گیا جس نے رمضان میں نشہ پیا تھا۔ آپ نے فرمایا تیری خرابی، ہمارے بچے تک تو روزہ دار ہیں۔ اور اس پر حد جاری کی۔

ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم خود روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو روزہ رکھواتے تھے اور روئی کی گڈیاں بنا رکھتے تھے جب کھانے کیلئے وہ روتے تو وہی گڈیاں

ان کو دیتے اسی طرح شام تک بہلاتے تھے۔

یہاں تک تو فضیلت وتاکید تھی۔ اب روزوں کے فائدوں پر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ سب[1] سے کمتر فائدہ یہ ہے کہ ان سے معدہ کی اصلاح ہوتی ہے اور معدہ وہ چیز ہے جس پر انسان کی زندگی اور اس کی صحت وتندرستی کا مدار ہے۔ عام طور پر لوگ گیارہ مہینے تک مختلف قسم کے کھانے کھاتے رہتے ہیں اور ان کے ہضم کرنے میں معدہ کو متواتر محنت کرنی پڑتی ہے۔ یہ سخت اور طویل محنت معدہ کو تھکا دیتی ہے۔ اور اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ کچھ دنوں کیلئے اس کو آرام دیا جائے تاکہ وہ اپنے کام کو انجام دینے کیلئے پھر تازہ دم ہوجائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''معدہ بیماری کا گھر ہے اور پرہیز کرنا سب سے بڑا علاج ہے'' یہ وہ مہتم بالشان حدیث ہے جس پر تمام علوم طبیہ وفنون ریاضت جسمانی کا دارومدار ہے۔ یہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ طبیب اپنے زیر علاج مریضوں کو پرہیز کرنے کی ہدایت کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ پرہیز کرنا بیماریوں کے دفع کرنے کیلئے نہایت عمدہ علاج ہے۔ طبی کتابوں میں لکھا ہے کہ بہت سی بیماریاں ایسی ہیں جو بغیر کسی اور علاج کے صرف پرہیز کرنے سے دور ہوجاتی ہیں۔ غرض معدہ کو ازسرنو درست کرنے اور اس سے ازسرنو کام لینے کا بندوبست خداوند عالم نے یہ کیا ہے کہ اس نے ہم پر ماہ رمضان کے روزے فرض کئے ہیں۔ گیارہ مہینے کی تھکا دینے والی محنت کے بعد اس مہینے میں معدہ آرام لیتا ہے اور سال آئندہ کے کام کیلئے اس کی قوت تازہ دم ہوجاتی ہے۔ اشتہاء کا صاف ہونا، ہاضمہ کا درست رہنا، طبیعت کا چست وچاق بننا' قویٰ کا اپنے کام کو بخوبی ادا کرنا (وغیرہ) جن کا احساس عموماً رمضان کے بعد ہوتا ہے' یہ روزوں کے جسمانی فائدے ہیں اور اخلاقی فائدے یہ ہیں کہ ان سے نفس امارہ مغلوب ہوتا ہے، بدکاریوں کا میلان دور ہوتا ہے، شہوانی اور غضبی قوتیں اعتدال پر آتی ہیں۔ عادات واخلاق

(۱) یہاں سے مصر کے ایک ڈاکٹر کے مضمون کا اقتباس ہے۔

میں شائستگی اور نرمی پیدا ہوتی ہے، محتاج اور مفلس بھائیوں کی تکلیفوں کا احساس ہوتا ہے، ہمدردی اور رحمدلی کے جذبات کو تحریک ہوتی ہے۔ ضرورت کے وقت سختی اور تکلیف جھیلنے کی عادت ہوتی ہے۔ رزق روزی کی قدر معلوم ہوتی ہے اور منعم حقیقی کا حقیقی طور پر شکر ادا ہوتا ہے یہ وہ اوصاف ہیں جن سے انسان، انسان کامل ہوسکتا ہے۔

حاصل کلام، روزہ بالفاظ دیگر صحت کی حفاظت ہے، نفس کی اصلاح ہے، ہمدردی کی تعلیم ہے، صبر واستقلال کا سبق ہے، شکر الٰہی کی ترغیب ہے اور سراسر برکت اور از سرتا پا حکمت ہے۔

ا۔ رویت ہلال کے احکام: (۱) مسلمانوں پر واجب کفایہ[۱] ہے کہ شعبان کی انتیسویں تاریخ غروب کے وقت رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں، اگر چاند نظر آجائے تو روزہ رکھنا شروع کریں ورنہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزہ رکھیں۔ (۲) رجب کی انتیسویں تاریخ کو شعبان کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا مستحب ہے تاکہ شعبان کے مہینے کی صحیح تاریخ اور تعداد معلوم رہے۔ (۳) جو شخص رمضان کا چاند دیکھے اس پر واجب ہے کہ اسی رات اس مقام کے لوگوں کو خبر کردے۔ (۴) رمضان کے چاند میں جبکہ مطلع صاف نہ ہو (ابر ہو یا غبار آلود ہو) صرف ایک آدمی کی خبر مقبول[۲] ہوجاتی ہے بشرطیکہ وہ مسلمان عاقل، بالغ اور عادل ہو (خواہ مرد ہو یا عورت) اور اگر مطلع صاف ہو تو پھر ایک آدمی کافی نہیں، جماعت کثیرہ کی ضرورت[۳] ہے۔

(تنبیہ) عادل سے یہ مراد ہے کہ بظاہر پرہیزگار ہو فاسق[۴] نہ ہو یا جس کا فاسق ہونا یا نہ ہونا غیر معلوم ہو (۵) اگر کسی نے رمضان کا چاند خود تو نہیں دیکھا مگر اس کو دیکھنے والے نے اپنی شہادت کا گواہ بنایا تو اس کی شہادت بھی قابل قبول ہے۔ (۶) رمضان کے چاند کی گواہی میں اس کی ضرورت نہیں کہ ''میں گواہی دیتا ہوں'' کہے، بلکہ صرف یہ کہنا کافی ہے کہ ''میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا

---

(۱) کہ اگر بعض نے کر لیا تو سب کے ذمہ سے ادا ہوگیا ورنہ سب پر باقی رہا۔ (۲) یعنی سننے والے پر روزہ لازم ہوجاتا ہے حکم حاکم کی ضرورت نہیں ۔ (۳) کہ جن کے خبر دینے سے یقین یا گمان غالب حاصل ہو۔ (۴) فاسق کی گواہی قطعاً نا مقبول ہے

ہے'' (۷) عیدالفطر کے چاند میں (برخلاف رمضان کے) دوآزاداور عادل مردیاایک مرد اور دوعورتوں کی شہادت شرط ہےاور گواہی میں ان الفاظ کا کہنا بھی شرط ہے کہ'' میں گواہی دیتا ہوں''۔(۸) عیدالاضحیٰ اور بقیہ مہینوں کے چاند کا ثبوت بھی اسی طرح ہے جس طرح عیدالفطر کا ہے۔(۹) اگر کسی شخص نے تنہا رمضان یا عیدالفطر کا چاند دیکھا ہومگر کسی وجہ سے اس کو گواہی قبول نہ ہوئی ہوتو اس کو ان دونوں دنوں کا روزہ رکھنا واجب[1] ہے۔اگر روزہ نہ رکھے یا رکھنے کے بعد توڑدے تو صرف قضا لازم آئیگی کفارہ واجب نہ ہوگا۔(۱۰) اگر حاکم یا قاضی رمضان کا چاند خود دیکھے تو اس کو اختیار ہے کہ کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے عام لوگوں کو خبر کردے یا خود لوگوں کو حکم دے' بخلاف عید کے کہ اس چاند میں دوآدمیوں کی شہادت کے بغیر تنہا حاکم یا قاضی کی شہادت کافی نہیں ہوسکتی۔(۱۱) چاند کا ثبوت نجوم کے قواعد یا جنتری وغیرہ سے نہیں ہوسکتا[2] اگرچہ منجم پرہیزگار ہوں اور خود منجم کو اپنے حساب پر عمل کرنا جائز نہیں۔(۱۲) چاند کی خبر تار یا خط کے ذریعہ قابل قبول نہیں' البتہ قاضی کا خط قاضی کے پاس آئے تو وہ قابل اعتبار ہے۔(۱۳) ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہر والوں کے لئے بھی حجت اور قابل عمل ہے خواہ دونوں شہروں میں کتنا ہی فصل کیوں نہ ہو لیکن معتبر طور[3] پر خبر کا پہنچنا شرط ہے۔(۱۴) اگر دو عادل کی شہادت سے رویت ہلال ثابت اور روزے شروع کئے گئے ہوں تو تیس دن پورے ہوجانے کے بعد افطار کرلینا جائز ہے۔(خواہ ہلال عید نظر آنے کے روز مطلع صاف ہو یا نہ ہو) اور اگر صرف ایک عادل کی شہادت پر روزے رکھے گئے ہوں تو افطار اس وقت حلال ہے جبکہ ہلال عید نظر آنے کے روز مطلع صاف نہ ہو ورنہ افطار درست نہیں۔(۱۵) جن مقامات میں کوئی شرعی حاکم یا قاضی نہ ہو جس کے روبرو شہادت گزر سکے وہاں کے مسلمان خود ان احکام پر عمل کرلیں۔(یعنی ایک عادل کی گواہی پر روزہ رکھنا شروع کردیں اور دو عادل کی گواہی پر افطار

---

(۱) اگرچہ رمضان کا اخیر روزہ اس کے حساب سے اکتیسواں ہوا۔(۲) بلکہ صرف رویت یا شہادت سے ہوسکتا ہے۔(۳) یعنی رویت سے یا شہادت سے' پس تار کی خبر معتبر نہیں۔

اورعید کرلیں)۔(۱۶) چاند دیکھ کراس کی طرف انگلی سے اشارہ کرنا مکروہ ہے (اگرچہ دوسرے کے دکھلانے کیلئے ہو)۔

۲۔روزہ کی تعریف: طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک بہ نیت عبادت' کھانے، پینے اور جماع سے باز رہنے کا نام روزہ ہے۔

۳۔روزہ کے اقسام: روزہ کی آٹھ قسمیں ہیں: فرض معین، فرض غیر معین، واجب معین، واجب غیر معین، سنت، نفل، مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی۔

توضیح: فرض معین: ماہ رمضان کے ادائی روزے۔

فرض غیر معین: ماہ رمضان کے قضائی روزے ۔

واجب معین: (۱) نذر معین کے روزے (یعنی کسی خاص دن یا تاریخ میں روزہ رکھنے کی منت مانیں تو اسی دن یا تاریخ روزہ رکھنا واجب ہے)۔

(۲) جس نے رمضان یا عید کا چاند خود دیکھا ہو اور کسی وجہ سے اس کی گواہی قبول نہ ہوئی ہو تو اس پر ان دونوں دنوں کا روزہ واجب ہے۔

واجب غیر معین: (۱) کفارے کے روزے (۲) نذر غیر معین کے روزے (جن میں دن تاریخ کی تخصیص نہ ہو)۔(۳) جن نفل روزوں کو شروع کر کے توڑ دیئے ہوں ان کی قضاء۔

سنت: (۱) عاشوراء (محرم کی دسویں) کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی۔(۲) عرفہ (ذی الحجہ کی نویں) کا روزہ۔(۳) ایام بیض یعنی ہر مہینے کی تیرہویں' چودھویں اور پندرہویں کے روزے۔

نفل: (۱) ستہ شوال یعنی ماہ شوال میں چھ روزے (۲) ماہ شعبان کی پندرہویں کا روزہ۔ (۳) جمعہ کا روزہ۔(۴) دوشنبہ کا روزہ۔(۵) پنجشنبہ کا روزہ۔(۶) صوم داودی یعنی ایک دن افطار ایک دن روزہ۔

مکروہ تنزیہی: (۱) صرف عاشوراء کا روزہ رکھنا (۲) صرف ہفتہ کے دن کا روزہ رکھنا۔

(۳) درمیان میں کوئی دن ناغہ کئے بغیر ہمیشہ روزہ رکھنا۔ (۴) عورت کو بلا اجازت خاوند نفلی روزہ رکھنا۔

مکروہ تحریمی: (۱) عید الفطر کے دن روزہ رکھنا۔ (۲) عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا۔ (۳) ایام تشریق (ذی الحجہ کی گیارہویں، بارہویں، تیرہویں) میں روزے رکھنا۔

۴۔ روزہ کا حکم: (۱) ماہ رمضان کا روزہ ہر مسلمان عاقل، بالغ پر فرض عین ہے۔ مرد ہو خواہ عورت بشرطیکہ عورت حیض ونفاس سے خالی ہو۔ (۲) روزہ کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ (۳) روزہ کا بلا عذر ترک کرنے والا سخت گنہگار اور فاسق ہے۔

۵۔ روزہ کے واجب ہونے کی شرطیں: روزہ کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں:

(۱) مسلمان ہونا (کافر پر روزہ واجب نہیں)۔

(۲) عاقل ہونا (مجنون پر روزہ واجب نہیں)۔

(۳) بالغ ہونا (نابالغ پر روزہ واجب نہیں[۱])۔

نیز تندرست اور مقیم ہونا ادا کے واجب ہونے کے شروط ہیں۔

۶۔ روزہ کی صحیح ہونے کی شرطیں: روزہ کے صحیح ہونے کے شرطیں یہ ہیں: (۱) عورت کا حیض ونفاس سے خالی ہونا (حیض ونفاس والی عورتوں کا روزہ صحیح نہیں)۔ (۲) نیت یعنی دل سے روزے کا قصد کرنا (اگر تمام دن کھائے پیئے نہیں لیکن نیت نہ کرے تو روزہ نہ ہوگا)۔

توضیح: نیت روزہ: (۱) نیت دلی ارادہ کا نام ہے، زبان سے کہنا شرط نہیں، البتہ دلی ارادہ کے موافق زبان سے کہہ لینا مستحب ہے۔ (۲) روزہ کی نیت رات سے کی جائے تو یوں کہے نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ صَوْمِ رَمَضَانَ (میں نے نیت کی کہ کل اللہ تعالیٰ کیلئے رمضان کا روزہ رکھوں) یا مختصر جملہ نَوَیْتُ بِصَوْمِ غَدٍ (میں نے کل کے روزہ کی نیت کی) کہہ لے اور اگر دن میں کرے[۲] تو یہ کہے: نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ لِھٰذَا الْیَوْمِ (میں نے آج

(۱) نابالغ پر اگرچہ روزہ فرض نہیں لیکن عادت ہونے کیلئے حسب طاقت روزے رکھوائے جائیں۔
(۲) کیونکہ سحری روزہ رکھنے کی غرض ہی سے کھائی جاتی ہے۔

کے روزہ کی نیت کی)۔(۴) سحری کھانا بھی نیت کے قائم مقام ہے۔بشرطیکہ کھاتے وقت یا کھانے کے بعد روزہ نہ رکھنے کا ارادہ نہ کرلے (ورنہ سحری نیت کے قائم مقام نہ ہوگی)۔(۵) نماز پڑھنے میں روزہ کی نیت دل میں کرلے تو صحیح ہے۔(٦) رمضان کے ہر روزے میں نیت کرنا ضروری ہے ایک روز نیت کرلینا تمام روزوں کیلئے کافی نہیں ۔(۷) رمضان کے ادائی روزے اور نذر معین ونفل روزے کے لئے نیت کا وقت غروب آفتاب کے بعد سے نصف نہار شرعی سے کچھ پہلے تک[1] ہے۔پس اس وقت میں جب نیت کرلی جائے درست[2] ہے۔ البتہ مستحب ہے کہ رات ہی سے نیت کرلی جائے۔نیز ان روزوں کی نیت میں تعیین یعنی یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ رمضان کا روزہ ہے یا نذر معین کا یا نفل کا بلکہ تعیین کریں خواہ نہ کریں یا مطلق روزہ کی نیت کریں یا نفل روزہ کی نیت کریں بہرحال رمضان میں رمضان کا روزہ ہوگا اور نذر معین کے دن نذر معین کا اور باقی دنوں میں نفل کا البتہ تعیین کرلینا افضل ہے۔

(تنبیہ) نہار شرعی یعنی شرعی دن[3] صبح صادق سے غروب آفتاب تک[4] ہے۔(۸) رمضان کے قضائی روزوں میں اور نذر غیر معین کے اور کفارات کے روزوں میں اور ان نفل روزوں کی قضاء میں جو شروع کر کے توڑ دیئے گئے ہوں غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق کے طلوع تک (یعنی صبح صادق سے پہلے) نیت کرلینا ضروری[5] ہے۔نیز ان روزوں کی نیت میں تعیین یعنی خاص[6] انہی روزوں کی نیت کرنا ضروری ہے۔(۹) کسی روزہ کی نیت غروب[7] آفتاب سے قبل صحیح نہیں ۔(۱۰) نیت میں تردد[8] نہ ہونا چاہئے ورنہ روزہ نہ ہوگا۔(۱۱) روزہ کی حالت میں

---

(۱) یعنی اگر کوئی شخص رات سے نیت کرنا بھول جائے' صبح یا دن چڑھے یاد آئے تو اس وقت بھی نیت کرسکتا ہے بشرطیکہ صبح صادق سے اس وقت تک کھانے پینے سے احتراز رہا ہو۔(۲) اس کے بعد روزہ کی نیت نہیں ہوسکتی۔(۳) بخلاف عرفی دن کے کہ وہ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک ہے۔(۴) مثلاً اگر چار بجے صبح صادق ہو اور چھ بجے غروب تو شرعی دن چودہ گھنٹہ کا ہوا اور نصف دن گیارہ بجے تک' پس گیارہ سے پہلے نیت کرلینی جائز ہے۔(۵) اگر صبح صادق کے بعد نیت کی جائے تو کافی نہیں۔(٦) یعنی یہ رمضان کا قضاء روزہ ہے یا نذر غیر معین کا روزہ ہے یا کفارہ وغیرہ کا روزہ۔(۷) یعنی غروب آفتاب سے قبل نیت کرلے کہ کل روزہ رہوں گا تو صحیح نہیں (۸) مثلاً کل دعوت نہ ہو تو روزہ ورنہ روزہ نہیں۔

افطار کی نیت کرنے سے روزہ کی نیت باطل نہیں ہوتی تاوقتیکہ افطار نہ کرے۔

۷۔روزہ کے فرائض: روزے کے تین فرض ہیں:

(۱) صبح صادق کے طلوع[۱] سے غروب آفتاب تک کچھ نہ کھانا۔

(۲) صبح صادق کے طلوع سے غروب[۲] آفتاب تک کچھ نہ پینا۔

(۳) صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک جماع نہ کرنا۔

۸۔روزہ کے مسنونات ومستحبات : روزہ کے مسنونات ومستحبات حسب ذیل ہیں:
(۱) سحری[۳] کھانا۔ (۲) سحری کھانے میں تاخیر کرنا[۴]۔ (۳) رات سے روزہ کی نیت کرنا۔ (۴) افطار میں جلدی[۵] کرنا (جبکہ غروب[۶] آفتاب کا پورا[۷] یقین ہوجائے)۔ (۵) کھجور[۸] سے افطار کرنا۔ (۶) افطار سے پہلے یہ دعا پڑھنا اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ. وَ بِصَوْمِ الْغَدِ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ نَوَیْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ "۔ (۷) حالت روزہ میں غیبت جھوٹ، فحش، گالی گلوج، وغیرہ تمام گناہوں اور بری باتوں سے بچنا[۹]۔ (۸) عبادت کی کثرت کرنا، خصوصاً رمضان کے آخر عشرے میں شب بیداری اور مسجد میں اعتکاف کرنا (وغیرہ)۔

۹۔روزے کے مفسدات : وہ امور جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے دو طرح پر ہیں: ایک وہ جن سے صرف قضا لازم آتی ہے (یعنی ایک روزہ کے عوض ایک ہی روزہ رکھنا)۔ دوسرے وہ جن سے قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں (یعنی ایک روزہ کے عوض ایک روزہ رکھنے

---

(۱) طلوع سے ابتداء طلوع مراد ہے۔ (۲) غروب سے مراد آفتاب کا پوری طرح غائب ہونا ہے۔ (۳) سحری کھانا سنت ہے اور موجب برکت۔ حدیث شریف میں اس کا بہت ثواب آیا ہے۔ بھوک نہ ہو تو بھی ایک دو لقمہ کھالیں، ایک گھونٹ پانی ہی پی لیں۔ (۴) سحری کا وقت رات کا آخری یا چھٹا حصہ ہے یعنی صبح صادق سے پہلے پہلے۔ پس صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے سحری کھالینا چاہئے۔ اس قدر تاخیر کرنا کہ طلوع صبح کا شک ہوجائے مکروہ ہے۔ (۵) لیکن ابر کے دنوں میں جلدی مستحب نہیں۔ (۶) غروب آفتاب کے بعد اتنی تاخیر کرنا کہ تارے نکل آئیں مکروہ ہے۔ (۷) غروب پوری طرح ہونے کی علامت یہ ہے کہ مشرق سے سیاہی اٹھنے لگے۔ (۸) اگر کھجور نہ ہوں تو پانی سے افطار کرے۔ (۹) ورنہ روزہ کا اجر ضائع ہوجاتا ہے۔

کے علاوہ ایک غلام بھی آزاد کرنا‘ اگر یہ نہ ہو تو لگاتار ساٹھ روزے رکھنا‘ یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقتہ کھانا کھلانا) پس ہر ایک قسم کو علحدہ علحدہ بیان کیا جاتا ہے۔

وہ مفسدات جن سے قضاء و کفارہ دونوں لازم آتے ہیں :

(۱) روزہ دار کا ایسی چیز کو جو غذا یا لذت[1] کے طور پر استعمال کی جاتی ہے قصداً کھالینا یا پی لینا۔ (۲) قصداً جماع کرنا[2]۔ (۳) سرمہ یا تیل لگانے یا مسواک کرنے یا پچھنہ لگانے[3] سے یہ سمجھ کر کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا ہوگا قصداً کھا پی لینا یا جماع کرنا ان صورتوں میں قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں لیکن۔

کفارہ واجب ہونے کی شرطیں : کفارہ واجب ہونے کیلئے حسب ذیل نو شرطیں ہیں: (۱) روزدار کا عاقل و بالغ ہونا۔ (۲) روزہ ماہ رمضان کا ادائی روزہ ہو۔ (۳) روزہ کی نیت رات سے کی ہو۔ (۴) نیت میں تعین ہو چکی ہو یعنی یہ کہا ہو کہ ’’ماہ رمضان کا ادا روزہ رکھتا ہوں‘‘۔ (۵) بیماری یا حیض و نفاس وغیرہ عذرات کے بغیر روزہ توڑا گیا ہو۔ (۶) روزہ توڑنے کا فعل بغیر کسی کے جبر و اکراہ کے اپنے قصد اور خواہش سے واقع ہوا ہو۔ (۷) روزے کو جماع یا غذا یا دوا کی قسم والی چیز سے توڑا ہو۔ (۸) روزہ توڑنے سے قبل بھولے سے کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جو روزہ توڑنے والا ہو۔ (۹) روزہ توڑنے کے قبل یا بعد کوئی ایسا غیر اختیاری عذر لاحق نہ ہوا ہو جس سے روزہ توڑنا جائز ہوتا مثلاً بیماری یا حیض[4] وغیرہ۔

(تنبیہ) اگر ان نو شرطوں میں سے ایک شرط بھی فوت ہو تو کفارہ لازم نہیں آتا‘ صرف قضاء واجب ہوتی ہے۔

---

(۱) مثلاً اپنے محبوب کا تھوک نگلنا یا جو مٹی کھانے کا عادی ہو اس کا مٹی کھالینا یا تمبا کو پینا وغیرہ۔ (۲) یا کرانا لیکن شرط یہ ہیکہ عورت قابل جماع ہو خواہ انزال ہو یا نہ ہو، فاعل و مفعول دونوں پر قضاء و کفارہ واجب ہوں گے۔ (لواطت بھی اسی حکم میں ہے)۔ (۳) غرض ایسا کام کرنے سے جس سے روزہ ٹوٹنے کا گمان نہ ہوتا ہو۔ (۴) سفر اس میں داخل نہیں ہے کیونکہ وہ اختیاری ہے اس سے کفارہ ساقط نہ ہوگا۔

کفارہ کی توضیح : (۱) روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے' یہ نہ ہو تو پے در پے[1] ساٹھ روزے رکھے' اگر روزوں کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کا پیٹ بھر کھانا کھلائے یا کچا اناج دے دے مثلاً گیہوں ہو تو فی آدمی آدھا صاع' اگر جَو یا کھجور ہو تو فی آدمی ایک صاع[2]۔ (۲) اگر ایک رمضان میں کئی روزے توڑے ہوں اور کسی کا کفارہ نہ دیا ہو تو سب کیلئے ایک ہی کفارہ کافی ہے لیکن ہر روزہ کی قضاء علحدہ علحدہ واجب ہے۔

وہ مفسدات جن سے صرف قضاء لازم آتی ہے : (۱) بھول کر کھا پی لینے یا جماع کرنے سے یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا ہوگا پھر قصداً کھا پی لینا یا جماع کرنا۔ (۲) کلی کرتے وقت یا غوطہ لگاتے وقت بے اختیار حلق میں پانی اتر جانا۔ (۳) ناس لینا۔ (۴) کان یا ناک میں دوا یا تیل ڈالنا۔ (۵) سر یا پیٹ کے زخم میں لگائی ہوئی دوا کا پیٹ یا دماغ تک پہنچ جانا۔ (۶) حقنہ لینا۔ (۷) قصداً منہ بھر کے قئے کرنا۔ (۸) بے اختیار منہ بھر آئی ہوئی قئے کو لوٹا کر نگل جانا۔ (۹) رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سحری کھانا۔ (۱۰) آفتاب غروب ہونے سے قبل غروب ہونے کے گمان پر افطار کر لینا۔ (۱۱) کنکر' کاغذ' گھانس' روئی وغیرہ ناقابل استعمال اشیاء کا نگل جانا۔ (۱۲) احتلام ہونے پر یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا ہوگا کھا پی لینا۔ (۱۳) کسی کا زبردستی کر کے یا سوتے میں منہ میں پانی ڈال دینا۔ (۱۴) آنسو یا پسینے کے اس قدر قطروں کا منہ میں چلا جانا کہ ان کی نمکینی تمام منہ میں محسوس ہو۔ (۱۵) کسی خوشبو (عود' عنبر وغیرہ) کا دھواں سونگھنا۔ (۱۶) دانتوں میں اٹکی ہوئی چیز کا زبان سے نکال کر پھر کھا لینا۔ (۱۷) اس تھوک کا نگل جانا جو رنگین تاگے کو بانٹنے کیلئے منہ میں لینے سے رنگین ہو گیا ہو۔ (۱۸) رمضان کے ادائی روزوں کے سواء اور روزوں[3] کا توڑ دینا (وغیرہ) ان سب صورتوں میں صرف روزہ کی قضاء لازم آتی ہے۔

---

(۱) پے درپے کی شرط مرد کیلئے ہے، حیض و نفاس والی عورت اس سے مستثنیٰ ہے۔ (۲) صاع کا وزن دو سیر دیڑھ پاو ہے جیسا کہ صدقہ فطر کے بیان میں گزرا۔ (۳) اگر چہ رمضان کے قضائی روزے ہوں۔

بعض روزہ نہ ٹوٹنے کی صورتیں: (۱) اگر روزہ یاد نہ ہو[1] اور بھول کر کچھ کھا پی لے یا جماع کرے۔ (۲) بے اختیار حلق میں غبار یا دھواں یا مکھی چلی جائے۔ (۳) بے اختیار قئے ہوجائے اگرچہ منہ بھر ہو۔ (۴) احتلام ہوجائے۔ (۵) دانتوں سے خون نکل کر حلق میں پہنچ جائے مگر تھوک پر غالب نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔

رمضان کا احترام: رمضان کے مہینے میں روزہ ٹوٹ جانے کے بعد لازم ہے کہ جس قدر دن باقی ہو اس کو روزہ داروں کی طرح گزار دیا جائے یعنی کھانے پینے اور جماع کرنے سے دور رہے تاکہ رمضان کا احترام قائم رہے۔ اسی طرح اگر مسافر دن میں اپنے گھر آجائے یا نابالغ بالغ ہوجائے یا حیض و نفاس والی عورت پاک ہوجائے یا مجنون اچھا ہوجائے یا مریض تندرست ہوجائے یا کوئی کافر مسلمان ہوجائے تو ان تمام لوگوں کو بھی بقیہ دن روزہ داروں کی طرح[2] رہنا چاہئے۔

۱۰۔ روزہ کے مکروہات: روزے میں امور ذیل مکروہ ہیں: (۱) بلا ضرورت[3] کوئی چیز چکھنا یا چبانا۔ (۲) کلی کرنے یا ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا۔ (۳) استنجا میں مبالغہ کرنا۔ (۴) منہ میں پانی دیر تک رکھنا۔ (۵) منہ میں تھوک جمع کر کے نگل جانا۔ (۶) سحری کھانے میں اتنی دیر کرنا کے صبح ہونے کا اندیشہ ہوجائے۔ (۷) کوئلہ چبا کر دانت مانجنا۔ (۸) افطار بہت تاخیر سے کرنا۔ (۹) روزہ میں غیبت کرنا، جھوٹ بولنا، گالی گلوج فحش زبان سے نکالنا[4] (وغیرہ)۔

۱۱۔ روزے کے مباحات: امور ذیل روزہ میں مباح ہیں یعنی ان سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا: (۱) سرمہ لگانا۔ (۲) مسواک کرنا (تر ہو یا خشک اگرچہ بعد زوال ہو)۔ (۳) خوشبو

---

(۱) اور کوئی یاد بھی نہ دلائے (تنبیہ) روزہ دار کو روزہ کے منافی کام کرتے دیکھ کر روزہ یاد دلانا واجب ہے بشرطیکہ وہ کمزور و ناتواں نہ ہو۔ (۲) جبکہ یہ صورتیں نصف نہار کے بعد واقع ہوں اور اگر پہلے واقع ہوں تو روزہ رکھنا لازم ہے۔ (۳) اگر بضرورت مثلاً خاوند یا حاکم کے خوف سے کوئی چیز چکھ لی جائے تو مکروہ نہیں (۴) یہ چیزیں روزے کے بغیر بھی بری ہیں مگر روزے میں اور زیادہ بری۔

لگانا یا سونگھنا۔(۴) پچھنے لگانا۔(۵) فصد لینا۔(۶) سر یا بدن میں تیل لگانا۔(۷) کان میں پانی ٹپکانا۔(۸) آنکھ میں دواڈالنا۔(۹) اپنا تھوک نگل لینا۔(۱۰) کلی کے بعد منہ کی تری نگل جانا۔(۱۱) دانتوں میں اٹکی ہوئی چیز کا (بغیر باہر نکالے) نگل جانا بشرطیکہ چنے سے کم ہو (وغیرہ)۔

۱۲۔روزہ نہ رکھنے کے عذرات: جن عذرات سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے وہ حسب ذیل ہیں: (۱) سفر[۱] خواہ جائز ہو یا ناجائز بے مشقت ہو (جیسے ریل کا) یا بامشقت (جیسے پیادہ یا گھوڑے وغیرہ پر) لیکن بے مشقت سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے اگر روزہ کی نیت کر چکنے کے بعد سفر شروع کیا جائے تو اس دن روزہ پورا کرنا لازم ہے۔اگر روزہ توڑ دے تو کفارہ لازم نہ ہوگا صرف قضاء واجب ہوگی۔اور اگر روزہ توڑ کر سفر شروع کرے تو کفارہ بھی لازم آئے گا۔(۲) روزہ رکھنے سے مریض کو زیادتی مرض کا خوف ہو یا دیر میں صحت حاصل ہونے کا اندیشہ ہو جس کو مریض خود اپنے تجربہ سے محسوس کرے یا کسی علامت سے یا ایسے مسلمان طبیب حاذق کے آگاہ کرنے سے جو کھلا ہوا فاسق نہ ہو اگر تندرست کو یہ خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے بیمار ہو جائے گا تو وہ بھی اسی حکم میں ہے۔(۳) حمل بشرطیکہ حاملہ کو روزہ رکھنے میں اپنی جان یا بچے کو نقصان پہونچنے کا خوف ہو (۴) دودھ پلانا' اگر اپنی یا بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو (خواہ دودھ پلانے والی ماں ہو یا دایہ)۔(۵) بھوک پیاس کا غلبہ کہ روزہ کا تحمل نہ ہو سکے اور ہلاکت کا خوف ہو۔(۶) بڑھاپا جس میں روز بروز کمزوری بڑھتی جائے اور روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو۔(۷) اکراہ یعنی روزہ نہ رکھنے پر مجبور کیا جانا بشرطیکہ جان کا یا ضرر شدید کا خوف ہو۔

روزہ توڑ دینے کی صورتیں: اگر روزہ دار دفعۃً بیمار ہو جائے مثلاً بخار چڑھ آئے یا درد سر یا درد شکم شدت سے ہونے لگے یا اس کو سانپ، بچھو کاٹ لے یا حاملہ کو ایسی بات پیش آئے کہ روزہ قائم رکھنے سے اس کو یا بچہ کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو یا بھوک پیاس کا اس قدر شدت سے غلبہ ہو کہ ہلاکت کا خوف ہو یا روزہ توڑنے پر مجبور کر دیا جائے بشرطیکہ جان کا یا ضرر شدید کا

(۱) سفر سے شرعی سفر مراد ہے یعنی تین دن کی مسافت والا۔

خوف ہو تو ان تمام صورتوں[1] میں روزہ توڑ دینا جائز ہے۔

(تنبیہ) عذرات مذکورہ کی وجہ سے جس قدر روزے نہ رکھے گئے ہوں بڑھاپے کے سوا باقی سب عذرات کے رفع ہو جانے پر ان روزوں کی قضاء رکھنا لازم ہے۔ اور حالت بڑھاپے کے روزوں کی قضاء نہیں بلکہ فدیہ دینا چاہئے یعنی ہر روزہ کے بدلے ایک مقدار صدقہ فطر کی واجب ہے یا دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کھانا کھلا دینا۔

۱۳۔ قضاء رکھنے کے احکام: (۱) اگر فرض یا واجب معین روزے بروقت نہ رکھے گئے ہوں خواہ کسی عذر سے یا بلا عذر یا رکھنے کے بعد کسی وجہ سے ٹوٹ گئے ہوں یا توڑ دیئے گئے ہوں تو اور دنوں میں ان کی قضاء رکھنا لازم ہے۔ (۲) قضاء کے لئے وقت کی کوئی تخصیص نہیں، جب موقع ملے رکھ لئے جائیں البتہ جس قدر جلد ممکن ہو رکھ لینا بہتر ہے تاکہ جلد ذمہ سے ساقط ہو جائیں۔ (۳) قضاء روزوں کا لگا تار رکھنا ضروری نہیں (خواہ رمضان کے ہوں یا کوئی اور) بلکہ درمیان فصل دے کر بھی رکھ سکتے ہیں۔ (۴) قضا روزوں میں (نماز کی طرح) ترتیب بھی نہیں ہے اگر کسی نے قضاء روزے ابھی نہیں رکھے تھے کہ دوسرا رمضان آ گیا تو اس کو چاہئے کہ پہلے موجودہ رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد قضاء روزے (۵) عورت کو حیض و نفاس کی وجہ سے جتنے روزے قضاء ہو گئے ہوں رمضان کے بعد ان کی قضاء کر لینی چاہئے۔ (۶) اگر روزے بڑھاپے[2] وغیرہ کے باعث قضاء ہوئے ہوں تو ان کی قضاء لازم نہیں بلکہ فدیہ دینا واجب ہے (یعنی ہر روزہ کے بدلے ایک مقدار صدقہ فطر کی یا ایک مسکین کو دو وقتہ پیٹ بھر کھانا کھلانا)۔

۱۴۔ نذر کے احکام: (۱) نذر یعنی منت ماننا جائز ہے اور منت مان کر اس کا پورا کرنا واجب ہے بشرطیکہ منت خلاف شرع امور کی نہ ہو نیز منت کی پوری شرطیں موجود ہوں۔ (۲) منت کی شرطیں یہ ہیں: (۱) جس چیز کی منت مانے وہ شرعاً قسم واجبات سے ہو جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔

---

(۱) یعنی فرض اور واجب روزہ کیونکہ نفل روزہ تو ضیافت وغیرہ کے عذر سے بھی توڑا جا سکتا ہے۔ (۲) یا ایسی بیماری جس میں صحت کی امید منقطع ہو چکی ہو۔

یعنی اتنی رکعت نماز پڑھوں گا یا اتنے روزے رکھوں گا یا اتنے فقیروں کو کھانا کھلاوں گا۔ (۲) منت کسی عبادت کا ذریعہ نہ ہو مثلاً وضو کرنے کی نذر صحیح نہیں۔ (۳) منت ایسی چیز کی نہ ہو جس کو خود شریعت نے واجب کیا ہو مثلاً یہ کہنا صحیح نہیں کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو ظہر کی نماز پڑھوں گا یا رمضان کے روزے رکھوں گا وغیرہ۔ (۴) جس چیز کی منت کی جائے وہ اپنی ذات میں معصیت نہ ہو مثلاً یہ کہنا درست نہیں کہ اگر کام ہو جائے تو فلاں شخص کیلئے نماز پڑھوں گا یا روزہ رکھوں گا بخلاف عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی نذر کے کہ اگرچہ عید کے دن روزہ رکھنا منع ہے لیکن یہ نذر صحیح ہے کیونکہ روزہ رکھنا بالذات جائز ہے اور ممانعت عید ہونے کی وجہ سے ہے۔ (۵) منت ایسی چیز کی نہ ہو جس کا ہونا محال ہو مثلاً گزشتہ دن روزہ رہنے کی منت۔

(۳) منت صحیح ہونے کیلئے یہ ضروری نہیں کہ دل میں اس کا ارادہ بھی ہو بلکہ صرف زبان کا اعتبار ہے مثلاً دل میں ایک روزہ کا خیال تھا اور زبان سے ایک مہینہ نکل گیا تو ایک ہی مہینہ کے روزے واجب ہوں گے۔

(۴) اگر کوئی شخص ایام ممنوعہ (عید الفطر، عید الاضحیٰ، ذی الحجہ کی گیارہویں، بارہویں، تیرہویں) کے روزوں کی نذر کرے تو اس کو چاہئے کہ ان دنوں میں روزے نہ رکھے بلکہ اس کے عوض اور دنوں میں رکھ لے اور اگر انہی دنوں میں رکھ لے تو نذر ادا ہو جائے گی۔ لیکن گناہ ہوگا۔

(۵) نذر کی دو قسمیں ہیں ایک معلق جو کسی شرط پر موقوف ہو مثلاً فلاں کام ہو جائے تو اتنے روزے رکھوں گا۔ دوسری غیر معلق جو کسی شرط پر موقوف نہ ہو مثلاً میں اللہ کیلئے اتنے روزے اپنے نفس پر واجب کرتا ہوں۔

(۶) نذر معلق میں شرط پائی جانے سے پہلے منت پوری کرنا صحیح نہیں مثلاً پہلے روزے رکھ لیں اور اس کے بعد شرط پائی جائے تو پھر دوبارہ روزے رکھنا واجب ہوگا۔

(۷) نذر غیر معلق میں اگر وقت یا مقام معین کیا جائے تو اس کا اعتبار نہیں۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں روزے رکھنے کی نذر کر کے اگر اپنے ہی گھر میں رکھ لے یا جمعہ کے دن رکھنے کی نذر

کر کے دوشنبہ کے دن رکھے تو بھی نذر پوری ہو جائیگی۔

(۸) منت خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کی ماننی حرام ہے کیونکہ منت بھی گویا عبادت ہے اور عبادت کا مستحق خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں، البتہ ایسی منت ہو سکتی ہیکہ یا اللہ تیرے لئے یہ نذر کرتا ہوں اگر میرا کام نکل آئے تو فلاں بزرگ کے عرس کے دن یا اور کسی وقت کھانا پکوا کر درگاہ کے فقراء اور مساکین کو کھلاؤں گا اور اس کا ثواب ان بزرگ کی روح کو بخش دوں گا جو شرعاً جائز ہے۔

۱۵۔اعتکاف کے احکام :(۱) مسجد میں عبادت کی نیت کے ساتھ ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے (اعتکاف کا احادیث میں بہت ثواب آیا ہے۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معتکف گناہوں سے باز رہتا ہے اور نیکیوں سے اسے اس قدر ثواب ملتا ہے کہ گویا اس نے تمام نیکیاں کیں۔ نیز فرمایا کہ جس نے رمضان میں دس دن کا اعتکاف کرلیا تو گویا اس نے دو حج اور دو عمرے کئے)۔(۲) اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، سنت موکدہ[۱]، مستحب (واجب وہ اعتکاف ہے جس کی نذر کی جائے خواہ وہ نذر کسی شرط پر موقوف ہو یا نہ ہو، اور سنت موکدہ رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف ہے، اور واجب وسنت موکدہ کے علاوہ باقی اعتکاف مستحب ہیں)۔(۳) اعتکاف واجب اور سنت موکدہ دونوں میں روزہ شرط ہے۔اعتکاف مستحب میں شرط نہیں۔(۴) اعتکاف واجب کی مقدار کم سے کم ایک دن ہے۔اور مسنون کی ایک عشرہ[۲] اور مستحب کی کوئی مقدار مقرر نہیں[۳]۔(۵) اعتکاف کی شرطیں یہ ہیں: مسلمان ہونا، عاقل ہونا، جنابت اور حیض سے پاک ہونا، مسجد میں اعتکاف کرنا اور اعتکاف کی نیت کرنا،(۶) عورت اپنے گھر میں جہاں نماز پڑھا کرتی ہے وہیں اعتکاف کرے۔(۷) معتکف کو قرآن مجید کی

---

(۱) سنت موکدہ کفایہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص بھی کرلے تو سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتا ہے۔(۲) یعنی بیس تاریخ کی شام کو غروب آفتاب کے وقت مسجد میں داخل ہو پھر چاند ہونے کے بعد نکل جائے۔(۳) ایک دو لحظہ کا بھی ہوسکتا ہے۔اگر مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرلی جائے تو روزانہ بہت سے اعتکافوں کا ثواب مل جائے۔

تلاوت، کتب دینی کے مطالعہ، درود شریف کی کثرت اور نیک اور اچھی باتوں[1] میں مشغول رہنا چاہئے۔(۸) حالت اعتکاف میں مسجد میں کھانا، پینا، سونا اور حاجت کی چیز خریدنا (بشرطیکہ مسجد کے اندر نہ ہو) اور نکاح کرنا جائز ہے۔(۹) معتکف کو پیشاب پاخانہ کے لئے، فرض غسل کے لئے، وضو کے لئے، اور جمعہ کی نماز کیلئے زوال کے وقت یا اتنی دیر پہلے کہ جامع مسجد کو پہنچکر خطبہ سے پہلے سنت پڑھ سکے، مسجد سے نکلنا جائز ہے مگر ضرورت سے زیادہ نہ ٹھہرے۔(۱۰) بلا عذر قصداً یا سہواً مسجد سے باہر نکلنے اور صحبت کرنے اور کسی عذر سے باہر نکل کر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنے اور بیماری یا خوف کی وجہ سے مسجد سے نکل آنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔(۱۱) اعتکاف فاسد ہونے پر اگر واجب ہو تو قضاء کرنا واجب ہے سنت و مستحب ہو تو ضروری نہیں۔

---

(۱) بالکل خاموش رہنا یا لغو باتیں کرنا مکروہ ہے۔

حج کا بیان

اس سے قبل اسلام کے چار ارکان ''ایمان' نماز' زکوٰۃ' روزہ'' کا بیان ہو چکا ہے۔جن میں نماز اور روزہ تو بدنی عبادتیں ہیں اور زکوٰۃ مالی عبادت۔اب حج کا ذکر کیا جاتا ہے جو بدنی اور مالی دونوں عبادتوں کا جامع ہے اور یہ اسلام کا پانچواں رکن ہے۔

حج کا معنی لغت میں کسی باعظمت چیز کی طرف جانے کا قصد کرنا ہے اور اصطلاح شرع میں ایک خاص زمانہ میں خاص طریقوں سے کعبہ مکرمہ کا طواف کرنے اور عرفات میں ٹھہرنے کا نام حج ہے۔کعبہ مکرمہ وہی مقدس مقام ہے جس کی طرف متوجہ ہونے پر نماز جیسی محترم عبادات کی صحت موقوف ہے اور جو مکہ معظّمہ میں واقع ہے اور جس کو بیت اللہ شریف کہا جاتا ہے۔حج ایک نہایت عظیم الشان عبادت ہے جس کے فضائل شریعت میں بہت وارد ہیں۔قرآن مجید میں ارشاد ہے''وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً'' (آیت ۹۷: سورہ آل عمران) ترجمہ: اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا (یعنی) اس پر جو وہاں تک جانے کی طاقت رکھے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جس نے حج کیا اور فحش گوئی سے (اثناء حج میں) بچا رہا تو وہ (ایسا گناہوں سے پاک ہو کر) لوٹے گا جیسے اس دن (پاک تھا جس دن) ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔اور حج نہ کرنے پر سخت وعید فرمائی چنانچہ ارشاد ہوتا ہے''جس شخص کو حج کرنے سے کوئی کھلی ضرورت یا ظالم بادشاہ یا کوئی معذور کر دینے والا مرض نہ روکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو اسے اختیار ہے چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر''۔

حج بھی نماز، زکوٰۃ، روزہ کی طرح مسلمانوں پر فرض ہے مگر عمر بھر میں صرف ایک[1] مرتبہ اور

(۱) اسی وجہ سے اس مختصر رسالہ میں حج کے مسائل کی تفصیل نہیں لکھی گئی، بر وقت معلوم کر سکتے ہیں۔

اسی شخص پر جو عاقل، بالغ، تندرست، ہو اور اس قدر مال کا مالک ہو جو حاجت اصلی سے زائد اور قرض سے محفوظ ہو اور زادراہ وسواری کے لئے نیز جن لوگوں کا نفقہ واجب ہے ان کیلئے واپسی تک کافی ہو سکے۔ حج کے علاوہ ایک اور عبادت ہے جو انہی مقامات میں بجالائی جاتی ہے اس کو عمرہ کہتے ہیں۔ وہ سنت موکدہ ہے۔ حدیث شریف میں عمرہ کو ان گناہوں کا کفارہ فرمایا گیا ہے جو دوسرے عمرہ تک واقع ہوں۔ حج وعمرہ سے فارغ ہونے کے بعد (یا پہلے) ایک اور چیز ہے جو اہل ایمان ومحبت کی جان ہے۔ مقصد اعظم ہے۔ سرمایہ سعادت دنیا وآخرت ہے اور زیارت روضہ مقدسہ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو افضل مستحبات بلکہ واجب کے قریب ہے۔ جس کی نسبت ارشاد ہے کہ ''جو میری قبر کی زیارت کرے اس کیلئے میری شفاعت واجب ہے'' جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری زندگی میں میری زیارت کی'' اور جس کے تارک کے لئے یہ وعید ہے ''جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا''۔ خداوند تعالیٰ ہم سب کو بلاد مطلوب ودیار محبوب (مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ) کی حاضری یا فریضہ حج کی تکمیل اور سعادت زیارت سے مشرف وبہرہ اندوز کرے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا لَذَّۃَ النَّظْرِ اِلٰی وَجْھِکَ وَ الشَّوْقَ اِلٰی لِقَآئِکَ وَ ارْزُقْنَا شَفَاعَۃَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اٰمِیْنَ. وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

تمت بالخیر

نوٹ:۔ حج کا مکمل بیان حصہ ہفتم کی شکل میں بنام ''زاد السبیل الی دار الخلیل'' اضافہ کیا گیا ہے۔

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامَ

اللہ کے نزدیک دین حق اسلام ہی ہے

نصاب اہل خدمات شرعیہ

حصہ ششم

مشتمل بر مسائل ضروریہ

❖ نکاح ❖ طلاق ❖ خلع

مرتبہ: مولانا غلام محی الدین صاحب فارغ جامعہ نظامیہ

تنقیح و تصحیح

شعبہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ

ناشر

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ ' حیدرآباد 'الهند

فتاوی نظامیہ کی طباعت

ملک کی قدیم وعظیم اسلامی درسگاہ جامعہ نظامیہ کے دارالافتاء کے مفتی اول حضرت مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحب رحمہ اللہ کے جاری کردہ فتاویٰ پہلی طباعت میں تین جلدوں میں شائع ہوئے تھے۔مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ نے ان تین جلدوں کو یکجا کر کے ایک ہی جلد میں شائع کیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ملک کی ہر عدالت جامعہ نظامیہ کے فتاوی کو تسلیم کرتی ہے۔'' فتاوی نظامیہ'' میں مسائل کو ابواب کے تحت یکجا کر کے فقہ کی مشہور کتاب ''ہدایہ'' کی ترتیب پر تدوین کی گئی۔تمام عربی عبارتوں کی بعد چھان بین مراجعت اور اردو زبان کی رعایت رکھی گئی ہے ۔ابواب کے تحت مسائل کی تفصیلی فہرست اور ایک ہی مسئلہ جتنے ابواب میں اجمالاً اور تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے ان صفحات کے نمبر دیئے گئے تا کہ قاری کیلئے سہولت ہو۔فہرست مسائل میں فتاوی کی ترتیب کی بجائے مسائل واحکام کی ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔فہرست کے بعد فتاوی میں جن کتب کی عبارتوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کتابوں کے ناموں کی فہرست بھی بطور مصادر ومراجع تیار کی گئی ہے ۔قرآن کریم کی آیتوں پر اعراب لگائے گئے ہیں۔ بروقت مسائل کو معلوم کرنے کیلئے ہر مسلمان کے گھر میں'' فتاوی نظامیہ'' کا رہنا مفید ہے۔ طباعت نہایت عمدہ خط میں کمپیوٹر کے ذریعہ اردو عربی میں کروائی گئی ہے۔کاغذ انتہائی عمدہ اور دبیز رکھا گیا ہے۔خوبصورت ٹائٹل اور مضبوط جلد ہے۔۵۷۵ صفحات پر مشتمل'' فتاوی نظامیہ'' کی قیمت افادہ عام کے پیش نظر صرف ۲۰۰ روپئے رکھی گئی ہے ۔فتاوی نظامیہ اور مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ کی دیگر مطبوعات حسب ذیل پتوں پر حاصل کی جاسکتی ہیں۔دفتر مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ حیدرآباد پر ۱۰ بجے تا ۴ شام اور فون نمبر ۲۴۴۱۶۸۴۷ پر بھی ربط پیدا کیا جاسکتا ہے۔مکتبہ اہلسنت والجماعت' چوک حیدرآباد' سٹوڈنٹس بک ہاوز' چارمینار حسامی بک ڈپو' حیدرآباد' مکتبہ رفاہ عام گلبرگہ شریف۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلیٰ سَيِّدِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ سَيِّدِنَا وَ مَوۡلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصۡحَابِهٖ وَ اَزۡوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّاتِهٖ وَ اَهۡلِ بَيۡتِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ .

نکاح کے مسائل

۱۔نکاح کی تعریف:۔ نکاح کے معنیٰ لغت میں جماع کے ہیں اور اصطلاح فقہ میں نکاح ایک مخصوص عقد کا نام ہے، جس سے مرد قصداً عورت سے نفع اٹھانے کا مجاز ہوتا ہے۔

۲۔نکاح کے صفات:۔ اختلاف حالات کے لحاظ سے نکاح کے صفات بھی مختلف ہیں جوحسب ذیل ہیں:۔ ۱۔**سنت مؤکدہ:** اگر جماع کی خواہش اعتدال پر ہو یعنی بہت زیادہ ہو نہ بالکل کم۔

۲۔**واجب ہے:** اگر جماع کی خواہش غالب ہو یعنی نکاح نہ کیا جائے تو زنا میں مبتلا ہوجانے کا خوف ہو۔

۳۔**فرض ہے:۔** اگر جماع کی خواہش بے حد غالب ہو یعنی نکاح نہ کیا جائے تو زنا میں مبتلا ہوجانے کا یقین ہو۔

ان تین صورتوں میں زوجہ کے حقوق (مہر، نفقہ وغیرہ[۱]) کی ادائی پر قدرت حاصل ہونا بھی شرط ہے۔

۴۔**مکروہ تحریمی ہے:** اگر زوجہ پر ظلم[۲] کا خوف ہو

۵۔**حرام ہے:** اگر زوجہ پر ظلم کا یقین ہو۔

---

(۱) مثلاً عمدہ برتاؤ۔ (۲) اور حقوق ادا نہ کرنے کا۔

۳۔ نکاح کے ارکان: ۔نکاح کا رکن صرف ایجاب وقبول[1] ہے۔

توضیح: ایجاب وقبول اس گفتگو اور اقرار کو کہتے ہیں جو مرد وعورت[2] میں باہم تعلق زوجیت پیدا کرنے کیلئے ہو۔ پہلے جس کی گفتگو ہو (خواہ عورت کی ہو یا مرد کی) اس کا نام ایجاب ہے اس کے بعد دوسرے کے اقرار کا نام قبول[3] ہے۔

ضروریات ایجاب وقبول: ایجاب وقبول کے صحیح ہونے کیلئے حسب ذیل امور ضروری ہیں:۔(ا) ایجاب وقبول دونوں کا یا دونوں میں سے ایک کا ماضی کے لفظ سے ادا ہونا' (جس سے سمجھا جائے کہ نکاح ہو چکا)۔

الف: دونوں کے ماضی ہونے کی مثال: عاقدین میں سے ایک کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کرلیا اور دوسرا کہے میں نے منظور کیا۔

ب: دونوں میں سے ایک کے ماضی ہونے کی مثال : ایک کہے میں نے تیرے ساتھ نکاح کرلیا دوسرا کہے کہ میں منظور کرتا ہوں (اس مثال میں صرف ایجاب کی عبارت ماضی ہے)۔

ج: ایک کہے کہ میں تیرے ساتھ اپنا نکاح کرتا ہوں ۔ دوسرا کہے کہ میں نے قبول کیا (اس مثال میں صرف قبول کی عبارت ماضی ہے)۔

(۲) ایجاب وقبول دونوں کا بذریعہ لفظ ادا کیا جانا' اگر بذریعہ فعل[4] ادا کیا جائے تو صحیح نہیں۔ مثلاً (الف) کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ "میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کیا اور یہ تیرا مہر ہے". عورت زبان سے کچھ نہ کہے مگر مہر لے لے۔ یا (ب) کوئی عورت کسی مرد سے کہے کہ "میں نے اس قدر مہر کے عوض تیرے ساتھ نکاح کرلیا" مرد زبان سے کچھ نہ کہے مگر مہر دے دے' تو

(۱) اسی ایجاب وقبول کے مجموعہ کا نام نکاح ہے۔ (۲) خواہ یہ گفتگو اور اقرار خود مرد وعورت کرلیں یا ان کے اولیاء یا وکلاء۔ (۳) مثلاً' ا۔ مرد عورت سے کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کرلیا۔ عورت کہے کہ میں نے منظور کیا۔ (مرد کی گفتگو ایجاب ہے اور عورت کا اقرار قبول) یا۔۲ ۔عورت مرد سے کہے کہ میں نے اپنے آپ کو تیری زوجیت میں داخل کیا۔ مرد جواب دے کہ میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لے لیا (اس صورت میں عورت کی گفتگو ایجاب ہے۔ اور مرد کا اقرار قبول)۔ (۴) ایجاب وقبول بذریعہ فعل ادا کرنے کو تعاطی کہتے ہیں۔ تعاطی سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

اگر چہ ان دونوں صورتوں میں ایجاب لفظ سے ادا کیا گیا ہے لیکن چونکہ قبول فعل کے ذریعہ ادا ہوا اس لئے صحیح نہ ہوگا۔

ف: تحریر بھی لفظ کے حکم میں ہے بشرطیکہ کاتب حاضر نہ ہو بلکہ غائب[۱] ہو۔

مثلاً کوئی شخص کسی عورت کو لکھ بھیجے کہ ''میں نے تیرے ساتھ اپنا نکاح کیا''۔ عورت دو آدمیوں کو گواہ بنا کر کہے کہ ''فلاں شخص کی یہ تحریر[۲] میرے پاس آئی ہے۔ لہذا میں نے اپنے آپ کو اس کے عقد نکاح میں دیا'' تو یہ ایجاب وقبول صحیح اور نکاح منعقد ہو جائیگا۔ اور اگر کاتب حاضر ہو تو پھر تحریر لفظ کے حکم میں نہیں بلکہ فعل کے حکم میں ہے۔ اس کے ذریعہ ایجاب وقبول کا ادا کرنا صحیح نہ ہوگا' البتہ جو شخص گونگا ہو اس کیلئے ایجاب یا قبول کا بذریعہ لفظ ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ اشارہ سے ادا کرنا بھی کافی ہے بشرطیکہ اس کا اشارہ معلوم[۳] ہو۔

(۳) ایجاب کی عبارت پوری ادا ہونے کے بعد قبول کی عبارت کا ادا ہونا' اگر کوئی مرد کسی عورت سے کہے کہ ''میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں سو روپیہ مہر کے عوض'' عورت قبل اس کے کہ سو روپیہ مہر کا لفظ منہ سے نکلے یہ کہہ دے کہ ''میں نے منظور کیا'' تو اس صورت میں قبول صحیح نہ ہوگا۔ کیونکہ ابھی ایجاب کی عبارت پوری نہ ہونے پائی تھی کہ قبول کی عبارت ادا کی گئی۔

(تنبیہ) ایجاب کی عبارت اس وقت پوری سمجھی جائیگی جبکہ ایجاب ادا کرنے والا اس کے بعد کوئی بات ایسی کہنی نہ چاہتا ہو جو گذشتہ عبارت کے معنیٰ میں تغیر پیدا کر دے۔ مثلاً صورت مذکورہ میں اگر سو روپے مہر کی عبارت نہ کہی جاتی تو مہر مثل[۴] واجب ہوتا خواہ سو کا ہو یا زیادہ' لیکن اس عبارت نے اس کے معنیٰ کو بدل دیا اور اب بجائے مہر مثل کے سو روپیہ واجب ہوئے۔

(۱) یعنی شخص غائب کی تحریر سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور حاضر کی تحریر سے منعقد نہیں ہوتا۔ (۲) (تنبیہ) اگر تحریر میں صیغہ ماضی ہو تو گواہوں کو تحریر اور قبول دونوں سنانا لازم ہے اور اگر صیغہ امر ہو تو صرف قبول سنانا کافی ہے۔ (۳) یعنی لوگ جانتے ہوں کہ جب کسی بات کو یہ شخص منظور کرتا ہے تو اس قسم کا اشارہ کرتا ہے اور نا منظور کرتا ہے تو اس قسم کا۔ (۴) مہر مثل کی تعریف آگے آئے گی۔ (ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۳۸۲)۔

(۴) ایجاب وقبول دونوں کا ایک ہی مجلس[1] میں ادا کیا جانا۔ اگر مجلس بدل جائے۔ مثلاً عاقدین دونوں بیٹھے ہوئے تھے ایک نے ایجاب ادا کیا دوسرا قبول کرنے سے قبل اٹھ کھڑا ہوا یا کسی ایسے کام میں مصروف ہوگیا جس سے مجلس بدل جانے کا حکم لاحق ہوتا ہے تو اس صورت میں قبول صحیح نہ ہوگا۔ بلکہ از سر نو ایجاب وقبول کی ضرورت ہوگی۔

ف: اگر عاقدین میں سے کوئی شخص حاضر نہ ہو' بلکہ تحریر اپنی بھیجی ہو تو جس مجلس میں وہ تحریر پڑھی جائے' اسی مجلس میں قبول کا ادا ہونا ضروری ہے۔ اگر تحریر ایک مجلس میں پڑھی جائے اور قبول دوسری مجلس[2] میں ادا ہو تو صحیح نہ ہوگا۔

ف: مجلس ایک ہونے کی حالت میں ایجاب وقبول متصل ہونا یعنی بفور ایجاب قبول کا ادا ہونا ضروری نہیں بلکہ ایجاب وقبول میں فصل واقع ہو تو بھی درست ہے۔ بشرطیکہ اس فصل میں کسی ایسے کام کی مصروفیت نہ ہو جو اختلاف مجلس کا موجب ہے۔

ف: اگر عاقدین چلنے کی حالت میں ایجاب وقبول کریں (خواہ پیدل چل رہے ہوں یا کسی سواری میں) تو نکاح نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں ایجاب وقبول دونوں کی مجلس ایک نہیں رہ سکتی البتہ کشتی پر سوار ہوں اور وہ چل رہی ہو اور ایجاب وقبول کرلیں تو درست ہے۔

(۵) قبول کا ایجاب کے مخالف نہ ہونا۔ اگر کوئی مرد کسی عورت سے کہے کہ ''میں تیرے ساتھ سوا سو روپیہ مہر کے عوض نکاح کرتا ہوں''۔ عورت کہے کہ ''میں نے نکاح تو منظور کیا مگر یہ مہر منظور نہیں ہے''۔ تو ایسی حالت میں نکاح نہ ہوگا۔ کیونکہ قبول ایجاب کے مخالف ہے۔

البتہ اگر قبول عورت کی طرف سے ہو اور وہ مرد کے مقرر کئے ہوئے مہر سے کم مقدار کو قبول

(۱) مجلس ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب وقبول کے درمیان کوئی ایسا فعل نہ ہونے پائے جو ایجاب سے اعراض (ناراض ہونے) پر دلالت کرتا ہو' اگرچہ قصداً اعراض نہ کیا گیا ہو۔ جیسے بیٹھے سے اٹھ کھڑا ہونا' کسی سے باتیں کرنا شروع کرنا' کچھ کھا لینا' (بشرطیکہ وہ ایک لقمہ سے زائد ہو) کچھ پی لینا (بشرطیکہ وہ چیز پہلے سے ہاتھ میں نہ ہو)' لیٹ کر سو رہنا' نماز پڑھنے میں مصروف ہوجانا' چلنا' پھرنا اور اسی قسم کے افعال اگر ایجاب وقبول کے درمیان واقع ہوجائیں تو مجلس ایک ہونا نہ سمجھا جائیگا۔ یعنی ان افعال کے بعد قبول ادا کیا جائیگا تو صحیح نہ ہوگا۔ (۲) البتہ دوسری مجلس میں دوبارہ تحریر پڑھ کر وہیں قبول ادا کیا جائے تو صحیح ہوگا۔

کرے، مثلاً مرد کہے کہ ''میں ایک ہزار روپیہ مہر کے عوض تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں'' عورت کہے کہ ''میں نے پانچ سو روپیہ مہر کے عوض منظور کیا'' یا قبول مرد کی طرف سے ہو اور وہ عورت کے مقرر کئے ہوئے مہر سے زیادہ مقدار کو قبول کرے مثلاً: عورت کہے کہ ''میں نے پانچ سو روپیہ مہر کے عوض تیرے ساتھ نکاح کیا''۔ مرد کہے کہ ''مجھے ایک ہزار روپئے مہر کے عوض منظور ہے'' تو ان دونوں صورتوں میں قبول مخالف ایجاب نہ سمجھا جائیگا اور نکاح ہو جائے گا۔

(۶) ایجاب وقبول کا آئندہ وقت کی طرف منسوب یا کسی شرط پر معلق نہ ہونا۔ اگر کوئی شخص کہے کہ ''مجھے کل تیرے ساتھ نکاح منظور ہے'' یا ''فلاں بات ہو جائے تو میں نے تیرے ساتھ نکاح منظور کیا'' تو صحیح نہ ہوگا۔

(۷) عاقدین میں سے ہر ایک کا دوسرے کے کلام کو سننا یا اس چیز کو سننا جو کلام کے قائم مقام ہو جیسے تحریر، پس اگر ایک عاقد دوسرے عاقد کے کلام یا تحریر کو نہ سنے اور قبول ادا کرے تو صحیح نہیں۔

(۸) عاقدین کا متعین ومعلوم ہونا۔ مرد کا متعین ومعلوم ہونا تو ظاہر ہے کہ عموماً حاضر مجلس[1] رہتا ہے، البتہ عورت جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ معین کر دی جائے۔ خواہ اس طور پر کہ خود حاضر مجلس ہو یا اس طور پر کہ اس کا نام اس کے باپ کا نام عاقد اور گواہوں کے سامنے لیا جائے۔ اگر کسی عورت کے دو نام ہوں تو جو نام زیادہ مشہور ہو اسی نام کا لے لینا کافی ہے۔ اگر عورت کے نام میں یا عورت کے باپ کے نام میں غلطی ہو جائے (اور عورت حاضر مجلس[2] نہ ہو) تو نکاح نہ ہوگا۔

ف: اگر عورت بغیر حاضر ہونے یا بغیر نام لئے جانے کے عاقد اور گواہوں کے نزدیک متعین ہو جائے تو پھر اس کے حاضر ہونے یا نام لئے جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ مثلاً کسی شخص کی ایک ہی لڑکی ہو اور وہ کسی دوسرے سے کہے کہ ''میں نے اپنی لڑکی کو تیرے عقد نکاح میں دیا''۔ دوسرا کہے ''میں نے منظور کیا''۔ تو نکاح ہو جائیگا۔ بشرطیکہ دوسرا شخص (جس کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے، وہ) اور گواہ یہ جانتے ہوں کہ اس شخص کی ایک ہی لڑکی ہے۔

(۱) اور اگر حاضر مجلس نہ ہو تو وہ بھی اس طرح معین کیا جائے جس طرح عورت معین کی جاتی ہے۔ (۲) اگر حاضر مجلس ہو تو نکاح ہو جائیگا۔ (خواہ اس وقت نام میں غلطی ہو یا سرے سے نام ہی نہ لیا جائے بلکہ صرف اس کی طرف اشارہ کر دیا جائے)۔

ف: اگر کسی شخص کو دو لڑکیاں ہوں ایک بیاہی ایک اَن بیاہی اور وہ کسی اور شخص سے کہے کہ ''میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا''۔ تو اسی ان بیاہی لڑکی کا نکاح ہو جائیگا بشرطیکہ عاقد (جس کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے وہ) اور گواہ یہ جانتے ہوں کہ اس شخص کی صرف دو لڑکیاں ہیں اور ان میں سے ایک شوہر والی ہے۔

ف: اگر غلطی سے عقد نکاح کے وقت ایک نام کے بجائے دوسرا نام زبان سے نکل جائے تو نکاح دوسرے ہی نام پر ثابت ہوگا۔ مثلاً ایک شخص کی سعیدہ حمیدہ۔ دو اَن بیاہی لڑکیاں ہیں۔ اس نے بڑی لڑکی سعیدہ کا نکاح کسی کے ساتھ قرار دیا، لیکن نکاح کے وقت غلطی سے چھوٹی لڑکی حمیدہ کا نام زبان سے نکل گیا اور اسی نام پر ایجاب وقبول ہوا تو یہ نکاح چھوٹی لڑکی حمیدہ ہی کے ساتھ ہو جائیگا۔

(۹) ایجاب وقبول میں یا تو خاص کر لفظ نکاح وتزویج کا (جو عقد نکاح کے صریح الفاظ ہیں) استعمال کیا جانا[۱] یا ان الفاظ[۲] کا کہا جانا جو فی الفور کسی ذات کامل کے مالک کر دینے کیلئے وضع کئے گئے ہوں بشرطیکہ متکلم کی نیت نکاح کی ہو یا قرینہ ہو اور گواہوں نے بھی اس مطلب کو سمجھ لیا ہو (جیسے ہبہ[۳]، صدقہ[۴]، تملیک[۵]، خرید وفروخت[۶] وغیرہ)

(تنبیہ) اجارہ، عاریت، وصیت، امانت، رہن وغیرہ الفاظ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا کیونکہ ان الفاظ سے فی الفور کسی ذات کامل کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔

---

(۱) مثلاً یوں کہنا۔ ا: میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا۔ یا۔ ۲: میں نے تیرے ساتھ تزویج کی۔ (تنبیہ) نکاح وتزویج کے ہم معنیٰ الفاظ سے بھی جو صریح طور پر نکاح کا مطلب ادا کرتے ہوں نکاح ہو جائیگا۔ مثلاً ا: مرد کہے کہ میں نے تجھ کو اپنی بی بی بنا لیا۔ یا میں تیرا شوہر ہو گیا۔ یا۔ ۲: عورت کہے کہ میں نے تجھ کو اپنا شوہر بنا لیا۔ یا میں تیری بی بی ہو گئی۔ (۲) ان الفاظ کو الفاظ کنایہ کہتے ہیں۔ (۳) مثلاً عورت کہے کہ ''میں نے اپنی ذات تجھ کو ہبہ کر دی''۔ (۴) مثلاً عورت کہے ''میں نے اپنی ذات بطور صدقہ تجھ کو دے دی''۔ (۵) مثلاً عورت کہے ''میں نے تجھ کو اپنی ذات کا مالک بنا دیا''۔ (۶) مثلاً عورت کہے ''میں نے اپنی ذات تیرے ہاتھ فروخت کر دی''۔

ایجاب وقبول کے متفرق احکام: ۔ایجاب وقبول سے متعلق چند ضروری مسائل درج ذیل کیئے جاتے ہیں:

(۱) اگر کوئی شخص نکاح کی نسبت عورت کی ذات کی طرف نہ کرے بلکہ اس کے جسم کی طرف کرے تو بھی نکاح ہو جائے گا' بشرطیکہ نکاح کو اس کے کل جسم یا جسم کے کسی ایسے جزو کی طرف منسوب کرے جس سے محاورہ میں کل جسم مراد لیا جاتا ہو (جیسے سر' گردن وغیرہ) اور اگر کل جسم کی طرف نہیں بلکہ نصف جسم کی طرف یا کسی ایسے جزو کی طرف منسوب کرے جس سے کل جسم مراد نہیں لیا جاتا (مثلاً ہاتھ' پاؤں وغیرہ) تو اس صورت میں نکاح نہ ہوگا[1]۔

(۲) اگر کوئی مرد اور عورت باہم اس امر کا اقرار کریں کہ ہم دونوں زوج وزوجہ ہیں اور اس سے ان کا مقصود اس وقت نکاح کرنا ہے تو اگر یہ اقرار گواہوں کے سامنے ہو تو البتہ ایجاب وقبول کے قائم مقام ہو جائیگا[2] اور اگر مقصود اس سے نکاح کرنا نہیں بلکہ اس بات کی خبر دینا ہیکہ پیشتر نکاح ہو چکا ہے' حالانکہ پیشتر نکاح نہیں ہوا تو پھر ایسا اقرار ایجاب وقبول کے قائم مقام نہ ہوگا۔

(۳) ایجاب وقبول کا دلی رضامندی سے ادا ہونا شرط نہیں حتی کہ اگر کوئی شخص کسی کی زبردستی یا کسی کے مجبور کرنے سے یا ہنسی مذاق ہی میں ایجاب وقبول کے الفاظ زبان سے نکال دے تو بھی نکاح ہو جائیگا۔

(۴) ایجاب وقبول کے الفاظ کا خاص عربی زبان میں ادا ہونا شرط نہیں۔جس زبان میں چاہیں ادا کرلیں (درست ہے)

(۵) الفاظ ایجاب وقبول کے معنیٰ سے بھی پوری طرح واقف ہونا شرط نہیں۔صرف اس بات کا جان لینا کافی ہے کہ ان الفاظ سے نکاح ہو جاتا ہے۔

---

(۱) چونکہ سر اور گردن وغیرہ سے محاورہ میں کل جسم مراد لیا جاتا ہے بخلاف ہاتھ پاؤں وغیرہ کے کہ اس سے کل جسم مراد نہیں لیا جاتا' اس لئے نکاح کی نسبت سر اور گردن وغیرہ کی طرف ہو تو نکاح ہو جائے گا اور ہاتھ پاؤں وغیرہ کی طرف ہو تو نکاح نہ ہوگا۔(۲) اور اس سے نکاح ثابت ہوگا۔

(۶) اگر ایجاب وقبول میں غلط لفظ استعمال کیا جائے (مثلاً نکاح کی جگہ نقاح یا قبول کی بجائے قابول وغیرہ) تو اس صورت میں جبکہ استعمال کرنے والا شخص صحیح لفظ سے ناواقف ہو یا غلط لفظ کا عام طور پر بول چال میں رواج ہو گیا ہو تو نکاح ہو جائیگا ورنہ نکاح نہ ہوگا۔

(۷) مندرجہ ذیل صورتوں میں ایک ہی شخص عاقدین کی طرف سے ایجاب وقبول دونوں کر سکتا ہے۔(یعنی ان صورتوں میں صرف ایجاب ہی' ایجاب وقبول دونوں کا قائم مقام ہوگا):

۱۔ جبکہ ایک ہی شخص دونوں کا ولی (مثلاً عاقد کا باپ اور عاقدہ کا چچا) ہو۔

۲۔ جبکہ ایک ہی شخص دونوں کا وکیل ہو۔

۳۔ جبکہ ایک ہی شخص ایک طرف سے ولی ہو اور دوسری طرف سے وکیل۔

۴۔ جبکہ ایک ہی شخص خود ہی عاقد ہو اور خود ہی عاقدہ کا ولی[۱]۔

۵۔ جبکہ ایک ہی شخص خود ہی عاقد ہو اور خود ہی عاقدہ کا وکیل۔

۴۔ نکاح کے شرائط: نکاح کے شرائط حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عورت کا محرمات میں سے نہ ہونا۔

۲۔ عاقدین یا ان کے اولیاء کا عاقل[۲] و بالغ اور آزاد[۳] ہونا۔

۳۔ مجنون و نابالغ اور غلام کے لئے ان کے اولیاء کی اجازت۔

۴۔ عورت کیلئے اگر وہ غیر کفو سے نکاح کرنا چاہے تو اولیاء کا راضی[۴] ہونا (خواہ وہ بالغہ ہو یا نابالغہ)

۵۔ دو گواہ کا ہونا۔

۶۔ نکاح کو کسی مدت کے ساتھ مقید نہ کرنا۔

(تنبیہ) شرائط متذکرہ سے ہر شرط کی توضیح درج ذیل ہے۔

توضیح شرط اوّل (عورت کا محرمات میں سے نہ ہونا):

---

(۱) مثلاً کوئی شخص اپنے ساتھ اپنے چچا کی بیٹی کا نکاح کرلے۔(۲) عاقل ہونا انعقاد نکاح کی شرط ہے اور بالغ و آزاد ہونا نکاح کے نفاذ کی۔(۳) آزاد وہ شخص ہے جو غلام نہ ہو۔(۴) مثلاً نکاح کے وقت ناراض ہوں تو نکاح نہ ہوگا۔

ا۔ محرمات وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح کرنا شرعاً حرام ہے۔۲۔اسباب تحریم (یعنی وہ امور جن سے حرمت نکاح ثابت ہوتی ہے) نو ہیں:

(۱) **قرابت** (یعنی نسبی رشتہ)۔

(۲) **مصاہرت** (یعنی سسرالی رشتہ)۔

(۳) **رضاعت** (یعنی دودھ کا رشتہ)۔

(۴) **اجتماع** (یعنی زوجہ کے ساتھ اس کی بہن یا خالہ یا پھوپھی کو جمع کرنا وغیرہ)۔

(۵) **ملک** (یعنی مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا نکاح اپنے غلام سے)۔

(۶) **بی بی پر لونڈی لانا**: (یعنی عورت حرہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا)۔

(۷) **شرک** (یعنی مجوسیہ و بت پرست عورت سے نکاح کرنا)

(۸) **مطلقہ ثلاثہ قبل تحلیل**۔(یعنی زوجہ کو تین طلاق دے دینے کے بعد بغیر حلالہ ہونے کے اس سے نکاح کرنا)۔

(۹) **منکوحہ و معتدہ غیر** (یعنی کسی اور شخص کی منکوحہ یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا)

(**تنبیہ**) اب ان تمام اسباب کے تفصیلی احکام سلسلہ وار بیان کئے جاتے ہیں۔

پہلا سبب (قرابت): نسبی رشتہ کی سات عورتیں حرام ہیں:۔

ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی۔

ماں سے وہ سب عورتیں مراد ہیں جن کی طرف عاقد کا نسب منتہی ہو، خواہ ماں کے ذریعہ سے یا باپ کے ذریعہ مثلاً نانی، پڑنانی، دادی، پڑدادی وغیرہ اخیر سلسلہ تک یہ سب عورتیں ماں کی تعریف میں داخل اور اصول کہلاتی ہیں۔

بیٹی سے مراد وہ تمام عورتیں جن کا نسب عاقد کی طرف منتہی ہو مثلاً بیٹی، پوتی، پڑپوتی، نواسی،

پڑنواسی وغیرہ۔ اخیر سلسلہ تک یہ سب بیٹی کی تعریف میں داخل اور فروع کہلاتی ہیں۔
بہن سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کا نسب عاقد کے باپ یا ماں کی طرف منتہی ہو مثلاً حقیقی یا علاتی یا اخیافی بہنیں۔ یہ سب بہن کی تعریف میں داخل اور ماں باپ کی فروع کہلاتی ہیں۔

ف: (۱) ''حقیقی'' وہ اولاد جو اپنے ماں باپ سے ہو۔

(۲) ''علاتی'' باپ کی اولاد جو اپنی ماں سے نہ ہو۔

(۳) ''اخیافی'' ماں کی اولاد جو اپنے باپ سے نہ ہو۔

پھوپھی سے اس مرد کی بہن مراد ہے جس کی جانب سے عاقد کا نسب منتہی ہو (حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی) خواہ باپ کی بہن ہو یا دادا پڑدادا کی بہن، اسی طرح نانا کی بہن ہو یا پڑنانا کی بہن۔ یہ سب عورتیں پھوپھی کی تعریف میں داخل اور ماں باپ کے اصول کی فروع کہلاتی ہیں۔
(تنبیہ) پھوپھی کی اولاد[1] حرام نہیں (اس سے نکاح جائز ہے)۔

خالہ سے اس عورت کی بہن مراد ہے جس کی طرف عاقد کا نسب منتہی ہو (حقیقی ہو یا علاتی یا اخیافی) خواہ ماں کی بہن ہو یا نانی پڑنانی کی بہن۔ اسی طرح باپ کی خالہ ہو یا دادا، نانا کی خالائیں۔ یہ سب خالہ کی تعریف میں داخل اور ماں باپ کے اصول کی فروع کہلاتی ہیں۔
(تنبیہ) خالہ کی اولاد[2] حرام نہیں (اس سے نکاح جائز ہے)۔

بھتیجی یعنی بھائی کی بیٹی خواہ حقیقی بھائی کی بیٹی ہو یا علاتی اور اخیافی بھائی کی، یہ اور ان کی اولاد سب بھتیجی کی تعریف میں داخل اور ماں باپ کے فروع کی فروع کہلاتی ہیں۔

بھانجی یعنی بہن کی بیٹی خواہ حقیقی بہن کی بیٹی ہو یا علاتی اور اخیافی بہن کی۔ یہ اور ان کی اولاد سب بھانجی کی تعریف میں داخل اور ماں باپ کے فروع کی فروع کہلاتی ہیں۔

(تنبیہ): (۱) یہ تمام رشتے خواہ نکاح سے ہوں یا زنا سے ہر حال میں حرام ہیں (البتہ

(۱) اسی طرح چچا کی اولاد بھی حرام نہیں۔ (۲)۔ اسی طرح ماموں کی اولاد بھی حرام نہیں۔

زنا کی علاتی بہن اور علاتی پھوپھی حرام نہیں)۔(۲) باپ کی زوجہ (علاتی ماں) کی لڑکی جو باپ کے صلب سے نہ ہو (یعنی باپ کی ربیبہ) حرام نہیں اس سے نکاح جائز ہے۔

(۳) ان عورتوں کے سواء اور جس قدر عورتیں نسبی رشتہ کی ہیں سب سے نکاح جائز ہے۔

دوسرا سبب (مصاہرت): (۱) مصاہرت سسرالی رشتہ کو کہتے ہیں۔

(۲) حرمت مصاہرت[۱] نکاح صحیح[۲] سے ثابت ہوتی ہے۔ نیز صحبت کرنے سے (خواہ جائز طور پر ہو یا ناجائز طور پر) اسی طرح امور[۳] قائم مقام زنا کے ارتکاب سے بھی بشرطیکہ وہ عورت[۴] جس سے صحبت یا امور قائم مقام زنا کا ارتکاب کیا جائے لائق شہوت[۵] ہو اور زندہ ہو (صغیرہ[۶] اور میت کی صحبت سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی)۔

(۳) سسرالی رشتہ کی حسب ذیل عورتیں حرام ہیں:۔

۱۔ اس عورت کے اصول[۷] جس سے صرف نکاح صحیح[۸] ہوا ہو، اگرچہ صحبت[۹] یا خلوت[۱۰] صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو۔ ۲۔ اس عورت کے اصول جس سے ناجائز طور پر صحبت کی گئی ہو۔

۳۔ اس عورت کے فروع[۱۱] جس سے نکاح صحیح ہونے کے بعد صحبت بھی ہو چکی ہو،

(تنبیہ) جس عورت کے ساتھ صرف نکاح صحیح ہوا ہو مگر صحبت کی نوبت نہ آئی ہو اس کی اولاد[۱۲] حرام نہیں۔

(۱) یعنی سسرالی رشتہ کی عورتوں کا حرام ہونا تین امور سے ثابت ہوتا ہے:۔ ۱۔ نکاح صحیح سے۔ ۲۔ صحبت کرنے سے۔ ۳۔ امور قائم مقام زنا سے۔ اخیر کی دو صورتوں میں عورت کا لائق شہوت اور زندہ ہونا بھی شرط ہے۔ (۲) نکاح فاسد سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ (نکاح فاسد یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی عورت سے بغیر گواہ کے نکاح کرلے)۔ (۳) امور قائم مقام زنا کی توضیح آگے آئے گی۔ (۴) اسی طرح صحبت کرنے والے مرد کا بھی لائق شہوت ہونا شرط ہے۔ (۵) لائق شہوت ہونے کے مدت کا آغاز نو سال سے ہے۔ (۶) مثلاً اگر کسی ایسی کم سن عورت سے جو لائق شہوت نہ ہو کوئی شخص نکاح کرے اور صحبت کے بعد اس کو طلاق دے دے اور وہ عدت گزرنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرلے اور اس سے لڑکی ہو جائے تو پہلا شخص اس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔ (۷) یعنی ماں، نانی، دادی وغیرہ۔ (۸) جس عورت سے صرف نکاح فاسد ہوا ہو اس کے اصول وفروع حرام نہیں۔ (۹) فروع کے حرام ہونے کیلئے تو صحبت شرط ہے لیکن اصول کے حرام ہونے کیلئے صحبت شرط نہیں صرف نکاح بھی کافی ہے۔ (۱۰) خلوت صحیحہ نام ہے زوجین کے ایک جگہ جمع ہونے کا اس طور پر کہ کوئی چیز مانع جماع نہ ہو۔ (۱۱) یعنی بیٹی، نواسی، پوتی، وغیرہ۔ (۱۲) یعنی ربائب۔

۴۔ اس عورت کے فروع جس سے ناجائز طور پر صحبت کی گئی ہو۔
۵۔ وہ عورتیں جن سے اپنے باپ، دادا، نانا، پڑنانا وغیرہ کا صرف نکاح صحیح ہوا ہو اگرچہ صحبت یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو۔
٦۔ وہ عورتیں جن سے اپنے باب، دادا، نانا، پڑنانا وغیرہ نے ناجائز طور پر صحبت کی ہو۔
۷۔ وہ عورتیں جن سے اپنے بیٹے، پوتے، نواسے وغیرہ کا صرف نکاح صحیح ہوا ہو اگرچہ صحبت یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو۔
۸۔ وہ عورتیں جن سے اپنے بیٹے، پوتے، نواسے وغیرہ نے ناجائز طور پر صحبت کی ہو۔

تنبیہ: (۱) سسرالی رشتہ کی اسی قدر عورتیں حرام ہیں ان کے سوا اس رشتہ کی دوسری عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ (۲) اپنے فرزند کے زوجہ کی بیٹی جو فرزند کی صلب سے نہ ہو حرام نہیں۔

امور قائم مقام زنا کی توضیح: کسی عورت کی شرمگاہ[۱] کو دیکھنا یا اس کے بدن[۲] کو چھونا یا اس کا بوسہ لینا یا اس کو لپٹا لینا[۳] یہ سب امور قائم مقام زنا ہیں جب کہ شروط ذیل موجود ہوں۔
۱۔ یہ امور شہوت[۴] کی حالت میں صادر ہوں۔ ۲۔ عورت اور مرد دونوں بالغ یا قریب البلوغ قابل شہوت ہوں۔ ۳۔ ان امور کے بعد[۵] مرد کو انزال نہ ہو جائے۔

تنبیہ اول: بدن کو چھونے یا لپٹا لینے کی حالت میں کوئی ایسا کپڑا درمیان میں حائل نہ ہو جو ایک دوسرے کے جسم کی حرارت محسوس ہونے سے مانع ہو۔

تنبیہ دوم: دیکھنا خاص کر شرمگاہ کا مراد ہے نہ کہ اس کے عکس کا جو آئینہ یا پانی میں نظر پڑے۔

۴۔ امور قائم مقام زنا کے ارتکاب سے بھی سسرالی رشتہ قائم ہو جائیگا (یعنی جس طرح نکاح اور زنا سے عورت کے اصول وفروع مرد پر اور مرد کے اصول وفروع عورت پر حرام

---

(۱) شرمگاہ سے شرمگاہ کا اندرونی حصہ مراد ہے۔ (۲) خواہ کسی عضو کو چھوئے (تنبیہ) سر کے بال اگر لٹکے ہوئے نہ ہوں بلکہ سر کے اوپر جمے ہوئے ہوں تو وہ بھی بدن کی تعریف میں داخل ہیں ورنہ نہیں۔ (۳) اسی طرح عورت کا کسی مرد کے عضو تناسل کو دیکھنا یا اس کے بدن کو چھونا یا اس کا بوسہ لینا یا اس کو لپٹا لینا امور قائم زنا میں داخل ہے۔ (۴) خواہ مرد وعورت دونوں میں شہوت موجود ہو یا صرف کسی ایک میں (تنبیہ) شہوت شرمگاہ کو دیکھنے یا بدن کو چھونے کے وقت کی معتبر ہے اگر اس وقت موجود نہ ہو بلکہ بعد میں پیدا ہو تو وہ قابل اعتبار نہیں۔ (۵) یعنی چھونے یا دیکھنے کے بعد انزال نہ ہو جائے ورنہ حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

ہو جاتے ہیں اسی طرح امور قائم مقام زنا سے بھی ہر ایک کے اصول وفروع دوسرے پر حرام ہو جائیں گے۔۵۔امور قائم مقام زنا کا ارتکاب خواہ عمداً کیا جائے یا بھولے سے یا دھوکے سے یا کسی مجبوری سے یا جنون کی حالت میں یا نشہ میں سب کا حکم یکساں ہے مثلاً:

(الف) کوئی شخص اپنی بی بی کو ہمبستری کے لئے بیدار کرنا چاہا' اس حالت میں اس کا ہاتھ بی بی کی لڑکی[1] پر پڑ گیا تو اس کی بی بی اس[2] پر حرام ہو جائیگی۔

(ب) کسی شخص نے اندھیرے میں کسی اجنبیہ عورت کو اپنی بی بی سمجھ کر لپٹا لیا تو اب اس عورت کے اصول وفروع اس شخص پر حرام ہو جائیں گے۔ (یعنی ان سے نکاح نہ کر سکے گا)۔

(ج) کسی شخص نے نشہ میں اپنی بی بی کی ماں کا بوسہ لے لیا تو اب اس کی بی بی اس پر حرام ہو جائیگی۔

ف: اگر کوئی شخص براہ تمسخر یا یونہی کہہ دے[3] کہ میں نے اپنی ساس سے جماع کیا تو اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائیگی (یعنی اس شخص کی بی بی اس پر حرام ہو جائے گی)۔

تیسرا سبب (رضاعت): (۱) مدت[4] مقررہ کے اندر کسی عورت کا دودھ پینے کو رضاعت کہتے ہیں۔(۲) دودھ پینے کی وجہ سے دودھ پینے والے اور پلانے والی کے درمیان نسب کی طرح رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ مثلاً دودھ پلانے والی عورت دودھ پینے والے بچہ کی رضاعی ماں اور اس عورت کا شوہر جس کے سبب یہ دودھ پیدا ہوا ہے اس بچہ کا رضاعی باپ اور ان ماں باپ کی اولاد (خواہ نسبی ہو یا رضاعی[5]) اس بچہ کے رضاعی بھائی بہن اور ان ماں

(۱) بشرطیکہ لڑکی مشتہاۃ ہو۔(۲) کیونکہ وہ اب اس کی ساس ہوگئی مگر نکاح نہ ٹوٹے گا' نکاح نہ ٹوٹنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دوسرے سے نکاح نہ کر سکے گی۔اس کا نان ونفقہ اس شخص کے ذمہ واجب رہے گا اور حرام ہونے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ شخص اس سے صحبت نہ کر سکے گا اگر کرے گا تو گنہگار ہوگا۔(گو زنا کی سزا نہ دی جائیگی) اس حالت میں عورت کو طلاق دے دینا چاہئے کیونکہ حرمت مصاہرت سے نکاح بجز طلاق کے نہیں ٹوٹتا البتہ حرمت نسبی سے بغیر طلاق ویسے بھی ٹوٹ جاتا ہے۔(۳) پھر اگر اس سے رجوع کرے یعنی کہے کہ میں غلط کہا تو وہ لائق تصدیق نہیں۔(۴) مدت کی تصریح آگے آتی ہے۔(۵) یعنی جن جن لوگوں نے اس عورت کا دودھ پیا ہے وہ سب اس بچہ کے رضاعی بھائی بہن ہو جائیں گے۔خواہ ان لوگوں نے اس بچہ کے ساتھ دودھ پیا ہو یا اس سے پہلے یا اس کے بعد۔

باپ کے ماں باپ[۱] وغیرہ بچہ کے رضاعی نانا' نانی' دادا' دادی وغیرہ۔مگر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دودھ پلانے والی اور اس کی طرف والے سب[۲] لوگ تو دودھ پینے والے کے رشتہ دار ہو جائیں گے لیکن دودھ پینے والے کی طرف سے صرف وہ خود رشتہ دار ہو جائے گا اور اس کی اولاد اور بی بی[۳] رہے اس کے اصول[۴] اور اصول کی فروع[۵] تو ان سے اور دودھ پلانے والی سے کوئی تعلق ورشتہ پیدا نہ ہوگا۔یہی مطلب اس شعر میں نہایت اختصار اور خوبی سے ادا ہوا ہے:

از جانب[۶] شیردہ ہمہ خویش شوند

وز جانب شیر خوارہ زوجان و فروع

(۳) دودھ پینے سے بھی حرمت نکاح ثابت ہوتی ہے۔جس طرح نسب سے ہوتی ہے یعنی جن جن لوگوں سے دودھ کا رشتہ قائم ہو گیا ہے اور اس رشتہ کے لوگوں سے نسب میں نکاح ناجائز ہے دودھ پینے کے باعث بھی اسی رشتہ کے لوگوں سے نکاح حرام ہے' جیسے رضاعی ماں' نانی' دادی وغیرہ (اخیر سلسلہ تک)۔رضاعی بیٹی' نواسی' پوتی وغیرہ (اخیر سلسلہ تک)' رضاعی بہن' بھانجی' بھتیجی وغیرہ (اخیر سلسلہ تک)' رضاعی پھوپھی' خالہ وغیرہ۔اور جن جن لوگوں سے (دودھ کا) رشتہ قائم ہی نہیں ہوا ان لوگوں سے نکاح حرام نہیں (جیسے دودھ پینے والے کا نسبی باپ اور رضاعی ماں یا دودھ پینے والے کی نسبی بہن اور رضاعی بھائی) یا رشتہ تو قائم ہو گیا ہے مگر اس رشتہ کے لوگوں سے نسب میں نکاح جائز ہے تو یہاں بھی ان سے نکاح جائز ہے۔(جیسے رضاعی چچا' پھوپھی کی اولاد یا خالہ' ماموں کی اولاد)۔

(۴) اسی طرح سسرالی رشتہ کو خیال کرنا چاہئے کہ سسرالی رضاعی رشتہ کے لوگوں سے بھی نکاح

---

(۱) خواہ یہ لوگ نسبی ہوں یا رضاعی۔(۲) یعنی دودھ پلانے والی خود بھی اور اس کا شوہر بھی جس کا یہ دودھ ہے اور ان دونوں کے اصول وفروع بھی اور اصول کی فروع بھی۔(۳) اگر دودھ پینے والی عورت ہو تو اس کا شوہر۔(۴) یعنی ماں باپ اور ماں باپ کے ماں باپ (نانا' نانی' دادی' دادا) وغیرہ۔(۵) یعنی ماں باپ کی اولاد (بھائی بہن) اور ماں باپ کے ماں باپ کی اولاد (چچا' پھوپھی' ماموں' خالہ وغیرہ)۔(۶) ترجمہ: دودھ پلانے والی کی طرف سے سب لوگ عزیز ہو جاتے ہیں اور دودھ پینے والے کی طرف سے صرف وہ دونوں میاں بی بی اور ان کی اولاد۔

حرام ہے۔ مثلاً منکوحات کے رضاعی اصول سے یا رضاعی اصول وفروع کی منکوحات سے۔

ف: زوجہ کا دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی البتہ شوہر گنہگار ہوگا جبکہ بلاضرورت پیا ہو۔

ف: اگر کسی شخص کی دو بیبیاں ہیں سعیدہ، حمیدہ۔ حمیدہ کی عمر دو سال سے کم ہو اور سعیدہ اس کو دودھ پلائے تو یہ دونوں بیویاں اس شخص پر حرام[1] ہو جائیں گی۔

ف: کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا جس سے کبھی اولاد نہیں ہوئی۔ بایں ہمہ اس کی پستان میں دودھ اتر آیا اور ایک لڑکی نے پیا تو اب حرمت رضاعت اسی کی طرف ثابت ہوگی۔ یعنی صرف وہ عورت اس لڑکی کی رضاعی ماں ہوگی اس کا شوہر لڑکی کا رضاعی باپ[2] نہ ہوگا۔ لیکن لڑکی سے نکاح نہ کر سکے گا کیونکہ وہ اس کی رضاعی ربیبہ ہے۔ البتہ اپنے لڑکے سے (جو دوسری بیوی کے بطن سے ہو) نکاح کرا سکتا ہے۔

ف: کسی شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی جس کو اس سے دودھ موجود ہے اس عورت نے ختم عدت کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور کسی بچہ کو دودھ پلایا تو یہ دودھ پہلے ہی شوہر کا سمجھا جائیگا بشرطیکہ دودھ کا سلسلہ موقوف اور دوسرے شوہر سے اولاد پیدا نہ ہو (اس حالت میں شیر خوار بچہ پہلے شوہر کا رضاعی بیٹا اور دوسرے شوہر کا ربیب کہلائے گا)۔

(تنبیہ:۱) اگر کسی بچہ کو کئی عورتوں کا دودھ پلایا جائے تو ان سب عورتوں سے اس کا رشتہ قائم ہو جائے گا گو کسی کا دودھ کم ہو کسی کا زیادہ۔

(تنبیہ:۲) دودھ پینے والے بچہ پر دودھ پلانے والی کی اولاد جو حرام بتلائی گئی ہے اس سے اس کی تمام اولاد مراد ہے خواہ یہ بچہ اور اس کی اولاد کا ہر فرد ایک ساتھ دودھ پیئے ہوں یا کئی کئی سال آگے پیچھے۔

---

(۱) کیونکہ دونوں ماں بیٹیاں ہو گئیں اور ماں بیٹیاں ایک ساتھ نکاح میں رہ نہیں سکتیں۔ (۲) اسی طرح زنا کی وجہ سے کسی عورت کو دودھ اتر آئے تو اس کے پینے سے بھی حرمت رضاعت صرف ماں کی طرف ثابت ہوگی۔ زانی رضاعی باپ نہ ہوگا۔

استثناء: اگر چہ حرمت وحلت رضاعت کی دریافت کا کلیہ قاعدہ اوپر بتا دیا گیا ہے لیکن مزید توضیح کیلئے یہاں چند مستثنیٰ رضاعی رشتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو نسبی رشتوں کے برخلاف حلال ہیں[1]:

۱۔ **بھائی بہن کی ماں**
(۱) نسبی بھائی بہن کی رضاعی ماں۔
(۲) رضاعی بھائی بہن کی نسبی ماں۔
(۳) رضاعی بھائی بہن کی رضاعی ماں

۲۔ **بیٹا بیٹی کی بہن**
(۱) نسبی بیٹا بیٹی کی رضاعی بہن۔
(۲) رضاعی بیٹا بیٹی کی نسبی بہن
(۳) رضاعی بیٹا بیٹی کی رضاعی بہن

۳۔ **بیٹا بیٹی کی پھوپھی**
(۱) نسبی بیٹا بیٹی کی رضاعی پھوپھی۔
(۲) رضاعی بیٹا بیٹی کی نسبی پھوپھی۔
(۳) رضاعی بیٹا بیٹی کی رضاعی پھوپھی۔

۴۔ **بھائی بہن کی پھوپھی**
(۱) نسبی بھائی بہن کی رضاعی پھوپھی
(۲) رضاعی بھائی بہن کی نسبی پھوپھی۔
(۳) رضاعی بھائی بہن کی رضاعی پھوپھی۔

۵۔ **بھائی بہن کی خالہ**
(۱) نسبی بھائی بہن کی رضاعی خالہ۔
(۲) رضاعی بھائی بہن کی نسبی خالہ۔
(۳) رضاعی بھائی بہن کی رضاعی خالہ۔

(۱) ان کے علاوہ اور بھی رضاعی رشتہ کی عورتیں حلال ہیں۔ان کی تفصیل نیز ان سب کی مثالیں بخوف طوالت درج نہ ہوسکیں۔

۶۔ بھائی بہن کی بھتیجی	(۱) نسبی بھائی بہن کی رضاعی بھتیجی۔
	(۲) رضاعی بھائی بہن کی نسبی بھتیجی۔
	(۳) رضاعی بھائی بہن کی رضاعی بھتیجی۔
۷۔ بھائی بہن کی بھانجی	(۱) نسبی بھائی بہن کی رضاعی بھانجی۔
	(۲) رضاعی بھائی بہن کی نسبی بھانجی۔
	(۳) رضاعی بھائی بہن کی رضاعی بھانجی۔
۸۔ پوتا پوتی کی ماں	(۱) نسبی پوتا پوتی کی رضاعی ماں۔
	(۲) رضاعی پوتا پوتی کی نسبی ماں۔
	(۳) رضاعی پوتا پوتی کی رضاعی ماں۔
۹۔ بیٹا بیٹی کی نانی	(۱) نسبی بیٹا بیٹی کی رضاعی نانی۔
	(۲) رضاعی بیٹا بیٹی کی نسبی نانی۔
	(۳) رضاعی بیٹا بیٹی کی رضاعی نانی۔

حرمت رضاعت کے شروط: دودھ پینے سے مندرجہ ذیل شروط کے پائے جانے پر رشتہ قائم ہوتا اور حرمت ثابت ہوتی ہے:

۱۔ دودھ پینے والے کی عمر دو برس[۱] سے زائد نہ ہو۔ دو برس کی عمر کے بعد[۲] دودھ پینے سے رشتہ قائم نہ ہوگا۔ ۲۔ دودھ حلق کے نیچے اتر جائے گو ایک قطرہ ہی ہو۔ اگر بچہ پستان چوس کر اگل دے اور حلق کے نیچے ایک قطرہ بھی نہ اترے تو رشتہ قائم نہ ہوگا۔

(تنبیہ) اگر دودھ حلق میں اترنے کے بعد نکل جائے خواہ فوراً ہی کیوں نہ نکلے تو بھی رشتہ قائم ہو جائیگا۔

---

(۱) یعنی جس بچہ نے دودھ پیا ہے اس کی عمر دودھ پیتے وقت دو برس یا اس سے کم ہو۔ (۲) مدت رضاعت کے بعد بچہ کو دودھ پلانا مناسب نہیں کیونکہ دودھ آدمی کا جزو ہے' آدمی کے جزو سے بغیر ضرورت شرعی کے نفع لینا حرام ہے۔ دودھ صرف بچوں کا حق ہے وہ بھی اسی مدت تک جو ان کے لئے شرعاً مقرر ہے۔

۳۔ دودھ منہ یا ناک کے ذریعہ پیٹ میں جائے۔ کان میں ٹپکانے یا حقنہ یا پچکاری وغیرہ کے ذریعے اندر پہچانے سے رشتہ قائم نہ ہوگا۔ ۴۔ دودھ عورت کا ہو (خواہ جوان ہو یا بڈھی خواہ زندہ ہو یا مردہ[۱]) اگر کسی مرد کے پستان سے دودھ نکل آئے تو اس کے پینے سے رشتہ قائم نہ ہوگا۔

(تنبیہ) گائے، بھینس، بکری[۲] وغیرہ کا دودھ پینے سے بھی رشتہ قائم نہ ہوگا۔

۵۔ دودھ پلانے والی عورت نو سالہ[۳] یا اس زیادہ عمر کی ہو (خواہ اس کا دودھ ولادت کی وجہ سے ہو یا بغیر ولادت کے بشرطیکہ دودھ کا رنگ زرد نہ ہو)۔

۶۔ دودھ اگر کسی چیز مثلاً دوا یا پانی میں ملا کر پلایا جائے تو دودھ کا حصہ غالب ہو۔ ورنہ رشتہ قائم نہ ہوگا۔ ۷۔ دودھ کسی کھانے کی چیز میں ملا کر نہ کھلایا جائے اگر کھانے کی چیز میں ملا کر کھلایا جائے تو رشتہ قائم نہ ہوگا خواہ دودھ غالب ہو یا مغلوب۔ ۸۔ دودھ اصلی حالت میں پلایا جائے[۴]۔ اگر اس کو علحدہ نکال کر دہی بنالیا جائے اور وہ دہی کسی بچہ کو کھلا دیا جائے تو رشتہ قائم نہ ہوگا۔

چوتھا سبب (اجتماع): ایک سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں لانے کا نام اجتماع ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:۔

(۱) محارم کا جمع کرنا۔ (۲) اجنبیات کا جمع کرنا

پہلی قسم کی توضیح یہ ہے کہ عقد صحیح[۵] میں دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے۔ ایسی دو عورتوں کا جمع کرنا جن میں ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس پر حرام ہو جیسے پھوپھی اور بھتیجی کہ اگر پھوپھی کو مرد خیال کریں تو اس کو اپنی بھتیجی سے نکاح کرنا حرام ہے یا بھیجتی کو مرد سمجھیں تو اس کو اپنی پھوپھی سے نکاح کرنا حرام ہے اسی طرح خالہ بھانجی[۶] خواہ اس

(۱) مردہ عورت کا دودھ پینے سے بھی رشتہ ثابت ہوگا۔ (۲) یعنی گائے، بکری وغیرہ کا دودھ مدت رضاعت کے اندر کسی کا لڑکا اور کسی کی لڑکی پی لیں تو ان میں کوئی رشتہ قائم نہ ہوگا۔ (۳) نو سال سے کم عمر والی کے دودھ سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔ (۴) خواہ پستان سے پلایا جائے یا اس سے علحدہ نکال کر۔ (۵) اگر نکاح فاسد ہو تو حرام نہیں مثلاً ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پھر اس کی بہن سے نکاح صحیح کیا تو درست ہے اس لئے کہ نکاح فاسد میں صحبت کرنا حلال نہیں ۔ (۶) خواہ یہ سب نسبی ہوں یا رضاعی اور خواہ حقیقی ہوں یا علاتی و اخیافی۔

طور پر جمع کرے کہ ایک ہی وقت میں ان دونوں سے نکاح کیا جائے یا اس طور پر کے پہلے سے ایک نکاح میں موجود ہے اور اب دوسری سے نکاح کر لے۔ اسی طرح عدت کے اندر نکاح کرنا بھی جمع کہلاتا ہے۔ مثلاً ایک کو طلاق دے چکا تھا اس کے بعد دوسری سے نکاح کیا تو اگر مطلقہ کی عدت ختم نہ ہوئی ہو تو یہ بھی جمع سمجھا جائیگا اور حرام ہوگا۔ البتہ اس قدر فرق ہے کہ اگر دونوں کے ساتھ وقت واحد میں نکاح کیا ہے تو دونوں کا نکاح باطل ہو جائے گا اور اگر ایک کے ساتھ پہلے کیا پھر اس کے بعد دوسری کے ساتھ کیا تو پہلے والی کا نکاح صحیح رہے گا اور بعد والی کا نکاح باطل ہوگا لیکن جبکہ دوسری کے ساتھ صحبت کر چکا ہو تو پھر جب تک اس دوسری کی عدت ختم نہ ہو لے پہلی کے ساتھ صحبت جائز نہیں اگرچہ اس کا نکاح بدستور باقی ہے۔

دوسری قسم کی توضیح یہ ہے کہ شریعت نے جس قدر نکاحوں کی اجازت دی ہے ان سے زیادہ نکاح کرنا حرام ہے۔

(تنبیہ) شریعت نے آزاد مرد کو وقت واحد میں چار نکاح تک کرنے کی اجازت دی ہے اور غلام کو دو نکاح تک (خواہ ایک ہی وقت میں کر لے یا مختلف اوقات میں)۔

اگر کوئی شخص ایک ساتھ چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرے تو سب کا نکاح باطل ہو جائیگا اور اگر کچھ عورتوں سے پہلے کر چکا ہے اور کچھ عورتوں سے اب کرتا ہے جن کی مجموعی تعداد چار سے زائد ہو جاتی ہے تو بعد والی عورتوں کا نکاح باطل ہو جائیگا۔

اگر کسی شخص کے نکاح میں چار عورتیں تھیں ان میں سے ایک کو طلاق دے دی تو جب تک اس کی عدت نہ گزرے پانچویں سے نکاح نہیں کر سکتا۔

پانچواں سبب (ملک): جو عورت کسی غلام کی مالکہ ہو اس کو اپنے غلام کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ اسی طرح مالک کا اپنی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح نہیں[1] یعنی فی الحقیقت وہ نکاح نہ ہوگا۔

---

(۱) صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کرنا فضول ہے کہ احکام نکاح، مہر طلاق وغیرہ مترتب نہ ہوں گے کیونکہ اپنی لونڈی کے ساتھ بغیر نکاح کے بھی صحبت کر سکتا ہے۔

چھٹا سبب (بی بی پر لونڈی لانا): عورت حرہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ نیز دونوں سے ایک ساتھ بھی نکاح کرنا ناجائز ہے۔

(تنبیہ) لونڈی غلام سے مراد نوکر چاکر یا قحطی پروردہ لڑکے لڑکیاں نہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو دارالحرب سے جہاد میں گرفتار ہوکر آئے ہوں۔ چونکہ یہ اس زمانہ میں معدوم ہیں لہذا ان کے تفصیلی احکام نہیں لکھے گئے۔

ساتواں سبب (شرک): مشرکہ اور مجوسیہ (بت پرست و آتش پرست) وغیرہ عورتوں[1] سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح مرتدہ سے بھی نکاح ناجائز ہے۔

(تنبیہ) مرتد اس کو کہتے ہی جو پہلے مسلمان رہا ہو اس کے بعد مذہب اسلام سے پھر گیا ہو۔ (نعوذ باللہ)۔

ف: مسلمان عورت کا نکاح مسلمان کے سواء کسی اور مذہب والے مرد سے درست نہیں۔ البتہ مسلمان مرد اہل کتاب عورت سے نکاح کرسکتا[2] ہے بشرطیکہ وہ بت پرستی نہ کرتی ہو۔

(تنبیہ) اہل کتاب وہ لوگ ہیں جو کسی آسمانی کتاب[3] کے معتقد اور کسی نبی مرسل کی شریعت پر قائم ہوں[4] اگرچہ وہ کتاب اور شریعت اب منسوخ ہوگئی ہو جیسے یہود و نصاریٰ۔

ف: مسلمانوں کے جس قدر فرقے ہیں گو ان میں باہم بہت کچھ اختلاف ہے۔ مگر باعتبار اصل اصول[5] دین میں اختلاف نہیں ہے۔ لہذا اگر ان میں سے کسی کے ساتھ نکاح واقع ہو تو اصل نکاح جائز ہوگا بشرطیکہ کوئی فرقہ ضروریات دین کا منکر نہ ہو یعنی ایسی چیزوں کا انکار نہ کرتا ہو جو شریعت اسلامیہ میں بدلیل قطعی ثابت ہیں ورنہ ایسے فرقہ کے لوگ مسلمان نہ سمجھے جائیں گے گو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔

---

(۱) اگر یہ مسلمان ہوجائیں تو پھر ان سے نکاح جائز ہے۔ (۲) لیکن بہتر یہ ہے کہ تاامکان نکاح نہ کرے۔
(۳) مثلاً زبور، توریت، انجیل وغیرہ۔ (۴) اگرچہ اپنے اعتقادات کے لحاظ سے مشرک ہوگئے ہوں۔
(۵) یعنی نفس ایمان باللہ و نفس ایمان بالرسول۔

(تنبیہ) اگرچہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں جن کے عقائد حد کفر تک نہ پہنچتے ہوں جو مناکحت واقع ہو وہ باعتبار اصل جائز ہے۔ لیکن اہل سنت اپنی لڑکی کسی دوسرے فرقہ والے کو کبھی نہ دیں کیونکہ عورت محکوم ہوتی ہے۔ اندیشہ ہے کہ وہ بھی شوہر کا مذہب اختیار کر لے۔

آٹھواں سبب (مطلقہ ثلاثہ قبل تحلیل): جو شخص اپنی زوجہ کو تین طلاق دے دے (خواہ ایک ہی وقت یا مختلف اوقات میں) تو اس کی زوجہ اس کے نکاح سے اس طرح باہر ہو جاتی ہے کہ اب اس شخص کو اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا حرام ہے۔ البتہ اگر یہ عورت ختم عدت کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لے اور اس سے ہمبستری بھی ہو جائے اور اس کے بعد (یہ دوسرا شوہر) اس کو طلاق دے دے[1] تو عدت گزرنے کے بعد پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائیگی۔ (اصطلاح فقہ میں اس کو حلالہ کہتے ہیں) اب اس سے پہلا شوہر نکاح کر سکتا ہے۔

نواں سبب (منکوحہ ومعتدہ غیر): جو عورت کسی کے نکاح میں ہو یا عدت[2] میں ہو، اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(تنبیہ) عدت کے تحت نکاحی حاملہ بھی آ گئی یعنی جس عورت کو نکاح سے حمل ہو اس کو وضع حمل تک نکاح حرام ہے۔

ف: جس عورت کو زنا کا حمل ہو اس سے نکاح جائز ہے۔ لیکن وضع حمل سے قبل اس سے صحبت درست نہیں، ہاں اگر اس عورت سے زانی ہی نکاح کرے تو اس کیلئے صحبت بھی درست ہے۔

(تنبیہ) محرمات نکاح کا بیان ختم ہو گیا جس میں مجموعی طور پر ان سب عورتوں کا ذکر آ گیا جن سے نکاح حرام ہے۔ لیکن مزید سہولت کے خیال سے یہاں ایک نقشہ بھی دیا جاتا ہے۔ اس نقشہ میں ان تمام عورتوں کو علحدہ علحدہ شمار کرایا گیا ہے جن سے مسلمان مرد کو نکاح کرنا حرام ہے۔

---

(۱) یا فوت ہو جائے یا عورت خلع حاصل کرے۔ (۲) خواہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی۔

نقشہ محرمات نکاح

حقیقی ماں علاتی ماں، رضاعی ماں رضاعی باپ کی منکوحہ	حقیقی نانی (اخیر سلسلہ تک) علاتی نانی (اخیر سلسلہ تک) رضاعی نانی (اخیر سلسلہ تک) رضاعی نانا کی منکوحہ (اخیر سلسلہ تک)	حقیقی دادی (اخیر سلسلہ تک) علاتی دادی (" ") رضاعی دادای (" ") رضاعی دادا کی منکوحہ (اخیر سلسلہ تک)	حقیقی بیٹی ربیبہ (یعنی منکوحہ مدخولہ کی بیٹی) رضاعی بیٹی رضاعی ربیبہ (یعنی منکوحہ مدخولہ کی رضاعی بیٹی)
حقیقی نواسی (اخیر سلسلہ تک) رضاعی نواسی (اخیر سلسلہ تک) منکوحہ مدخولہ کی نواسی (اخیر سلسلہ تک) منکوحہ مدخولہ کی رضاعی نواسی (" ")	حقیقی پوتی (اخیر سلسلہ تک) رضاعی پوتی (اخیر سلسلہ تک) منکوحہ مدخولہ کی پوتی (اخیر سلسلہ تک) منکوحہ مدخولہ کی رضاعی پوتی (اخیر سلسلہ تک)	حقیقی بہن علاتی بہن اخیافی بہن رضاعی بہن	حقیقی پھوپھی علاتی، اخیافی، رضاعی باپ کی پھوپھی (اخیر سلسلہ تک) ماں کی پھوپھی رضاعی ماں کی پھوپھی (اخیر سلسلہ تک) رضاعی باپ کی پھوپھی

بھتیجی حقیقی، علاتی، اخیافی (اخیر سلسلہ تک) رضاعی، بھتیجی (اخیر سلسلہ تک) خالہ حقیقی، علاتی، اخیافی رضاعی خالہ ماں کی خالہ (اخیر سلسلہ تک) باپ کی خالہ ('' '') رضاعی ماں کی خالہ ('' '') رضاعی باپ کی خالہ ('' '')	بھانجی حقیقی، علاتی، اخیافی (اخیر سلسلہ تک) رضاعی بھانجی (اخیر سلسلہ تک)	حقیقی ساس نانی ساس (اخیر سلسلہ تک) دادی ساس (اخیر سلسلہ تک) رضاعی ساس رضاعی نانی ساس (اخیر سلسلہ تک) رضاعی دادی ساس (اخیر سلسلہ تک)	حقیقی بہو نواسہ بہو (اخیر سلسلہ تک) پوتر بہو (اخیر سلسلہ تک) رضاعی بہو رضاعی نواسہ بہو (اخیر سلسلہ تک) رضاعی پوتر بہو (اخیر سلسلہ تک)
مزنیہ کی ماں مزنیہ کی رضاعی ماں	مزنیہ کی نانی (اخیر سلسلہ تک) مزنیہ کی رضاعی نانی (اخیر سلسلہ تک)	مزنیہ کی دادی (اخیر سلسلہ تک) مزنیہ کی رضاعی دادی (اخیر سلسلہ تک)	مزنیہ کی بیٹی مزنیہ کی رضاعی بیٹی
باپ کی مزنیہ رضاعی باپ کی مزنیہ	نانا کی مزنیہ (اخیر سلسلہ تک) مزنیہ کی رضاعی نانی (اخیر سلسلہ تک) رضاعی نانا کی مزنیہ	دادا کی مزنیہ (اخیر سلسلہ تک) مزنیہ کی رضاعی دادی (اخیر سلسلہ تک) رضاعی دادا کی مزنیہ	بیٹے کی مزنیہ رضاعی بیٹے کی مزنیہ
نواسے کی مزنیہ (اخیر سلسلہ تک) رضاعی نواسے کی مزنیہ (اخیر سلسلہ تک)	پوتے کی مزنیہ (اخیر سلسلہ تک) رضاعی پوتے کی مزنیہ (اخیر سلسلہ تک)	مزنیہ کی نواسی (اخیر سلسلہ تک) مزنیہ کی رضاعی نواسی (اخیر سلسلہ تک)	مزنیہ کی پوتی (اخیر سلسلہ تک) مزنیہ کی رضاعی پوتی (اخیر سلسلہ تک)

بیوی کی موجودگی میں اس کی بہن یا پھوپھی یا خالہ	چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں	مالکہ کے لئے غلام	بی بی پر لونڈی
مشرکہ (مجوسیہ وغیرہ)	مرتدہ	مطلقہ ثلاثہ قبل تحلیل	غیر کی منکوحہ
غیر کی معتدہ	نکاحی حاملہ		

(تنبیہ) محرمات نکاح کے ضمن میں زنا کا جو ذکر آ گیا ہے وہ محض اس لئے کہ نکاح کے معاملہ میں زنا سے جو اثر پیدا ہوتا ہے اس کو ظاہر کر دیا جائے ورنہ درحقیقت زنا ایک سخت حرام، گناہ کبیرہ اور بے حیائی کا کام ہے۔ قرآن کریم نے اس کی نسبت تاکیدی حکم سنا کر مسلمانوں کو اس سے روکا ہے: ''وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّه' كَانَ فَاحِشَةً وَّ سَآءَ سَبِيْلًا'' ترجمہ: اور زنا کے پاس تک نہ جاؤ تحقیق وہ بڑا ہی بے حیائی کا کام اور (نہایت ہی) برا راستہ ہے۔

توضیح شرط دوم (عاقدین یا ان کے اولیاء کا عاقل و بالغ و آزاد ہونا):

(۱) اگر عاقدین اپنا نکاح آپ کر لیں تو خود ان کا عاقل و بالغ و آزاد ہونا شرط[1] ہے اور اگر ان کے اولیاء ان کا نکاح کرتے ہوں تو پھر اولیاء کے عاقل و بالغ و آزاد ہونے کی ضرورت ہے۔ (۲) عاقدین کے عاقل ہونے سے یہاں یہ مراد ہے کہ وہ مفاد نکاح کو جانتے ہوں۔ (۳) لڑکے کے بالغ ہونے کی علامتیں یہ ہیں: احتلام، انزال یا اس کی جماع سے عورت کا حاملہ ہونا۔ (۴) لڑکی کے بالغ ہونے کی علامتیں یہ ہیں۔ احتلام، حیض، حمل (۵) علامات مذکورہ کبھی لڑکے میں بارہ سال کی عمر سے بھی ظاہر ہو سکتے ہیں اور لڑکی میں نو سال کی عمر سے (۶) اگر مذکورہ بالا علامات سے کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو پندرہ پندرہ سال کی عمریں ختم ہونے پر لڑکا لڑکی ہر دو بالغ متصور ہوں گے۔ (۷) آزاد وہ ہے جو کسی کا مملوک (یعنی غلام، باندی) نہ ہو۔

(۱) تا کہ نکاح بالذات صحیح و نافذ ہو سکے۔

ف: عاقل ہونا انعقاد نکاح کی شرط ہے۔ اور بالغ وآزاد ہونا نفاذ نکاح کی یعنی اگر کوئی مجنون یا ایسا کم سن لڑکا جو مفاد نکاح کو نہ سمجھتا ہو بطور خود نکاح کرلے تو نکاح منعقد ہی نہ ہوگا اور اگر غلام یا ایسا نابالغ لڑکا جو مفاد نکاح کو سمجھتا ہو بطور خود اپنا نکاح کرلیں تو نکاح منعقد ہوجائیگا لیکن اس کا نافذ ہونا ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر ولی اجازت دے تو نافذ ہوگا ورنہ نہیں۔

توضیح شرط سوم (مجنون ونابالغ اور غلام کیلئے ان کے اولیاء کی اجازت):

(۱) اولیاء جمع ہے ولی کی۔ ولی کے معنیٰ لغت میں دوست کے ہیں اور اصطلاح فقہ میں ولی وہ رشتہ دار ہے جو عاقل و بالغ ہو اور وارث ہوسکتا ہو اور اس کی شریعت نے دوسرے پر تصرف (مثلاً لڑکا لڑکی کے نکاح کرادینے) کا اختیار دیا ہو۔ (۲) فاسق بھی ولی ہوسکتا ہے بشرطیکہ حرمت کھونے والا نہ ہو۔ (۳) مجنون، بے عقل اور نابالغ لڑکے کسی کے ولی نہیں ہوسکتے، اگرچہ وہ باہم رشتہ دار ہوں۔ (۴) کسی کافر کو مسلمان کی ولایت کا حق حاصل نہیں گو وہ رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ (۵) وصیؒ[1] نکاح کا ولی نہیں ہوسکتا اگرچہ وصیت کرنے والے نے اس کو نکاح کرانے کا اختیار دیا ہو (۶) غلام، آزاد کا ولی نہیں ہوسکتا۔

ولایت کے اقسام: ولایت دو قسم کی ہے:

(۱) ولایت استحبابی (۲) ولایت جبری

توضیح: اگر عورت عاقلہ بالغہ اور آزاد ہو خواہ باکرہ[2] ہو یا ثیبہ[3] وہ اپنے معاملہ نکاح میں خود مختار ہے۔ چاہے نکاح کرے یا نہ کرے اور جس کے ساتھ چاہے نکاح کرلے۔ خواہ ولی کو خبر ہو یا نہ ہو اور خواہ ولی خوش ہو یا ناراض، ہر حال میں نکاح ہوجائیگا۔ اگرچہ ولی بیٹا یا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ غرض بالغہ عورت پر کسی ولی کو جبر کرنے کا حق نہیں البتہ اگر اس عورت نے غیر کفو میں یا مہر مثل

---

(۱) وصی وہ ہے جس کو کچھ وصیت کی جائے اور جو بحیثیت سرپرست کسی نابالغ کی جائیداد کا نگران قرار پائے۔ خواہ نابالغ کا رشتہ دار ہو یا نہ ہو۔ (۲) باکرہ وہ عورت جو کنواری ہو یعنی جس سے کبھی جماع نہ ہوا ہو، جائز نہ مشتبہ۔ اگرچہ کسی زخم یا بیماری یا بکثرت حیض آنے یا کودنے پھاندنے وغیرہ سے جھلی باقی نہ رہی ہو۔ (تنبیہ) کسی کے نکاح میں آنے کے قبل جماع نکاح سے علحدہ ہوجائے تو وہ بھی حقیقتاً باکرہ ہے۔ (۳) ثیبہ وہ عورت جس کا نکاح ہوچکا اور صحبت بھی ہوئی ہو۔

سے کم پر نکاح کرلیا ہو تو ایسی صورت میں ولی کو حق اعتراض حاصل رہیگا اور وہ قاضی (مسلمان حاکم عدالت) کے ذریعے نکاح کو فسخ کرا سکے گا۔ اور اگر عورت نے نکاح کفو میں کرلیا ہو اور مہر مثل پر کیا ہو تو پھر ولی کو نہ حق اعتراض ہوگا اور نہ نکاح فسخ کرا سکے گا۔ تاہم اختلاف فقہاء سے بچنے اور بے حیائی کی طرف منسوب نہ ہونے کے خیال سے ولی کی حضوری مستحب ہے۔

جو عورت مجنونہ یا نابالغہ یا لونڈی ہے اس کے لئے ولی کی ضرورت جبری و لازمی ہے یعنی اولیاء اور مالک کی اجازت و حضوری کے بغیر ایسی عورت کا نکاح ہو نہیں سکتا۔

ولایت کے اسباب: ولایت ان چار سببوں سے ترتیب وار ثابت ہوتی ہے:۔

(۱) قرابت (۲) ملک (۳) اعتاق (۴) امامت

توضیح: ولایت قرابت عصبہ بنفسہ کو، ولایت ملکی لونڈی غلام کے متعلق مالک کو، ولایت اعتاق آزاد شدہ کی نسبت آزاد کنندہ کو اور ولایت امامت لاوارث بچوں کے متعلق بادشاہ اسلام یا قاضی (مسلمان حاکم عدالت) کو حاصل ہے۔

اولیاء کی تفصیل: آزاد آدمی کا ولی اولاً عصبہ بنفسہ ہے۔ عصبہ بنفسہ وہ نرینہ رشتہ دار ہے جس کا رشتہ کسی عورت کے توسط سے نہ ہو۔ اس کے چار طبقے ہیں (۱) اپنے فروع (بیٹا، پوتا وغیرہ)۔ (۲) اپنے اصول (باپ دادا وغیرہ)۔ (۳) باپ کے فروع (بھائی وغیرہ)۔ (۴) دادا کے فروع (چچا وغیرہ)۔ اگر کئی عصبات بنفسہ (مثلاً چاروں طبقے کے لوگ موجود ہوں) تو ان میں مقدم وہ ہے جو وراثت میں مقدم[۱] ہو، مثلاً بیٹا۔ اگر عصبات بنفسہ میں کوئی نہ ہو تو پھر ماں کو ولایت حاصل ہوگی۔ پھر دادی کو پھر بیٹی کو پھر پوتی وغیرہ کو۔ اسی طرح قریب کی عدم موجودگی میں بعید کو حسب سلسلہ ذیل۔

---

(۱) وراثت میں سب سے مقدم اپنے مذکر فروع ہیں۔ اس کے بعد اپنے اصول، اس کے بعد باپ کی فروع، اس کے بعد دادا کے فروع پھر قریب بہ نسبت بعید کے مقدم ہے۔ مثلاً بیٹا بھی ہو پوتا بھی ہو تو بیٹا مقدم ہے۔ باپ بھی ہو دادا بھی ہو تو باپ مقدم ہے۔

سلسلہ ترتیب ولایت نکاح

۱۔ عصبہ بنفسہ ۔اس میں مقدم

(۱) اپنے فروع یعنی بیٹا[1] اگر وہ نہ ہوتو پوتا پھر پڑپوتا اخیر سلسلہ تک، پھر

(۲) اپنے اصول یعنی باپ پھر دادا پھر پڑدادا اخیر سلسلہ تک، پھر

(۳) باپ کے فروع یعنی بھائی، اول حقیقی پھر علاتی پھر حقیقی بھائی کا بیٹا پھر علاتی بھائی کا بیٹا پھر ان کی اولاد ترتیب وار اخیر سلسلہ تک، پھر

(۴) دادا کے فروع یعنی چچا، اول حقیقی پھر علاتی، پھر حقیقی چچا کا بیٹا، پھر علاتی چچا کا بیٹا، پھر ان کی اولاد ترتیب وار اخیر سلسلہ تک، پھر باپ کا چچا، پھر اس کی اولاد، پھر دادا کا چچا، پھر اس کی اولاد ترتیب وار اخیر سلسلہ تک پھر۔

۲ ۔ ماں، پھر

۳۔ دادی، پھر نانی، پھر

۴۔ بیٹی، پھر پوتی، پھر پڑپوتی، پھر نواسی، پھر پڑنواسی، اخیر سلسلہ تک، پھر

۵۔ نانا، پھر

۶ ۔ بہن، اول حقیقی، پھر علاتی، پھر اخیافی، پھر ان تینوں کی اولاد ترتیب وار اخیر سلسلہ تک (ان میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں)، پھر

۷۔ بقیہ ذوی الارحام[2] ۔اس میں مقدم

۱۔ پھوپھی، پھر

۲۔ ماموں، پھر

---

(۱) مثلاً کوئی عورت مجنونہ ہوتو اس کے نکاح کی ولایت اولاً اس کے بیٹے کو حاصل ہوگی۔(۲) ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جن کا رشتہ کسی عورت کے توسط سے ہو۔

۳۔ خالہ، پھر

۴۔ چچا کی بیٹیاں، پھر

۵۔ پھوپھی کی اولاد، پھر

۶۔ ماموں کی اولاد، پھر

۷۔ خالہ کی اولاد، پھر

۸۔ مولی الموالات[1]، پھر

۹۔ بادشاہ اسلام، پھر

۱۰ قاضی (مسلمان حاکم عدالت)، پھر

۱۱۔ قاضی کا نائب

(تنبیہ) اولیاء نمبر (۱) کی موجودگی میں نمبر (۲) کے اولیاء کو نکاح کرانے کا اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح نمبر (۲) کی موجودگی میں نمبر (۳) کو علی ہذا آخر تک۔ البتہ اگر اولیاء مقدم ناراض نہ ہوں تو مابعد کے اولیاء نکاح کرا سکتے ہیں۔

(تنبیہ) اگر عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو پھر نکاح صحیح اور نافذ ہے خواہ کفو سے ہو یا غیر کفو سے۔

ولی کے اختیارات واحکام: (۱) ولی[2] کو اختیار ہے کہ نابالغ لڑکے، لڑکی کا نکاح جبراً کرادے۔ باپ دادا کو یہاں تک اختیار حاصل ہے کہ خواہ صریح[3] نقصان کے ساتھ نکاح کردیں یا کسی غیر کفو کے ساتھ نکاح کردیں ہر حال میں نکاح درست ہے۔ (اور اولاد کو بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کے فسخ کرانے کا حق نہیں)۔

---

(۱) مولی الموالات کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ اگر میں مرجاؤں تو، تو میرا وارث اور اگر تو مرجائے تو میں تیرا وارث ہوں گا وغیرہ تو ہر ایک شخص دوسرے کا مولی الموالات ہوگا۔ (۲) بشرطیکہ ولی فسق علانیہ اور لااُبالی پن اور بدرائی سے متصف ومعروف نہ ہوں (۳) مثلاً لڑکے کے حق میں صریح نقصان یہ ہے کہ زیادہ مہر باندھا جائے اور لڑکی کا نقصان اس میں ہے کہ کم مہر قرار پائے۔

البتہ اگر باپ، دادا، فاسق و بدتدبیر ہوں اور ان کا فسق مشہور و معروف ہو یا بحالت نشہ کسی شریر و فاسق وغیرہ[1] سے نکاح کر دیں تو صحیح نہ ہوگا۔

نیز باپ، دادا کے سوا اگر اور کوئی ولی لڑکی کا نکاح غیر کفو کے ساتھ کر دے تو صحیح نہ ہوگا[2]۔ اسی طرح اگر صریح نقصان کے ساتھ کر دیا ہے تب بھی صحیح[3] نہ ہوگا۔ خواہ لڑکے کا نکاح ہو یا لڑکی کا ایسے نکاحوں کو بجر د بلوغ فسخ کرا دینے کا لڑکا لڑکی کو اختیار حاصل ہے۔

(۲) ولی کو بالغ لڑکا لڑکی کے بجبر نکاح کرا دینے کا اختیار نہیں ہے خواہ لڑکی باکرہ ہو یا نہ ہو، خواہ ولی باپ دادا ہو یا اور کوئی عزیز۔ البتہ اس لڑکے یا لڑکی کیلئے مستحب ہے کہ اپنے نکاح کا معاملہ اپنے ولی کے سپرد کر دے[4]۔

(۳) اگر ولی بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اطلاع و اجازت کے بغیر کر دے تو وہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر لڑکی اجازت دے دے اور راضی ہو جائے تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جائیگا[5]۔

(۴) مجنون یا جس کی عقل میں فتور آ گیا ہو یہ اگرچہ بالغ ہو مگر ان کے بجبر نکاح کر دینے کا اختیار ولی کو حاصل ہے۔ اسی طرح بالغ لونڈی غلام کے بجبر نکاح کر دینے کا مالک کو اختیار حاصل ہے۔

(۵) اگرچہ بالغ لڑکا لڑکی کے بجبر نکاح کر دینے کا اولیاء کو اختیار نہیں ہے لیکن اگر بالغہ لڑکی غیر کفو مرد سے بلا رضامندی اولیاء نکاح کر لے تو ایسے نکاح کو اولیاء عصبہ بنفسہ[6] (گو وہ غیر محرم ہوں) قاضی (مسلمان حاکم عدالت) کے ذریعے فسخ کرا سکتے ہیں بشرطیکہ عورت حاملہ نہ ہو گئی ہو۔

---

(۱) مثلاً محتاج سے کر دیں جو مہر و نفقہ پر قادر نہ ہو یا ذلیل پیشہ والے (موچی، خاکروب وغیرہ) سے کر دیں۔ (۲) اگر کفو کے ساتھ کر دے تو صحیح ہوگا۔ (۳) اور اگر صریح نقصان کے ساتھ نہ کیا ہو تو صحیح ہو جائیگا۔ (۴) مگر یہ درحقیقت ایک قسم کی وکالت ہو جائیگی نہ کہ ولایت۔ (۵) یہی حکم بالغ لڑکے کے نکاح کا ہے جبکہ اس کی بلا اجازت کیا گیا ہو۔ (۶) یعنی بیٹے سے لے کر دادا کے چچا کے بیٹوں، پوتوں تک جس کی تصریح گزر چکی۔

(٦) اگر کوئی بالغہ لڑکی ولی کی اطلاع و رضامندی کے بغیر مہر مثل سے کم پر اپنا نکاح کسی کے ساتھ کرلے تو اس صورت میں بھی ولی کو اعتراض کا حق حاصل رہیگا اور اس کو اختیار ہوگا کہ مہر کی تکمیل کرالے یا بصورت عدم تکمیل قاضی (مسلمان حاکم عدالت) کے ذریعے نکاح فسخ کرادے۔
(٧) اگر کسی عورت کے کئی ولی ہوں اور سب درجہ میں مساوی ہوں تو ان میں سے ایک کا بھی راضی ہوجانا کل کے راضی ہونے کے برابر ہے اور اگر سب درجہ میں مساوی نہ ہوں بلکہ کوئی قریب ہو اور کوئی بعید' تو بعید کے راضی ہوجانے سے قریب کا حق اعتراض ساقط نہ ہوگا۔
(٨) ولی قریب کی موجودگی میں اگر ولی بعید نکاح کردے تو ایسا نکاح ولی قریب کی اجازت پر موقوف رہے گا' اگر ولی قریب رضامندی ظاہر کردے تو نکاح صحیح ورنہ باطل ہوجائیگا۔
(٩) ولی قریب کی عدم موجودگی میں جبکہ وہ سفر میں ہو اور اتنی طویل مسافت[1] پر ہو کہ اس کے آنے کا انتظار نہ ہوسکے[2] تو ولی بعید نکاح کردینے کا مجاز ہوگا۔ نکاح ہوجانے کے بعد ولی قریب آجائے تو اس نکاح کو فسخ نہ کراسکے گا۔ (١٠) اگر نکاح کردینے سے ولی قریب انکار کردے تو پھر ولی بعید کو نکاح کردینے کا حق حاصل ہوگا۔ (١١) ولی کا سکوت اختیار کرلینا اس کی رضامندی کی دلیل نہیں[3] ہوسکتا۔ البتہ اگر اتنے عرصہ تک سکوت کئے رہے کہ عورت کے بچہ ہوجائے تو اب یہ سکوت رضامندی کے حکم میں ہوگا اور حق اعتراض باقی نہ رہے گا۔ (١٢) اگر کسی عورت کے ایک ولی نے اس کا نکاح مثلاً زید کے ساتھ کردیا اور دوسرے ولی نے خالد کے ساتھ تو جبکہ دونوں درجہ میں مساوی ہوں پہلے کئے ہوئے ولی کا نکاح صحیح اور دوسرے کا باطل سمجھا جائیگا

(١) طویل مسافت کی حد بعضوں نے تین شبانہ روز قرار دی ہے۔ (٢) انتظار نہ ہوسکنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ولی قریب کی عدم موجودگی میں کفو کے ساتھ نسبت قرار پائی ہو اور کفو والے ولی قریب کا انتظار کرنے پر راضی نہ ہوں اور پھر ایسی نسبت بمشکل قرار پاسکے۔ (٣) یعنی نکاح کی خبر سنکر چپ رہنے سے ولی کی رضامندی ثابت نہ ہوگی البتہ مہر لے لینے یا جہیز کا بندوبست کردینے یا شوہر کا تحفہ قبول کرلینے سے رضامندی ثابت ہوگی۔

اور اگر یہ نہ معلوم ہو سکے کہ کونسا نکاح پہلے ہوا اور کونسا بعد' تو دونوں نکاح باطل متصور ہوں گے ۔یا دونوں ولی درجہ میں مساوی نہ ہوں تو ولی قریب کا نکاح صحیح اور ولی بعید کا نکاح باطل سمجھا جائیگا۔(۱۳) چچا کے بیٹے کو اختیار ہے کہ اپنے چچا کی بیٹی کا نکاح اپنے ساتھ کر لے لیکن اس لڑکی کو بفور بلوغ فسخ کا اختیار بدستور باقی رہے گا۔(۱۴) کوئی ولی بطمع ذاتی کسی عورت کو اس کے کفو میں مہر مثل پر نکاح کرنے سے روک نہیں سکتا۔اگر مانع ومزاحم ہو تو شرعاً قاضی (مسلمان حاکم عدالت) مجاز ہے کہ ایسا نکاح کرا دے۔(۱۵) قاضی (مسلمان حاکم عدالت) کو اختیار نہیں ہے کہ جس نابالغہ کا خود ولی ہو اس کا نکاح اپنے ساتھ کر لے یا اپنے کسی ایسے رشتہ دار کے ساتھ کر دے جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہ ہو۔

استرضاء بالغہ: (۱) بالغہ عورت کے نکاح میں خود اس کی رضامندی شرط ہے۔(۲) نکاح کی اطلاع پر باکرہ عورت کا سکوت کر لینا یا ہنسنا[۱] یا رونا[۲] داخل رضامندی ہے۔بشرطیکہ نکاح خاص باپ یا دادا نے کر دیا ہو مثلاً کوئی بالغہ باکرہ بلحاظ شرم وحیا اپنا نکاح آپ نہ کرے[۳] بلکہ اس کا باپ یا دادا کسی معین شخص[۴] کے ساتھ بلا ذکر مہر نکاح[۵] کر دے اور نکاح کے بعد عورت کو اطلاع دے یا نکاح کر دینے سے قبل عورت سے اجازت طلب کرے تو ان صورتوں میں عورت کا خاموش ہو رہنا یا ہنسنا یا رونا[۶] (غرض ایسا کوئی فعل کرنا جو حسب رواج رضامندی کے منافی نہ ہو) داخل رضامندی سمجھا جائیگا اور نکاح منعقد ہو جائیگا۔(۳) اگر بالغہ باکرہ کا نکاح باپ یا دادا نے نہیں بلکہ کسی اجنبی نے یا باپ کی موجودگی میں بھائی نے کر دیا ہو تو اس وقت عورت کا خاموش رہنا یا ہنسنا یا رونا داخل رضامندی نہ سمجھا جائیگا بلکہ اس کو ضروری ہوگا کہ صریح طور پر اپنی رضامندی زبان سے ظاہر کر دے نیز ایسے اجنبی یا ولی بعید کے نکاح کر دینے میں یہ بھی شرط ہیکہ عورت

(۱) ہنسنا بلا تمسخر۔(۲) رونا بلا آواز سے۔(۳) جیسا کہ عموماً رواج ہے۔(۴) بلا اظہار نام۔(۵) یعنی اگر چہ مہر کا ذکر نہ کرے۔(۶) اس کی ضرورت نہیں کہ خواہ مخواہ عورت زبان سے رضامندی ظاہر کرے جو لوگ جبر کر کے زبان سے قبول کراتے ہیں برا کرتے ہیں۔

کے روبرو مرد معین کا نام بھی لیا جائے اور مہر کا ذکر بھی کیا جائے[1] البتہ اگر اس اجنبی کو یا ولی بعید کو باپ یا دادا ہی نے اطلاع دینے یا اجازت لینے کیلئے بھیجا ہو تو اس صورت میں عورت کا سکوت داخل رضامندی[2] سمجھا جائیگا۔(۴) اگر عورت ثیبہ بالغہ ہو تو پھر نکاح کی اطلاع پر اس کا خاموش رہنا یا ہنسنا یا رونا رضامندی کیلئے کافی نہ ہوگا بلکہ اس کو صریح طور پر اپنی رضامندی زبان سے ظاہر کرنی چاہیئے[3]' خواہ نکاح باپ دادا نے کیا ہو یا کسی اور ولی نے (۵) نکاح کی خبر سن کر اس سے انکار کرنے کے بعد پھر رضامندی کوئی چیز نہیں ۔(۶) اگر نکاح کر دینے والے اولیاء کثیر ہوں اور بالغہ سے اجازت چاہیں تو اس وقت بالغہ کا سکوت داخل رضامندی نہ ہوگا۔اگر اولیاء علحدہ علحدہ نکاح کر کے اجازت طلب کریں تو جس نکاح پر بالغہ قولی یا فعلی رضامندی ظاہر کرے وہی نکاح صحیح ہوگا اور اگر ایک سے زیادہ پر رضامندی ظاہر کرے تو سب نکاح باطل ہو جائیں گے۔

مجنون ونابالغ کے احکام: (۱) مجنون ونابالغ لڑکا لڑکی کو اپنا نکاح آپ کر لینے کا اختیار نہیں ہے۔(۲) مجنون یا نابالغ لڑکا لڑکی ولی کی اجازت وحضوری کے بغیر اپنا نکاح آپ کر لیں یا کوئی دوسرا شخص نکاح کر دے تو ایسا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا خواہ وہ قائم رکھے یا فسخ کر دے۔(۳) اگر کوئی ولی نہ ہو اور نہ حاکم موجود ہو اور صغیرہ اپنا نکاح آپ کر لے تو نکاح باطل نہ

---

(۱) اور باپ دادا کے نکاح کرانے میں نہ نام لینے کی ضرورت ہے نہ مہر کے ذکر کی ۔(۲) غرض باپ یا دادا یا خود اپنی طرف سے کسی کو بھیج کر اطلاع دیں یا اجازت طلب کریں تو اسوقت کا سکوت داخل رضامندی ہوگا اور اجنبی یا ولی بعید کی اطلاع یا اجازت طلب کرنے پر جو سکوت ہو وہ داخل رضامندی نہ ہوگا بلکہ صریح طور پر زبان سے رضامندی ظاہر کرنا پڑے گا۔(۳) بعضوں نے رضاء قولی واجازت صریح کی قید کو لازمی نہیں قرار دیا ہے اور لکھا ہے یہ بات درحقیقت رواج سے متعلق ہے جہاں کہیں یہ رواج ہو کہ ثیبہ عورتیں صریح اجازت دیا کرتی ہوں وہاں بغیر صریح اجازت کے نکاح صحیح نہیں اور جہاں یہ رواج نہ ہو نیز قرائن مخالف نہ ہوں تو یہ قید بھی ضروری نہیں۔

ہوگا بلکہ موقوف رہے گا، اور اس کے بالغ ہونے کے بعد خود اس کی اجازت سے نافذ ہوگا۔

خیار بلوغ: (۱) وہ اختیار جو بفور بلوغ حاصل ہو خیار بلوغ کہلاتا ہے۔ (۲) نابالغ لڑکے لڑکیوں کو بفور بلوغ اپنے نکاح کے قائم رکھنے نہ رکھنے[۱] کا اختیار رہے بشرطیکہ نکاح باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے کیا ہو[۲]۔ (۳) یہ اختیار صرف اسی وقت کے لئے ہے جبکہ ان کو اپنے بلوغ کا علم ہوا ہو یا اگر پہلے سے نکاح کی خبر نہ تھی تو (بلوغ کے بعد) جس وقت نکاح کی خبر ملی ہو۔ (۴) اگر بلوغ کا علم ہونے یا نکاح کی خبر ملنے کے ساتھ ہی فی الفور رضامندی یا ناراضی ظاہر[۳] نہ کی تو اختیار باطل ہو جائیگا۔ (۵) اس خصوص میں اس مسئلہ کا معلوم نہ ہونا عذر نہیں یعنی اگر نو بالغ مسئلہ[۴] معلوم نہ ہونے کے باعث ساکت[۵] رہے تو اس سکوت سے بھی اختیار باطل ہو جائے گا (۶) البتہ ثیبہ عورت کا اختیار سکوت سے باطل نہ ہوگا بلکہ جس وقت وہ صریح طور پر زبان سے رضامندی یا عدم رضامندی ظاہر کرے یا ایسا کوئی فعل کرے[۶] جس سے رضامندی سمجھی جائے اس وقت اختیار باطل ہو جائیگا۔ (۷) یہ اختیار جس طرح عورت کو حاصل ہوتا ہے اسی طرح مرد کو بھی حاصل ہوتا ہے لیکن مرد کا اختیار صریح طور پر رضامندی یا ناراضی ظاہر کئے بغیر باطل نہیں ہوگا۔ (۸) اگر نکاح سے ناراض ہو تو اس کو فسخ کرانے کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ بمجرد بلوغ نکاح سے ناراضی ظاہر کی جائے۔ دوسرے قاضی (مسلمان حاکم عدالت) کے ذریعے فسخ کرایا جائے[۷]۔ (۹) باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کرانے کا کسی طرح اولاد کو اختیار نہیں ہے اگرچہ باپ دادا نے نکاح صریح نقصان[۸] پر کیا ہو بشرطیکہ (باپ، دادا) فسق علانیہ، لا ابالی پن اور بدرائی سے معروف نہ ہوں۔

---

(۱) اگرچہ زوجین میں ہمبستری کی نوبت آچکی ہو۔ (۲) یا ولی کی اجازت سے خود نابالغ نے کرلیا ہو۔ (۳) باوجودیکہ ظاہر کرنے یعنی زبان سے کہنے پر قادر ہو۔ (۴) یہی مسئلہ جو اوپر گذرا یعنی نابالغ بمجرد بلوغ اپنے نکاح سابق کو قائم رکھنے نہ رکھنے کا اختیار رہتا ہے اگر بفور بلوغ رضامندی یا عدم رضامندی ظاہر نہ کرے تو اختیار باطل ہو جاتا ہے وغیرہ۔ (۵) اگرچہ تھوڑی ہی دیر ساکت رہے۔ (۶) مثلاً مہر طلب کرے یا نفقہ مانگے یا ہنس دے۔ (۷) یعنی اول بفور بلوغ ناراضی ظاہر کردے پھر اس کے بعد قاضی (مسلمان حاکم عدالت) کے پاس نالش پیش کرے تاکہ وہ نکاح فسخ کر دے۔ (۸) مثلاً غیر کفو سے یا مہر مثل سے کم پر۔

(۱۰) اگر کسی بالغ کا نکاح بحالت جنون اس کے ولی نے کر دیا ہو تو ہوش آ جانے کے بعد بالغ اس نکاح کو فسخ کرا سکتا ہے۔ (لیکن باپ دادا یا بیٹے کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ نہیں کرا سکتا)۔

وکیل: (۱) وہ شخص جو کسی دوسرے کے حق میں اس کی اجازت و ایماء سے تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہو وکیل کہلاتا ہے اور جس نے اختیار دیا ہو وہ موکل۔ (۲) نکاح کے لئے وکیل کا تقرر جائز ہے۔ اگرچہ گواہوں کے سامنے نہ ہو۔ (۳) جس طرح عاقدین سے ہر ایک کو وکیل مقرر کر لینا جائز ہے اس طرح ولی بھی وکیل مقرر کر سکتا ہے (۴) اگر کوئی مرد یا عورت کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دے اور اس کو یہ اختیار دے دے کہ تو جس کے ساتھ چاہے میرا نکاح کر دے تو وہ وکیل جس کے ساتھ اس کا نکاح کر دے گا صحیح ہوگا بشرطیکہ جس قدر مہر موکل نے کہہ دیا ہے اس کے خلاف نہ ہو ورنہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔

فضولی: (۱) فضولی وہ شخص ہے جو نہ خود عاقد ہو نہ عاقد کا ولی نہ اس کا وکیل نہ قاصد' بلکہ یونہی اپنے آپ سے کسی کا نکاح کسی کے ساتھ کر دے۔ (۲) اگر کوئی فضولی کسی شخص کا نکاح کر دے اور نکاح کے بعد اس شخص کو خبر کرے جس کا نکاح کیا ہے تو اگر وہ شخص راضی ہو جائے تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جائیگا۔ (۳) وکیل کو نکاح کر دینے کے بعد اجازت سے قبل پھر اس کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے' فضولی کو یہ اختیار نہیں ہے۔

(تنبیہ) بعض جگہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکی کے چچا یا چچازاد بھائی وغیرہ کی موجودگی میں ماں اپنی ولایت سے لڑکی کا نکاح کر دیتی ہے۔ حالانکہ چچا یا چچازاد بھائی وغیرہ اولیاء عصبہ بنفسہ ہیں اور تاوقتیکہ اولیاء عصبہ بنفسہ سے ایک شخص بھی موجود ہو ماں کو حق ولایت نہیں پہنچ سکتا۔ اگر لڑکی کی ماں لڑکی کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کر دے اور ولی عصبہ بنفسہ (خواہ کتنی ہی دور کا ہو) اسی لڑکی کا نکاح کسی دوسرے شخص کے ساتھ کرے تو ماں کا کیا ہوا نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اور اس ولی کا کیا ہوا منعقد ہو جائیگا۔ غرض ماں کا درجہ اولیاء عصبہ بنفسہ کے بعد ہے اس کا لحاظ ضروری ہے۔

(انتباہ) ولی کا بیان ختم ہو گیا۔ اس سلسلہ میں فرضی ولی کا ذکر بھی ضروری ہے۔ اس کو دو فقروں میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) قحطی پروردہ لڑکے لڑکیوں کو بعض لوگ غلام' باندی کی طرح اپنا مملوک اور اپنے آپ کو ان کا مالک یا ولی تصور کرتے ہیں اور بحالت نابالغی ان کا نکاح اپنی ولایت سے کر دیا کرتے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ دراصل قحطی پروردہ لڑکے لڑکیاں غلام باندی نہیں' بلکہ آزاد اور خود مختار خدمت گذار ہیں اور ان کے خریداران کے اصلی ولی نہیں بلکہ فرضی ولی ہیں۔ پس ایسی حالت میں ان لڑکے لڑکیوں کا نکاح بحالت نابالغی کر دینے کا اختیار کسی طرح ان فرضی اولیاء کو حاصل نہیں ہے۔

(۲) بعض لوگ اولاد نہ ہونے کے باعث کسی رشتہ دار یا غیر کے بچہ کو آغوش میں لیتے اور پرورش کرتے ہیں جس کو لے پالک' لطفی فرزند یا متبنیٰ کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی ایسے بچہ کا نکاح بحالت نابالغی اس کا لطفی باپ اپنی ولایت سے کر دیتا ہے۔ اس صورت میں اگر یہ لطفی باپ پہلے سے اس بچہ کا ولی عصبہ بنفسہ ہے تو نکاح صحیح ہو جائیگا اور اگر ولی عصبہ بنفسہ نہیں ہے بلکہ محض آغوشی کا تعلق رکھتا ہے تو نکاح نہ ہوگا۔ کیونکہ اس تعلق سے وہ اصلی ولی نہیں بلکہ فرضی ولی متصور ہوگا اور فرضی ولی ایسے نابالغین کے نکاح کرنے کا شرعاً مجاز نہیں ہے۔

توضیح شرط چہارم: (عورت کیلئے اگر وہ غیر کفو سے نکاح کرنا چاہے تو اولیاء کا راضی ہونا' خواہ وہ نابالغہ ہو یا بالغہ): (۱) شرع شریف میں اس امر کا بڑا لحاظ ہے کہ بے میل اور بے جوڑ نکاح نہ ہو یعنی لڑکی کا نکاح کسی ایسے مرد سے ہونے نہ پائے جو اس سے کم درجہ کا ہو۔ اگر کوئی عورت اپنے اختیار سے اولیاء کی بلا رضامندی کسی کم درجہ مرد سے نکاح کر لے یا کبھی دھوکہ سے ایسا ہو جائے تو چونکہ اس میں اولیاء کی توہین ہے۔ لہذا اولیاء کے دفع عار کیلئے مرد کا عورت کے ہم کفو ہونا شرط ٹھہرایا گیا اور اگر غیر کفو مرد سے نکاح ہو گیا ہو تو اولیاء کو اختیار دیا گیا کہ وہ قاضی (مسلمان حاکم عدالت) کے پاس شکایت پیش کریں اور ایسے نکاح کو فسخ کرا دیں (۲) اولیاء سے اولیاء عصبہ بنفسہ[۱] مراد ہیں اگر چہ غیر محرم ہوں۔ (۳) کفو سے مراد مرد کا نسب'

(۱) یعنی بیٹے سے لے کر دادا' چچا کے بیٹوں' پوتوں تک۔

حریت، اسلام، دیانت، مال، پیشہ میں عورت کے برابر یا اس سے بہتر ہونا ہے۔
نسب کی برابری صرف عربی النسل لوگوں میں معتبر ہے۔ عجمیوں میں نسب کی برابری کا اعتبار نہیں۔ یعنی عجمی لوگ نسب میں باہم مختلف ہونے کے بعد باعث غیر کفو نہ کہلائیں گے بلکہ ان میں نسب کے سواء باقی امور کی برابری معتبر ہے۔
عرب[1] میں قریشی قریشی سب برابر ہیں۔ غیر قریشی قریشی کے کفو نہیں البتہ غیر قریشی سب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ کوئی عجمی[2] کسی عربی النسل کا کفو نہیں ہوسکتا، مگر اس سے ایک صورت مستثنیٰ ہے، وہ یہ کہ اگر عجمی علم دین کا عالم ہو تو وہ عربی النسل بلکہ خاص قریشی عورت کا بھی جو علم سے بے بہرہ ہو کفو ہو جائیگا۔
ف: نسب میں باپ کا اعتبار ہے، ماں کا اعتبار نہیں، مثلاً باپ عربی النسل ہے اور ماں عجمی، تو بچہ بھی عربی النسل کہلائیگا۔
حریت: یعنی آزاد ہونا۔ اگر کوئی مرد یا اس کا باپ غلام ہو یا پہلے غلام تھا اور اب آزاد کر دیا گیا ہو تو وہ عورت حرہ اصلی کا کفو نہیں ہوسکتا۔
اسلام سے مراد نو مسلم نہ ہونا۔ نو مسلم اسکو کہتے ہیں جو بذات خود مسلمان ہوا ہو یا اس کا باپ بھی مسلمان ہو گیا ہو۔ البتہ جس کی دو پشتیں اسلام میں گزر جائیں یعنی باپ اور دادا کے وقت سے اسلام چلا آتا ہو تو قدیم الاسلام سمجھا جائے گا۔
نو مسلم قدیم الاسلام کا کفو نہیں ہوسکتا۔ نہ وہ نو مسلم جو صرف خود اسلام لایا ہو، ایسے نو مسلم کا کفو ہوسکتا ہے جس کا باپ بھی مسلمان تھا۔ ہاں دو پشتوں کے بعد پھر سب باہم کفو سمجھے جائیں گے گو ایک کی کم پشتیں اسلام میں گزری ہو اور ایک کی زیادہ۔

---

(۱) عرب سے وہ لوگ مراد ہیں جو عربی النسل ہوں خواہ وہ اس وقت کسی اور ملک میں رہتے ہوں اور کتنی ہی پشتوں سے رہتے ہوں۔ (۲) عجمی وہ ہیں جو عربی النسل نہ ہوں اگرچہ عربستان میں رہتے ہوں۔

اسلام کی برابری کا اعتبار وہاں کے لوگوں کیلئے نہیں ہے جہاں نومسلم ہونا کچھ عار نہیں سمجھا جاتا۔

دیانت: یعنی دینداری، جو شخص فاسق ہو وہ ایسی عورت کا کفو نہیں ہوسکتا جو خود بھی پرہیزگار رہے اور اس کا باپ بھی پرہیزگار رہے۔ اگر کوئی عورت خود پرہیزگار ہو مگر اس کا باپ پرہیزگار نہ ہو یا باپ تو پرہیزگار ہو مگر خود پرہیزگار نہ ہو تو ایسی عورت کا ایک فاسق[1] مرد کفو ہوسکتا ہے۔

مال سے مراد اس قدر مال ہے جس کی وجہ سے مہر اور نفقہ کی ادائی پر قدرت ہو۔ مہر اگر کل معجّل ہو تو کل کی ادائی پر یا اگر اس کا کوئی جزو معجّل ہو تو صرف اسی جزو کی ادائی پر قدرت کافی ہے اور نفقہ پر قدرت صرف بقدر ایک ماہ کے ضروری ہے بشرطیکہ پیشہ ور نہ ہو اور جو پیشہ ور ہو اور اپنے پیشہ سے اس قدر کما لیتا ہو جو ہر روز کے خرچ کو کافی ہو جائے تو وہ صرف اتنی ہی بات سے نفقہ پر قادر سمجھا جائیگا۔ پورے ایک ماہ کے خرچ کے موافق اس کے پاس اندوختہ ہونے کی حاجت نہیں۔ پس جو شخص اس قدر مال کا مالک ہو وہ ہر عورت کا کفو ہے اگرچہ عورت بڑی دولتمند ہو۔

پیشہ میں برابری کا مطلب یہ ہے کہ جس قسم کا پیشہ ایک کے یہاں ہوتا ہو اسی قسم کا دوسرے کے یہاں بھی ہوتا ہو۔ پیشے چونکہ مختلف ہوتے ہیں اور عام طور پر کوئی پیشہ ذلیل سمجھا تا ہے جیسے نائی، دھوبی، خاکروب وغیرہ کا پیشہ، اور کوئی پیشہ عزت دار سمجھا جاتا ہے جیسے کاشتکار، سوداگر وغیرہ کا پیشہ۔ لہذا پیشہ کی برابری کا اسی مقام پر لحاظ کیا جائے گا جہاں باہم پیشوں میں امتیاز سمجھا جاتا ہو اور کوئی ذلت اور کوئی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہو۔ پس اگر کسی مقام میں دو مختلف پیشے مساوی سمجھے جاتے ہوں تو وہاں ان دونوں پیشوں کے کرنے والے باہم کفو ہوں گے۔ اور اگر کہیں مساوی نہ سمجھے جاتے ہوں تو وہاں باہم کفو نہ ہوں گے۔

(تنبیہ) کفو ہونے کیلئے صرف انہی چھ چیزوں میں برابر ہونا شرط ہے جن کا ذکر کیا گیا۔ ان کے علاوہ اور کسی بات میں برابری شرط نہیں، نہ عقل میں برابر ہونا شرط ہے نہ عمر میں برابر ہونا

(۱) فاسق عام ہے خواہ اس کا فسق علانیہ ہو یا چھپا ہوا (تنبیہ) فاسق اس کو کہتے ہیں جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔

اور نہ حسن و جمال میں برابر ہونا اور نہ عیوب سے سالم ہونا۔

ف: اگر کوئی شخص خود مالدار[۱] نہ ہو لیکن اس کے ماں باپ مالدار ہوں اور اس کے خرچ کی کفالت کرتے ہوں تو وہ شخص مالدار سمجھا جائیگا۔ اور اس کے کفو ہونے میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

ف: کفاءت کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہے یعنی مرد عورت کا کفو ہونا چاہئے۔ عورت اگر مرد کی کفو نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔

ف: کفاءت کا اعتبار صرف ابتدائے عقد کے وقت ہے۔ اگر کوئی مرد نکاح کے وقت کفو تھا مگر نکاح کے بعد کفو نہ رہا مثلاً پہلے مالدار تھا پھر مفلس ہو گیا تو اب نکاح فسخ نہ ہوگا۔

ف: کفاءت اولیاء کا حق ہے نہ کہ عورت کا یعنی اگر کفاءت مفقود ہو تو حق اعتراض اولیاء کو حاصل رہے گا مثلاً کسی عورت نے اپنا نکاح کسی ایسے شخص کے ساتھ کر لیا جس کا غیر کفو ہونا نکاح کے وقت معلوم نہ تھا، مگر نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ وہ غیر کفو ہے تو اب اس نکاح کو فسخ کرانے کا حق عورت کو نہیں بلکہ اس کے اولیاء کو حاصل ہے بشرطیکہ نکاح اولیاء کی بلا رضامندی ہوا ہو۔ اور اگر خود اولیاء کی اجازت و رضامندی سے ہوا ہو تو پھر ان کو بھی فسخ کرانے کا حق نہ ہوگا۔

البتہ اس عورت نے یا اس کے اولیاء نے مرد سے اس شرط پر نکاح کیا ہو کہ وہ کفو ہے یا اس مرد نے نکاح کرتے وقت عورت سے اور اس کے اولیاء سے کہا ہو کہ میں تمہارا کفو ہوں اور اس کے کہنے پر انھوں نے اعتبار کر کے نکاح کر دیا ہو اور نکاح کے بعد اس کا غیر کفو ہونا ظاہر ہوا ہو تو اس صورت میں عورت اور اس کے اولیاء دونوں کو ایسے نکاح کے فسخ کرا دینے کا حق ہوگا۔

ف۔ : نکاح غیر کفو، عورت کے حاملہ ہونے یا اس کے بچہ تولد ہو جانے کے بعد فسخ نہ ہو سکے گا۔

توضیح شرط پنجم (دو گواہ کا ہونا): (۱) نکاح گواہوں کے بغیر صحیح نہیں۔ (۲) نکاح کی گواہی میں امور ذیل کا لحاظ ضروری ہے: ا۔ گواہ دو ہوں، اگر ایک گواہ ہو تو درست نہیں۔

---

(۱) مالدار نہ ہونے کی صورت بلحاظ عدم قدرت ادائی مہر ہے نہ کہ عدم ادائی نفقہ یعنی یہاں بھی ادائی نفقہ پر قادر ہونا شرط ہے۔

۲۔ دونوں گواہ مرد ہوں یا ایک مرد ہو اور دو عورتیں ۔ فقط عورتوں کی گواہی کافی نہیں اگرچہ چار ہوں ۔

۳۔ دونوں گواہ آزاد ہوں ۔لونڈی، غلاموں کی گواہی کافی نہیں ۔

۴۔ دونوں گواہ عاقل ہوں ۔مجنون، مست، بے ہوش کی گواہی درست نہیں ۔

۵۔ دونوں گواہ بالغ ہوں ۔نابالغ بچوں کی گواہی اگرچہ سمجھدار ہوں کافی نہیں ۔

۶۔ دونوں گواہ مسلمان ہوں (خواہ پرہیزگار ہوں یا فاسق[۱]) ۔کافروں کی گواہی صحیح نہیں البتہ عورت کافرہ اہل کتاب ہو (جیسے یہودہ نصاریٰ) اور وہ مسلمان مرد سے نکاح کرے تو اس کے نکاح میں کافر جو اس کے ہم قوم ہوں گواہ ہو سکتے ہیں ۔

۷۔ دونوں گواہ ایسے ہوں کہ ان کو عدالت میں پیش کر سکیں ۔ اگر کوئی شخص فرشتوں (کراماً کاتبین) کو گواہ بنائے تو صحیح نہیں ۔اسی طرح خدا اور رسولؐ کو گواہ[۲] بنایا جائے تو صحیح نہ ہوگا ۔

(۸) دونوں گواہ ایک ساتھ طرفین کے ایجاب وقبول کو سنیں ۔ اگر ایک ساتھ نہ سنیں بلکہ پہلے ایک گواہ سنے پھر اس کے بعد دوسرا سنے تو صحیح نہ ہوگا ۔اسی طرح اگر گواہوں نے ایجاب و قبول دونوں کو نہیں سنا بلکہ صرف ایجاب یا صرف قبول کو سنا تب بھی صحیح نہ ہوگا ۔

ف: اگر گواہ بہرے ہوں تو نکاح نہ ہوگا البتہ عاقدین گونگے ہوں اور اشارہ سے ایجاب و قبول کریں اور یہ بہرے گواہ اس اشارہ کو دیکھ کر سمجھ جائیں تو نکاح ہو جائیگا ۔

ف: ہکلے اور گونگے آدمیوں کی گواہی درست ہے بشرطیکہ ان کی سماعت میں کوئی فرق نہ ہو ۔

۹۔ دونوں گواہ ایجاب وقبول کے الفاظ کو سن کر سمجھ لیں کہ نکاح ہو رہا ہے ۔گو ان الفاظ کے معنیٰ نہ سمجھیں، مثلاً ایجاب وقبول عربی زبان میں ہو اور گواہ عربی نہ جانتے ہوں ۔

۱۰۔ دونوں گواہ عاقدین سے واقف کرا دیئے جائیں ۔ اگر صرف عاقدین کے نام سے ان کو جان لیں تو صرف ان کا نام بتا دینا کافی ہے ۔ورنہ عاقدین کے باپ، دادا کا نام بھی ان کو

---

(۱) اگرچہ محدود القذف ہوں یعنی جن کو تہمت زنا لگانے کے باعث تازیانے لگائے گئے ہوں ۔ (۲) ایسا کرنا سخت گناہ ہے ۔

بتا دیا جائے تا کہ جس کا نکاح ہو رہا ہے۔اس سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔
(تنبیہ)(۱) گواہوں کا بینا ہونا شرط نہیں (اندھوں کی گواہی بھی درست ہے)۔
(۲) یہ بھی شرط نہیں کہ گواہ اور عاقدین باہم رشتہ دار نہ ہوں بلکہ عاقدین کے قریبی رشتہ داروں[1] کی گواہی بھی درست ہے۔

ف: اگر کوئی شخص نکاح کے لئے اپنی طرف سے کسی کو وکیل مقرر کرے اور وہ وکیل ایجاب یا قبول ادا کر دے لیکن موکل خود بھی مجلس نکاح میں موجود ہو تو موکل خود ہی عاقد سمجھا جائے گا اور وکیل کا شمار گواہوں میں ہو جائیگا۔ پس وکیل کے سوا صرف ایک مرد یا دو عورتیں اور ہوں تو کافی ہے نکاح ہو جائیگا۔ اسی طرح بالغہ لڑکی کا نکاح لڑکی کی موجودگی میں اس کا ولی صرف ایک گواہ کی گواہی سے کر دے تو اس صورت میں لڑکی خود عاقدہ سمجھی جائیگی اور ولی کا شمار گواہوں میں ہوگا اور نکاح ہو جائیگا[2]۔

توضیح شرط ششم (نکاح کو کسی مدت کے ساتھ مقید نہ کرنا):

(۱) نکاح کو کسی کم یا زیادہ بالکل مجہول مدت کے ساتھ مقید کر کے اگر مقدار مہر بھی معین کی جائے اور لفظ متعہ بھی کہا جائے لیکن گواہ نہ ہوں تو اس کو متعہ کہتے ہیں اور اگر مقدار مہر معین نہ کی جائے لیکن تزویج و نکاح کا لفظ کہا جائے اور گواہ بھی ہوں تو اس کو موقت کہتے ہیں۔
(۲) نکاح متعہ اور موقت دونوں باطل ہیں، مثلاً:
۱۔ کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے مہینہ بھر یا دس سال کیلئے یا فلاں شخص کے زندہ رہنے تک سو روپیہ پر متعہ کیا۔ یا
۲۔ کوئی شخص کسی عورت سے گواہوں کے روبرو کہے کہ میں نے تجھ سے مہینہ بھر یا دس سال کیلئے یا فلاں شخص کے زندہ رہنے تک نکاح کیا تو یہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔
(۳) نکاح متعہ بالاتفاق حرام ہے۔

---

(۱) مثلاً عاقدین کے بیٹے وغیرہ۔(۲) اور اگر لڑکی مجلس نکاح میں موجود نہ ہو تو پھر نکاح نہ ہوگا۔

(تنبیہ) نکاح کے شرائط کا بیان ختم ہوا۔ اس سے پہلے ارکان کا بیان ہو چکا ہے۔ ارکان وشرائط نکاح کے بعد اب (منجملہ احکام نکاح) مہر کا ذکر کیا جاتا ہے جو نکاح کے لئے لازمی امر ہے۔

۵۔ مہر کے احکام: (۱) مہر وہ (زر نقد یا جنس[۱]) ہے جو بوجہ عقد نکاح شوہر کی طرف سے عورت کو اس معاوضہ میں ملنا چاہئے کہ اس نے اپنے خاص منافع کا شوہر کو مالک بنادیا۔ حاصل یہ کہ ان منافع کی قیمت یا بدلِ نکاح کا نام مہر[۲] ہے' جو نکاح کے وقت مرد کے ذمہ مقرر کیا جاتا ہے۔ (۲) نکاح میں مہر ضروری ہے لیکن نکاح کے وقت اس کا ذکر چنداں ضروری نہیں[۳]۔ خواہ مہر کا ذکر کیا جائے یا نہ کیا جائے ہر حال میں نکاح ہو جائیگا۔ اور بصورت عدم ذکر' مہر مثل لازم آئے گا بلکہ اگر کوئی شرط کرلے کہ ''میں نہ دونگا'' یا بلا مہر نکاح کرتا ہوں'' تو بھی مہر مثل دینا پڑے گا اور شرط باطل[۴] ہو جائیگی۔

(۳) مہر کی اولاً دو قسمیں ہیں ۱۔ مہر مسمی ۲۔ مہر مثل

پھر ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ مہر معجّل ۲۔ مہر موجل۔

ان کی تعریفات سلسلہ وار درج ذیل ہیں:

۱۔ مہر مسمیٰ وہ مہر جو عقد نکاح کے وقت معین کیا گیا ہو۔

۲۔ مہر مثل وہ مہر جو عورت کے باپ کے خاندان کی ان عورتوں[۵] کا ہو جو حسب ذیل امور میں اس عورت کی مماثل ہوں: عمر' جمال' مال' شہر' زمانہ' عقل' دیندار' حلم' ادب' خلق' ان بیاہی یا شادی شدہ' صاحب اولاد ہونا یا نہ ہونا' شوہر کا بھی ان اوصاف میں یکساں ہونا۔

---

(۱) یا وہ چیز جو مال کے حکم میں ہو۔ (۲) گویا مہر بھی اور قرضوں کی طرح ایک قرض ہے جو شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے اگرچہ مہر کی طرف عام طور پر توجہ بہت کم ہے حتی کہ بلحاظ رواج اس کی ادائی کا وقت موت یا طلاق ہے لیکن حقیقتاً اس کو جہاں تک ممکن ہو جلد ادا کر دینا چاہئے۔ تا کہ بار قرض سے سبکدوشی اور مواخذہ آخرت سے نجات ہو۔ (۳) کیونکہ مہر وجود نکاح کیلئے نہیں بلکہ بقائے نکاح کیلئے ضروری ہے۔ (۴) کیونکہ مہر ایک شرعی حق ہے اور وہ انسان کے نفی کرنے سے ساقط نہیں ہوتا۔ (۵) مثلاً بہنیں' پھوپھیاں' چچازاد بہنیں' پھوپھی زاد بہنیں وغیرہ۔

(تنبیہ)(۱) اگر باپ کے خاندان کی عورتوں کا مہر معلوم نہ ہو یا وہ عورتیں ان اوصاف میں ان کے مماثل نہ ہوں تو کسی اور اجنبی مماثل عورت کا مہر دیکھا جائیگا اور وہی اس کا مہر مثل قرار دیا جائیگا۔ بشرطیکہ ان اوصاف کے علاوہ نسب میں بھی اس کی مماثل ہو۔

(۲) مہر مثل میں ماں کا مہر شمار نہ کیا جائیگا البتہ اگر ماں بھی باپ ہی کے خاندان کی ہو جیسے باپ کے چچا کی بیٹی تو اس وقت اس کا مہر مہر مثل متصور ہوگا۔

۱۔ **مہر معجّل**: وہ مہر جو علی الفور ادا کر دیا جائے۔ یا بفور مطالبہ ادا ہو۔

۲۔ **مہر موجل**: وہ مہر جو علی الفور نہیں بلکہ کسی میعاد پر اس کی ادائی موقوف ہو اور اگر کوئی میعاد معین نہ ہو تو پھر بلحاظ عرف اس کی میعاد موت یا طلاق سمجھی جائیگی۔

(۴) مہر میں دو باتیں شرط ہیں:

۱۔ مہر کم سے کم دس درہم ہو (یعنی ۲۱ گرام ۲۶۴ ملی گرام تقریباً چاندی) یا اتنی ہی مالیت کی اور کوئی چیز۔ ۲۔ مہر از قسم مال ہو۔

توضیح: (۱) یہ کچھ ضروری نہیں کہ مہر میں خاص درہم ہی ہوں بلکہ جو چیز مال ہو اور اس کی قیمت دس درہم کے مساوی یا زائد ہو وہ سب مہر ہو سکتی ہے۔ مثلاً سونا' چاندی' گھوڑا' بھینس' زمین باغ وغیرہ البتہ جو چیز شرعاً مال نہیں جیسے شراب' سور' مردار وغیرہ وہ مہر نہیں ہو سکتی۔ (۲) وہ منافع جن کے معاوضہ میں اجرت لینی جائز ہے از قسم مال سمجھے جائیں گے اور ان کا مہر قرار دینا صحیح ہوگا مثلاً ملازم کی خدمت' گھوڑے کی سواری' گھر کی سکونت وغیرہ لیکن شوہر کا خود اپنی خدمت کو مہر قرار دینا درست نہیں[1]۔ (۳) شرعاً مہر دس درہم سے کم نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی شخص دس درہم سے کم مہر باندھے تو بھی دس ہی درہم دینے پڑیں گے۔ (۴) مہر کی زیادتی کی کوئی حد نہیں جو شخص جس قدر چاہئے مہر باندھ سکتا ہے لیکن استطاعت سے زیادہ باندھنا مکروہ ہے۔

(۱) کیونکہ اس میں شوہر کی اہانت ہے۔

(تنبیہ) مہر باندھنے میں عاقد کو اپنی استطاعت کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ استطاعت سے زیادہ مہر باندھنا (خواہ کیسی ہی مصلحت یا مجبوری ہو) سخت ناعاقبت اندیشی ہے کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ عدم ادا ہوگا اور عدم ادا موجب مواخذۂ آخرت بلکہ اگر موافقت نہ ہو تو پھر زیادہ مہر باندھنے کا خمیازہ خود دنیا میں بھگتنا پڑتا ہے اور ورثاء تک اس کی نوبت پہنچتی ہے۔

ذیل میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات و بنات طیبات رضی اللہ عنہن کے زرمہر کی ایک فہرست دی جاتی ہے تاکہ فرزندان اسلام اس اسوہ حسنہ کی تقلید اور اس سے خیر و برکت حاصل کریں۔

ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ساڑھے بارہ اوقیہ طلاء[1]
(۱۰۶۳ گرام ۲۱ ملی گرام سونا)

ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۴۰۰ درہم[2] (۸۵۰ گرام ۵۷ ملی گرام چاندی)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۴۰۰ درہم (۸۵۰ گرام ۵۷ ملی گرام چاندی)

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۴۰۰ درہم (۸۵۰ گرام ۵۷ ملی گرام چاندی)

ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۴۰۰ درہم (۸۵۰ گرام ۵۷ ملی گرام چاندی)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۱۰۰ درہم[3] (۲۱۲ گرام ۶۴/۲۵ ملی گرام چاندی)

ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالی عنہا ۴۰۰ درہم (۸۵۰ گرام ۵۷ ملی گرام چاندی)

ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالی عنہا ۴۰۰ درہم (۸۵۰ گرام ۵۷ ملی گرام چاندی)

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا ۴۰۰ دینار[4] (۱۲۱۵ گرام ۱۰ ملی گرام سونا)

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا[5] ۴۰۰ درہم (۸۵۰ گرام ۵۷ ملی گرام چاندی)

---

(۱) اوقیہ ۴۰ درہم کا ہم وزن ہوتا ہے۔ (۲) درہم کا وزن ۷۰ جَو یعنی ساڑھے سترہ رتی یا ۲ ماشہ ڈیڑھ رتی 25126.425 گرام ہے۔ (۳) سیرت کی دوسری کتب میں دس درہم کے برابر سامان بھی مذکور ہے (۴) دینار طلائی سکہ کا نام ہے اور ایک دینار ۱۰۰ جَو یعنی ۲۵ رتی کا ہم وزن ہوتا 35037.75 گرام ہے۔ (۵) ان گیارہ بیبیوں میں سے دو بی بیاں آپ کے سامنے ہی وفات پا چکی تھیں، باقی نو بی بیاں آپ کے بعد تک زندہ رہیں۔ نو بیبیوں کا اجتماع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے تھا۔

بنت الرسول سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۴۰۰ مثقال[1] نقرہ

۶۔عقد نکاح کا طریقہ: (۱) لازم ہے کہ تقریب نکاح خلاف شرع امور سے پاک و صاف رہے[2]۔(۲) مستحب ہے کہ عقد نکاح مسجد کے اندر کیا جائے۔(۳) مستحب ہے کہ مجلس نکاح علانیہ طور پر منعقد ہو اور اس میں ابرار واخیار بھی شریک رہیں۔(۴) ضروری ہے کہ مجلس نکاح میں عاقد[3] ہو اور عاقدہ کی طرف سے ولی یا وکیل یعنی اگر عاقدہ نابالغہ ہو تو اس کا ولی شریک رہے اور اگر بالغہ ہو تو وکیل (ولی، وکیل بھی بن سکتا ہے یعنی خود بالغہ کا ولی بحیثیت وکیل شریک رہے۔اگر ولی نہ ہو تو پھر اور کوئی وکیل ہو)۔(۵) عقد نکاح سے قبل اگر ضرورت و مصلحت مقتضی ہو تو عاقد سے توبہ و استغفار کرائی جائے۔صفت ایمان مجمل و مفصل اور کلمے پڑھوائے جائیں چونکہ بعض اوقات نادانستہ آدمی کے زبان سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن سے ایمان میں خلل ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور لاعلمی حائل رہنے کی وجہ سے توبہ بھی نہیں کی جاتی۔اس لئے تجدید ایمان کا ہو جانا بہتر ہے تاکہ نکاح کی صحت میں تردد نہ رہے۔(۶) مجلس نکاح منعقد ہو جانے کے بعد عاقدہ بالغہ کا ولی یا وکیل گواہوں کے[4] ساتھ عاقدہ کے پاس جائے اور اسکو سنائے کہ ”میں اپنی وکالت سے اس قدر مہر معجّل یا موجل کے عوض فلاں ابن فلاں کے ساتھ تمہارا نکاح کر دیتا ہوں“۔ان الفاظ کو گواہ بھی سن لیں اور اس امر کا اطمینان کر لیں کہ درحقیقت عاقدہ وہی عورت ہے جس کو الفاظ متذکرہ سنائے جا رہے ہیں۔اس موقع پر اگر عاقدہ بالغہ باکرہ اور اجازت لینے والا اس کا باپ یا دادا ہو تو عاقدہ کا سکوت بمنزلہ اجازت ہوگا (بلا آواز رونا یا ہنسنا

---

(۱) مثقال کا وزن ۱۰۰ جَو یعنی ۲۵ رتی ہے (یعنی ۱۲۱۵ گرام ۱۰ ملی گرام چاندی)۔(۲) کیونکہ نکاح ایک خالص شرعی معاملہ ہے اور اس کا انعقاد محض شرعی حکم کی بناء پر ہوتا ہے تو ایسی حالت میں اس کی تقریب کو خلاف شرع امور سے بالکلیہ پاک وصاف رہنا چاہئے۔(۳) اگر عاقد نابالغ ہو تو اس کا ولی حاضر رہے۔(تنبیہ) اگرچہ ایجاب وقبول کرنے والا عاقد کہلاتا ہے لیکن (اس رسالہ میں) عاقد سے مراد دولہا ہے اور عاقدہ سے دولہن۔(۴) اگر عاقدہ نابالغہ ہو تو اس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ولی خود مجاز نکاح مجاز مطلق ہے۔

بھی داخل اجازت ہے)۔اور اگر عاقدہ بالغہ ثیبہ ہو یا اجازت لینے والا باپ' دادا کے سواء کوئی اور شخص ہو تو ان دو صورتوں میں (عاقدہ کا) سکوت کافی نہیں بلکہ اس کو صریح طور پر زبان سے کہنا چاہئے کہ'' مجھے منظور ہے'' یا'' میں نے اجازت دی''۔(۷) اجازت کے بعد مسنون ہے کہ خطبہ نکاح[1] بآواز بلند پڑھا جائے نیز مسنون ہے کہ خود عاقدہ کا ولی خطبہ[2] پڑھے۔اگر وہ نہ پڑھے تو پھر قاری النکاح یا اور کوئی مرد صالح پڑھے۔(۸) خطبہ نکاح میں حمد ونعت ہو' توحید و رسالت کی شہادت ہو آیات قرآنی ہوں خدا سے ڈرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے اور اپنے عہد واقرار پر قائم رہنے کی تاکید ہو۔نکاح بھی ایک معاہدہ ہے۔وہ بھی عہد واقرار کے ضمن میں آجائیگا۔(۹) بہتر ہے کہ یہ خطبہ پڑھے جو ماثورہ ہے۔یعنی احادیث شریفہ میں وارد ہے۔

خطبہ نکاح

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَ نَسۡتَعِیۡنُہٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُہٗ وَ نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَ مِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَ اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ (اَرۡسَلَہٗ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا بَیۡنَ یَدَیِ السَّاعَةِ . مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہ' فَقَدۡ رَشَدَ وَ مَنۡ یَّعۡصِھِمَا فَاِنَّہ' لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفۡسَہ' وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیۡئًا . وَ نَسۡأَلُ اللّٰہَ اَنۡ یَّجۡعَلَنَا مِمَّنۡ یُّطِیۡعُہ' وَ یُطِیۡعُ رَسُوۡلَہ' وَ یَتَّبِعُ

---

(۱) خطبہ نکاح کا پڑھنا تو مسنون ہے مگر اس کا خاموشی سے سننا حاضرین پر واجب ہے۔(۲) خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا خطبہ پڑھا۔(۳) بعض روایتوں میں یہ عبارت بھی آئی ہے۔

رِضْوَانَه‘ وَ يَجْتَنِبُ سَخَطَه‘ فَاِنَّمَا نَحْنُ بِهٖ وَ لَهٗ) . يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ط وَ اتَّقُوْا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْباً . يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ . يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا .

اس (خطبہ) کے ساتھ حسب ذیل احادیث اور درود شریف کو بھی شامل کرلیا جاتا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : " اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِىْ فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِىْ فَلَيْسَ مِنِّى" وَ قَالَ : " تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ ‘فَاِنِّىْ اُبَاهِىْ بِكُمُ الْاُمَمَ " . وَ قَالَ " اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا اَلْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ " . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّاتِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْرًا .

یا یہ خطبہ پڑھے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَحْمُودِ بِنِعْمَتِهٖ ، اَلْمَعْبُودِ بِقُدْرَتِهٖ ، اَلْمُطَاعِ بِسُلْطَانِهٖ ، اَلْمَرْهُوْبِ مِنْ عَذَابِهٖ وَ سَطْوَتِهٖ ، النَّافِذِ اَمْرَهٗ‘ فِىْ سَمَآئِهٖ وَ اَرْضِهٖ ، اَلَّذِىْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهٖ ‘وَ اَمَرَهُمْ بِاَحْكَامِهٖ ‘ وَ اَعَزَّهُمْ بِدِيْنِهٖ ‘ وَ اَكْرَمَهُمْ بِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ . اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى تَبَارَكَ اسْمُه‘ وَ تَعَالَتْ عَظْمَتُه‘ جَعَلَ الْمُصَاهَرَةَ سَبَباً لَاحِقًا وَ اَمْرًا مُفْتَرَضاً اَوْشَجَ بِهِ الْاَرْحَامَ وَ

اَلْـزَمَ الْاَنَـامَ. فَـقَـالَ عَزَّ مِنْ قَآئِلٍ " وَ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَه' نَسَبًا وَّ صِهْرًا ط وَ كَـانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا " فَاَمْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى يَجْرِىْ اِلٰى قَضَآئِهٖ وَ قَـضَـآؤُهٗ ' يَـجْـرِىْ اِلٰـىٰ قَـدَرِهٖ ' وَ لِكُلِّ قَضَآءٍ قَدَرٌ وَ لِكُلِّ قَدَرٍ اَجَلٌ وَ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ .

یہ خطبہ بھی ماثورہ ہے جو احادیث شریفہ میں وارد ہے۔ اس (خطبہ) کے ساتھ بھی حسب ذیل احادیث و درود شریف کو شامل کر لیا جاتا ہے۔

وَ قَـالَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : " اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِىْ فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِىْ فَلَيْسَ مِنِّى" وَ قَالَ : "تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّىْ اُبَاهِىْ بِكُمُ الْاُمَمَ" وَ قَـالَ " اَلـدُّنْيَـا كُـلُّهَـا مَتَـاعٌ وَ خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ " . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ ن النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّاتِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا .

طریقہ ایجاب وقبول:

جب خطبہ ختم ہو جائے تو گواہوں کے روبرو عاقد اور عاقدہ کا ولی یا وکیل باہم ایجاب و قبول ادا کریں۔ اگر بطور خود ادا نہ کریں تو قاری النکاح ان سے ایجاب وقبول ادا کرائے یعنی حسب ذیل الفاظ ان کی زبان سے کہلوائے۔

الفاظ ایجاب

(عاقدہ کا ولی یا وکیل عاقد سے کہے)

"میں نے اپنی ولایت / وکالت اور مسمیان فلاں ابن فلاں وفلاں ابن فلاں کی شہادت سے مسماۃ فلانہ بنت فلاں کا نکاح بعوض مہر معجّل / موجل آپ کے ساتھ کر دیا"۔

الفاظ قبول

(عاقد اس کے جواب میں کہے)

''میں نے اس کو قبول کیا''

ان الفاظ کا صرف ایک مرتبہ ادا ہونا کافی ہے۔لیکن ضروری ہے کہ ختم ایجاب کے معاً قبول ادا ہو اور ایجاب وقبول کو دونوں گواہ ایک ساتھ سنیں ۔ایجاب وقبول کے بعد عاقدین کی خیر وبرکت کیلئے دعاء پڑھی جائے۔

﴿دُعاء﴾

بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَ بَارَکَ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَ جَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ . جَمَعَ اللّٰہُ شَمْلَکُمَا وَ اَسْعَدَ جَدَّکُمَا وَ بَارَکَ عَلَیْکُمَا وَ اَخْرَجَ مِنْکُمَا کَثِیْراً طَیِّبًا. اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا اٰدَمَ وَ سَیِّدَتِنَاحَوَّآءَ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ . اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَسَیِّدَتِنَا سَارَۃَ وَ سَیِّدَتِنَا ھَاجَرَ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ .اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا یُوْسُفَ وَ سَیِّدَتِنَا زُلَیْخَا عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ . اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا مُوْسیٰ وَ سَیِّدَتِنَا صَفُوْرَآءَ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ . اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا سُلَیْمَانَ وَ سَیِّدَتِنَا بِلْقِیْسَ عَلٰی نَبِیِّنَا و عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ .اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ سَیِّدَتِنَا خَدِیْجَۃَ الْکُبْریٰ وَ سَیِّدَتِنَا عَائِشَۃَ الصِّدِّیْقَۃ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا .

اَللّٰھُمَّ اَلِّفْ بَیْنَھُمَا کَمَا اَلَّفْتَ بَیْنَ سَیِّدِنَا عَلِیٍّ ؓ الْمُرتَضٰی وَ سَیِّدَتِنَا فَاطِمَۃَ الزَّھْرآءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالِمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِلْحَاضِرِیْنَ وَ لِاَھْلِ ھٰذَا الْمَجْلِسِ کُلِّھِمْ اَجْمَعِیْنَ . سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ .

نکاح ہوجانے کے بعد کھجور کا طبق لٹا[1] دینا مستحب ہے اور بغرض اعلان دف کا بجانا جائز ہے بشرطیکہ اس میں جھانجھ نہ ہو۔

نیز مستحب ہے کہ اعزہ واحباب عاقدین کو اوران کے اولیاء کو مبارکباد دیں ۔ عاقدین کو ان الفاظ میں مبارکباد دیں ’’ بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَ بَارَکَ اللّٰہُ عَلَیْکَ وَ جَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ ‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ تم کو یہ نکاح مبارک کرے اورتم دونوں میں موافقت و یکجائی بھلائی کے ساتھ رہے۔

زفاف[2] کے بعد عاقد کو حسب استطاعت دعوت ولیمہ کرنا مسنون ہے۔

نکاح کا بیان ختم ہوگیا

اب طلاق کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) بشرطیکہ کسی کو ایذا نہ پہنچے ورنہ تقسیم مناسب ہے۔
(۲) زفاف وہ شب جس میں زوجین کی یکجائی ہو۔

طلاق کے مسائل

تمہید

واضح ہو کہ نکاح سے جو تعلق زوجین کے درمیان پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہر ایک دوسرے کے حقوق کا پابند ومقید ہو جاتا ہے اس تعلق اور وجہ تعلق کی شریعت اسلامیہ نے جیسی قدر افزائی کی اور اس کو جیسا استحکام بخشا ہے اس کی شاید ہی نظیر مل سکے۔

حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود عملی طور پر اس کو رائج کرنا اور نکاح کرنے کے فضائل بیان فرمانا، نیز حسن معاشرت کی تاکید، اس کی فضیلت، بلا ضرورت قطع نکاح یعنی طلاق دینے کی مذمت، جو احادیث شریفہ میں وارد ہے۔ ان تمام امور کو بنظر غور دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ شریعت اسلامیہ اس تعلق کی کیسی قدر کرتی ہے۔

فی الواقع اگر یہ تعلق اس قدر مستحکم نہ کیا جاتا اور ایسی کامل توجہ اس کی طرف مبذول نہ ہوتی تو یقیناً جو جو فوائد ومصالح نکاح سے مقصود تھے وہ کبھی حاصل نہ ہوتے۔

نکاح تدبیر[1] منزل کا ایک جزو اعظم اور نظام عالم کا رکن رکین ہے۔ اگر یہ ایسا مستحکم نہ ہو اور قطع نکاح یعنی طلاق کی رسم عام طور پر جاری ہو جائے اور بے باکی سے لوگ اس کا ارتکاب کرنے لگیں تو علاوہ اس کے کہ نفس پرستی کی تائید ہو تدبیر منزل میں بہت بڑا خلل آجائے اور تمدنی معاشرت کا شیرازہ بکھر جائے۔

نکاح کے تعلق کو زوجین ایک دائمی تعلق سمجھ کے اس طرح معاشرت کرتے ہیں کہ ہر ایک دوسرے کے نفع وضرر کو اپنا نفع وضرر سمجھتا ہے۔ ہر وقت ایک دوسرے کی ضرورت میں شریک رہتا اور ہر ایک دوسرے پر اعتماد و بھروسہ رکھتا ہے اور جب یہ تعلق عارضی و ناپائدار سمجھا جائے

(۱) یعنی انتظام خانہ داری۔

تو نہ باہم ایسا انس پیدا ہوسکے گا نہ ایک دوسرے پر اعتماد کرسکے گا اور نہ ان کی ضرورتیں مشترک ہوسکیں گی۔ ایسی حالت میں حقوق کی نگہداشت بھی مشکل ہوجائیگی۔

حدیث شریف میں وارد ہیکہ ''جو عورت اپنے شوہر سے طلاق کی درخواست کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے''۔

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے ''اِنَّ اَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِندَ اللّٰهِ الطَّلَاقُ'' (تمام مباح چیزوں میں جو چیز اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسندیدہ ہے وہ طلاق ہے)' اسی طلاق کی رسم کو کم کرنے کیلئے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: لَعَنَ اللّٰهُ الذَّوَّاقِيْنَ وَ الذَّوَّاقَاتِ ''یعنی خدا تعالیٰ ان مردوں پر لعنت کرتا ہے جو (عورتوں کی) چاشنی چکھتے پھریں اور ان عورتوں پر بھی لعنت فرماتا ہے جو (مردوں کی) چاشنی لیا کریں۔ یہ ظاہر ہیکہ جب ایسی کیفیت رہے گی تو لامحالہ طلاق کی بھی کثرت ہوجائیگی۔ اور اس سے ایک دوسرے پر بے اعتمادی اور نظام معاشرت میں ابتری پیدا ہوجائیگی۔

المختصر' شریعت اسلامیہ کا مقصود اصلی یہ ہے کہ یہ تعلق جو نکاح کی بدولت زوجین میں پیدا ہوا ہے پائدار رہے۔

مگر بایں ہمہ شرع مقدس نے اس تعلق کو ایسا لازم نہیں قرار دیا کہ کسی طرح ٹوٹ ہی نہ سکے۔ بلکہ جس طرح اس تعلق کا استحکام و انتظام فرمایا ہے اسی طرح ضرورت و اضطرار کے موقع پر اس کے قطع کا بھی انتظام فرمایا ہے۔ یہی شریعت اسلامیہ کا کمال ہے کہ اس کے تمام احکام میں اعتدال کا درجہ ملحوظ ہے اور ہر حکم افراط و تفریط سے پاک ہے۔

اگر نکاح ایک ایسا تعلق ہوتا جو کسی طرح ٹوٹ ہی نہ سکے تو بعض اوقات انسان کو سخت مصائب کا سامنا ہوتا اور جس طرح طلاق کی کثرت سے نکاح کے فوائد و مصالح مفقود ہوتے اسی طرح طلاق کے یک لخت موقوف ہوجانے سے وہ تمام فوائد و مصالح درہم برہم ہوجاتے

اورزوجین ان سے متمتع نہ ہوسکتے۔

بسا اوقات زوجین میں نا اتفاقی پیدا ہوجاتی ہے اور کسی طرح اس کی اصلاح نہیں ہوسکتی، ایسی حالت میں طلاق کی اجازت نہ ہوتی تو یا تو دونوں علحدہ رہتے اور ایک دوسرے کے حقوق کی بربادی میں کوشاں رہتے یا یکجا رہتے مگر ظالم ومظلوم بن کر رہتے اور اس طرح دونوں کی زندگی نہایت تلخی سے بسر ہوتی ہے۔

لہذا شریعت مقدسہ نے مواقع ضرورت میں طلاق کی اجازت دی بلکہ حسب اختلاف حالات بعض مواقع میں اس کو واجب قرار دیا جیسا کہ آئندہ بیان سے واضح ہوگا۔

طلاق کے مسائل

۱۔ طلاق کی تعریف: طلاق کے معنیٰ لغت میں قید دور کرنے کے ہیں اور اصطلاح فقہ میں خاص قید نکاح کے دور کرنے کا نام طلاق ہے۔

۲۔طلاق کا اختیار: طلاق کا اختیار شوہر[1] کو حاصل ہے۔زوجہ کو اس کا اختیار نہیں ہے۔

توضیح: معاملہ نکاح سے جو قید وتعلق زوجین میں پیدا ہوتا ہے وہ قید وتعلق جس طرح زبانی اقرار سے قائم ہوا تھا اس طرح زبانی گفتگو سے ٹوٹ جاتا ہے۔فرق صرف اس قدر ہے کہ اس کے قائم ہونے کیلئے طرفین کی رضامندی مشروط[2] تھی اور اس کا باقی رکھنا یا توڑ دینا صرف شوہر کے اختیار میں رکھا گیا ہے (عورت کی رضامندی یا ناراضی کو اس میں دخل نہیں[3] ہے)۔

۳۔طلاق کے صفات باعتبار مواقع وحالات: باعتبار حالات طلاق کے صفات (یا احکامی مدارج) حسب ذیل ہیں:

---

(۱) اولیاء کو طلاق کا اختیار نہیں ہے۔(۲) نیز نکاح کیلئے گواہوں کا وجود ضروری تھا اور طلاق کیلئے ضروری نہیں۔(۳) مثلاً شوہر تعلق نکاح کو توڑ دینا چاہے اور طلاق دے دے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔خواہ عورت منظور کرے یا نہ کرے۔

(۱) حرام ہے اگر طلاق بدعی[1] ہو۔
(۲) مکروہ ہے اگر بہ نیت ضرر رسانی بے وجہ اور بے ضرورت طلاق دی جائے۔
(۳) مباح ہے اگر کسی ایسی وجہ سے طلاق دی جائے جو دین سے تعلق نہ رکھتی ہو۔
(۴) مستحب ہے اگر کسی دینی وجہ سے طلاق دی جائے (مثلاً زوجہ اس کو یا اس کے اعزہ کو تکلیف دیتی ہو یا نماز نہ پڑھتی[2] ہو)۔
(۵)۔ واجب ہے اگر طلاق نہ دینے میں نقصان مال یا جان کا خوف[3] ہو یا زوجہ کے حقوق کی عہدہ برآئی نہ[4] ہو یا طلاق دینے کا ماں[5] باپ نے احکام شرعیہ کے تحت حکم دیا ہو۔

۴۔ **طلاق کے ارکان:** طلاق کے مقررہ الفاظ کا کہنا رکن طلاق ہے۔

۵۔ **طلاق کے شرائط:** طلاق کے شرائط حسب ذیل ہیں:
(۱) **عورت کا مرد کے نکاح میں ہونا**، اگر کوئی اپنی منکوحہ کے سوا کسی اور عورت کو طلاق دے یا اپنی منکوحہ مطلقہ[6] کو عدت کے اندر طلاق دے تو صحیح نہ ہوگی[7]۔
(۲) **شوہر کا بالغ ہونا**، نابالغ شوہر کی طلاق واقع نہ ہوگی۔
(۳) **شوہر کا عاقل ہونا**، بے عقل اور مجنون کی طلاق صحیح نہیں۔ اسی طرح حالت نیند میں طلاق دی جائے تو واقع نہ ہوگی۔
(تنبیہ) حالت نشہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جائیگی۔

---

(۱) مثلاً حالت حیض میں طلاق دینا (تنبیہ) طلاق بدعی کی تعریف آگے آئے گی۔ (۲) اور فرائض کا ترک کرنا بھی ترک نماز کے مثل ہے۔ (تنبیہ) اگر کوئی عورت بری عادتوں سے باز نہ آتی ہو اور توقع ہو کہ طلاق دینے سے اس کو تنبیہ ہوگی تو اس صورت میں بھی ایک طلاق رجعی دینا مستحب ہے۔ (۳) عورت طلاق کی خواستگار ہو اور طلاق نہ دے تو عورت کے اعزہ لوٹ لینے یا مار ڈالنے پر آمادہ ہوں۔ (۴) مثلاً حسب دستور زوجہ کو نہ رکھتا ہو یا شوہر عنین یا خصی ہو (۵) ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے (حضرت عبداللہ بن عمر) سے فرمایا کہ تم اپنی بی بی کو طلاق دیدو تو انھوں نے طلاق نہیں دی۔ یہ خبر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپ نے حکم دیا کہ طلاق دیدو کیونکہ باپ کی خوشی سے خدا خوش ہوتا ہے اور باپ کی ناراضی سے خدا ناخوش ہوتا ہے۔ (۶) جس کو طلاق بائن دی گئی ہو۔ (۷) جبکہ اس میں اِخبار کا احتمال ہو۔

(۴) **الفاظ طلاق کا مفہوم سمجھنا**، یعنی یہ جاننا کہ ان الفاظ سے طلاق ہو جاتی ہے اگر یہ نہ جانتا ہو تو طلاق نہ ہوگی[1]

تنبیہ اول (۱) ان امور کے سواء اور کوئی چیز طلاق کے صحیح ہونے میں مشروط نہیں ہے حتی کہ اگر کوئی شخص

الف۔ کسی کی زبردستی یا مجبور کرنے سے طلاق کا لفظ منہ سے نکال دے۔ یا

ب۔ کسی کی زبان سے بلا قصد طلاق کا لفظ نکل جائے۔ یا

ج۔ کوئی نادانی اور کم فہمی سے طلاق دے دے۔ یا

د۔ ہنسی مذاق میں طلاق دے دے۔ یا

ہ۔ غصہ کی حالت[2] میں طلاق دیا ہے۔ یا

و۔ نشہ پی کر حالت نشہ میں طلاق دے دے

تو ان سب صورتوں میں طلاق واقع ہو جائیگی۔

(۲) طلاق کے لئے گواہ کا ہونا بھی شرط نہیں۔ (اگر ہوں تو بہتر ہے)۔

(۳) طلاق کے وقت عورت کی حضوری بھی شرط نہیں (عورت کے غیاب میں بھی طلاق دی جائے تو واقع ہو جائے گی)۔

(۴) طلاق کے لئے کسی زبان کی بھی خصوصیت نہیں، جس زبان میں دی جائے درست ہے۔

(۵) طلاق کے الفاظ کا زبان سے ادا ہونا ضروری نہیں بلکہ تحریر کے ذریعے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

توضیح: (۱) اس تحریر سے جو مرسوم یعنی بشکل طلاق نامہ ہو طلاق بلا نیت بھی واقع ہو جاتی ہے لیکن

---

(۱) یہ اس صورت میں ہے جبکہ صریح الفاظ سے طلاق نہ دی گئی ہو۔ (۲) البتہ اگر کسی پر غصہ کا اس درجہ غلبہ ہو کہ اس کی عقل بالکل زائل اور اس پر جنون کی سی کیفیت طاری ہوگئی ہو کہ بلا قصد زبان سے الفاظ نکلنے لگیں اور جو کچھ کہہ رہا ہو نہ سمجھتا ہو کہ کیا کہہ رہا ہے تو ایسی مدہوشانہ حالت کی طلاق قابل اعتبار نہیں۔

اس تحریر سے جو غیر مرسوم ہو یعنی بصورت طلاق نامہ نہ ہو اس وقت واقع ہوگی جبکہ وہ تحریر طلاق کی نیت سے عمل میں آئے (اس خصوص میں غائب وحاضر دونوں کی تحریر کا یکساں حکم ہے)۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی کی زبردستی یا مجبور کرنے سے طلاق نامہ لکھ دے مگر زبان سے طلاق کا لفظ نہ نکالے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

(۳) گونگے کی طلاق اشارہ سے ہوجائیگی اور اگر وہ لکھنا جانتا ہو تو بہتر یہ ہے کہ تحریر کے ذریعہ طلاق دے۔

تنبیہ دوم: وقوع طلاق کیلئے طلاق کی نسبت عورت کی طرف ہونی ضروری ہے ورنہ طلاق واقع نہ ہوگی مثلاً زوجہ کو مخاطب کر کے کہے کہ ''میں نے تجھ کو طلاق دی'' یا زوجہ کی طرف سے اشارہ کر کے کہے کہ ''اس کو طلاق ہے'' یا اس کا نام لے کر کہے کہ ''حمیدہ کو طلاق ہے''۔ یا یوں کہے کہ ''میری زوجہ کو طلاق ہے''۔

ف: جس طرح نکاح وکیل کے ذریعے درست تھا اسی طرح طلاق بھی وکیل کے ذریعہ درست ہے۔

۶۔طلاق کے اقسام: اولاً طلاق کی باعتبار اس کے طریقے کے دو قسمیں ہیں (۱) سنی (۲) بدعی۔

پھر طلاق کی باعتبار اس کے اثر کے بھی دو قسمیں ہیں۔(۱) رجعی (۲) بائن۔

ان سب کی تعریفات سلسلہ وار درج ذیل ہیں۔

الف۔طلاق سنی: وہ طلاق ہے جو طریقہ مسنونہ کے موافق دی گئی ہو اس کو طلاق مسنون بھی کہتے ہیں (مسنون ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ طلاق دینے سے ثواب ملے گا بلکہ یہ مطلب ہے کہ اگر کسی وجہ سے کوئی شخص طلاق دینے پر آمادہ ہی ہو تو اس کو یہ طریقہ اختیار کرنا مسنون ہے۔رہی خود طلاق تو وہ جس نیت سے دی جائے اس نیت کے اچھے برے ہونے پر طلاق کا اچھا برا ہونا موقوف رہے گا)۔

طلاق سنی کی بھی دو قسمیں (۱) طلاق احسن (۲) طلاق حسن۔

(۱) طلاق احسن: وہ طلاق ہے جس کے موافق طریقہ مسنونہ ہونے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہو۔اس کی صورت یہ ہے کہ: شوہر اپنی زوجہ کو ایک طلاق رجعی اس طہر[۱] (پاکی) میں دے جس میں جماع[۲] نہ ہوئی ہو۔ پھر دوسری طلاق نہ دے یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے (یعنی ایک ہی طلاق پر اکتفاء کرے)۔

(۲) طلاق حسن: وہ طلاق ہے جس کے موافق طریقہ مسنونہ ہونے میں بعض ائمہ کا اختلاف ہو۔اس کی صورت یہ ہے کہ

الف۔زوجہ غیر مدخولہ کو (بلا لحاظ طہر وحیض) ایک طلاق رجعی دی جائے۔

ب۔ زوجہ مدخولہ کو تین طلاقیں بتفریق[۳] (یعنی الگ الگ) تین طہر میں دی جائیں جن میں جماع نہ ہوئی ہو۔

(**تنبیہ**) جس عورت کو حیض نہ آتا[۴] ہو اس کو تین طلاقیں بتفریق تین مہینوں میں دی جائیں۔

ب۔طلاق بدعی: وہ طلاق ہے جو طریقہ مسنونہ کے خلاف دی گئی ہو۔اس کی صورت یہ ہے کہ

(۱)۔زوجہ مدخولہ کو حالت حیض[۵] میں طلاق دی جائے۔

(۲) ۔طہر میں جماع کے بعد طلاق دی جائے۔

(۳)۔طلاق بائن دی جائے۔

(۴)۔ایک ہی طہر میں کئی طلاقیں دی جائیں ۔

(**تنبیہ**) طلاق بدعی کا مرتکب گنہگار ہے اور اس پر واجب ہے کہ اگر طلاق رجعی دی ہو تو

---

(۱) طہر وہ زمانہ جس میں عورت حیض ختم ہو جانے کے بعد پاک رہا کرتی ہے یعنی طہارت یا پاکی کا زمانہ (۲) جس عورت کا حاملہ ہونا ظاہر ہو گیا ہو اس کو اگر اس طہر میں بھی طلاق دی جائے جس میں جماع ہوئی ہو تو وہ بھی طلاق احسن ہے۔(۳) یعنی ہر طہر میں ایک طلاق۔(۴) خواہ کمسنی کی وجہ سے یا بڑھاپے کے سبب سے یا حاملہ ہونے کے باعث۔(۵) حالت حیض میں چونکہ بعض طبائع کو عورت سے تنفر ہو جاتا ہے اس لئے اس زمانہ میں طلاق کی ممانعت کی گئی کیونکہ ممکن ہے کہ جب یہ تنفر دور ہو جائے تو طلاق نہ دے۔اسی طرح (طلاق بدعی کی) ہر صورت میں ممانعت کی حکمت پوشیدہ ہے۔طلاق بدعی کی ممانعت سے بھی شریعت کا یہی مقصود ہے کہ طلاق کی رسم کم ہو۔

عدت گزرنے سے قبل رجوع کرلے اور اگر طلاق بائن خفیفہ دی ہو یا طلاق رجعی عدت گزر جانے کے باعث طلاق بائن ہوگئی ہو تو ان صورتوں میں پھر جدید نکاح کرلے۔

ج۔ طلاق رجعی[1]: وہ طلاق ہے جس میں شوہر کو عدت کے اندر رجوع کا اختیار[2] رہے۔ یعنی جدید نکاح کے بغیر زوجین میں وہی سابقہ نکاح عود کرسکتا ہے لیکن عدت گزر جانے کے بعد طلاق رجعی طلاق بائن ہوجائیگی۔ اور اس صورت میں جدید نکاح کرنا لازم ہوگا۔

د۔ طلاق بائن: وہ طلاق ہے جس میں شوہر کو رجوع کا اختیار[3] نہیں۔ طلاق بائن کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) خفیفہ (۲) غلیظہ۔

(۱) خفیفہ: وہ طلاق جو ایک یا دو دفعہ دی جائے، ایسی طلاق میں عدت کے اندر اور نیز عدت گزر جانے کے بعد پھر زوجین باہم جدید نکاح کرسکتے ہیں۔ (گویا عدت گزر جانے کے بعد اس طلاق کا اور رجعی طلاق کا ایک حکم ہے)۔

(۲) غلیظہ یا مغلظہ: وہ طلاق جو تین دفعہ[4] دی جائے اس طلاق میں پھر جدید نکاح نہیں کرسکتے ہیں بغیر اس کے کہ عورت ختم عدت کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرلے اور اس سے ہمبستری بھی حاصل ہو پھر وہ شخص اس عورت کو طلاق دے دے[5] اور اس طلاق کی عدت بھی گزر جائے (اس کے بعد البتہ پہلے شوہر کیلئے یہ عورت حلال ہوسکتی ہے ایسی عورت کو حلالہ کہتے ہیں)

ے۔ طلاق کے الفاظ: طلاق کے الفاظ دو قسم پر ہیں (۱) صریح (۲) کنایہ۔

(۱) صریح: وہ الفاظ ہیں جو عرفاً طلاق کے سوا کسی اور معنیٰ میں مستعمل نہیں ہوتے جیسے ''میں نے تجھ کو طلاق دی'' یا ''تجھ پر طلاق ہے'' یا ''تو مطلقہ ہے'' وغیرہ۔

---

(۱) اس کی صورت یہ کہ ایک یا دو طلاقیں دے مگر دوسری طلاق عدت کے اندر دے اور طلاق کے ساتھ بائن کا لفظ یا طلاق کی کوئی صفت شامل نہ کرے۔ (۲) کیونکہ اس طلاق سے فوراً نکاح نہیں ٹوٹتا۔ (۳) کیونکہ اس طلاق سے اسی وقت نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ (۴) خواہ بوقت واحد دی جائیں یا بہ دفعات۔ (۵) یا خلع ہوجائے یا وہ (شوہر) مرجائے۔

(۲) کنایہ: وہ الفاظ ہیں جو طلاق کے علاوہ اور معنوں میں بھی مستعمل ہوتے ہیں۔ طلاق کا مطلب صاف صاف ان سے مفہوم نہیں ہوتا جیسے ''میں نے تجھے چھوڑ دیا''۔ ''میں تجھ سے الگ ہوگیا''۔ ''تجھے اپنا اختیار ہے''۔ ''تیری جہاں خوشی ہو چلی جا''۔ ''مجھ سے تجھ سے کچھ واسطہ نہیں'' وغیرہ۔[۱]

۸۔ طلاق صریح کے احکام: (۱) الفاظ صریح سے بلا نیت بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(۲) ان الفاظ صریح ''تجھ کو طلاق دی''۔ یا ''تجھ پر طلاق ہے'' (وغیرہ) سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے' اگرچہ طلاق دینے والا ایک سے زیادہ کی نیت کرے یا طلاق بائن کی نیت کرے یا کچھ نیت نہ کرے۔

(۳) اگر طلاق کے ساتھ بائن کا لفظ یا طلاق کی کوئی صفت بھی مذکور ہو مثلاً یوں کہے کہ ''تجھ کو طلاق بائن دی'' یا ''بدترین طلاق دی'' یا ''سخت ترین طلاق دی'' (وغیرہ) تو ان صورتوں میں طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر تین[۲] طلاقوں کی نیت کی جائے تو تین ورنہ ایک طلاق بائن ہوگی۔

(۴) اگر کسی نے طلاق کو مکرر کہا مثلاً یوں کہا کہ ''تجھے طلاق دی' طلاق دی'' یا تجھ پر طلاق ہے طلاق ہے'' تو ایسی حالت میں جتنی مرتبہ طلاق کی تکرار ہوگی اتنی ہی طلاقیں واقع ہوں گی۔

(۵) الفاظ طلاق کو بگاڑ کر کہنے سے بھی طلاق واقع ہو جائیگی۔ جیسے تلاک' تلاخ' طلاغ وغیرہ۔

۹۔ طلاق غیر مدخولہ: (۱) غیر مدخولہ وہ عورت ہے جس سے صرف نکاح ہوا ہو اور جماع یا خلوت صحیحہ کی نوبت نہ آئی ہو۔

توضیح: خلوت صحیحہ نام ہے زوجین کے ایک جگہ جمع ہونے کا اس طور پر کہ کوئی چیز جماع سے مانع نہ ہو (اگر کوئی چیز مانع ہو تو پھر وہ خلوت صحیحہ نہیں بلکہ خلوت فاسدہ ہے)۔

---

(۱) کہ یہ الفاظ کبھی ناخوشی اور نارضامندی ظاہر کرنے کیلئے بھی کہے جاتے ہیں اور طلاق پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ (۲) یہ حکم آخر الذکر صورت کے ساتھ خاص ہے یعنی جب کوئی صفت مذکور ہو۔

موانع جماع حسب ذیل ہیں:

الف: مانع حسی جیسے مرض (جس کی وجہ سے جماع ممکن نہ ہو یا مضر ہو) یا زوجین میں سے کوئی غایت درجہ کمسن ہو یا کوئی تیسرا شخص[1] وہاں موجود ہو (اگر چہ وہ نابینا ہو یا سورہا ہو) یا کسی کے آجانے کا اندیشہ ہو یا وہ مقام مسجد ہو۔

ب: مانع شرعی جیسے روزہ رمضان یا احرام حج وغیرہ۔

ج: مانع طبعی جیسے حیض وغیرہ

(**تنبیہ**) شوہر کا عنین یا خصی ہونا منافی خلوت نہ ہوگا۔

(۲) زوجہ غیر مدخولہ کو صرف ایک طلاق دینے سے طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔

(۳) اگر زوجہ غیر مدخولہ کو تین طلاقیں بوقت واحد دی جائیں تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اگر بتفریق دی جائیں تو وہ پہلی ہی طلاق سے بائنہ ہو جائیگی۔ دوسری و تیسری طلاق اس پر واقع نہ[2] ہوگی۔

۱۰۔ طلاق کنایہ کے احکام: (۱) الفاظ کنایہ سے بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کوئی قرینہ موجود ہو تو قضاءً واقع ہو جائیگی۔ یعنی قاضی (مسلمان حاکم عدالت) بلا لحاظ نیت محض قرینہ کی وجہ سے وقوع طلاق کا حکم دے گا۔

قرینہ سے مراد طلاق دینے کی حالت ہے۔

طلاق دینے کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔

الف: حالت رضا یعنی زوجین میں کوئی جھگڑا فساد نہ ہو۔

---

(۱) البتہ اگر یہ تیسرا شخص کوئی ناسمجھ بچہ یا بے ہوش آدمی ہو تو پھر مانع متصور نہ ہوگا۔ (۲)۔ تین طلاق واقع نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس عورت سے پھر دوبارہ وہی شخص نکاح کر سکتا ہے اور تین طلاق واقع ہو جانے پر حلالہ ہوئے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا۔

ب: حالت غضب یعنی زوجین میں جھگڑا فساد ہو یا شوہر غصہ کی حالت میں ہو

ج: حالت مذاکرہ طلاق یعنی اپنی بی بی کے طلاق کا تذکرہ ہو رہا ہو خواہ بی بی سے یا اور کسی سے۔

اور الفاظ کنایہ بھی تین قسم کے ہیں:۔

الف: ردّ یعنی وہ الفاظ جو عورت کے سوال طلاق کا رد بھی ہو سکتے ہیں اور جوابِ طلاق کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں جیسے ''نکل جا[۱]''۔ ''چلی جا''۔ ''اٹھ'' وغیرہ۔

ب: سبّ: یعنی وہ الفاظ سے گالی یا اظہار غضب بھی مراد ہو سکتا ہے اور جواب طلاق کا بھی احتمال ہو سکتا ہے۔ مثلاً ''تو خالی[۲] ہے'' ''تو بری ہے'' ''تو بائنہ ہے'' وغیرہ۔

ج۔ نہ ردّ نہ سبّ: یعنی وہ الفاظ جو (سوال طلاق کا) نہ رد ہیں نہ گالی ہو سکتے ہیں بلکہ صرف جواب ہو سکتے ہیں جیسے ''عدت میں بیٹھ''۔ ''اپنا رحم صاف کر''۔ ''تو اکیلی ہے'' وغیرہ۔

پس حالت رضا میں بغیر نیت کے طلاق واقع نہیں ہوتی (خواہ کسی قسم کے الفاظ کا استعمال ہو) اور نیت کے کرنے نہ کرنے میں شوہر کا حلفی بیان معتبر ہے اور حالت غضب میں پہلے دو قسموں کے الفاظ نیت پر موقوف رہیں گے۔ اگر نیت کی جائے گی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ واقع نہ ہوگی اور تیسری قسم کے الفاظ سے بغیر نیت کے بھی (قضاءً) طلاق واقع ہو جائیگی۔

اور حالت مذاکرہ طلاق میں صرف پہلی قسم کے الفاظ نیت پر موقوف رہیں گے۔ اخیر دو قسموں کے الفاظ نیت پر موقوف نہ ہوں گے بلکہ بغیر نیت بھی طلاق واقع ہو جائیگی۔

(تنبیہ) بنظر سہولت مزید توضیح ذیل میں طلاق کی تین حالتوں اور الفاظ کنایہ کی تینوں قسموں اور ان کے احکام کا نقشہ دیا جاتا ہے:

---

(۱) ''نکل جا'' سے طلاق بھی مراد ہو سکتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شوہر کا عورت کو طلاق دینا منظور نہیں اس لئے اس نے کہا کہ سامنے سے نکل جا (۲) اگر لفظ ''خالی'' سے مراد خوبیوں سے خالی ہے ہو تو وہ گالی ہوئی اور ''نکاح سے خالی ہے'' ہو تو جواب طلاق ہوا۔

	رد	سب	نہ رد نہ سب
	نکل جا، چلی جا، اٹھ وغیرہ	خالی ہے، بَری ہے، بائنہ ہے وغیرہ	عدت میں بیٹھ، اپنا رحم صاف کرٗ تو اکیلی ہے وغیرہ
رضا	نیت لازم ہے	نیت لازم ہے	نیت لازم ہے
غضب	نیت لازم ہے	نیت لازم ہے	نیت لازم نہیں
مذاکرہ طلاق	نیت لازم ہے	نیت لازم نہیں	نیت لازم نہیں

(۲) ''عدت میں بیٹھ''۔ ''اپنے رحم کو صاف کر''۔ ''تو اکیلی (بے شوہر) ہے'' ان لفاظ کنایہ کے استعمال سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ان کے سوا باقی تمام الفاظ کنایہ سے طلاق بائن واقع ہوگی جیسے''تو بائن ہے''۔ ''تو حرام ہے''۔ ''تو خالی ہے''۔تو بَری ہے''۔ ''میں نے تجھے چھوڑ دیا''۔ ''میں تجھ سے الگ ہوگیا''۔ ''تجھے اپنا اختیار ہے''۔ ''پردہ کر''۔ دور ہو''۔ ''باہر نکل'' ''چلی جا'' ''دوسرا شوہر ڈھونڈ لے'' وغیرہ۔

(تنبیہ) ''تو حرام ہے'' اس لفظ کو فی زمانہ بلحاظ عرف الفاظ صریح میں شمار کیا گیا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص اپنی بی بی سے کہے کہ ''میں نے تجھے آزاد کر دیا'' اور اس سے طلاق مراد لے تو طلاق واقع ہو جائیگی۔

(تنبیہ) الف: طلاق کے تجزیہ یعنی ٹکڑے کرنے مثلاً ''نصف طلاق دی'' یا ''ربع طلاق دی'' کہنے سے ایک طلاق واقع ہوگی اور اس کی (یعنی طلاق کے تجزیہ کی) بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ترکیب عبارت کے بدلنے سے بعض اوقات دو طلاق اور بعض اوقات تین طلاق بھی واقع ہو جاتی ہیں۔

ب: طلاق کی حد شریعت نے تین سے زیادہ نہیں مقرر فرمائی۔اگر کسی نے چار یا پانچ طلاقیں دیں تو بھی تین ہی طلاقیں واقع ہوں گی۔

۱۱۔ رجعت کے احکام: (۱) زوجہ کو ایک یا دو طلاق رجعی دے کر پھر عدت کے اندر

رجوع کرنے اور بدستور نکاح کو قائم رکھنے کا نام رجعت ہے۔
(۲) رجعت صرف طلاق رجعی میں ہوسکتی ہے۔ عدت گزر جانے یا طلاق بائن دے چکنے کے بعد رجعت نہیں ہوسکتی بلکہ طلاق بائن خفیفہ میں نکاح کی تجدید اور طلاق بائن مغلظہ میں عورت کا حلالہ[۱] ہونا لازم ہے۔
(۳) رجعت میں عورت کی رضامندی شرط[۲] نہیں۔ اسی طرح گواہ کی موجودگی بھی ضروری نہیں[۳]۔ البتہ عورت کو آگاہ کیا جائے اور دو گواہ بھی کر لئے جائیں تو یہ رجعت سنی (یعنی سنت کے موافق ہے) اور اگر گواہ نہ ہوں یا عورت کو آگاہ نہ کیا جائے تو یہ رجعت بدعی (یعنی سنت کے خلاف) ہے۔
(۴) رجعت قولی وفعلی دونوں طرح درست ہے۔
قولی: یہ کہ شوہر خود زوجہ سے کہہ دے ''میں طلاق سے رجوع کرتا ہوں''۔ یا ''میں تجھ کو روک لیتا ہوں''۔ یا ''تجھ کو نہیں چھوڑتا'' وغیرہ یا کسی اور شخص سے کہے کہ ''میں طلاق سے رجوع کیا'' یا ''باز آیا'' وغیرہ۔
فعلی: یہ کہ زوجہ سے جماع کرے یا ایسے امور کرے جو اس کے قائم مقام ہوں۔
(۵) رجعت سے عورت بدستور شوہر کی زوجیت میں رہے گی اور جدید نکاح کی ضرورت نہ ہوگی۔
۱۲۔ ایلاء کے احکام : (۱) چار مہینے یا اس سے زیادہ مدت تک اپنی بی بی کے قریب نہ جانے (جماع نہ کرنے) کی قسم کھا لینے[۴] کا نام ایلاء ہے۔ (۲) ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر شوہر قسم توڑ ڈالے یعنی چار مہینے کے اندر پھر بی بی سے جماع کر لے تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا اور اگر اپنی

(۱) یعنی عورت ختم عدت کے بعد کسی اور شخص سے نکاح صحیح کر لے اور اس سے ہمبستری بھی حاصل ہو پھر وہ شخص اس عورت کو طلاق دیدے اور اس طلاق کی عدت بھی گزر جائے۔ (۲) بلکہ عورت ناراض بھی ہو تو شوہر رجعت کر سکتا ہے۔ (۳) بغیر گواہ کے بھی رجعت ہوسکتی ہے۔ (۴) مثلاً بی بی سے کہنا ''واللہ چار مہینے تک تیرے قریب نہ آوں گا'' (تجھ سے جماع نہ کروں گا)۔

قسم پر قائم رہے یعنی چار مہینے تک جماع نہ کرے تو زوجہ پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔
(تنبیہ) کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو دو وقت شکم سیر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑا دے۔ اگر ان امور کی استطاعت نہ ہو تو پے در پے تین روزے رکھے۔[1]
(۳) چار مہینے سے کم مدت تک جماع نہ کرنے کی قسم کھانے سے ایلاء نہیں ہوتا۔ البتہ جتنے دن کی قسم کھائی ہے اتنے دن سے پہلے جماع کرلے تو قسم توڑنے کا کفارہ لازم آئے گا اور اگر جماع نہ کرے تو قسم پوری ہو جائے گی اور عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

۱۳۔ خلع کے احکام: (۱) زوجہ سے کچھ عوض[2] لیکر عقد نکاح کو زائل کر دینے کا نام خلع ہے۔

توضیح: اگر زوجین میں ناموافقت ہو اور کسی طرح نباہ نہ ہوسکے نیز مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت مجاز ہے کہ اپنا مہر معاف کردے کر یا کچھ مال دے کر شوہر سے اپنی گلوخلاصی کرائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے کہے 'میرا مہر جو تیرے ذمہ ہے اس کے یا موجودہ زرنقد (وغیرہ) کے عوض میری جان چھوڑ دے''۔ شوہر کہے ''میں نے چھوڑ دی'' اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور جو کچھ زرنقد وغیرہ دینے کا زوجہ نے وعدہ کیا ہو اس کا دینا لازم آئے گا۔
اگر ناموافقت کی بنیاد یا زیادتی عورت کی طرف سے ہو تو اس صورت میں شوہر کو مال لیکر خلع کرنا درست ہے (لیکن جتنا مہر دیا ہو اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے)۔ اور اگر زیادتی شوہر کے طرف سے ہو جس سے عورت بمعافی یا واپسی مہر (وغیرہ) خلع لینے پر مجبور ہو جائے تو اس طرح خلع کرنا گناہ اور مال لینا مکروہ تحریمی بلکہ حرام ہے۔ نیز عورت کو بلا ضرورت خلع کی درخواست کرنا حرام ہے۔
(۲) خلع کے شرائط وہی ہیں جو طلاق کے ہیں (مثلاً عورت کا منکوحہ ہونا، شوہر کا عاقل و بالغ ہونا) البتہ خلع کی تقدیم عورت کی طرف سے ہوتی ہے۔

---

(۱) ان ایام میں جن میں روزہ رکھنا منع نہ ہو۔ (۲) بشرطیکہ وہ عوض مہر ہوسکتا ہو یعنی جس چیز کا مہر ہونا جائز ہے اس کا بدل خلع ہونا بھی درست ہے۔

(۳) خلع سے ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے۔

(۴) خلع کرنے کے بعد شوہر زوجہ سے رجوع نہیں کر سکتا تاوقتیکہ عقد جدید نہ ہو۔

(۵) خلع کے بعد عورت پر عدت لازم آئے گی اور زمانہ عدت کا نفقہ بھی شوہر کو دینا ہوگا البتہ اگر شوہر نے کہہ دیا ہو کہ ''میں نفقہ نہ دوں گا''۔ تو پھر نفقہ واجب نہ ہوگا۔

(۶) نابالغہ لڑکی کے باپ کو لڑکی کی طرف سے خلع کرانے کا اختیار ہے۔ لیکن مال واجب نہ ہوگا اور طلاق بائن واقع ہو جائیگی۔

(۷) نابالغ لڑکے کا باپ خلع کا مجاز نہیں۔

(۸) عورت کو ڈرا دھمکا کر یا مار پیٹ کر کے خلع کرانے پر مجبور کیا جائے تو طلاق واقع ہو جائے گی لیکن اس پر مال واجب نہ ہوگا اور نہ مرد کے ذمہ سے مہر ساقط ہوگا۔

۱۴۔ ظہار کے احکام: (۱) ظہار سے مراد (شرع میں) اپنی منکوحہ[۱] کو کسی ایسی عورت[۲] سے تشبیہ دینا[۳] ہے جو ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہو (مثلاً ماں، بہن، بیٹی وغیرہ)۔

(۲) اگر شوہر اپنی بی بی سے کہے کہ ''تو مجھ پر میری ماں یا بہن یا بیٹی وغیرہ کی پشت کی مثل ہے'' تو اس سے ظہار ثابت ہوگا۔

(۳) اگر کسی نے اپنی بی بی سے کہا کہ ''تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں'' تو اس کہنے سے بی بی کی عزت و بزرگی مقصود ہو یا کچھ نیت ہی نہ ہو تو کچھ نہ ہوگا اور اگر ظہار کی نیت ہو تو ظہار ثابت ہوگا یا طلاق کی نیت ہو تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔

(۴) ظہار کا حکم یہ ہے کہ (اگرچہ عورت اس کے نکاح میں رہے گی لیکن) جب تک اس کا کفارہ ادا نہ ہو اس سے جماع یا لوازم جمع کرنا حرام ہے اور جب کفارہ دے دے تو پھر زوجین پہلی حالت پر آجائیں گے (پھر سے نکاح کی ضرورت نہیں)۔

---

(۱) یا منکوحہ کے پورے جسم یا جزو شائع کو (جس سے پورا جسم مراد ہو سکتا ہے)۔ (۲) یا اس کے ایسے جزو سے جس کی طرف نظر کرنا حرام ہو (۳) اگر تشبیہ نہ دے بلکہ یوں کہے ''تو میری ماں ہے'' تو ظہار نہ ہوگا۔

(۵) ظہار کا کفارہ اسی طرح ہے جس طرح روزہ توڑ ڈالنے کا ہوتا ہے یعنی ایک غلام[1] آزاد کرے، اگر اسکی استطاعت نہ ہوتو پے در پے[2] دو مہینے[3] روزے رکھے اگر روزے رکھنے کی بھی طاقت نہ ہوتو ساٹھ مسکینوں کو شکم سیر دو وقت کھانا کھلائے اور اگر ایک ہی مسکین کو دو مہینے دو وقتہ کھلائے تو بھی جائز ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص ظہار کے بعد کفارہ ادا کرنے سے قبل عورت سے جماع کرے یا ایسے امور جو قائم مقام جماع ہوں تو اس صورت میں توبہ واستغفار کرنا چاہیئے[4]۔

۱۵۔ لعان کے احکام: (۱) لعان سے یہ مراد ہے کہ جب شوہر اپنی زوجہ پر چار گواہوں کے بغیر زنا کی تہمت لگائے اور چار گواہ لانے سے قاصر رہے تو شریعت نے طرفین پر حسب ذیل قسم لازم کردی ہے۔ پس شوہر پہلے قسم کھائے یعنی قاضی (مسلمان حاکم عدالت) کے روبرو کھڑے ہوکر چار دفعہ اس طرح کہے "میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو تہمت زنا کی میں نے اس کو لگائی ہے اس میں میں سچا ہوں"۔ اس کے بعد پانچویں دفعہ کہے "اگر میں اس میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو"۔ اس کے بعد عورت چار مرتبہ اس طرح کہے "میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اس نے جو تہمت مجھ پر لگائی ہے اس میں وہ جھوٹا ہے"۔ اور پانچویں مرتبہ کہے "اگر اس تہمت لگانے میں وہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو"۔ جب دونوں قسم کھا چکیں تو قاضی (مسلمان حاکم عدالت) دونوں میں تفریق کرادے۔ اس تفریق سے ایک طلاق بائن پڑ جائے گی۔

(۲) شوہر کو اختیار رہے کہ قاضی (مسلمان حاکم عدالت) کی تفریق سے قبل بطور خود طلاق کے ذریعہ تفریق کردے۔

---

(۱) اس زمانہ میں معدوم ہے۔ (۲) اگر اس اثناء میں عورت سے جماع کرے تو پھر از سر نو روزے شروع کرے۔ (۳) ان ایام میں جن میں رمضان شریف واقع نہ ہو اور نہ ایام ممنوعہ جن میں روزہ رکھنا حرام ہے واقع ہوں۔ (۴) کیونکہ دوسرا کفارہ واجب نہیں ہوتا البتہ پھر جماع سے احتراز لازم ہے۔

(۳) اس قسما قسمی اور تفریق کا عمل جب ہی ہوگا کہ زوجین عاقل و بالغ ہوں اور ان میں نکاح صحیح ہوا ہو اور لعان کے وقت زوجیت کا علاقہ باقی ہو اور ایسے ہوں جن کی گواہی قاضی (مسلمان حاکم عدالت) کے پاس قابلِ اعتبار ہو یعنی محدود القذف نہ ہوں اگرچہ اندھے اور فاسق ہوں۔

۱۶۔عدت کے احکام: (۱) **عدت** اس انتظار کو کہتے ہیں جو طلاق یا شوہر کی وفات کے بعد منکوحہ عورت پر لازم ہے تاکہ پہلے نکاح کا جو اثر باقی رہا ہو وہ زائل ہو جائے۔ (اس سے مقصود حفاظت نسب ہے) اور اس کے بعد عورت کو پھر دوبارہ نکاح کر لینے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔

(۲)۔ **عدت** کا وجوب عورت پر تین وجہ سے ہوتا ہے:

۱۔ بوجہ طلاق۔ ۲۔ بوجہ فسخ نکاح۔ ۳۔ بوجہ وفات شوہر

(۳) **عدت طلاق:** (خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن خفیفہ یا بائن مغلظہ) مدخولہ عورت کے لئے تین حیض[۱] کامل ہے جبکہ حیض آتا ہو ورنہ تین مہینے مقرر ہیں۔

اور اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل تک ہے۔

اور غیر مدخولہ عورت پر (جس سے جماع یا خلوت صحیحہ نہ ہوئی ہو) عدت واجب[۲] نہیں۔

(۴) **عدت فسخ نکاح** بھی وہی ہے جو عدت طلاق ہے۔

(۵) **عدت وفات:** چار مہینے دس یوم ہے۔ (خواہ منکوحہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، حائضہ ہو یا غیر حائضہ، صغیرہ ہو یا کبیرہ، مسلمہ ہو یا کتابیہ) اور اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل[۳] تک ہے۔

(۶) معتدہ کو قبل اختتام عدت شوہر کے گھر سے نکلنا جائز نہیں۔

(۷) زنا سے عدت لازم نہیں آتی۔

(۸) **عدت بمجرد** طلاق یا وفات شوہر شروع ہوتی اور میعاد معیّنہ مذکورہ کے اختتام پر ختم

(۱) اگر طلاق اندرون حیض دی جائے تو اس حیض کا شمار نہ ہوگا۔ (۲) پس بفور طلاق اس کا نکاح دوسرے شخص سے جائز ہے۔ (۳) حتی کہ اگر وفات شوہر کے معاً عورت کو وضع حمل ہو جائے تو اسی وقت وہ عورت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے گو بوجہ نفاس اس سے جماع حرام ہے۔

ہو جاتی ہے۔ اگر چہ عورت کو اس کا علم نہ ہو۔
(۹) اگر عدت میں جماع کر کے طلاق دی جائے تو اس طلاق سے از سر نو عدت شروع ہو گی۔
(۱۰) نکاح فاسد، مثلاً کسی عورت سے نکاح کر لینے کے بعد معلوم ہوا کہ ہنوز اس کا شوہر زندہ ہے یا ان دونوں (مرد و عورت) نے بچپن میں ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہے۔ غرض ایسے نکاح میں یہ حکم ہے کہ اگر حقیقت حال کی اطلاع سے قبل مرد نے جماع[1] کی ہو تو عدت واجب ہے۔ (یعنی وقت اطلاع سے جدائی اختیار کی جائے اور عورت عدت میں بیٹھ جائے) اور اگر جماع نہ کی ہو تو پھر عدت واجب نہیں۔
(۱۱) طلاق بائن کے بعد جبکہ طلاق حالت صحت میں دی ہو اگر شوہر اندرون عدت مر جائے تو عدت طلاق لازم ہے۔
(۱۲) طلاق رجعی کے بعد اگر شوہر اندرون عدت مر جائے تو عدت وفات لازم ہے۔
(۱۳) عورت کے مرنے سے مرد پر عدت لازم نہیں آتی[2]

۱۷۔ حضانت کے احکام : (۱) صغیر کے حق پرورش کو حضانت کہتے ہیں۔ حضانت ولایت کے برخلاف ہے۔ ولایت میں باپ اور باپ کا خاندان مقدم ہے۔ حضانت میں ماں اور ماں کا خاندان مقدم ہے۔
(۲) شروط حضانت یہ ہیں۔
(الف) حاضنہ کا آزاد اور بالغہ اور امینہ (امانتدار) ہونا۔
(ب) حاضنہ کا پرورشی پر قادر رہونا۔
(ج) حاضنہ کا زوجِ اجنبی کے نکاح میں نہ ہونا۔
توضیح : (۱) اجنبی وہ ہے جس سے صغیر کو رشتہ محرمیت نہ ہو۔ ۲۔ فاجرہ، فاسقہ، چور، دائی،

(۱) اس میں خلوت صحیحہ داخل نہیں۔ (۲) چنانچہ شوہر اپنی زوجہ کی بہن سے بفور وفات زوجہ نکاح کر سکتا ہے۔ اگر چہ وفات پر ایک روز بھی نہ گزرا ہو۔

خائنہ' غیر مامونہ(۱)(وغیرہ) کوحق پرورش نہیں۔ ۳۔اگر پرورش کرنے والا مرد ہوتو اس سے بھی یہی شروط بجز شرط سوم کے متعلق ہوں گے۔

(۳) حق پرورش نسبی ماں کو حاصل ہے اگرچہ زوج سے تفریق ہوگئی ہو۔ البتہ اگر ماں مرتد ہوجائے تو پھر اس کوحق پرورش نہیں تاوقتیکہ اسلام قبول کرے۔

(۴) مدت حضانت لڑکے کے لئے سات سال اور لڑکی کیلئے مشتہات ہونے یعنی کم از کم نو سال کی عمر تک ہے اور اگر ماں یا نانی مستحق حضانت ہوں تو لڑکی کے بالغہ ہونے تک ان کوحق حضانت حاصل رہے گا۔

(۵) وہ اشخاص جو یکے بعد دیگرے مستحق حضانت ہیں یہ ہیں:

سلسلہ ترتیب حضانت

پہلے ماں' اگر وہ مرجائے یا اپنا حق ساقط کردے(۲) تو نانی اگرچہ بعیدہ ہو (مثلاً ماں کی نانی یا نانی کی نانی) پھر دادی(۳) اگرچہ بعیدہ ہو (مثلاً باپ کی دادی یا دادا کی دادی) پھر بہن (پہلے حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی) پھر بھانجی (پہلے حقیقی پھر اخیافی) پھر خالہ (پہلے حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی) پھر علاتی بھانجی پھر بھتیجی پھر پھوپھی (پہلے حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی) پھر ماں کی خالہ (پہلے حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی) پھر باپ کی خالہ (پہلے حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی) پھر ماں کی پھوپھی (پہلے حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی) پھر باپ کی پھوپھی (پہلے حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی) اس کے بعد عصبات ذکور جس میں مقدم صغیر کا باپ ہے پھر دادا پھر بھائی (پہلے حقیقی پھر علاتی) پھر بھتیجا (پہلے حقیقی پھر علاتی) پھر چچا (پہلے حقیقی پھر علاتی) پھر چچازاد بھائی (پہلے حقیقی پھر علاتی) پھر ذوی الارحام۔

(۱) غیر مامونہ وہ جو ہروقت گھر سے نکلا کرتی ہو اور صغیر کو تباہ حالت میں چھوڑ جاتی ہو۔ (۲) مثلاً اجنبی سے نکاح کرلے۔ (۳) یعنی نانی مرجائے یا حق ساقط کردے۔

(۶) جس عورت کو حق حضانت حاصل ہے وہ اگر صغیر کے کسی ذی رحم رشتہ دار مثلاً چچا وغیرہ سے نکاح کر لے تو حق حضانت زائل نہ ہوگا۔

۱۸۔نفقہ کے احکام: (۱) (شرع میں) کھانا، کپڑا اور رہنے کا مکان نفقہ کہلاتا ہے۔ یہاں نفقہ سے صرف زوجہ کا نفقہ مراد ہے جس سے نکاح صحیح ہوا ہو۔ (۲) زوجہ کا نفقہ شوہر پر واجب ہے (خواہ وہ محتاج ہو یا مالدار، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، مسلمان ہو یا اہل کتاب) اگرچہ شوہر مفلس ومحتاج ہو۔ (۳) اگر زوجہ بالکل صغیرہ (ناقابل جماع وموانست) ہو تو نفقہ واجب نہ ہوگا۔ (۴) نفقہ زوجین کے حسب حال واجب ہے۔ (یعنی دونوں امیر ہوں تو امیرانہ، غریب ہوتوں غریبانہ، اگر ایک امیر دوسرا غریب ہو تو متوسط) نیز مکان ایسا ہو جس میں زوجہ کے لئے بے جا تکلیف کی صورت نہ ہو۔ (۵) اگر زوجہ شوہر کی اجازت سے اپنے ماں باپ کے گھر رہے یا مہر معجّل لینے کے لئے جماع سے انکار کرے تو نفقہ ساقط نہ ہوگا۔ (۶) طلاق کی عدت میں بھی نفقہ واجب رہے گا بشرطیکہ زوجہ شوہر کے گھر مقیم رہے (خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن)۔ (۷) فسخ نکاح اور وفات کی عدت میں نفقہ واجب نہیں (۸) زوجہ مرتدہ، منکوحہ نکاح فاسدہ، معتدہ نکاح فاسدہ، زوجہ ناشزہ[1] جو زوجہ صرف رات یا دن کو شوہر کے پاس رہے، جو اپنے شوہر کے سوا اور محارم کے ساتھ حج کو جائے، جس کو جبراً کسی نے چھین لیا ہو یا جو قید میں ہو، زوجہ مریضہ جو ابھی تک شوہر کے گھر نہ آئی ہو، ان عورتوں کا نفقہ ان کے شوہروں پر واجب نہیں۔

متفرق مسائل: (۱) اگر کسی عورت کا شوہر مفقود ہو یعنی کہیں جا کر ایسا غائب ولاپتہ ہو گیا ہو کہ اس کے حیات ووفات کی خبر نہ ملے تو وہ اس وقت تک انتظار کرے کہ شوہر کی عمر تاریخ ولادت سے نود (۹۰) سال ہو جائے یا اس کے ہم عمر مرجائیں پھر حاکم تفریق کا حکم

---

(۱) ناشزہ وہ عورت ہے جو بلا اجازت شوہر یا بلا عذر شرعی شوہر کے گھر سے نکل جائے۔

دے اور عورت عدت وفات ختم کر کے اگر چاہے دوسرا نکاح کرلے، لیکن حضرت امام مالکؒ کے نزدیک زوج کی مفقودی پر چار سال گزر جائیں تو حاکم تفریق کردے پھر عورت عدت ختم کر کے دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ فی زمانناحنفی حاکم بشرط ضرورت و اضطرار زوجہ مالکی مذہب کے موافق حکم دے سکتا ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص مرتد ہوجائے (اسلام سے پھر جائے نعوذ باللہ) تو اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔

(۳) زوجین یا کسی ایک کی زبان سے کلمات کفر نکل جانے پر توبہ کر کے پھر سے مسلمان ہونا اور نکاح کی تجدید کرنا لازمی ہے۔ (بھلے ہی شوہر، زوجہ سے کم مہر پر پھر نکاح کرلے)

(۴) اگر کافر مع زوجہ مسلمان ہوجائے تو وہی نکاح برقرار رہے گا جو حالت کفر میں ہوا تھا گو وہ اسلام کے خلاف (مثلاً بلا گواہ یا اندرون عدت) ہوا ہو۔ البتہ محارم ہوں تو تفریق ضروری ہے۔

(۵) لڑکی بیاہ دینے کا معاہدہ یا رسم منگنی وغیرہ لزوم نکاح کیلئے شرعاً قابل اعتبار نہیں۔

(۶) مسلمان مرد کو چار عورتوں کے نکاح کی اجازت کے ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ اگر سب کو (کھانا، کپڑا دینے اور عام برتاؤ وغیرہ) میں برابر نہ رکھ سکنے کا خوف ہو تو صرف ایک ہی عورت پر اکتفاء کرے۔

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ .

تمت بالخیر

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً

اوراللہ کے لئے ان لوگوں پر خانہ کعبہ کا قصد کرنا فرض ہے جواس گھر کی طرف راہ پر چلنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

❖ مناسک وفضائل حج وعمرہ ❖ ممنوعات ومکرہات و خطبہ ہائے حج ومقامات قبولیت دعاوبقاع متبرکہ وغیرہ کے بیان میں

مسمیٰ بہ

زاد السبیل الی دار الخلیل

﴿مولفہ﴾

حضرت مولانا مفتی محمد سعد اللہ خاں صاحب علیہ الرحمۃ

ناشر

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ ' حیدرآباد 'الھند

found.

شکرِ حق نعتِ محمد مصطفیٰ بندۂ عاجز سے ہو کیونکر ادا
ہاں مگر اظہار اپنے عجز کا سب سے بہتر ہے بقول[1] مصطفیٰ

امابعد۔ بندہ سراپا گناہ محمد سعداللہ عَفَا[2] اللّٰہُ عَنْہُ مَا جَنَاہ‘ وَ وَفَّقَہ‘ لِمَا یُحِبُّہ‘ وَ یَرْضَاہُ‘ عرض کرتا ہے کہ جب یہ فقیر توفیق الٰہی سے سنہ بارہ سو ستر ہجری میں حج کے ارادہ سے قصبہ دھولیہ تک پہنچا‘ یاران ہمدم و رفیقان راسخ قدم نے التماس کیا کہ مناسک حرمین کو اردو زبان میں لکھیئے اور حج ‘ عمرہ اور زیارات کے مسائل کو عام فہم عبارات میں بیان فرمایئے‘ تا کہ ناواقفوں کو ہدایت اور حجاج کو اعانت ہو‘ لہذا اس عاجز نے اسی شب کو لکھنا شروع کیا اور باوجود دروا روی و بے سروسامانی اور مرض و ناتوانی کے عین سفر بحر و بر میں کچھ کچھ لکھتا رہا۔ الحمدللہ کہ ہنوز بندر ’’مکلی‘‘ تک نہیں پہنچا تھا کہ رسالہ بتوفیق ایزدی تمام ہوا۔ اسی لئے اس کا نام ’’زَادُ السَّبِیْل اِلیٰ دَارِ الْخَلِیْل‘‘ رکھا گیا۔

حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو مصعد قبول پر پہنچائے اور فقیر کو مع دوستان ہم سفر کے حج مبرور نصیب فرمائے[3]۔

---

(۱) وہ قول یہ ہے’’ اَلْعِجْزُ عَنِ الاِدْرَاکِ عَیْنُ الْاِدْرَاکِ ‘‘ ۔(۲) اس نے جو کچھ گناہ کیا اللہ اس کو اس سے معاف کرے اور جس بات کو خود دوست رکھتا اور پسند کرتا ہے اس کی اس کو توفیق دے۔ (۳) الحمدللہ کہ اس رسالہ کے لکھنے کے بعد حق تعالیٰ نے حج و زیارات سے مشرف فرمایا اور اس میں مشاہدہ کے موافق بعض جگہ اصلاح کرنے کا بھی اتفاق ہوا۔

حج کی فرضیت

یقین کرنا چاہئے کہ حج بھی نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی طرح فرض عین اور ارکان اسلام سے ہے۔
حق تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا ہے: ''وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً'' (آل عمران۔آیت ۹۷) ترجمہ: خدا کی بندگی کے لئے ان لوگوں پر خانہ کعبہ کا قصد کرنا واجب ہے جو اس گھر کی طرف راہ چلنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب یہ آیت ''وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ'' الخ نازل ہوئی تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قوموں کو جمع کر کے اس کا حکم سنایا۔اس کو مسلمانوں نے تو مان لیا، لیکن یہود، نصاریٰ، مجوس، صابئین اور مشرکین ان پانچ فرقوں نے نہ مانا تب حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''وَ مَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ'' (آل عمران۔آیت ۹۷) ترجمہ: اور جو نہ مانے (اس سے کہہ دو کہ) اللہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔یعنی جو اس حکم کو بجا نہ لائے اور انکار کرے وہ کافر ہے اور اللہ کو کسی کی عبادت کی حاجت نہیں، الحاصل اس عبادت سے کچھ اللہ کا بھلا نہیں ہوتا بلکہ عبادت کرنے والے کو بھلائی حاصل ہوتی ہے اور اس کے نہ کرنے سے وہ بھلائی کھو کر آپ برا بنتا ہے۔

اور سورہ حج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف خطاب فرمایا ہے ''وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالاً وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ'' (حج۔آیت ۲۷) ترجمہ: (اے ابراہیم) لوگوں کو حج کیلئے پکارو کہ وہ تمہارے پاس آجائیں کچھ تو پا پیادہ اور کچھ دبلی دبلی اونٹنیوں پر جو دور دراز راستہ سے آئیں گے۔اس حکم پر حضرت ابراہیم نے عرض کیا ''مَا یَبْلُغُ صَوْتِیْ'' میری آواز نہیں پہنچے گی۔تب ارشاد ہوا ''عَلَیْکَ الْاَذَانُ وَ عَلَیْنَا الْبَلَاغُ'' تیرا کام پکارنا ہے اور پہنچا دینا ہمارا ذمہ۔پس

حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام[1] پر کھڑے ہوئے اور وہ اتنا اونچا ہوا کہ سب پہاڑوں سے بلند ہوگیا۔ پھر یوں پکارا ’’یٰٓـاَ یُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّکُمْ قَدْ بَنٰی لَکُمْ بَیْتاً وَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ فَاَجِیْبُوْا رَبَّکُمْ ‘‘ اے لوگو! خبردار ہو۔ البتہ تمہارے پروردگار نے تمہارے لئے ایک گھر بنایا اور اس کا حج تم پر فرض کیا ہے، پس تم اپنے رب کا حکم مانو۔ اس ندا پر ہر ایک شخص جس کے نصیب میں حج کرنا تھا اپنے باپ کی پیٹھ یا ماں کے پیٹ سے بول اٹھا ’’لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ ‘‘۔ کہتے ہیں کہ جس نے ایک بار جواب دیا وہ ایک حج کرے گا اور جس نے کئی بار جواب دیا وہ کئی حج کرے گا۔ اور جس نے جواب نہ دیا وہ محروم رہے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے یمن والوں نے جواب دیا تھا اسی لئے یمن کے لوگ اکثر حج کرتے ہیں۔

اس آیت (سورہ حج) سے بھی حج کی فرضیت ثابت ہے۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں کسی اور شریعت کا حکم بیان کرے اور اس کو منسوخ نہ فرمائے تو وہ حکم ہم پر بھی لازم ہوتا ہے اور اگر اسی آیت کے مخاطب ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے تو پھر فرضیت بے تکلف ظاہر ہوتی ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سرورکائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ نے فرمایا ’’بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلیٰ خَمْسٍ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُه‘ وَ رَسُوْلُه‘ وَ اِقَامُ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَاءُ الزَّکٰوةِ وَ الْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ ‘‘ پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے ایک اس بات کی گواہی دینا کہ خدا کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس

(۱) مقام اور حجر اسود دونوں بہشتی پتھر ہیں جن کو حضرت ادریس علیہ السلام نے طوفان کے خوف سے ابوقبیس پہاڑ پر چھپا دیا تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ بنانے لگے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کا نشان بتایا تب وہ ان دونوں کو ابوقبیس سے نکال لائے۔

کے رسول ہیں۔ دوسری ٹھیک نماز پڑھنا۔ تیسری زکوٰۃ دینا۔ چوتھی حج اور پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج بھی نماز' روزے کی طرح ارکان اسلام سے ہے۔ پس جو شخص باوجود قدرت کے حج نہ کرے گا اس کا اسلام پورا نہ ہوگا کیونکہ ہر چیز اپنے جمیع ارکان کے بغیر ناتمام رہتی ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَنْ مَلَکَ زَاداً وَّ رَاحِلَةً تُبَلِّغُه' اِلیٰ بَیْتِ اللّٰہِ وَ لَمْ یَحُجَّ فَلا عَلَیْہِ اَنْ یَّمُوْتَ یَھُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا '' جو توشہ اور ایسی سواری کا مالک ہو جو اس کو بیت اللہ تک پہنچائے اور پھر وہ حج نہ کرے تو اس پر اس کا فرق نہیں کہ یہودی مرے یا نصرانی۔ یعنی اس کا مسلمان' یہودی اور نصرانی ہونا برابر ہے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ یہود و نصرانی حج کے قائل نہیں ہیں۔ اس حدیث سے حج کی فرضیت ثابت ہے اس لئے کہ جس فعل کے نہ کرنے پر وعید وارد ہوتی ہے اس کا کرنا لازم ہوتا ہے۔

صاحب ترمذی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے لیکن مخفی نہ رہے کہ یہ حدیث اور سند سے بھی وارد ہے' چنانچہ مسند دارمی میں ابوامامہ سے اس طرح منقول ہے ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَنْ لَّمْ یَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاھِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَ لَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ اِنْ شَاءَ یَھُوْدِیًّا وَّ اِنْ شَآءَ نَصْرَانِیًّا '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو کوئی ظاہری حاجت یا ظالم بادشاہ یا روکنے والا مرض حج کرنے سے نہ مانع ہو اور وہ بغیر حج کئے مر گیا پس وہ چاہے یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی بنکر۔ الغرض حج کی فرضیت مثل اور ارکان کے ان آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہے' مگر حج تمام عمر میں ایک بار فرض ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا ''یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَیْکُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا فَقَالَ رَجُلٌ اَ کُلَّ عَامٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ فَسَکَتَ حَتّٰی قَالَھَا ثَلٰثًا فَقَالَ : لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَ لَمَا اسْتَطَعْتُمْ

ثُمَّ قَالَ ذَرُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ فَاِنَّمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِکَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَ اخْتِلَافِهِمْ عَلٰی اَنْبِیَائِهِمْ فَاِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اِذَا نَهَیْتُکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَدَعُوْهُ . ''اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس تم حج کرو۔ اس پر ایک مرد[1] نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال فرض ہے؟ پس آپ چپ ہو رہے یہاں تک کہ اس نے اس بات کو تین بار کہا، تب آپ نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو بے شک ہر سال واجب ہو جاتا اور تم ادا نہ کر سکتے۔ پھر فرمایا جب تک میں تم کو چھوڑوں تم بھی مجھے چھوڑ دو کیونکہ اگلی امتیں صرف اپنے پیغمبروں سے زیادہ سوال اور اختلاف کرنے کے باعث ہلاک ہوئی ہیں پس میں جس بات کا حکم دوں اس کو اپنے حتی الامکان بجالاؤ اور جس چیز سے منع کروں اس کو چھوڑ دو۔

مسند امام احمد، نسائی اور سنن دار قطنی میں بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ''وَ الْحَجُّ مَرَّةً فَمَنْ زَادَ تَطَوُّعٌ '' حج عمر بھر میں ایک بار فرض ہے اور جو زیادہ کرے اس کیلئے وہ نفل ہے۔ سنن ابوداؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَنْ اَرَادَ الْحَجَّ فَلْیُعَجِّلْ'' جو حج کا قصد رکھتا ہو وہ جلدی[2] کرے۔ یعنی جس سال میں حج اس پر فرض ہوا اسی سال میں اس کو بجالائے یا مکہ کی طرف سفر کرے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام مالک رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے اور امام محمد اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک فی الفور واجب نہیں اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب سلامتی کا ظن غالب ہو اور اگر مرض یا بڑھاپے کے سبب سے ہلاکی کا ظن غالب ہو تو بالاتفاق فی الفور واجب ہے۔ پس پہلی حالت میں اگر مرنے کے قبل حج کیا تو سب کے نزدیک ادا ہو جائے گا اور گناہ بھی ساقط ہو جائیگا اور اگر بدون حج کرنے کے مر گیا تو بالاتفاق گنہگار رہا اور اختلاف کا اثر یہ

(۱) وہ مرد اقرع بن حابس تھا چنانچہ حدیث ابن عباس میں صریحاً مذکور ہے۔ (۲) روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ '' تعجلوا فی الحج فان احدکم لا یدری ما یعرض له ''یعنی حج میں جلدی کرو اس لئے کہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اس کو کیا چیز عارض ہوگی۔

ہے کہ تعجیل والوں کے نزدیک دیر کرنے والا فاسق مردود الشہادۃ ہے اور تراخی والوں کے نزدیک نہیں[1]، لیکن استطاعت بالاتفاق شرط ہے۔

استطاعت سے مراد یہ ہے کہ مسلمان آزاد، عاقل، بالغ، صحیح البدن اور حاجت اصلی کے سوا زاد و راحلہ پر قادر ہو۔ خواہ حج کے مہینوں میں خواہ اپنے وطن سے سفر کرنے کے وقت، بشرطیکہ راستہ میں امن ہو۔ پس غلام، مجنون، معتوہ (کم عقل) اور لڑکے پر حج فرض نہیں۔ اس لئے اگر لڑکا بالغ ہونے اور غلام آزاد ہونے کے پہلے حج کرے اور اس میں مولا کی اجازت بھی ہوتا ہم حج فرض اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا بلکہ بلوغ اور آزادی کے بعد بشرط استطاعت دوسرا حج لازم ہوگا اور وہ پہلا حج نوافل میں شمار ہوگا۔

ایسے ہی اپاہج، لولے، اندھے، عاجز، مفلوج، بیمار اور شیخ فانی پر بلا مشقت عظیم اپنے آپ سواری پر ٹھہرنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں امام ابوحنیفہ کے نزدیک حج واجب نہیں اور ان لوگوں کے مال پر بھی واجب نہیں جو کسی اور سے حج کرائیں یا مرتے وقت وصیت کریں اور صاحبین کے نزدیک ان کے مال پر واجب ہے اس لئے ان کو لازم ہے کہ کسی اور سے حج کرائیں۔

راحلہ پر قادر ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ سواری کا خود مالک ہو یا کرایہ پر لے سکتا ہو۔ پس عاریت اور اباحت سے راحلہ پر قدرت ثابت نہیں ہوتی۔

اور حاجت اصلی کے سوا زادراہ پر قادر ہونے سے مراد یہ ہے کہ قرض ادا کرنے (اگرچہ وہ بی بی کا مہر ہی کیوں نہ ہو اور گھر کا خرچ اور اہل و عیال و خدام کا نفقہ دینے) اور اثاث البیت کے انتظام کے بعد گھر پر واپس آنے تک کا خرچ اپنے کھانے پینے اور سواری وغیرہ کے موافق رکھتا ہو۔ پس اگر اس کے پاس مکان مسکونہ سے زیادہ مکان ہو جس کو کرایہ پر دیتا ہو یا لباس یا دینی کتابیں

(۱)۔ تراخی والوں کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت نے خود حج کے ادا کرنے میں تراخی فرمائی ہے اس لئے کہ آپ نے دسویں برس حج ادا فرمایا حالانکہ چھٹے سال فرض ہوا تھا۔ تعجیل والے کہتے ہیں کہ یہ تراخی ضرورت کے سبب سے ہوئی لہذا استطاعت ثابت نہیں ہوئی۔

حاجت سے زیادہ ہوں یا طب و نجوم وغیرہ کی کتابیں اپنی ضرورت سے زیادہ رکھتا ہو یا ایسے لونڈی غلام ہوں جس سے خدمت نہ لیتا ہو تو اس کو لازم ہے کہ ایسی چیزوں کو بیچ کر حج کرے۔ اور اگر کسی کے پاس مکان یا لونڈی غلام نہ ہوں مگر نقد اس قدر ہو کہ اس سے حج کر سکے یا مکان مع سامان کے مول لے سکے تو اس صورت میں بھی اسے حج کرنا چاہئے۔

حج کی راہ[۱] میں سوار ہو کر جانا بہتر ہے تا کہ حج ادا کرنے کے وقت بخوبی قوت باقی رہے اور اگر باوجود قدرت کے پیادہ چلے تو بھی جائز ہے اور رات کو چلنا زیادہ بہتر ہے خصوصاً ملک عرب میں۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک استطاعت کے لئے سواری پر قادر ہونا ضروری نہیں' تندرستی اور پیادہ چلنے کی قدرت کافی ہے۔ جو لوگ مکہ کے اطراف میں تین دن کی راہ سے کم فاصلہ پر رہتے ہیں اگر وہ پیادہ چل سکتے ہیں تو سواری ان کیلئے شرط نہیں' البتہ زادراہ ضرور ہے۔ پس جو لوگ بغیر زاد و راحلہ کے دور دراز راہوں سے مانگتے کھاتے حج کو جاتے ہیں نہایت برا کرتے ہیں' اس لئے کہ نفل کے حاصل کرنے کیلئے بھیک مانگنے میں گرفتار ہوتے ہیں اور اکثر ایسے لوگ اور دوسری ضروریات دین کے بھی پابند نہیں ہوتے حالانکہ نماز کا مرتبہ حج سے زیادہ ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ میرا ارادہ ہے کہ محض اللہ پر توکل کروں اور بے سروسامان حج کو جاؤں۔ انھوں نے فرمایا کہ اچھا اکیلا جا۔ قافلہ کے ساتھ نہ جا۔ اس نے کہا میں تنہا تو نہیں جا سکتا۔ فرمایا تو اللہ پر توکل نہیں کرتا ہے، قافلہ کے مال پر توکل کرتا ہے۔

ایسے ہی جب حضرت شبلی رحمہ اللہ حج کو چلے رَے کے فقیروں نے آ کر کہا کہ ہم بھی اللہ پر

۱۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حدیث میں آیا ہے ''لِلْمَاشِیْ فَضْلٌ عَلَی الرَّاکِبِ کَفَضْلِ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ عَلٰی سَائِرِ اللَّیَالِیْ ۔'' یعنی پیادہ کو سوار پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی شب قدر کو باقی راتوں پر۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیادہ حج کرنا بہتر ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اور اس قسم کی دوسری حدیثیں مکہ والوں اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں کے حق میں ہیں کیونکہ ان لوگوں میں پیادہ چلنے سے ضعف کا احتمال نہیں ہے۔

توکل کر کے آپ کے ساتھ چلیں گے۔ انھوں نے کہا چلو بشرطیکہ توشہ ساتھ نہ لو، سوال نہ کرو، کوئی کچھ دے تو قبول نہ کرو۔ اس تیسری شرط میں ان کو عذر رہوا۔ حضرت شبلی نے فرمایا کہ تم کو خدا پر توکل نہیں، لوگوں کے توشے پر توکل ہے۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یمن کے لوگ بغیر خرچ لئے حج کو آتے تھے اور اپنے آپ کو متوکل ٹھہرا کر مکے والوں کو ستاتے تھے تو حق تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی ''وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوىٰ ۔'' (البقرۃ۔ آیت ۱۹۷) ترجمہ: توشہ ساتھ لیا کرو اس لئے کہ توشہ کا بہتر فائدہ سوال سے بچنا ہے۔ زاد و راحلہ سے ہر شخص کی عادت کے موافق توشہ و سواری مراد ہے۔ مثلاً ایک شخص ہمیشہ گوشت کھاتا ہے دال نہیں کھاتا۔ اگر وہ گوشت پر قدرت نہیں رکھتا تو وہ مستطیع نہیں۔ اسی قیاس پر سواری کا حال بھی سمجھ لینا چاہئے۔

امن راہ سے مراد یہ ہے کہ اس میں سلامتی غالب ہو، اگرچہ احیاناً کسی پر آفت بھی آجائے۔ اس بارے میں خشکی و تری دونوں برابر ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جیسا کہ درمختار، برہان، قنیہ، عالمگیری وغیرہ میں مذکور ہے۔ فقیہ کرخی سے کسی نے پوچھا کہ قوم قرامطہ کے خوف سے جو جنگل میں رہتی ہے حج ساقط ہوگا یا نہیں؟ فرمایا جنگل خود آفت سے خالی نہیں ہوتا مثلاً پانی کا کم ہونا، گرمی کا سخت ہونا اور لوؤں کا چلنا یعنی ایسی آفتوں کے احتمال سے استطاعت باطل نہیں ہوتی۔ اور ابوبکر اسکاف نے جو سنہ تین سو چھبیس (۳۲۶) ہجری میں راہ کے عدم امن کا فتویٰ دیا تھا اس کی یہ وجہ ہے کہ اس زمانہ میں لوٹ مار، قطاع الطریق غالب تھی۔ اور برہان میں لکھا ہے کہ اگر سلامتی و ہلاکی دونوں کے احتمال برابر ہوں تو بھی امن کی راہ نہیں۔ یہ سب شرطیں مرد کیلئے ہیں، عورت کیلئے اگرچہ بڑھیا ہو ان شرطوں کے علاوہ اور دو شرطیں ہیں، ایک عدت سے خالی ہونا، دوسرے خاوند یا کسی مرد محرم کا بلا جبر ہمراہ ہونا۔ محرم وہ شخص ہے جس کے ساتھ بوجہ قرابت یا رضاعت یا مصاہرت کے نکاح کبھی جائز نہیں خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، غلام ہو یا آزاد۔

محرم کا زاد و راحلہ عورت پر لازم ہے[1] اور استطاعت کے بعد شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں ہاں، اس حالت میں اس کی ضرورت ہے جبکہ مکہ تک تین دن کی راہ سے کم مسافت نہ ہو اور اگر تین دن سے کم کا سفر ہو تو عورت کا اکیلا جانا جائز ہے، محرم کی حاجت نہیں۔

ظاہر الروایہ یہی ہے، لیکن امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کی ایک روایت میں عورت کو ایک دن کا سفر بھی بغیر شوہر یا محرم کے نہ کرنا چاہئے۔ ملا علی قاری شرح منسک میں لکھتے ہیں کہ اس زمانہ کے فساد کے لحاظ سے اسی روایت پر فتویٰ دینا چاہئے۔ امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک نیک بخت عورتوں کا دیندار مردوں کے ہمراہ ہونا بھی شوہر یا محرم کے قائم مقام ہے اور شوہر کی اجازت بھی شرط ہے۔

فضائل حج و عمرہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ''اَلْعُمْرَۃُ اِلَی الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِمَا بَیْنَهُمَا وَ الْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَہٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّۃَ۔'' ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے۔ حج مبرور حج مقبول کو کہتے ہیں، اس کی علامت یہ ہے کہ حاجی اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے اور اس کا حج محض خدا کیلئے ہو۔ اس میں فخر و ریا وغیرہ کا کچھ دخل نہ ہو۔ بعض محدثین کہتے ہیں کہ اگر حج کرنے والے کے افعال و صفات حج کے بعد پہلے سے بہتر ہو جائیں تو اس کا حج مقبول ہے ورنہ نامقبول۔

صحیحین میں ابو ہریرہؓ سے دوسری روایت اس طرح مذکور ہے کہ جس نے خدا کیلئے حج کیا اور عورتوں سے خواہش کی بات چیت نہ کی اور ساتھ والوں سے گالی گلوج جھگڑا نہ کیا وہ پلٹتے وقت ایسا پاک ہوا کہ گویا اسی دن اس کو اسکی ماں نے جنا ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تَابِعُوْا بَیْنَ الْحَجِّ

(۱)۔ یہ روایت اشہر ہے مگر اصح یہ ہے کہ لازم نہیں۔ کذا فی مستطاع ابن العماد۔

وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الذُّنُوبَ وَ الْفَقْرَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خُبْثَ الْحَدِيْدِ وَ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ . ''حج اور عمرہ کو ساتھ ساتھ ادا کرو اس لئے کہ یہ دونوں گناہوں اور محتاجی کو اس طرح دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کو دور کرتی ہے۔

نیز اسی کتاب میں مذکور ہے کہ جس نے کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا اس کو اللہ تعالیٰ ہر طواف کے بدلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب دے گا اور جس نے صفا و مروہ میں سعی کی اس کو اللہ تعالیٰ پل صراط پر ثابت قدم رکھے گا۔ اور عدۃ الانابہ میں مذکور ہے کہ سات طواف ایک عمرہ کے برابر ہیں۔ فاکہی حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج و عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان اور اس کی زیارت کرنے والے ہیں جو کچھ چاہیں وہ ان کو دیتا ہے' مغفرت چاہیں تو بخشتا ہے' دعا مانگیں تو قبول کرتا ہے' شفاعت کریں تو وہ بھی اس کے نزدیک مقبول ہوتی ہے۔ اور جو کچھ اللہ کی راہ میں دیں ایک ایک کے بدلے لاکھ لاکھ کا ثواب پائیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق کیا ہے ان کا ایک درہم تمہارے اس پہاڑ سے بھاری ہے۔ یہ اشارہ ابو قبیس پہاڑ کی طرف فرمایا۔

عدۃ الانابہ فی اماکن الاجابہ میں مذکور ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ''مَنْ خَرَجَ يَوُمٌ هٰذَا الْبَيْتَ مِنْ حَاجٍّ اَوْ مُعْتَمِرٍ زَائِراً كَانَ مَضْمُوْنًا عَلَى اللّٰهِ اِنْ رَدَّه' رَدَّه' بِاَجْرٍ وَ غَنِيْمَةٍ وَ اِنْ قَبَضَه' اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ . ''جو شخص حج یا عمرہ ادا کرنے کیلئے اس گھر کا قصد کرے اس کیلئے اللہ کا ذمہ ہے کہ اگر اس کو واپس کرے تو اجر و غنیمت کے ساتھ واپس کرے اور اگر اس کی روح قبض کرے تو اس کو جنت میں داخل کرے۔ ابوالفضل کرمانی اپنے منسک میں لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مکہ کی راہ میں آتے یا جاتے مرجائے حق تعالیٰ اس کے پہلے گناہ بخشتا ہے' نہ اس کے حساب کا دفتر کھولا جائے گا اور نہ اس کے اعمال تولے جائیں گے اور وہ بلا حساب و

کتاب اور بلا عذاب جنت میں داخل ہوگا۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کو قیامت تک حج اور عمرہ کا ثواب ملتا رہے گا اور بعض کتابوں میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایک فرشتہ پیدا کرے گا جو قیامت تک اس کی طرف سے حج کرتا رہے گا۔ اسماعیل اوغانی ''نخبۃ الایضاح'' میں لکھتے ہیں کہ رزین سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب دنوں سے بہتر وہ عرفہ ہے جو جمعہ کے دن واقع ہو اور اس دن کا حج اور دنوں کے ستر حج سے بہتر ہے اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرفہ حجۃ الوادع بھی جمعہ کے دن واقع ہوا تھا بلکہ اس دن یہود، نصاریٰ، مجوس اور مشرکین کی بھی عید تھی۔ شاید اسی حدیث کے سبب لوگ اس حج کو جس کا عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو ''حج اکبر'' کہتے ہیں۔ فی الواقع اس حج کا بڑا ثواب ہے، لیکن قرآن مجید میں حج اکبر سے یہ مراد نہیں ہے بلکہ اس سے عین حج مراد ہے اور اکبر کی قید حج اصغر سے احتراز کے لئے ہے کیونکہ حج اصغر عمرے کو کہتے ہیں۔

حاکم اور بیہقی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سوار حاجی کیلئے اونٹنی کے ہر قدم پر سو نیکیاں ہیں اور پیادہ حاجی کیلئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں ہیں جو حرم کی نیکیوں میں سے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! حرم کی نیکیاں کیسی ہیں؟ فرمایا ہر نیکی لاکھ نیکی کے برابر ہے یعنی مکہ میں ایک نیکی لاکھ نیکی کے برابر ہے۔ ایک رکعت لاکھ رکعت کے برابر، ایک نفلی روزہ لاکھ نفلی روزے کے برابر، اور ایک درم للہ دینا لاکھ درم کے برابر ہے۔

ایک معتبر حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مَنِ اعْتَمَرَ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ عُمْرَةً فَكَأَنَّمَا حَجَّ مَعِیْ حَجَّةً .'' جس نے ماہ رمضان میں عمرہ کیا گویا اس نے میرے ساتھ ایک حج کیا۔ سنن ابن ماجہ میں عباس بن مرداس سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے آخر روز عرفات پر حاجیان امت کے گناہ معاف ہونے کے لئے دعا کی تو حکم ہوا کہ میں نے حقوق العباد کے سوا ہر ایک گناہ بخشا۔ حضرت نے عرض کیا کہ اگر تو

چاہے تو مظلوم کو جنت دے اور ظالم کو بخش دے۔اس کا کچھ جواب نہ ملا۔جب مزدلفہ میں آکر صبح کو پھر دعا کی تو قبول ہوگئی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے۔اصحاب نے عرض کیا کہ آپ تو ایسی جگہ[1] ہنستے نہ تھے۔اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ خدا کے دشمن ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ میری دعاء مقبول ہوئی تو وہ اپنے سر پر خاک ڈال کر" یَا وَیْلَاہٗ[2] یَا ثُبُوْرَاہٗ "پکارنے لگا۔

یہاں سے حج کی عظمت و بزرگی معلوم کرنی چاہئے کیونکہ حج کے سوا کسی اور عبادت کے طفیل میں حق العباد[3] اور حق المظلوم بخشا نہیں جاتا۔

حدیث شریف میں وارد ہے۔"اَعْظَمُ النَّاسِ ذَنْباً مَنْ وَقَفَ بِعَرَفَةَ فَظَنَّ اَنَّ اللّٰہَ لَمْ یَغْفِرْ لَہٗ." "سب سے بڑا گنہگار وہ شخص ہے جو عرفہ کے دن عرفات پر ٹھہرے اور یہ گمان کرے کہ اللہ نے اس کو نہیں بخشا۔امام حسن بصریؒ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ صحف آدم علیہ السلام میں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ حج کے دن آٹھ لاکھ حاجی آتے ہیں۔اگر کم ہوتے ہیں تو فرشتوں کو بھیج کر آٹھ[4] لاکھ پورے کر دیتا ہوں۔اور ستر ہزار فرشتے ہر روز کعبہ کے طواف کے واسطے بھیجتا ہوں۔

تفاسیر میں لکھا ہیکہ سارے انبیاء نے پیادہ پا حج کیا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام نے سراندیپ سے پیادہ چلکر چالیس حج کئے ہیں۔کہتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام حج کو چلے فرشتوں نے کہا" یَا اٰدَمُ بِرَّ حَجَّکَ فَاِنَّا حَجَجْنَا قَبْلَکَ بِاَلْفَیْ عَامٍ "اے آدم! تو اچھا حج کر اور البتہ ہم نے تجھ سے دو ہزار برس پہلے حج کیا ہے۔

(۱) جس وادی میں شیطان کا یہ حال ہوا اس وادی کو محسر کہتے ہیں یعنی شیطان کو حسرت میں ڈالنے والی۔وہ مزدلفہ کے پاس ہی پانچ سو پینتالیس گز کے فاصلہ پر ہے لہذا وہاں سے حجاج جلد گزرتے ہیں۔(۲) یا ویلاہ کے معنیٰ ہیں اے میری ہلاکی۔یا ثبوراہ کے معنی ہیں اے میرے عذاب تو آ کہ یہ تیرا وقت ہے۔(۳) طیبی شافعی اور میر بادشاہ کا یہی مذہب ہیکہ حج سے گناہ کبیرہ اور حق العباد معاف ہوتے ہیں۔مگر جمہور اہل سنت کے نزدیک کبائر اور حقوق العباد اس کی مشیت پر موقوف ہیں' چاہے بخشے یا نہ بخشے۔(۴) حیات القلوب میں بحر عمیق سے بقول امام ابوبکر محمد بن حسن نقاش منقول ہے کہ حجاج کے اکثر عدد پندرہ لاکھ تک اور کمتر عدد چھ لاکھ تک پہنچتے ہیں اور امام غزالی احیاء العلوم میں بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھ لاکھ تعداد نقل کرتے ہیں۔

سفر حج اور وطن سے رخصت ہونے کا بیان

جو شخص حج کا ارادہ کرے اس کو لازم ہے کہ اس سے محض خدا کی خوشنودی کی نیت رکھے یعنی اس سے ریا، افتخار، سیر گلگشت اور تجارت مدنظر نہ ہوں۔ ہاں، اگر حج مقصود بالذات ہو اور تجارت بالعرض تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ''لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّکُم'' (البقرہ۔ آیت ۱۹۸)۔ ترجمہ: تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے پروردگار کے احسان کے طالب ہو۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ اسلام سے پہلے ایام حج میں لوگ بازار عکاظ و مجنہ و ذوالمجاز میں خرید و فروخت کیا کرتے تھے اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ جب اسلام نے رونق پکڑی تو مسلمانوں نے ایسی تجارت میں تامل کیا تب یہ آیت نازل ہوئی جس کا منشاء یہ ہے کہ حج کے ساتھ اگر تجارتی نفع بھی تلاش کرو تو کچھ گناہ نہیں۔ نیز طالب حج کو چاہئے کہ سب گناہوں سے خالص توبہ کرے اور جہاں تک ہو سکے حقوق العباد کو معاف کرائے اور قرضوں اور امانتوں کو ادا کرے اور دشمنوں کو راضی کرے کیونکہ توبہ کا قبول ہونا اس پر موقوف ہے۔ چنانچہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ تَوْبَۃَ عَبْدٍ حَتّٰی یُرْضِیَ الْخُصَمَاءَ وَاِذَا رَضِیَ خُصَمَاءُہٗ رَضِیَ اللّٰہُ وَ یَقْبَلُ اللّٰہُ تَوْبَتَہٗ وَ صَوْمَہٗ وَ صَلٰوتَہٗ وَ دِرْھَمٌ وَاحِدٌ یُرَدُّ فِیْ الْخُصَمَاءِ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ عِبَادَۃِ اَلْفِ سَنَۃٍ .'' اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ اسی وقت قبول کرتا ہے جب کہ وہ اپنے دشمنوں کو راضی کرتا ہے پس جب اس سے اس کے دشمن راضی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی راضی ہوتا ہے اور اس کی توبہ اور نماز و روزہ قبول کرتا ہے اور دشمنوں میں ایک درہم کا دینا ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ لازم ہے کہ اہل و عیال کا اور جس کا نفقہ اس پر واجب ہے اپنی واپسی تک مہیا کر دے۔ اور ہرگز ان لوگوں سے بے خبر نہ ہو کیونکہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ اَھْلَہٗ''

آدمی کے گنہگار ہونے کیلئے یہی بس ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال سے بے خبر ہو۔ اپنے والدین کو اور نیز جس کی اطاعت ونفقہ اس پر واجب ہے ان کو راضی کرنا چاہئے۔ اگر والدین اس کی خدمت کے محتاج ہوں تو ان کو اس حالت میں چھوڑنا مکروہ ہے۔ والدین اگر حج فرض کو مانع ہوں تو ان کا کہنا نہ مانے۔ ہاں نفل حج سے ان کی خدمت واطاعت بہتر ہے اور والدین نہ ہوں تو دادا دادی کو والدین کی طرح سمجھنا چاہئے۔

کسی امین کے نام وصیت نامہ لکھنا چاہئے تاکہ حقوق العباد وحقوق اللہ کو جو اس کے ذمہ ہیں اس کے بعد ادا کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یَّبِیْتَ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَ وَصِیَّتُہٗ مَکْتُوْبَۃٌ تَحْتَ رَأْسِہٖ .'' جو کوئی اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لائے اس کو یہ حلال نہیں کہ اپنے سر کے نیچے اپنی لکھی ہوئی وصیت رکھے بغیر دو رات بھی نیند کرے۔

جو نماز و دعائے استخارہ ''حصن حصین'' وغیرہ میں مذکور ہیں ان کو وقت اور راستہ کے اختیار کرنے کے لئے پڑھے نہ کہ اصل سفر کیلئے کیونکہ اس میں استخارہ کی حاجت نہیں اور استخارہ تین یا سات مرتبہ کرے۔ مسواک، سرمہ، سلائی، آئینہ، کنگھی، سوئی، تاگا، قینچی، چھری، استرا، عصا، وضو کا برتن ساتھ لینا مستحب ہے۔ جمعرات یا پیر کے دن سفر کرے اور سفر کرنے سے پہلے حج وغیرہ کے احکام معلوم کرلے اور وطن سے ایسا رخصت ہو کہ گویا دنیا سے آخرت کو جاتا ہے۔ گھر سے باہر آنے کے پہلے سات محتاجوں کو کچھ خیرات دے اور دو رکعت نفل ادا کرے۔ پہلی رکعت میں ''قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ '' دوسری میں ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ '' پڑھے اور سلام کے بعد یہ دعاء پڑھے ''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِیْ السَّفَرِ وَ الْخَلِیْفَةُ فِی الْاَھْلِ وَ الْمَالِ وَ الْوَلَدِ وَ الْاَصْحَابِ وَ الْاِخْوَانِ اِحْفَظْنَا وَ اِیَّاھُمْ مِنْ کُلِّ اٰفَةٍ وَّ عَاھَةٍ -'' اے اللہ! تو سفر میں ساتھی ہے اور گھر والوں اور مال اور اولاد اور دوستوں اور بھائیوں کا پیچھے خبر لینے والا ہے تو ہم کو اور ان کو ہر آفت ومصیبت سے بچا۔ جب دہلیز پر پہنچے سورہ ''اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ '' اور یہ دعاء پڑھے

''بِسۡمِ اللّٰہِ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ وَ لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بِسۡمِ اللّٰہِ عَلیٰ نَفۡسِیۡ وَ مَالِیۡ وَ دِیۡنِیۡ اَللّٰھُمَّ بِکَ انۡتَشَرۡتُ وَ اِلَیۡکَ تَوَجَّھۡتُ وَ بِکَ اعۡتَصَمۡتُ وَ عَلَیۡکَ تَوَکَّلۡتُ اَللّٰھُمَّ زَوِّدۡنِی التَّقۡوٰی وَ اغۡفِرۡلِیۡ ذُنُوۡبِیۡ وَ وَجِّھۡنِیۡ لِلۡخَیۡراتِ اَیۡنَمَا تَوَجَّھۡتُ ۔'' اللہ کا نام لیکر سفر کرتا ہوں میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور گناہ سے بچنے اور عبادت کرنے کی طاقت صرف خدا کی طرف سے ہے۔اللہ کے نام سے اپنی ذات و مال اور دین پر اعتماد کرتا ہوں۔اے اللہ تیرے ساتھ چلتا ہوں اور تیری ہی طرف دھیان کرتا ہوں اور تجھی پر بھروسہ اور اعتماد کرتا ہوں۔اے اللہ تو مجھ کو پرہیزگاری کا توشہ دے اور میرے گناہ بخش دے اور میں جہاں جاؤں مجھے نیکیوں کی طرف متوجہ کر۔اور جب باہر نکلے یہ دعاء پڑھے'' اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ اَنۡ اَضِلَّ اَوۡ اُضَلَّ اَوۡ اَظۡلِمَ اَوۡ اُظۡلَمَ اَوۡ اَجۡھَلَ اَوۡ یُجۡھَلَ عَلَیَّ بِسۡمِ اللّٰہِ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ ' اَللّٰھُمَّ وَ فِّقۡنِیۡ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرۡضٰی وَ اعۡصِمۡنِیۡ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ ۔''اے اللہ! میں گمراہ ہونے یا گمراہ کئے جانے یا ظلم کرنے یا ظلم کئے جانے یا نادانی کرنے یا اپنے اوپر نادانی کئے جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔اللہ کا نام لیکر میں نے اللہ پر بھروسہ کیا گناہ سے بچنے اور عبادت کرنے کی طاقت صرف خدائے عزوجل کی طرف سے ہے'اے اللہ تو جس چیز کو دوست رکھتا اور پسند کرتا ہے اس کی مجھے توفیق دے اور مجھ کو شیطان مردود سے بچا۔اس کے بعد آیت الکرسی' سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر پھر سات مسکین کو کچھ دے اور سب سے رخصت ہو کر دعا مانگے اور کہے''اَسۡتَوۡدِعُ اللّٰہَ دِیۡنَکُمۡ وَ اِیۡمَانَکُمۡ وَ خَوَاتِیۡمَ اَعۡمَالِکُمۡ ۔'' میں تمہارے دین و ایمان اور تمہارے کاموں کے انجام کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔اور رخصت کرنے والے یہ کہیں ''فِیۡ حِفۡظِ اللّٰہِ وَ کَنَفِہٖ زَوَّدَکَ اللّٰہُ التَّقۡوٰی وَ جَنَّبَکَ عَنِ الرَّدیٰ'' ۔تو اللہ کی حفاظت اور اس کی پناہ میں رہیو اللہ تجھ کو پرہیزگاری کا توشہ دے اور ہلاکی سے دور رکھے۔

اور کشتی یا جہاز پر سوار ہونے کے وقت یہ کہے''بِسۡمِ اللّٰہِ وَ مَا قَدَرُوۡا اللّٰہَ حَقَّ قَدۡرِہٖ وَ

اَلْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ (الزمر۔آیت ۶۷) بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (ھود۔آیت ۴۱) ترجمہ: اللہ کا نام لیکر سوار ہوتا ہوں اور انھوں نے اللہ کی کما حقہ قدر نہ جانی اور تمام زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اسکے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے اللہ ہی کے نام پر جہازوں کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔

سفر کی دعائیں ''حصن حصین'' وغیرہ میں دیکھ کر عمل میں لائے۔ حج کیلئے حلال وطیب مال جمع کرے۔ حرام مال سے حج قبول نہیں ہوتا۔ چنانچہ مستطاع ابن العماد میں روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی حرام مال سے حج کرتا اور لبیک کہتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتا ہے'' لَا لَبَّیْکَ وَ لَا سَعْدَیْکَ وَ حَجُّکَ هٰذَا مَرْدُوْدٌ عَلَیْکَ . ''تیرا لبیک وسعدیک پکارنا مقبول نہیں اور تیرا یہ حج مردود ہے' مگر مشتبہ مال سے فرض ساقط ہوجاتا ہے پس جس کے پاس مشتبہ مال ہو وہ قرض لیکر حج کرے اور اپنے مشتبہ مال میں سے قرض ادا کردے۔ اپنے ساتھ اس قدر مال لینا چاہئے کہ اپنے رفیقوں اور ضعیفوں کو بھی وسعت کے ساتھ کفایت کرے ۔ اگر سواری کرایہ کی ہو تو سواری والے کو اپنا بوجھ دکھادے یا اس کا وزن بتلادے اور بغیر اس کی رضامندی کے زیادہ اسباب نہ لادے۔ نقل ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن مبارک کے پاس ایک خط کسی کے پاس پہنچادینے کو لایا انھوں نے فرمایا کہ ابھی اپنے پاس رکھ میں اونٹ والے سے پوچھ لوں پھر جواب دوں گا۔

ہر منزل پر مقدور کے موافق کچھ خیرات کرتا جائے کیونکہ لوگوں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حج کی نیکی کیا ہے تو آپ نے فرمایا''اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَ لِیْنُ الْکَلَامِ . ''کھانا کھلانا اور نرمی سے بات کرنا۔ اس حدیث کی رو سے یہ بھی لازم ہے کہ اپنے ساتھ والوں سے خوش خلقی

اور خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ سخت گوئی اور جھگڑے سے بچے۔ راہ میں پانی اور سودا سلف کی خریدی میں لوگوں سے دھکا پیل نہ کرے۔ ترش روئی اور بدمزاجی سے دور رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''مَا عَنْ ذَنْبٍ اِلَّا وَ لَهٗ تَوْبَةٌ اِلَّا مَا كَانَ مِنْ سُوْءِ الْخُلُقِ فَاِنَّهٗ كُلَّمَا تَابَ عَنْ ذَنْبٍ عَادَ فِيْمَا هُوَ شَرٌّ مِنْهُ''. ہر گناہ کے لئے توبہ ہے سوائے اس گناہ کے جو بدخلقی سے ہو اس لئے کہ جب بدخلق کسی گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اس سے بدتر میں پڑتا ہے۔ اپنے رفیق کی ایسی خاطرداری کرے کہ اس کیلئے اپنے سے بہتر چیز تجویز کرے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کے ساتھ جھاڑی میں داخل ہوئے۔ وہاں سے دو مسواکیں تراشیں۔ ان میں سے جو سیدھی تھی۔ وہ صحابی کو دی اور جو ٹیڑھی تھی وہ آپ رکھی۔ صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سیدھی مسواک کے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''مَا مِنْ صَاحِبٍ يَصْحَبُ صَاحِبًا وَ لَوْ سَاعَةً مِّنْ نَهَارٍ اِلَّا سُئِلَ عَنْ صُحْبَتِهٖ هَلْ اَقَامَ فِيْهَا حَقَّ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوْ اَضَاعَهٗ .'' ہر ایک ساتھی جو اپنے ساتھی کے پاس بیٹھتا ہے اگرچہ ایک ہی لحظہ ہو اس سے اس کی صحبت کی بابتہ ضرور سوال ہوگا کہ آیا اس میں اللہ تعالیٰ کا حق بجالایا یا اس کو ضائع کیا۔ مستحب ہے کہ کھانے اور سواری وغیرہ میں کسی کی شرکت نہ کرے، اگرچہ رفیق راضی ہو تاکہ نزاع واقع نہ ہو۔

ایسے رفیق کو اپنے ساتھ لے جو صالح، عاقل، موافق المزاج، سفر آزمودہ، نیکی کی طرف راغب اور شر سے بچنے والا ہو اور اپنے قریب کا رشتہ دار نہ ہو۔ اور اگر ان صفات کا عالم ملے تو سبحان اللہ کیا کہنا ہے۔ اس سے دین کی باتیں خصوصاً حج اور عمرہ کے مسائل سیکھنے چاہئیں۔ کتا اور گھنٹا ہمراہ رکھنا مکروہ ہے۔ جو کوئی اپنے گھر سے بغیر زاد و راحلہ کے نکلا ہو اس کو برا نہ کہے بلکہ اگر کچھ ہو سکے تو اس کو دے ورنہ نرم جواب دے اور اس کے حق میں اعانت کی دعاء کرے۔

حج اور عمرہ کے بیان میں

حج، عمرہ، اِفْراد، تَمَتُّع، قِران کے معنی اوران کے متعلقات کا بیان :۔

حج کہتے ہیں احرام باندھ کرعرفات پرٹھہرنے اوراوقات معین میں طواف زیارت کرنے کو۔

عمرہ کہتے ہیں احرام باندھ کرکعبہ کے طواف اور صفا مروہ میں سعی کرنے کو۔عمرے میں طواف قدوم اورطواف وِداع نہیں ہوتا۔حج میں دونوں ہوتے ہیں۔مگر پہلا سنت اور دوسرا واجب ہےاور حج بالاتفاق فرض ہےاورعمرہ امام ابوحنیفہ وامام مالک کے نزدیک سنت ہے اور امام شافعی کے مذہب میں حج کی طرح یہ بھی فرض ہے۔

اِفراد کے معنی ہیں تنہا حج اس طرح پر کرنا کہ عمرہ اس سال نہ کرنا یااس کو بعدایام حج یا قبل شوال ادا کرنا۔

تنہا عمرہ اس طرح پر کرنا کہ اس سال حج نہ کرنا یا کرنا تو عمرہ کوشوال سے پہلے یاایام حج کے بعدادا کرنا۔

تمتع کے معنی ہیں حج کے مہینوں میں احرام باندھ کرعمرے کے افعال کرنا اور وطن جانے سے پہلے احلال کے قبل یااس کے بعداحرام باندھ کرحج بھی کرنا لیکن اگرقربانی ساتھ لی ہوتو اس کوحج سے پہلے حلال ہونا جائزنہیں ہے۔

قِران کے معنی ہیں حج اورعمرےکوجمع کرنا یعنی دونوں کوحج کے مہینوں میں ایک احرام سے ادا کرنا یااحرام حج کواحرام عمرہ میں طواف عمرہ سے پہلے داخل کرنا یااحرام عمرہ کواحرام حج میں عرفات سے لوٹنے کے پہلے داخل کرنا لیکن اخیرصورت میں گہنگار ہوگا۔

پس تمتع میں دواحرام اوردوتلبیہ ایک سفرمیں لازم ہےاورقران میں ایک احرام ایک تلبیہ ایک حلق سفرواحد میں چاہئے۔اورتمتع اور قِران میں قربانی واجب ہےخواہ میقات سے ساتھ لی ہو یانہیں اور قارن پرایک جنایت کی دوجزالازم آتی ہیں اور مُفرد متمتع پرایک۔مگرجو متمتع احرام

عمرہ سے خارج نہ ہوکر احرام حج کے بعد جنایت کرے وہ قارن کا حکم رکھتا ہے۔

اِفراد اور قِران کے نام کی وجہ تو ظاہر ہے اور تمتع کے نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ متمتع احرام عمرہ و احرام حج کے درمیان میں ممنوعات احرام سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ بخلاف قارن کے کہ اگر وہ عمرہ کے بعد مثلاً سر منڈھالے تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

آفاقی کو اِفراد، قِران، تمتع ہر ایک درست ہے اور مکی کو قِران و تمتع نہیں کرنا چاہئے۔ اگر کرے تو اس پر دم لازم آئیگا۔ تحقیق یہی ہے۔

آفاقی اس شخص کو کہتے ہیں جو میقات[1] سے باہر رہتا ہو اور مکی سے مراد امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ شخص ہے جو آفاقی نہ ہو خواہ وہ خاص مکہ میں رہتا ہو یا عین میقات پر یا میقات کے اندر مکہ کے جانب رہتا ہو اور امام مالکؒ کے نزدیک مکی سے خاص مکہ کا رہنے والا مراد ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مکہ کا رہنے والا اور جو مکہ سے سفر شرعی کے فاصلہ پر نہ ہو دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

احرام باندھنے کا وقت اور میقات کا بیان

آفاقی کے لئے عمرے کے احرام کا وقت تمام سال ہے۔ مگر عرفہ، عید، ایام تشریق ان پانچ دنوں میں مکروہ تحریمی ہے۔ اور مکی کیلئے عمرے کا وقت سوائے حج کے مہینوں کے تمام سال ہے۔ اور حج کے مہینوں میں اگر حج کا قصد رکھتا ہو تو عمرہ کرنا مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں۔

آفاقی کیلئے عمرہ و حج کے احرام باندھنے کے پانچ مشہور مقام ہیں اور ہر ایک کو میقات کہتے ہیں

ا۔ مدینہ والوں کیلئے ذوالحلیفہ ہے اس کو عوام آبار[2] علی کہتے ہیں۔ وہاں کئی کنویں ہیں۔ درمختار میں لکھا ہے کہ وہ مقام مکہ سے دس منزل پر مدینہ کی جانب واقع ہے۔ اور فتح الباری میں مذکور ہے کہ ایکسو اٹھانوے (۱۹۸) میل پر ہے اور مدینہ سے چار یا چھ میل کا فاصلہ رکھتا ہے۔

---

(۱) احرام باندھنے کا مقام (۲) آبار کنوؤں کو کہتے ہیں۔ عوام کا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہاں کے کنوؤں میں جنوں کو مار ڈالا تھا مگر اس حکایت کی کچھ اصل نہیں ملتی۔ حضرت برجندی کہتے ہیں کہ ذوالحلیفہ بنی جشم کا ایک پانی ہے اور حلیفہ حلفہ کی تصغیر ہے اور وہ ایک گھانس ہے جو پانی میں اگتی ہے۔

سید سنہو دی تاریخ مدینہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے ناپ کر معلوم کیا کہ باب السلام مسجد نبوی سے وہ دہلیز مسجد الشجرۃ تک جہاں سے ذوالحلیفہ میں احرام باندھتے ہیں انتیس ہزار سات سو ساڑھے بتیس گز کا تفاوت ہے۔

۲۔مصر وشام اور مغرب والوں کا میقات اگر مدینہ کی طرف سے آئیں تو وہی ذوالحلیفہ ہے اور اگر تبوک[۱] کی راہ سے گزریں تو جحفہ[۲] ہے یہ زمانہ سابق میں رابغ کے پاس ایک بستی تھی لیکن اب وہ مقام ویران ہے۔اس کا نشان بالیقین نہیں معلوم ہوتا۔لہذا اب احرام رابغ سے باندھتے ہیں جو جحفہ سے کچھ مقدم ہے اور وہ ایک وادی ہے جہاں ایک بستی آباد ہوگئی ہے۔

۳۔نجد[۳] والوں کا میقات قرن ہے۔وہ طائف کے پاس نہر عرفات کے کنارہ پر انڈے جیسا گول اور چکنا ایک پہاڑ ہے۔

۴۔اہل یمن وتہامہ اور یمن کی طرف سے جانے والے ہندوستانیوں کا میقات یلملم ہے۔اور وہ مکہ سے دو منزل پر ایک پہاڑ ہے جس کے بتیس (۳۲) میل ہیں، بالفعل اس کو سعدیہ کہتے ہیں۔

۵۔اہل عراق[۴] یعنی بصری، کوفی، خراسانی وغیرہ کا میقات ذات عرق[۵] ہے اور وہ مکہ سے بیالیس میل پر ایک بستی تھی، پھر وہ بستی زمانہ سابق میں ویران ہوکر مکہ کی طرف آبسی تھی اس واسطے عراقیوں کیلئے بہتر یہ ہے کہ احرام وادی عقیق سے باندھیں جو کہ ایک یا دو منزل ذات عرق سے مقدم ہے۔

ان میقاتوں میں ذوالحلیفہ سب سے دور اور یلملم سب سے قریب ہے۔اگر اور کوئی ان

(۱) تبوک شام اور مدینہ کے درمیان میں ایک زمین ہے۔(۲) اس کو ہیعہ کہتے ہیں جب عمالقہ نے بنوعبیدہ کو جو عاد کے بھائی بند تھے۔یثرب سے نکالا تو وہ ہیعہ میں جارہے ناگاہ ان پر ایک سیل آئی اور ان کو بہالے گئی۔ لوگوں نے کہا اِجْتَحَفَھُمُ الْجِحَافُ یعنی ان کو سیلاب بہالے گیا اس وقت سے اس کا نام جحفہ ہوگیا۔(۳) نجد بلند مکان کو کہتے ہیں۔یہاں اس سے مراد دس بستیاں ہیں جو تہامہ اور یمن کے درمیان میں واقع ہیں۔وہ بلندی کی طرف ہیں اور جو شام وعراق کے درمیان ہیں وہ پستی کی طرف۔(۴) عراق دریا یا نہر کے کنارے کو کہتے ہیں چونکہ ملک عراق مکہ سے مشرق کی جانب دجلہ وفرات کے کنارے پر واقع ہے اس لئے اس نام سے موسوم ہوا۔ (۵) ذات عرق ایک ریتلی زمین ہے جس میں جھاؤ پیدا ہوتا ہے اور وہاں عرق نامی ایک پہاڑی ہے۔

میقاتوں پر یا دو میقات کے درمیان سے گزرے اس کا حکم بھی انہیں میقات والوں کا ہے پس اس کو احرام عین ان میقاتوں پر باندھنا چاہئے اگر خود ان پر سے گزرے ورنہ ان کی سیدھ پر سے اگر معلوم ہو۔ کئی میقاتوں میں سے جو دور ہو وہاں سے اور اس کی سیدھ سے احرام باندھنا بہتر ہے اور اگر سیدھ معلوم نہ ہو تو دو منزل پر سے، اس لئے کہ کوئی میقات دو منزل سے کم نہیں ہے۔ اسی لئے جدہ سے جانے والے عین دریا میں یلملم کے سامنے سے جس کو جہاز والے بتا دیتے ہیں احرام باندھتے ہیں ۔ جتنے میقات ہیں ان کی اول حد پر احرام باندھنا چاہئے تا کہ سارے میقات پر احرام کے ساتھ گزرے مگر جس میقات میں جگہ کا تعین روایت میں وارد ہو چکا ہے وہاں اسی جگہ سے احرام باندھنا چاہئے۔ جیسے ذوالحلیفہ میں مسجد الشجرۃ احرام کیلئے متعین ہے۔

بغیر احرام باندھے ان میقاتوں سے آگے بڑھنا درست نہیں البتہ ان کے پہلے سے احرام باندھنا جائز ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اپنے گھر سے احرام باندھ کر آئے جبکہ یہ جانے کہ میں ممنوعات احرام سے بچ سکوں گا ورنہ میقات پر ہی باندھنا بہتر ہے۔ طیارہ سے سفر کرنے والے گھر یا ایر پورٹ پر ہی احرام باندھ لیں۔ حج کے احرام کا وقت شوال و ذی قعدہ کا سارا مہینہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ اس سے پہلے احرام باندھنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک بالکل ناجائز ہے۔

جو آفاقی مکہ یا حرم میں جانے کیلئے میقات پر سے گزرے اس پر حج یا عمرہ کا احرام باندھنا اور ان دونوں میں سے ایک کا بجالانا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے' اگرچہ وہ مالدار نہ ہو اور خواہ حج و عمرہ کا قصد رکھتا ہو یا تجارت وغیرہ کے لئے جاتا ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر حج اور عمرہ کے سوا اور کسی کام کیلئے جاتا ہو تو اس پر حج یا عمرے کا احرام واجب نہیں۔ لیکن میقات پر یا میقات کے اندر رہنے والا یا جو مکی کسی کام کو باہر نکل کر پھر میقات پر سے گزرے اور ان میں سے ہر ایک مکہ یا حرم میں جانے کا قصد رکھتا ہو جب تک کہ حج یا عمرے کی نیت نہ

کرے اس پر احرام باندھنا اور حج وعمرہ کرنا بالاتفاق لازم نہیں۔

مکی کیلئے احرام حج کی جگہ تمام حرم ہے۔مگر مسجد الحرام خصوصاً میزاب کے نیچے کا مقام بہتر ہے۔اور احرام عمرہ کی جگہ زمین حل ہے۔مگر تنعیم خصوصاً مسجد عائشہ بہتر ہے۔

آفاقی جب مکہ میں داخل ہو کر احرام سے خارج ہو گیا تو وہ بھی مکی کا حکم رکھتا ہے اگرچہ اقامت کی نیت نہ کرے۔ایسا ہی حال میقات یا حل والے کا ہے جبکہ وہ کسی کام کو بغیر احرام باندھے مکہ میں آیا ہو۔

طریقہ احرام

احرام کے دو کپڑے ہوتے ہیں۔ایک تہمد جس سے نیچے کا بدن چھپاتے ہیں۔دوسری چادر جس سے اوپر کا بدن ڈھانکتے ہیں۔تہمد اکثر متوسط آدمیوں کے لئے پانچ ہاتھ لمبا اور ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک چوڑا اور چادر چھ ہاتھ لمبی اور کندھوں سے تہمد باندھنے کی جگہ تک چوڑی کافی ہے مگر جو محرم دبلا یا موٹا یا چھوٹا یا بڑا ہو وہ اپنے موافق ان کپڑوں کو گھٹا بڑھا سکتا ہے۔اسی طرح محرم بجائے دو کپڑوں کے ایک ہی کپڑا رکھے تو بھی جائز ہے احرام کے لئے نیا سفید کپڑا بہتر ہے ورنہ دھویا ہوا۔

جب احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے سلے ہوئے کپڑے موزے وغیرہ بدن سے نکالے۔سر کے بال منڈائے[1] اگر اس کی عادت ہو ورنہ گل خیر واشنان (خوشبودار گھانس[2])

(۱) فقہ کی اکثر کتابوں اور حج کے رسالوں میں یہ مسئلہ اسی طرح لکھا ہوا ہے۔مگر ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سر کے بالوں کا رکھنا بہتر ہے اور ان کو احرام سے خارج ہونے کے وقت دور کرنا چاہئے تاکہ وہ اعمال حج میں تولے جائیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب بھی بجز حج وعمرہ کے سر کے بال نہیں منڈاتے تھے۔البتہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسا کرتے تھے۔پس عوام اہل مکہ وغیرہ جو احرام باندھنے کے وقت سر منڈاتے ہیں اگرچہ ان کے احرام کی مدت تھوڑی ہو قابل اعتبار نہیں۔فقیر عرض کرتا ہے کہ سر منڈانا فی نفسہ سنت۔(سلسلہ حاشیہ آگے کے صفحہ پر)

وغیرہ سے دھوئے۔ مونچھیں، ناخن کترائے، بغل اور زیر ناف کے بال دور کرے۔ بدن کو نہا دھو کر میل کچیل سے صاف کرے۔ خوشبو لگائے۔ خواہ اس کا جرم (جسامت) بعینہ احرام کے بعد باقی رہے جیسے مشک، ارگجا، یا جاتا رہے جیسے مشک کو گلاب میں گھسکر لگائے مگر جس خوشبو کا جرم اور اثر باقی رہے اس کو کپڑوں میں نہ لگائے۔ فتویٰ اسی پر ہے۔ اس لئے کہ کپڑا کبھی بدن سے علحدہ ہو جاتا ہے۔ پس اس کا پھر اوڑھنا گویا احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال کرنا ہے۔ بالوں میں تیل ڈالے، کنگھی کرے اور یہ غسل بدن کی پاکی وصفائی کیلئے ہے۔ لہذا حیض والی عورت اور زچہ اور لڑکے کو بھی مسنون ہے۔ اس غسل میں احرام کی نیت کرے اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو اس کی بھی نیت کرے جس کو نہانے کی حاجت نہ ہو اگر وہ وضو پر اکتفاء کرے تو بھی جائز ہے۔

اگر بیوی ساتھ ہو اور کوئی امر مانع نہ ہو تو اس موقع پر اس سے صحبت کرنا بھی مستحب ہے تا کہ اس کے بعد اس کا دل حج وعمرہ میں اور طرف نہ بھٹکے۔

غسل وغیرہ کے بعد تہد باندھے اور چادر اوڑھے۔ اکثر فقہ کی کتابوں اور حج کے رسالوں میں احرام باندھنے میں اضطباع کو مسنون لکھا ہے۔ اضطباع کہتے ہیں چادر کے دامن کو داہنے بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنے کو۔ لیکن ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اضطباع خاص طواف میں ہے ورنہ نماز میں کندھے کا کھولنا لازم آئے گا جو کہ مکروہ ہے۔ بحر الرائق میں بھی طواف کی تخصیص مذکور ہے اور اہل مکہ کا بھی یہی معمول ہے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ سے) سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے منع نہیں فرمایا۔ پس جو لوگ احرام کے وقت سر منڈھانے کو مستحب کہتے ہیں ان کی مراد خاص ان لوگوں کیلئے ہے جو سر منڈھانے کی عادت رکھتے ہیں اور ان کے نزدیک سر منڈھانا نظافت میں داخل ہے۔ جیسا کہ بغل کے بالوں کا دور کرنا اور ناخن تراشنا اس میں داخل ہے۔ اور نظافت احرام کے وقت بلاشبہ مطلوب ہے۔ ہاں جو لوگ سر میں بال رکھتے ہیں جیسا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر صحابہ کی عادت تھی۔ ان کے بالوں کی نظافت میں دھونا، کنگھی کرنا، تیل لگانا کافی ہے۔ اور اعمال کے بھاری کرنے کیلئے کثافت نہیں اختیار کرنی چاہئے ورنہ بدن کے اور بالوں اور ناخنوں میں بھی وزن اعمال کا عذر ہوسکتا ہے۔ (۲) یا صابن۔

پھر غیر مکروہ[1] وقت میں احرام کی نیت سے دو رکعت نفل[2] "قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ و قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" کے ساتھ پڑھے۔ اکثر علماء "قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ" کے بعد یہ آیت پڑھتے ہیں "رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ." (آل عمران۔ آیت ۸) اے پروردگار! تو ہمیں راہ دکھلانے کے بعد ہمارے دلوں کو مت پھسلا اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت دے۔ بے شک تو ہی بڑا دینے والا ہے۔ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ کے بعد یہ آیت "رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً وَّ ھَیِّءْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا" (الکھف۔ آیت ۱۰) ترجمہ: اے ہمارے رب! تو ہم کو اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے لئے ہمارے کام میں ہدایت مہیا کر۔ پھر قبلہ رخ بیٹھے اور یہی طریقہ افضل ہے یا کھڑا ہو جائے۔

اس کے بعد اگر حج کا ارادہ ہو تو دل سے نیت کرے اور زبان سے یہ کہے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ" اے اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں پس اس کو میرے لئے آسان کر اور اس کو میری طرف سے قبول کر۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس کے بعد اتنا اور کہے "وَ اَعِنِّیْ عَلَیْہِ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَ اَحْرَمْتُ بِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی ." اور تو اس پر میری مدد کر اور اس میں مجھے برکت دے میں نے حج کی نیت کی اور اس کا احرام اللہ تعالیٰ کیلئے باندھا۔

اور اگر عمرے کا قصد ہو تو یوں کہے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَ تَقَبَّلْھَا مِنِّیْ وَ اَعِنِّیْ عَلَیْھَا وَ بَارِکْ لِیْ فِیْھَا نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَ اَحْرَمْتُ بِھَا لِلّٰہِ تَعَالٰی." اے اللہ! میں عمرے کا ارادہ کرتا ہوں پس تو اس کو میرے لئے آسان اور میری طرف سے قبول کر اور اس پر میری مدد کر اور اس میں مجھے برکت دے میں نے عمرہ کی نیت کی اور خدا کیلئے اس کا احرام باندھا۔

اور اگر قِران کرنا چاہے تو یہ کہے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ وَ الْحَجَّ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَ تَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ وَ اَعِنِّیْ عَلَیْھِمَا وَ بَارِکْ لِیْ فِیْھِمَا نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَ الْحَجَّ

---

(۱) نوافل کے لئے مکروہ وقت: سورج نکلنے، ڈوبنے اور ٹھیک دوپہر کا وقت ہے اور نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اور نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک (۲) اگر فرض نماز کے بعد احرام باندھے تو بھی کافی ہے۔

وَاَحْرَمْتُ بِهِمَا لِلّٰهِ تَعَالٰی ." اے اللہ! میں عمرے اور حج کا ارادہ کرتا ہوں پس تو ان دونوں کو میرے لئے آسان اور میری طرف سے قبول کر اور دونوں پر میری مدد کر اور دونوں میں مجھے برکت دے میں نے عمرے اور حج کی نیت کی اور خدا کے لئے دونوں کا احرام باندھا۔

اور تمتع کے لئے بالفعل عمرے کی نیت کافی ہے۔ آگے چلکر عمرے کے بعد حج کی بھی نیت کرے۔ پھر نیت کے بعد یوں پکارے "لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَکَ وَا لْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ ." اے اللہ! میں تیری خدمت میں حاضر ہوں حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا کوئی ساجھی نہیں میں تیری خدمت میں حاضر ہوں بے شک تمام تعریف' نعمت اور بادشاہت تجھ کو ہے تیرا کوئی ساجھی نہیں ہے۔ اس سے کم نہ کرے زائد کہے تو بہتر ہے۔ مثلاً یہ کہے "لَبَّیْکَ اِلٰهَ الْخَلْقِ لَبَّیْکَ غَفَّارَ الذُّنُوْبِ لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ وَ الْخَیْرُ کُلُّهٗ بِیَدَیْکَ وَ الرَّغْبَآءُ اِلَیْکَ ." اے خلق کے معبود! میں تیری خدمت میں حاضر ہوں حاضر ہوں۔ اے گناہوں کے بخشنے والے! میں تیری خدمت میں حاضر ہوں اور میں تیری خدمت میں دوبارہ حاضر ہوں اور تمام نیکیاں تیرے اختیار میں ہیں اور تمام رغبتیں تیری طرف ہیں۔

پھر پست آواز سے درود اور جو دعا التحیات کے بعد پڑھتے ہیں اس کو پڑھے پھر جو چاہے دعا مانگے' لیکن دعاء ماثورہ یہ ہے "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ رِضَاکَ وَ الْجَنَّةَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَ مِنَ النَّارِ ." اے اللہ! میں تجھ سے تیری رضا مندی اور جنت چاہتا ہوں اور تیرے غصہ اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور یہ دعاء بھی مستحب ہے "اَللّٰهُمَّ اُحَرِّمُ لَکَ شَعْرِیْ وَ بَشَرِیْ وَ لَحْمِیْ وَ دَمِیْ مِنَ النِّسَاءِ وَ الطِّیْبِ وَ کُلَّ شَیْءٍ حَرَّمْتَهٗ عَلَی الْمُحْرِمِ اَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْهَکَ الْکَرِیْمَ "۔ اے اللہ! میں تیرے لئے اپنے بال' کھال' گوشت اور خون پر عورتوں اور خوشبو اور ان تمام چیزوں کو جن کو تو نے محرم پر حرام کیا ہے

حرام کرتا ہوں اوراس سے خاص تیری ذات پاک کی خوشنودی چاہتا ہوں۔

لبیک کے ساتھ عمرہ یا حج یا دونوں کی تعیین کرنا مستحب ہے۔مثلاً'' لَبَّیْکَ بِعُمْرَۃٍ 'یا لَبَّیْکَ بِحَجٍّ 'یا لَبَّیْکَ بِعُمْرَۃٍ وَ حَجٍّ ''۔

لبیک کہنے کے ساتھ یہ شخص محرم ہوگیا۔تسبیح تہلیل، تکبیر، تحمید اور جو ذکر اللہ کی عظمت پر دلالت کرے وہ بھی محرم ہونے میں لبیک کا حکم رکھتا ہے۔اسی طرح نیت کے ساتھ قربانی لے چلنے کے وقت محرم ہوجاتا ہے اگرچہ لبیک وغیرہ زبان سے نہ کہے اور بغیر ان دو چیزوں کے محرم نہیں ہوتا۔

قربانی سے مراد وہ اونٹ، اونٹنی، گائے، بیل ہے جس کے گلے میں علامت کے لئے نعل، یا نعل کا ٹکڑا' یا توشہ دان' یا اس کا دستہ' یا کسی درخت کی دھاڑی باندھتے ہیں یا اس کو جھول پہناتے ہیں یا اونٹ کے کوہان میں بائیں طرف زخم کرتے ہیں جس سے خون بہتا ہے مگر یہ صورت امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے جبکہ زخم کے سرایت کرنے کا خوف ہو۔

محرم ہونے پر ہر نماز کے بعد اٹھتے، بیٹھتے، چڑھتے، اترتے، صبح وشام ہوتے، سوتے، جاگتے، راہ پر مڑتے، تاروں کے ڈوبتے، نکلتے، ٹوٹتے، لوگوں سے ملاقات کرتے غرض ہر تغیر کے وقت بہ آواز لبیک پکارتا رہے۔مگر اتنا نہ چلائے کہ گلا پھٹ جائے اور جب کہے تو برابر تین بار کہے۔اگرچہ فرض صرف ایک بار کہنا ہے اور مسجد میں بہت زور سے نہ کہے۔

عمرے میں شروع طواف سے اور حج میں شروع رمی اول سے لبیک کہنا موقوف کرے۔

ممنوعات احرام

جن چیزوں کا حالت احرام میں کرنا حرام ہے اور اکثر ان پر جزا (کفارہ) لازم آتی ہے ان کا اس مقام پر ذکر کیا جاتا ہے۔

بیوی سے صحبت کرنا، رغبت سے بات چیت کرنا، ہاتھ لگانا، خواہش سے آنکھ بھر کر دیکھنا، فسق وفجور کرنا، جھگڑنا، ساتھ والوں، خدمت گاروں اور دنیا کے معاملہ کرنے والوں پر غصہ کرنا منع

ہے۔مگر دین کی بات پر غصہ کرنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر منع نہیں۔

بدن سے کسی جگہ کے پورے یا ادھورے بال دور کرنے، ناخن کترانے یا اپنے یا غیر کے ناخن کترنے بھی منع ہیں۔مگر جو بال آنکھ کے اندر نکلے اس کا دور کرنا جائز ہے۔سیا ہوا لباس پہننا یا اس طرح کا بنا ہوا یا بنایا ہوا کہ اکثر بدن یا بعض عضو کا احاطہ کرے اور کام کرنے میں خود بخود یا اکثر بدن پر ٹھہرا رہے جائز نہیں۔

سیا ہوا کپڑا جیسے کرتہ، جبہ، انگرکھا، جامہ، نیمہ، فرغل، عبا، قبا، ٹوپی، پائجامہ، موزے وغیرہ۔

بنا ہوا جیسے دستانے، جرابیں، بے جوڑ کا کرتہ، پائجامہ ٹوپی وغیرہ۔

بنایا ہوا جیسے خود، بارانی، نمدے کا جبہ، کرتہ، ٹوپی کہ ایک ڈال ہو۔

پہننے سے عادت کے موافق پہننا مراد ہے۔پس اگر کوئی محرم جبے عبا کو کندھوں پر ڈالے اور آستینوں کو نہ پہنے یا صرف ایک آستین کو پہنے یا پائجامہ کو اوڑھے تو جائز ہے مگر ترک کرنا بہتر ہے۔

سر یا گالوں کا کسی کپڑے سے ڈھانکنا، چادر میں گھنڈی تکمہ لگا کر باندھنا، ٹخنے کا موزوں، جرابوں، جوتیوں وغیرہ سے ڈھانکنا، سر اور منہ پر پٹی باندھنا اگر چہ مرض کی وجہ سے ہو ایسے رنگین کپڑے کا پہننا، اوڑھنا جو کسم یا زعفران یا ورس[1] یا کسی اور خوشبودار چیز میں رنگا ہو جائز نہیں لیکن اگر رنگنے کے بعد دھو ڈالا ہو یا ایسا مستعمل ہو کہ اس سے خوشبو نہ آتی ہو تو جائز ہے۔

بخور[2] دیئے ہوئے کپڑے کا پہننا، اوڑھنا، بدن یا کپڑوں میں اگر چہ بچھونا ہو خوشبو[3] لگانا ہاتھ کا خوشبو میں ڈالنا جس سے اس کا جرم ہاتھ میں لگ جائے کپڑے کے کنارے میں سوائے عود کے خوشبو باندھنا اور خوشبودار چیز کا کھانا جیسے دار چینی، الائچی، لونگ، سونٹھ، ایسا کچا کھانا کھانا جس میں خوشبو شامل اور اس کی بو غالب ہو اور یہی حال پینے کی چیز کا بھی ہے۔

---

(۱) ورس یمن میں ایک پھل کے ریشے ہیں جو زعفران کی طرح خوشبودار ہوتے ہیں۔(۲) بخور دینا یعنی خوشبودار چیز مثلاً عود، مصطگی وغیرہ کا دھواں دینا۔لیکن اگر کسی مکان میں عود وغیرہ سلگایا گیا ہو اور اس مکان میں گزرنے سے کپڑوں میں کچھ خوشبو کا اثر آ گیا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔(۳) خوشبو وہ چیز ہے جس کی بو بھلی معلوم ہو اور عقلمند اس کو خوشبو کہیں۔

بالوں یا بدن میں مہندی لگانا، بالوں کو گل خیرو یا اسی قسم کی اور چیز سے دھونا، تیل لگانا، بالوں کو گوند وغیرہ سے جمانا، صحرائی جانور کا شکار کرنا' یا پکڑنا' یا روک رکھنا' یا بتانا' یا اشارہ کرنا' یا شکار پر اعانت کرنا جیسے تیر و کمان، چھرے وغیرہ دینا یا ایک جانب سے دوسری جانب کو ہانکنا اس کا انڈا یا پر یا بازو' یا پاؤں توڑنا' یا اس کا گوشت پکانا' یا بھوننا' دودھ دوہنا' یا بیچنا' یا خریدنا' یا بدن کا اس طرح کھجانا کہ اس سے بال ٹوٹ جائے یا جوں مر جائے، جوں کا بدن یا کپڑے سے مارنا یا دور کرنا[1] یا مارنے کیلئے کسی کے حوالہ کرنا بشرطیکہ وہ مار ڈالے یا کپڑوں کو جوں کے دور ہونے یا مرنے کیلئے دھوپ میں ڈالنا یا دھونا یا غیر سے کہنا کہ تو جوں کو میرے بدن یا کپڑے سے مار' یا دور کر' یا اس بات کو بتانا' یا اشارہ کرنا یہ سب باتیں منع ہیں لیکن اگر غیر کی جوں زمین پر گری ہوئی ہو تو اس کا مارنا جائز ہے۔ حرم کے درخت کو سوائے اذخر گھانس کے کاٹنا یا چرانا جائز نہیں۔

مکروہات احرام

جو چیزیں حالت احرام میں مکروہ ہیں اور ان پر جزا نہیں لازم آتی وہ یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

بدن سے میل کا دور کرنا، بالوں کا کھولنا، سر کے بالوں یا داڑھی میں کنگھی کرنا، داڑھی یا سر کا یا باقی جسم کا زور سے کھجانا جس سے بال کے ٹوٹنے یا جوں کے مرنے کا خوف ہو، چادر کا گردن پر باندھنا، سر یا منہ کا پردۂ کعبہ سے اس طرح چھپانا کہ سر یا منہ پر لگ جائے، عبا، قبا جیسے پوستین لبادے وغیرہ کا اوڑھنا، کندھوں سے بغیر دونوں آستینوں یا ایک آستین پہنے کے گرہ باندھنا' چادر یا تہمد کے ایک کنارے کو دوسرے کنارہ سے یا دونوں کناروں کو ملا کر کانٹا یا سوئی چھبونا یا ڈوری وغیرہ سے باندھنا چادر یا تہمد کے دو پاٹ سی کر یا پیوند لگا کر باندھنا، اوڑھنا، غیر خوشبودار سیاہ زرد نیلا کپڑا پہننا، خوشبو سونگھنا یا ہاتھ لگانا، بشرطیکہ اس کا جرم (جسامت) ہاتھ میں نہ لگے۔ خوشبودار پھولوں، میوؤں اور بوٹیوں کا سونگھنا، عطار کے پاس یا اس کی دوکان پر خوشبو سونگھنے کے لئے بیٹھنا، سر اور منہ کے سوا کسی

(۱) اس طرح دور کرنا کہ زمین پر ڈال دے جس سے وہ مر جائے اور اگر اپنے کپڑے یا بدن سے کاٹنے کی تکلیف کے باعث ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھ دے تو جائز ہے۔

اور عضو پر بغیر مرض کے پٹی باندھنا، ناک یا ٹھڈی کا کپڑے سے ڈھانکنا یہ سب مکروہ ہے۔ مگر ہاتھ سے ڈھانکنا مکروہ نہیں ہے۔ اور جس کھانے کی کچی چیز میں خوشبو ملکر مغلوب ہوگئی ہو گواس میں سے بوآتی ہواس کا کھانا، پینا، اور تکیہ پر پیشانی رکھ کر اوندھا سونا بھی مکروہ ہے۔

مباحات احرام

وہ چیزیں جو حالت احرام میں مباح و جائز ہیں حسب ذیل ہیں۔ طہارت کیلئے غسل کرنا' غبار وگرمی دفع کرنے کیلئے حمام کرنا' پانی میں غوطہ لگانا' طہارت کے لئے کپڑے دھونا' انگوٹھی پہننا' پرتلے میں تلوار لٹکانا اگرچہ پرتلا ریشمی یا چمڑے کا سیا ہوا ہو۔ ہتھیار باندھنا' دشمن دین سے لڑنا' ہمیانی باندھنا' اگرچہ سی ہوئی ہو۔ سر یا منہ کو گھر یا دیوار یا پہاڑ یا محل یا عماری یا خیمہ یا چھتری کے سایہ میں رکھنا، بغیر خوشبو کا سرمہ[1] لگانا، آئینہ دیکھنا، مسواک کرنا، داڑھ اکھاڑنا' ٹوٹے ہوئے ناخن کاٹنا، فصد لینا، بالوں کو دور کئے بغیر پچھنی لگانا، ختنہ کرنا، دمل کا قطع کرنا، شکستہ عضو کی اصلاح کرنا، پٹی باندھنا، کرتے کو چادر کی طرح اوڑھنا یا اس کا تہمد باندھنا، پگڑی کو بغیر گرہ لگانے کے کمر پر لپیٹنا، چادر کے دونوں کونے تہمد میں کھوسنا، عبا، قبا، پوستینی، لبادے کا کندھوں کے داخل کئے بغیر اپنے اوپر ڈالنا یا لپیٹ کر اوڑھ لینا' سر یا منہ کا تکیہ پر رکھنا، سر یا منہ پر اپنا یا غیر کا ہاتھ رکھنا' جوتی یا کٹے ہوئے موزے یا کھڑاؤں پہننا جس سے ٹخنے نہ چھپیں داڑھی کا ٹھڈی کے نیچے سے اور کان، گردن، ہاتھوں کا بلکہ سر اور منہ کے سوا تمام بدن کا ڈھانکنا، سر پر لگن، تغار، دیگچی، طباق، رکابی، گون، بورا، دستی، تختی، صندوق، چارپائی، شبری کا[2] اٹھانا مگر کپڑوں کی گٹھری، رضائی، توشک لحاف وغیرہ نہ اٹھائے۔ شکار صحرائی کا گوشت کھانا جس کو غیر محرم نے شکار و ذبح کیا ہو۔ زمین حل میں بدون شرکت محرم کے کسی طرح کی شرکت

(۱) اگر خوشبودار سرمہ ایک یا دو بار لگائے تو صدقہ دے زائد میں دم دینا ہوگا۔ (۲) لیکن اگر ساری رات یا دن بھر ان چیزوں کو سر پر رکھے گا تو صدقہ لازم آئیگا۔

سے شکار کرنا۔ مچھلی کھانا۔ ہر حال میں اس پکے ہوئے کھانے کا کھانا جس میں خوشبو پڑی ہو۔ کچے کھانے کا اس حال میں کھانا جبکہ اس میں خوشبو ملکر معلوم نہ ہوتی ہو۔ گھی، چربی، روغن، زیتون، تلی کے تیل اور جس روغن میں خوشبو نہ ہو اس کا کھانا۔ زخم یا بوائی میں تیل لگانا۔

زمین حل میں درخت اور گھاس کا کاٹنا خواہ خشک ہو خواہ تر۔ ایسا شعر پڑھنا جس میں کوئی بری بات نہ ہو۔ اصالۃً یا نیابۃً نکاح کرنا۔ اونٹ، گائے، بکری، مرغی، بطخ کا ذبح کرنا۔ داڑھی یا بالوں یا کسی عضو کو اگر جوں کے مرنے، جھڑنے یا بال کے ٹوٹنے کا خوف ہو، آہستہ آہستہ انگلیوں سے بغیر ناخن کے کھجانا اور اگر ایسا خوف نہ ہو تو زور سے کھجانا بھی جائز ہے۔ اگر چہ ددوڑے پڑ جائیں اور خون چھنک آئے۔ گندھی[1] کے پاس یا اس کی دکان پر بلانیت خوشبو سونگھنے کے بیٹھنا۔ بے ادب خادم کو ادب سکھانے کیلئے مارنا۔ حل و حرم میں مردار خوار اور ناپاکی کھانے والے کوے، چیل، سانپ، بچھو، چوہے، چچڑی، بھیڑیئے، گیدڑ، پروانے، مکھی، چیونٹی، چھپکلی، زنبور، پسو، ساہی، مچھر، کھٹمل، اور موذی حملہ آور درندوں کا مارنا، مگر جوں کا مارنا اس لئے جائز نہیں کہ بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے پس اس کا مارنا یا دور کرنا گویا اپنے بدن یا کپڑے کو میل سے صاف کرنا ہے جو درست نہیں۔

طریقہ عمرہ

عمرے کا طریقہ یہ ہے کہ جو آفاقی ماہ شوال و ذی قعدہ اور ایام عشرہ ذی الحج کے سوا میقات پر گزرے وہ فقط عمرے کا احرام باندھے اور جو ان مہینوں میں گزرے وہ عمرے کی نیت سے یا قران یا تمتع کی نیت سے احرام باندھ کر لبیک کہتا ہوا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا مکہ کی طرف چلے۔ جب زمین حرم[2] پہنچے اگر طاقت رکھتا ہو پیادہ ننگے پاؤں ہولے۔ اور جیسے قیدی گنہگار بادشاہ قہار

(۱) عطر یا تیل بیچنے والا (۲) زمین حرم کی علامت کیلئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہر طرف سے میل نصب ہے، کہتے ہیں کہ جب حجر اسود کعبے میں رکھا گیا اس کی روشنی چاروں طرف جہاں تک پہونچی وہ حرم کی حد قرار پائی اور وہ زمین مکہ سے مدینہ کی طرف تنعیم تک تین میل اور یمن، عراق، طائف ہر ایک کی جانب سات میل اور جعرانہ کی طرف نو میل اور جدہ کی طرف دس میل ہے۔

کے سامنے جاتا ہے، کمال انکسار وآہستگی ووقار وتوبہ واستغفار کے ساتھ قدم اٹھائے اور یہ دعاء پڑھے ''اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا حَرَمُکَ وَ حَرَمُ رَسُوْلِکَ فَحَرِّمْ لَحْمِیْ وَ دَمِیْ وَ عَظْمِیْ عَلَی النَّارِ اَللّٰھُمَّ ا مِنِّیْ مِنْ عَذَابِکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ اَوْلِیَآئِکَ وَ اَھْلِ طَاعَتِکَ وَ تُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ .''اے اللہ! بے شک یہ تیرا اور تیرے رسول کا حرم ہے۔ سوتو میرے گوشت، خون اور ہڈی کو آگ پر حرام کر۔ اے اللہ! تو مجھ کو اس دن اپنے عذاب سے پناہ دے جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا اور مجھے دوستوں اور فرماں برداروں میں شامل کر اور مجھ پر رحم کر بے شک تو ہی بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے۔ پھر لبیک کہے اور ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ .'' کہہ کر درود پڑھے اور اپنے والدین، استادوں، قرابتداروں، دوستوں اور تمام مسلمانوں کیلئے دعا مانگے۔

پھر اگر مدینہ کی طرف سے گزرے تو مکہ میں داخل ہونے کیلئے ذی طوی جس پر اب قبہ بن گیا ہے غسل کرے اور اگر عراق کی جانب سے گزرے تو بیر معونہ پر جو بطحائے مکہ میں جبل نور کے برابر واقع ہے، غسل کرے اور دوسری طرفوں میں جہاں مکہ کے قریب پانی پائے غسل کرے۔

بہتر یہی ہے کہ دن[1] کو پشتہ کداء[2] کی طرف سے جو بلندی کی جانب جنۃ المعلیٰ کے دروازہ کے پاس ہے، مکہ میں داخل ہو۔ بعضے کہتے ہیں کہ جو مکہ سے عمرہ لانے کے لئے تنعیم کو جائے وہ مکہ کی پستی کی جانب پشتہ کدا کی طرف سے جو دروازہ شبیکہ پر واقع ہے پھرے۔ بالفعل اکثر مکہ میں اسی طرح سے داخل ہوتے ہیں۔

جب شہر مکہ معظّمہ پر نظر پڑے یہ دعا پڑھے ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِھَا قَرَاراً وَّ ارْزُقْنِیْ بِھَا حَلَالاً''. اے اللہ! تو مجھکو اس میں ٹھہرنے کی جگہ دے اور مجھ کو اس میں حلال روزی عطا کر۔

---

(۱) رات کو داخل ہونا بھی بلا کراہت جائز ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں ثابت ہیں مگر عورت کے لئے رات کو داخل ہونا بہتر ہے۔ (۲) پہلا کداء ہمزہ کے ساتھ ذھاب کے وزن پر ہے اور دوسرا (کدا) بلا ہمزہ ھدی کے وزن پر۔

پھر جب مقام مدعیٰ[1] پر پہونچے جہاں سے پہلے کعبہ نظر آتا تھا ٹھہر جائے اور جو دعاء چاہے مانگے۔ مگر یہ دعا بہتر ہے۔ " رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔" اے رب! تو دنیا و آخرت میں مجھے نیکی دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بہتر مانگا ہوا چاہتا ہوں اور اس برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس سے تیرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔

پھر لبیک کہتا ہوا دعاء پڑھتا ہوا ممکن ہو تو سیدھا[2] مسجد الحرام میں جائے' نہیں تو اپنا اسباب محفوظ جگہ رکھ کر یا کسی کے پاس چھوڑ کر بدون کپڑے بدلنے، مکان کرایہ پر لینے اور کھانے پینے کے مسجد الحرام کی طرف چلے۔ جب باب بنی شیبہ پر جس کو بالفعل باب السلام کہتے ہیں، پہونچے کمال عاجزی سے داہنا پاؤں بڑھائے اور لبیک کہہ کر پڑھے " بِسْمِ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَ اَدْخِلْنِیْ فِیْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ وَ اَنْ تَرْحَمَنِیْ وَ تُقِیْلَ عَثَرَاتِیْ وَ تَغْفِرَ ذُنُوْبِیْ وَ تَضَعَ عَنِّیْ وِزْرِیْ" میں اللہ کا نام لیکر داخل ہوتا ہوں اور سب تعریف خدا کو ہے اور درود و سلام پیغمبر خدا پر نازل ہو۔ اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول اور ان میں مجھے داخل کر۔ اے اللہ! میں اپنے اس مقام پر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو ہمارے سردار اور اپنے بندے اور پیغمبر محمد پر درود نازل فرما اور مجھ پر رحم کر اور میری لغزشوں کو معاف فرما اور میرے گناہوں کو بخش دے اور

(۱) مدعی یعنی دعاء مانگنے کی جگہ۔ وہ ایک بلند زمین ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلند کیا تھا۔ وہاں سے کعبہ کی چھت نو سو برس تک نظر آتی تھی۔ اس کے بعد درمیان میں اونچے مکانات بن گئے اس لئے اس کا نظر آنا موقوف ہو گیا لیکن اس مقام پر دعا مانگنا اب بھی مستحب ہے۔ (۲) اور نوافل تحیۃ المسجد' اشراق' چاشت' تہجد وغیرہ کو مقدم نہ کرے لیکن اگر امام فرض پڑھتا ہو یا فرض یا وتر یا سنت موکدہ یا نماز جنازہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو ان صورتوں میں ان چیزوں کی تقدیم کرے' بعد ازاں طواف کرے۔

میرے گناہ کو مجھ سے دور کر۔

جب خانہ کعبہ پر نظر پڑے ہاتھ اٹھا کر'' اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ '' اور جو دعاء چاہے مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیرے کیونکہ اس وقت کی دعاء مقبول ہوتی ہے۔

پھر حجر اسود کی طرف یہ دعاء پڑھتا ہوا چلے'' اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ وَ اِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَالسَّلَامِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَیْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَ الاِکْرَامِ اَللّٰھُمَّ زِدْ بَیْتَکَ ھٰذَا تَعْظِیْماً وَّ تَشْرِیْفاً وَّ مَھَابَۃً وَّ زِدْ[1] مِنْ تَعْظِیْمِہٖ وَ تَشْرِیْفِہٖ مِنْ حَجَّۃٍ وَّ عُمْرَۃٍ تَعْظِیْماً وَّ تَشْرِیْفاً وَّ مَھَابَۃً ''۔اے اللہ! تو سلامت ہے اور تجھی سے سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سلامتی پھرتی ہے۔اے ہمارے رب! ہم کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور ہم کو سلامتی کے گھر میں داخل کر۔اے ہمارے رب! تو برکت والا ہے اور اے عزت و بزرگی والے! تو برتر ہے۔اے اللہ! اپنے اس گھر کی عظمت و بزرگی اور رعب کو بڑھا اور اس کی موجودہ تعظیم وتکریم پر حج وعمرہ سے عظمت و بزرگی اور رعب کو زیادہ کر۔

پس اپنا داہنا کندھا حجر اسود کے بائیں کونے کے مقابل رکھے اور اپنا تمام بدن بائیں طرف چھوڑے اور طواف کی نیت کر کے یہ کہے'' اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْحَرَامِ سَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ '' . اے اللہ! میں تیرے حرمت والے مکان کا سات پھیر طواف کرنا چاہتا ہوں، پس اس کو میرے لئے آسان کر اور میری طرف سے قبول فرما۔پھر حجر اسود کے سامنے آ کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر کہے'' بِسْمِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ وَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ''۔اللہ کا نام لیکر یہ کام کرتا ہوں اور اللہ بڑا ہے اور اسی کیلئے حمد ہے اور درود پیغمبر خدا پر نازل ہو۔پھر اگر بغیر کسی کے ایذاء دینے کے ممکن ہو تو دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر بیچ میں منہ سے بوسہ[2] دے۔اس کو استلام کہتے ہیں

(۱) بعض روایت میں اس طرح آیا ہے وَ زِدْ مَنْ شَرَّفَہٗ وَ عَظَّمَہٗ وَ کَرَّمَہٗ مِمَّنْ حَجَّہٗ اَوِ اعْتَمَرَہٗ تَشْرِیْفاً وَّ تَکْرِیْماً وَّ تَعْظِیْمًا وَّ بِرًّا ۔یعنی اس کے حج وعمرہ کرنے والوں میں سے جس نے اس کی تعظیم وتکریم اور بزرگی کی اس کے لئے تعظیم وتکریم و بزرگی و نیکی کو زیادہ کر۔(۲) روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے بوسہ دینے کے وقت فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ ضرر کرتا ہے نہ نفع دیتا ہے۔(بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

اوراس میں مستحب یہ ہے کہ منہ اور پیشانی دونوں کو رکھے اور تین بار چومے پھر کہے ''اَللّٰھُمَّ اِیْمَانًا بِکَ وَ تَصْدِیْقاً بِکِتَابِکَ وَ وَفَاءً بِعَھْدِکَ وَ اِتِّبَاعاً لِسُنَّةِ نَبِیِّکَ''۔ اے اللہ! میں تجھ پر ایمان لانے تیری کتاب کے سچ ماننے تیرے عہد کے پورا کرنے اور تیرے پیغمبر کی سنت کی پیروی سے حجر اسود کو چومتا ہوں۔ اگر چاہے تو اس دعا کو بھی بوسہ دینے سے پہلے پڑھ لے۔ اگر بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو ہاتھ کو اس پر لگا کر چومے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو سکے تو لاٹھی وغیرہ کو چھوا کر چومے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ اس طرف اٹھا کر کہے ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی وَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّہٖ الْمُصْطَفٰی'' ۔اللہ بڑا ہے۔اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور درود اس کے بزرگ پیغمبر پر نازل ہو۔ اور یہ سمجھ کر کہ گویا میں نے ان دونوں ہاتھوں سے اس کو چھولیا ہاتھوں کو چومے پھر اضطباع کئے ہوئے رمل کے ساتھ داہنی طرف کو چلے۔ اضطباع کے معنیٰ ہیں چادر کے دامن کو داہنے بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا اور رمل اس کا نام ہے کہ دونوں کندھوں کو ہلاتا' اکڑتا' اتراتا' چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر جلدی جلدی چلے جیسے پہلوان دنگل میں اور سپاہی معرکہ میں کرتے ہیں۔ اگر اژدھام کی وجہ سے رمل نہ ہو سکے تو ٹھہر جائے۔ جب لوگ کم ہوں تب بجا لائے اور ابتدائے طواف سے لبیک کہنا موقوف کرے۔ جب ملتزم کے مقابل یعنی حجر اسود اور دروازہ کعبہ کے درمیان میں پہنچے یہ کہے۔''رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اگر میں پیغمبر علیہ السلام کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے نفع وضرر متصور ہے۔ کہا کیونکر؟ جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے آدمی کی ذریت کے عہد کا کاغذ اس کے منہ میں امانت رکھا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ جو اس عہد کو پورا کرے گا میں اس کی گواہی دوں گا پس اس کی گواہی یہی نفع ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا میں اس قوم میں زندہ رہنے سے پناہ مانگتا ہوں جس میں اے ابوالحسن! تو نہ ہو۔ لیکن مخفی نہ رہے کہ یہ اور طرح کا نفع ہے جس کی نفی حضرت عمر نے کی تھی اس سے اور طرح کا نفع مراد تھا پس دونوں باتیں ٹھیک ہیں۔

وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ . ''اے ہمارے رب! تو ہم کو دنیا وآخرت میں بھلائی دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔ پاکی اور حمد اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور اللہ بڑا ہے اور گناہ سے بچنے اور عبادت کرنے کی طاقت صرف اللہ بزرگ برتر سے ہے۔

جب دروازہ کے سامنے آئے کہے '' اَللّٰهُمَّ هٰذَا الْبَيْتُ بَيْتُكَ وَ هٰذَا الْحَرَمُ حَرَمُكَ وَ هٰذَا الاَمْنُ اَمْنُكَ وَ هٰذَا(۱) الْمَقَامُ مَقَامُ(۲) الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ لِّيْ بِخَيْرٍ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ'' اے اللہ! یہ گھر تیرا گھر ہے اور یہ حرم تیرا حرم ہے اور یہ بچاؤ تیرا بچاؤ ہے اور یہ مقام اس شخص کا مقام ہے جو تجھ سے دوزخ سے پناہ مانگتا ہے۔ اے اللہ! تو اپنی دی ہوئی روزی پر مجھے قانع بنا اور اس میں مجھے برکت دے اور میری ہر غائب چیز کا خیر کے ساتھ خلیفہ ہو۔ سوائے خدائے یکتا کے کوئی سچا معبود نہیں، اس کا کوئی ساجھی نہیں، بادشاہت اور سب تعریف اسی کو ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

جب رکن عراقی کے سامنے پہونچے یہ دعاء پڑھے ''اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّكِّ وَ الشِّرْكِ وَالنِّفَاقِ وَ الشِّقَاقِ وَ سُوْءِ الْاَخْلَاقِ وَ سُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْاَهْلِ وَ الْمَالِ وَ الْوَلَدِ ''۔ اے اللہ! میں شک، شرک، نفاق، عداوت، بدخلقی اور برے انجام سے اپنے اہل اور مال اور اولاد کے متعلق تیری پناہ چاہتا ہوں۔

جب میزاب کے مقابل پہونچے یہ دعا پڑھے۔ '' اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِيْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ

(۱) بالفعل بعض مطوف اَمْنُكَ کے بعد یوں پڑھتے ہیں وَ الْعَبْدُ عَبْدُكَ وَ اَنَا عَبْدُكَ وَ هٰذَا الْمَقَامُ مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ فَحَرِّمْ يَا اللّٰهُ لُحُوْمَنَا وَ بَشْرَتَنَا مِنَ النَّارِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ ۔(۲) مقام سے مقام ابراہیم یا مطاف یا تمام حرم شریف مراد ہے۔

يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ وَ لَا بَاقِيَ اِلَّا وَجْهُكَ وَاسْقِنِيْ بِكَأْسِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَرْبَةً لَّا اَظْمَأُ بَعْدَهَا "۔اے اللہ! جس دن تیرے سایہ کے سواء کوئی سایہ نہ ہوگا اور صرف تیری ذات باقی رہیگی اس دن مجھے اپنے عرش کے سایہ کے نیچے رکھ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ سے ایسا شربت پلا کہ اس کے بعد میں پیاسا نہ رہوں۔

جب رکن شامی کے سامنے پہونچے یہ کہے "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ سَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّ تِجَارَةً لَنْ تَبُوْرَ يَا عَزِيْزُ يَا غَفُوْرُ رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ تَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ يَا عَالِمَ مَا فِي الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِيْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ" ۔اے اللہ! تو اس کو حج مقبول و کوشش مشکور و گناہ مغفور و تجارت مفید بنا۔اے زبردست اے گناہ بخشنے والے اے رب! گناہ بخش رحم کر اور جس کو تو جانتا ہے اس سے درگزر کر بے شک تو ہی بڑا زبردست بڑا کریم ہے۔اے سینوں کی باتوں کے جاننے والے! مجھ کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال۔ جب رکن یمانی پر پہونچے استلام کرے اور اس کا ترک بھی جائز ہے۔بعضے کہتے ہیں کہ استلام رکن یمانی یہی ہے کہ دونوں ہاتھوں یا ایک ہاتھ سے اس کو مس کرے اور اژدھام ہو تو اس کا بدلہ اشارہ وغیرہ سے نہیں۔اسی روایت پر عمل ہے۔

جب رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان میں پہونچے یہ پڑھے۔"رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔"(البقرہ۔آیت ۲۰۱) اے رب! ہم کو دنیا اور آخرت میں نیکی دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔پھر حجر اسود کے پاس آ کر بطور سابق استلام کرے اور یہ دعا پڑھے" اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ بِرَحْمَتِكَ وَ اَعُوْذُ بِرَبِّ هٰذَا الْحَجَرِ مِنَ الدَّيْنِ وَ الْفَقْرِ وَ ضِيْقِ الصَّدْرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ ۔"اے اللہ! مجھ کو اپنی رحمت سے بخش اور میں اس پتھر کے رب سے قرض، محتاجی، سینہ کی تنگی اور قبر کے عذاب

سے پناہ مانگتا ہوں۔ یہ ایک پھیرا ہوا۔ اس میں حطیم(۱) کو شامل کرلے اور رمل فقط تین پھیر تک مسنون ہے باقی چار میں نہیں۔ ہر پھیر میں حجر اسود کا استلام کرنا چاہئے۔ اگر اول و آخر استلام پر اکتفاء کرے تو بھی جائز ہے۔ ان سات پھیروں کا نام ایک طواف ہے۔

پھر مقام ابراہیم کی طرف یہ آیت پڑھتا ہوا چلے ''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰاھِمَ مُصَلّٰی'' اور تم مقام ابراہیم کے پاس نماز کی جگہ بناؤ۔ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں ''قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ'' اور دوسری رکعت میں ''قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ'' پڑھے۔ یہ دو رکعتیں حنفی مذہب میں واجب ہیں اور نماز کے بعد یہ دعاء جو حضرت آدم علیہ السلام نے مانگی تھی، پڑھے۔ ''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَ عَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَ تَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اِیْمَاناً یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَ یَقِیْناً صَادِقاً حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَ رِضیً بِمَا قَسَمْتَ لِیْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ''۔ اے اللہ! تو بے شک میرا بھید اور میرا ظاہر جانتا ہے پس تو میرا عذر قبول کر تو میری حاجت کو جانتا ہے پس تو میرا سوال پورا کر اور تو میرے دل کی بات جانتا ہے پس تو میرے گناہوں کو بخش۔ اے اللہ! میں تجھ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل کو لگا رہے اور سچا یقین مانگتا ہوں تاکہ میں یہ جان لوں کہ مجھے صرف وہی پہونچے گا جو تو نے میرے لئے لکھ رکھا ہے اور اس پر رضامندی چاہتا ہوں جو تو نے میری قسمت میں رکھا ہے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی وحی آئی کہ اے آدم تو نے مجھ سے ایسی دعا مانگی جس کو میں نے قبول کیا۔ تیرے گناہ بخشے تیرے رنج و غم دور کئے اور تیرے بعد

(۱) حطیم کعبہ سے شام کی جانب نصف دائرہ کی شکل پر ایک احاطہ ہے جس کے گرد آدمی کے سینہ برابر سنگ مرمر کی اونچی دیوار کھینچی ہوئی ہے اور کعبہ کے متصل دونوں طرف اس میں راہ ہے۔ میزاب رحمت بھی حطیم کی طرف ہے۔ وہ بڑا احاطہ ہے اس میں صرف چھ گز کعبہ کی جگہ ہے۔ قریش نے جب کعبہ بنایا اور حلال مال اتنی جگہ کے داخل کرنے کو کافی نہ ہوا اس لئے اس کو باہر رکھا تھا۔ اسی واسطے اس کو حطیم کہتے ہیں یعنی ٹوٹا ہوا اور اس کا نام حجر بھی ہے۔ جس کے معنی ممنوع کے ہیں اس لئے کہ یہ جگہ بھی داخل کرنے سے منع کی گئی ہے۔

تیری اولاد میں سے جو کوئی کبھی یہ دعا مانگے گا اس کے ساتھ بھی ضرور ایسا ہی کروں گا۔ اس کی محتاجی آنکھوں کی راہ سے نکالوں گا اس کی تجارت کو سب تاجروں سے بہتر کروں گا اس کے پاس دنیا آئے گی اور یہ اس کو مکروہ جانے گا لیکن پھیر نہ سکے گا۔

پھر ملتزم پر سینہ پیٹ اور داہنا رخسار لگا کر اور دونوں ہاتھ سر سے اوپر سیدھے دیوار پر پھیلا کر یہ دعاء پڑھے۔" اَللّٰهُمَّ يَا وَاجِدُ يَا مَاجِدُ لاَ تَنْزِعْ مِنِّىْ نِعْمَةً اَنْعَمْتَهَا عَلَىَّ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ وَقَفْتُ عَلٰى بَابِكَ الْعَالِىْ وَ الْتَزَمْتُ بِاَعْتَابِكَ وَ اَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَ اَخْشٰى عَذَابَكَ اَللّٰهُمَّ حَرِّمْ شَعْرِىْ وَ جَسَدِىْ عَلَى النَّارِ اَللّٰهُمَّ كَمَا صُنْتَ وَجْهِىْ عَنْ سُجُوْدِ غَيْرِكَ فَصُنْ وَجْهِىْ عَنْ مَسْأَلَةِ غَيْرِكَ اَللّٰهُمَّ يَا رَبَّ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَ رِقَابَ اٰبَائِنَا وَ اُمَّهَاتِنَا وَ اَصْحَابِنَا وَ اَحِبَّائِنَا مِنَ النَّارِ يَا كَرِيْمُ يَا غَفَّارُ يَا عَزِيْزُ يَا جَبَّارُ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ قِنِىْ مِنَ النَّارِ وَ اَعِذْنِىْ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ وَّ قَنِّعْنِىْ بِمَا رَزَقْتَنِىْ وَ بَارِكْ لِىْ فِيْمَا اٰتَيْتَنِىْ وَ صَلِّ عَلَى النَّبِىِّ الْهَاشِمِىِّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ ذُنُوْبِىْ لاَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلاَّ اَنْتَ اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ." اے اللہ! اے پانے والے! اے بزرگ! وہ نعمت مجھ سے مت چھین جو تو نے مجھے بخشی ہے۔ اے اللہ! میں تیرے اونچے دروازہ پر کھڑا ہوں تیری چوکھٹوں سے چمٹا ہوں۔ تیری رحمت کا امیدوار ہوں اور تیرے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اے اللہ میرے بال اور بدن کو دوزخ پر حرام کر۔ اے اللہ! جیسا کہ تو نے میرے منہ کو اپنے غیر کے سجدے سے بچایا ہے ویسا ہی میرے منہ کو اپنے غیر سے سوال کرنے سے بچا۔ اے اللہ! اے قدیم گھر کے مالک ہماری گردنوں، ہمارے باپ دادا ماؤں اور ہمارے دوست واحباب کی گردنوں کو دوزخ سے آزاد کر۔ اے کریم! اے غفار اے عزیز! اے جبار! تو ہماری دعاء قبول کر۔ بے شک تو ہی سننے اور

جاننے والا ہے۔ ہم کو توبہ کی توفیق دے۔ البتہ تو ہی توبہ کی توفیق دینے والا مہربان ہے۔ اے اللہ! اے قدیم گھر کے مالک مجھ کو دوزخ سے بچا۔ ہر برائی سے پناہ دے۔ اپنی دی ہوئی روزی پر قانع بنا، اپنی دی ہوئی چیز میں میرے لئے برکت دے۔ اور پیغمبر ہاشمی پر درود بھیج۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے تو ہی گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ بے شک تو بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر چاہ زمزم پر جا کر قبلہ رو کھڑے ہو کے تین بار دم لے لے کر خوب چھک کر پانی پئے۔ اگر ڈول خود نکال سکے تو نہایت بہتر ہے۔ بچے ہوئے پانی کو اپنے اوپر ڈالے اور ہر بار دم لینے کے وقت کعبہ کو دیکھے اور یہ دعا پڑھے " بِسْمِ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ الصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ "۔ اللہ کا نام لیکر یہ کام شروع کرتا ہوں اور ساری تعریفیں اللہ کو ہیں اور درود اس کے پیغمبر پر نازل ہو۔

مگر آخری مرتبہ یہ دعا پڑھے " اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُکَ عِلْمًا نَّافِعاً وَّ رِزْقاً وَّاسِعًا وَّ عَمَلاً صَالِحاً وَّ شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ "۔ اے اللہ! میں تجھ سے مفید علم، کشادہ روزی، نیک عمل اور ہر بیماری سے شفاء چاہتا ہوں۔ پھر حجر اسود کا استلام[1] کرے اور باب صفا سے صفا[2] کی طرف جس کو باب بنی مخزوم بھی کہتے ہیں نکلے۔ جب مسجد سے باہر چلے تو پہلے بایاں قدم اٹھائے اور پہنچنے سے پہلے یہ کہئے اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ . " جس چیز سے اللہ نے ابتداء کی ہے اسی سے میں بھی ابتداء کرتا ہوں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں پس جو کوئی اس کے گھر کا حج کرے یا عمرہ لائے اس پر

(۱) یہ استلام اس شخص کے لئے ہے جو طواف کے بعد صفا و مروہ میں سعی کرے گا گویا کہ یہ وہاں جانے کی اجازت لیتا ہے۔ صرف طواف کرنے والے کو پھر بوسہ دینا نہیں چاہئے۔ (۲) کہتے ہیں کہ صفا پر حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام بیٹھے تھے اور مروہ پر امرأۃ یعنی حضرت حوا اس لئے دونوں کا نام صفا و مروہ ہوا اور مشہور یہ ہے کہ صفا اور مروہ ان مرد و عورت کے نام تھے جن سے خانہ کعبہ میں بدکاری ہوئی تھی۔ وہ دونوں مسخ ہو کر پتھر بن گئے۔ پھر عبرت کے لئے ان دونوں کو ان پہاڑوں پر رکھ دیا گیا پس رفتہ رفتہ پہاڑوں کا نام بھی وہی نام پڑ گیا۔

گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے اور جو اپنی خوشی سے نیکی کرے سو اللہ اس کا قدرداں اور جاننے والا ہے۔ اور صفا پر چڑھکر خانہ کعبہ کو باب الصفاء کی راہ سے جہاں سے سامنے پڑتا ہے دیکھے اور اس کی طرف منہ کئے ہوئے ہاتھ[۱] کندھوں تک اٹھائے اس طرح پر کہ ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہوں اور یہ دعا پڑھے۔'' اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ . اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا ھَدَانَا . اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا اَوْ لَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی مَا اَلْھَمَنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا وَ مَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَ ھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ وَ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَ اَعَزَّ جُنْدَہٗ وَ ھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَ لَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ وَ قَوْلُکَ الْحَقُّ اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَکُمْ وَ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ وَ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ کَمَا ھَدَیْتَنِیْ لِلْاِسْلَامِ اَنْ لَّا تَنْزِعَہٗ مِنِّیْ حَتّٰی تَوَفَّانِیْ وَ اَنَا مُسْلِمٌ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ اَتْبَاعِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَشَائِخِیْ وَ لِلْمُسْلِمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ وَ السَّلَامُ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ''۔ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے حمد ہے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو سیدھا راستہ بتایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو نعمت دی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو حق بات سمجھائی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے

(۱) اس زمانہ میں اکثر مطوفین کی عادت ہے کہ صفا و مروہ میں پہونچکر تین بار رفع یدین کرتے ہیں اس طرح پر کہ ہاتھ آسمان کی طرف کھول کر بلند کرتے ہیں اور انگلیوں سے اشارہ بھی کرتے ہیں لیکن اس فعل کی کچھ اصل نہیں ہے۔

ہم کو ہدایت دی اور ہم کبھی راہ پر نہ آتے اگر اللہ ہم کو راہ پر نہ لاتا۔ سوائے خدا کے کوئی معبود برحق نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اسی کو بادشاہت اور اسی کو حمد ہے۔ وہ زندہ رکھتا اور مارتا ہے اور وہ ایسا زندہ ہے کہ مرنے والا نہیں۔ اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے سوائے خدا کے کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا دعویٰ سچا ہے اس نے اپنے بندے کی مدد کی اپنے لشکر کو غالب کیا اور تمام گروہوں کو اکیلے شکست دی۔ سوائے خدا کے کوئی معبود برحق نہیں اور ہم اپنے دین کو اسی کے لئے خالص کر کے اسی کی عبادت کرتے ہیں اگرچہ کافر لوگ برا مانیں۔ اے اللہ! تو نے فرمایا ہے اور تیرا قول سچا ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا اور بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا اور جیسا کہ تو نے مجھے اسلام کی راہ بتائی ہے میں تجھ سے چاہتا ہوں کہ اس کو مجھ سے مت چھین یہاں تک کہ تو مجھ کو دنیا سے مسلمان ہی اٹھا۔ اللہ پاک ہے اور اللہ کا شکر ہے اور سوائے خدا کے کوئی معبود برحق نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور گناہ سے پھرنے اور عبادت کرنے کی طاقت صرف خدائے بزرگ و برتر سے ہے۔ اے اللہ! تو درود سلام ہمارے سردار محمد اور ان کے آل واصحاب اور ان کی پیروی کرنے والوں پر قیامت تک نازل فرما۔ اے اللہ! تو مجھے میرے ماں باپ' میرے استادوں اور تمام مسلمانوں کو بخش دے اور جملہ پیغمبروں پر سلام نازل کر اور سب تعریف پروردگار عالم کیلئے ہے۔

اور بہت دیر تک وہاں ٹھہرا رہے اور خدا کی یاد اور دعاء کرتا رہے۔ کیونکہ وہ دعاء کے مقبول ہونے کا مقام ہے۔ پھر اتر کر مروہ(۱) کی طرف دعا مانگتا خدا کو یاد کرتا ہوا بآرام تمام چلے۔ جب سبز مینار(۲) تک پہونچے جو بائیں طرف مسجد الحرام کی دیوار میں نصب ہے تو دوسرے مینار تک جو حضرت عباسؓ کے گھر کے مقابل ہے دوڑے اور یہ دعا پڑھے "رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ تَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا لَا نَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ وَ اهْدِنِیْ لِلَّتِیْ

(۱) صفاء سے مروہ تک سات سو ستر گز کی مسافت ہے اور دونوں میلوں میں تخمیناً چالیس قدم کا فرق ہے۔ اور دونوں کے مقابل بازار کی طرف بھی دو سبز مینار بنے ہوئے ہیں۔ (۲) فی الوقت سبز لائٹ ہے۔

هِيَ اَقْوَمُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ سَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا . اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ يَا مُجِيْبَ الدَّعْوَاتِ رَبَّنَا اٰتِنَآ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ "اے میرے رب! تو بخش اور رحم کر اور اس سے درگزر کر جس کو تو جانتا ہے بے شک تو اس کو جانتا ہے جس کو ہم نہیں جانتے البتہ تو زبردست بہت کرم والا ہے مجھ کو وہ راہ دکھا جو بہت سیدھی ہے۔ اے اللہ! اس کو مقبول حج اور قابل شکر سعی اور بخشا ہوا گناہ قرار دے۔ اے اللہ! تو مجھ کو میرے ماں باپ، تمام باایمان اور فرمانبردار مرد و عورتوں کو بخش دے۔ اے دعاؤں کے قبول کرنے والے! اے ہمارے رب! ہم کو دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی دے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا۔ پھر دوسرے مینار کے بعد سے آہستہ اپنی عادت کے موافق چلے۔ جب مروہ پر پہونچے تو وہی سب بجالائے جو صفا پر کیا تھا۔ یہ ایک پھیرا ہوا۔ پھر صفا کی طرف لوٹے یہ دوسرا پھیرا ہوا۔ اسی طرح سات بار پھرے کہ صفا سے شروع اور مروہ پر ختم کرے اور ہر بار دونوں سبز مینار کے درمیان میں دوڑے۔ یہ دوڑنا گھوڑے کے دوڑنے سے کم اور رمل سے زائد ہو۔ حنفی مذہب میں اس موقع پر اضطباع نہیں ہے۔ امام شافعی کے مذہب میں ہے۔

پھر قبلہ رو ہو کر اپنے داہنے جانب سے سر منڈائے یا سر کے چوتھائی بال یا اس سے بھی زیادہ جتنا چاہے کترائے لیکن تمام سر کا منڈانا بہتر ہے۔ عورت تمام بالوں(۱) سے ایک انگشت کی پور کے برابر کترائے۔ اس کے بعد مرد ناخن، مونچھیں کترائے بغل کے بال دور کرے اور بالوں کو دفن کردے۔ بالوں کو دور کرنے کے وقت یہ دعاء پڑھے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا هَدَانَا وَ اَنْعَمَ عَلَيْنَا وَ قَضٰى عَنَّا نُسُكَنَا اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ فَاجْعَلْنِيْ بِكُلِّ شَعْرَةٍ نُّوْرًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ وَامْحُ عَنِّيْ بِهَا سَيِّئَةً وَّ ارْفَعْ لِيْ دَرَجَةً فِي الْجَنَّةِ الْعَالِيَةِ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْ نَفْسِيْ وَ تَقَبَّلْ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِلْمُحَلِّقِيْنَ يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ . آمِيْنَ .

(۱) یعنی بالوں کو اسطرح جمع کریں کہ پورے بال یکجا ہو جائیں یا کم از کم اکثر ہو جائیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں سیدھی راہ بتائی۔ ہم کو نعمت دی اور ہم سے ہمارے نسک ادا کرائے۔ اے اللہ! ہماری یہ چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے سو ہر بال کے بدلے قیامت کے دن میرے لئے ایک نور پیدا کر اور اس سے میرے ایک گناہ مٹا اور خلد بریں میں میرا ایک درجہ بلند کر۔ اے اللہ! مجھ کو میرے دل میں برکت دے اور میری عبادت قبول کر۔ اے اللہ! مجھ کو اور منڈانے والوں کو بخش اے بڑی بخشش والے قبول کر۔

پھر مسجد الحرام میں حجر اسود کے سامنے دو رکعت نماز پڑھ کر احرام اتار ڈالے کیونکہ عمرہ تمام ہو چکا اور ایسا ہی متمتع کو بھی کرنا چاہئے۔ لیکن اگر وہ چاہے یا اس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو تو وہ احرام باندھے رہے جب حج کا وقت آئے تو دوسرا احرام حج کا باندھے اور قارن حج تک ایک ہی احرام باندھے رہے۔

ادائی حج کا طریقہ

آفاقی اگر صرف حج کرنا چاہے تو اس طرح احرام باندھے جس طرح اوپر بیان کیا گیا۔ اگر کسی ضرورت سے یا بلا ضرورت سیدھا عرفات کو جائے تو اس پر سے طواف القدوم جو کہ تحیۃ المسجد کی طرح مسنون ہے، ساقط ہو جائیگا۔ لیکن بلا ضرورت ایسا کرنے سے گنہگار ہوگا کیونکہ اس سے بہت سی سنتیں ترک ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اس کا بیان آگے آئے گا اور اگر سیدھا عرفات کو نہ جائے تو طواف القدوم بجالائے جس طرح عمرے کے بیان(۱) میں گزرا۔

اگر اس طواف کے بعد سعی صفا و مروہ منظور نہ ہو بلکہ طواف الزیارت کے بعد جو سعی اس وقت مسنون ہے، تو اس طواف میں اضطباع و رمل نہ کرے۔ لیکن اگر اس لحاظ سے کہ طواف الزیارت کے بعد بہت سے مناسک ادا کرنے دشوار ہوں گے طواف کے بعد سعی کرے تو جائز ہے اور اضطباع و رمل بھی اسی میں کرے جیسا کہ اوپر گزرا۔ الحاصل جس طواف کے بعد سعی ہو

(۱) یعنی جس طرح عمرے کے بیان میں طواف کا ذکر ہوا ہے اسی طرح طواف بجالائے اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ عمرے کے طواف القدوم جیسا طواف کرے کیونکہ عمرے میں طواف القدوم نہیں ہوتا۔

اسی میں اضطباع ورمل بھی ہونا چاہئے۔جیسا کہ طواف عمرہ میں بیان ہوا۔

اس طواف قدوم وسعی میں لبیک کہنا موقوف نہ کرے جیسا کہ عمرے میں اول طواف سے موقوف کرتے ہیں ۔ ہاں جو حاجی طواف الزیارت کے بعد سعی کرے اس کو صفا و مروہ میں لبیک نہ کہنا چاہئے بلکہ وہ جمرۃ العقبۃ میں رمی سے پہلے موقوف کرے ۔ پھر طواف القدوم یا طواف وسعی کے بعد مکہ میں اقامت کرے مگر احرام باندھے رہے اور جو چیزیں احرام میں منع ہیں ان سے بچے۔یہی حکم قارن اوراس متمتع کا بھی ہے جس کے پاس قربانی ہو۔اس اثناء میں جب چاہے بغیر اضطباع ورمل کے طواف نفل ادا کرتا رہے ۔مگر حج کے مہینوں میں عمرہ نہ ادا کرے کیونکہ اب وہ قیام مکہ سے مکی ہو گیا ہے۔

ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو امام مسجد الحرام میں ظہر کے بعد ایک خطبہ پڑھتا ہے اوراس میں حج کے مناسک بیان کرتا ہے اس کو سنے۔

تَـرْوِيَـہُ کے دن یعنی آٹھویں تاریخ کو محرم آفاقی اور جو مکی غیر محرم ہو وہ احرام باندھ کر صبح کی نماز کے بعد امام اور سب لوگوں کے ساتھ منیٰ[1] کو جائے۔مکی طواف نفل کے بعد احرام باندھے تو بہتر ہے۔اگراس کے بعد سعی بھی منظور ہو تو اس طواف میں اضطباع ورمل بھی کرے۔اوراگر طواف الزیارت کے بعد سعی کا قصد ہو تو اس طواف میں یہ دونوں کام نہ کرے۔

منیٰ پہونچکر ممکن ہو تو مسجد خیف[2] کے پاس ٹھہرے ورنہ راستہ کے علاوہ جہاں کہیں جگہ پائے قیام کرے اور ظہر سے فجر تک وہاں پانچ نماز پڑھے اور رات بھر لبیک دعاء اور استغفار میں مصروف رہے۔طبرانی اور بیہقی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

(۱) منیٰ ایک مقام کا نام ہے جو مکہ سے تین کوس پرشرق کی جانب ہے۔وہاں مکانات اور دوکانیں بنی ہوئی ہیں۔موسم حج میں وہاں بازار نہایت آراستہ کرتے ہیں۔ یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ منیٰ کے معنی لغت میں اندازہ کرنے کے ہیں اور یہاں بھی قربانی کرنے کا اندازہ کیا جاتا ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام سے اس مقام پر جدا ہونے لگے تو کہا تَمَنَّ یعنی تو آرزو کر۔حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ اَتَمَنَّى الْجَنَّةَ میں جنت کی آرزو کرتا ہوں۔پس اس لحاظ سے اس مقام کا نام منیٰ رکھا گیا کہ حضرت آدم کی امنیہ یعنی آرزو وہاں واقع ہوئی تھی۔(۲) خیف کنارہ کو کہتے ہیں چونکہ یہ مسجد بھی منیٰ کے کنارے یا منیٰ کے پہاڑ کے کنارے واقع ہے اس لئے اس نام سے موسوم ہوئی ہے۔

کہ میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو کوئی مرد و عورت عرفہ کی رات منیٰ میں یہ دعاء ہزار بار پڑھے گا وہ جو کچھ مانگے گا ضرور پائے گا۔ وہ دعاء یہ ہے۔'' سُبْحَانَ الَّذِیْ فِیْ السَّمَآءِ عَرْشُهٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِیْ الْاَرْضِ مَوْطِئُهٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِیْ الْبَحْرِ سَبِیْلُهٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِیْ النَّارِ سُلْطَانُهٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِیْ الْجَنَّةِ رَحْمَتُهٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِیْ الْقَبْرِ قَضَاؤُهٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِیْ الْهَوَآءِ رَوْحُهٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمَآءَ سُبْحَانَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ لَا مَلْجَأَ وَ لَا مَنْجَا مِنْهُ اِلَّا اِلَیْهِ ''۔ پاکی ہے اس ذات کو جس کا عرش آسمان پر ہے۔ پاکی ہے اس ذات کو جس کا پا انداز زمین پر ہے۔ پاکی ہے اس ذات کو جس کی راہ دریا میں ہے۔ پاکی ہے اس ذات کو جس کی حکومت آگ میں ہے۔ پاکی ہے اس ذات کو جس کی رحمت جنت میں ہے۔ پاکی ہے اس ذات کو جس کا حکم قبر میں جاری ہے۔ پاکی ہے اس ذات کو جس کی رحمت ہوا میں ہے۔ پاکی ہے اس ذات کو جس نے آسمان کو بلند کیا۔ پاکی ہے اس ذات کو جس نے زمین کو پست کیا اس سے پناہ اور نجات بجز اس کے نہیں ہے۔

اور صبح کی نماز غلس اندھیرے کے وقت پڑھ کر منتظر رہے جب سورج نکلے تب مسجد خیف کے پہاڑ کی راہ سے جس کو ضب کہتے ہیں' عرفات(۱) کو جائے یا زمین کی راہ سے جو مزدلفہ اور عرفہ کے درمیان میں ہے' واپس ہوا اور عرفات کو نکلتے وقت یہ دعاء پڑھے۔'' اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا خَیْرَ غُدْوَةٍ غَدَوْتُهَا قَطُّ وَ اَقْرِبْهَا مِنْ رِضْوَانِکَ وَ اَبْعِدْهَا مِنْ سَخَطِکَ اَللّٰهُمَّ اِلَیْکَ غَدَوْتُ وَ اِیَّاکَ رَجَوْتُ وَ عَلَیْکَ اعْتَمَدْتُّ وَ وَجْهَکَ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ تُبَاهِیْ بِهِ الْیَوْمَ مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ وَ اَفْضَلُ ''۔ اے اللہ! اس

(۱) عرفات نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں اس بات کی معرفت حاصل ہوئی تھی کہ خواب خدا کی طرف سے ہے یا یہ کہ جبرئیل علیہ السلام نے وہاں ان کو مناسک حج کی معرفت بتلائی تھی یا یہ کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو وہاں باہم معرفت وشناسائی حاصل ہوئی تھی۔

صبح کو میری تمام صبحوں سے بہتر بنا اس کو اپنی رضامندی سے زیادہ قریب اور اپنے غصہ سے بہت دور کر۔ اے اللہ! میں نے تیری ہی طرف صبح کی اور تیری ہی آرزو کی اور تجھی پر اعتماد کیا اور تیری ہی ذات کا خواستگار رہا۔ پس مجھ کو ان لوگوں میں سے بنا جن پر آج کے دن مجھ سے بہتر اور افضل شخص نے فخر کیا ہے۔

جب جبل رحمت پر نگاہ پڑے دعاء مانگے اور تسبیح وتہلیل وتحمید واستغفار وتکبیر پڑھے۔ پھر عرفات میں مسجد النمر[1] ہ کے پاس جس کو مسجد ابراہیم کہتے ہیں' قیام کرے اور زوال کے قبل کھانے پینے سے فارغ ہو کر وقوف عرفات کے لئے غسل کرے جو کہ سنت موکدہ ہے تا کہ زوال کے وقت یا اس سے پیشتر مسجد النمر ہ میں جا بیٹھے۔ زوال کے بعد خطبہ سنکر امام کے پیچھے ظہر وعصر[2] کی نماز ایک اذان اور دو تکبیر کے ساتھ ظہر کے وقت پڑھے۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان میں نوافل اور سنتیں نہ پڑھے اور نہ کچھ کھائے پیئے۔ جب نماز سے فارغ ہو فوراً عرفات پر سوائے وادی عرُنہ کے جہاں چاہے اور جہاں جگہ پائے اونٹ پر سوار ہو کر قبلہ رو امام کے پیچھے یا دائیں بائیں ٹھہرے۔ مگر جبل رحمت کے پاس بڑے بڑے سیاہ پتھروں کے فرش پر ٹھہرنا بہتر ہے کیونکہ وہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف ہے۔ وہاں اب بطور مسجد کے احاطہ بنا ہوا ہے۔ پہاڑ پر چڑھ کر وقوف کرنا اور اس کو سب مواقف سے بہتر جاننا کچھ اصلیت نہیں رکھتا۔ پیادہ کھڑا رہنا' بیٹھنا' لیٹنا بھی جائز ہے۔ اس حالت میں مسکین محتاج کی طرح ہاتھ پھیلا کر دعاء مانگے اور ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ[3]'' کمال عاجزی سے شام تک پڑھتا رہے اور درمیان میں ہر ہر ساعت کے بعد لبیک پکارتا رہے اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے پھوٹ پھوٹ کر روئے اور توبہ واستغفار دل وزبان سے کہے۔ رونا نہ آئے

(۱) نمرہ مقام یا پہاڑ کا نام ہے جس پر حد حرم کی میل بنی ہوئی ہے۔ (۲) اس دن نماز ظہر وعصر کا جمع کرنا اس پر موقوف ہے کہ نماز امام اکبر کی جماعت کے ساتھ ادا کی جائے لیکن جو اکیلا یا چھوٹی جماعت کے ساتھ پڑھے وہ ظہر اور عصر کو جمع نہ کرے (۳) پاکی اللہ کو ہے اور سب حمد اللہ کو ہے اور سوائے اللہ کے کوئی سچا معبود نہیں۔

تو منہ بسورے بلکہ اپنی سنگدلی پر روئے اور اپنے والدین، استادوں، رشتہ داروں، دوستوں اور تمام مسلمانوں کے لئے مغفرت چاہے۔ اس روز گناہ وقصور سے نہایت پرہیز کرے بلکہ مباح سے بھی بچے۔ صرف دعاء استغفار، توبہ، تسبیح، تلاوت وغیرہ میں مشغول رہے کیونکہ ایسا دن پھر کہاں ملے گا۔

طبرانی، بیہقی وابن ابی شیبہ حضرت علی وابن عباس وجابر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں یہ دعاء پڑھتے تھے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ بِالْهُدٰی وَ نَقِّنِیْ وَ اعْتَصِمْنِیْ بِالتَّقْوٰی وَ اغْفِرْلِیْ فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلٰوتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْيَایَ وَ مَمَاتِیْ وَ اِلَيْكَ مَاٰلِیْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ وَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَ شَتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا بِالْهُدٰی وَ زَيِّنَا بِالتَّقْوٰی وَاغْفِرْلَنَا فِی الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ رِزْقًا حَلَالًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَمَرْتَنِیْ بِالدُّعَاءِ وَ لَكَ الْاِجَابَةُ وَ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ وَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ مَا اَحْبَبْتَ مِنْ خَيْرٍ فَحَبِّبْهُ اِلَيْنَا وَ يَسِّرْهُ لَنَا وَ مَا كَرِهْتَ مِنْ شَرٍّ فَكَرِّهْهُ اِلَيْنَا وَ جَنِّبْنَاهُ وَ لَا تَنْزِعْ مِنَّا الْاِسْلَامَ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِیْ وَ يُمِيْتُ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ صَدْرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ يَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَسَاوِسِ الصَّدْرِ وَ تَشْتِيْتِ الْاَمْرِ وَ عَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِی اللَّيْلِ وَ شَرِّ مَا يَلِجُ فِی النَّهَارِ وَ شَرِّ مَا تَهُبُّ الرِّيَاحُ وَ شَرِّ بَوَائِقِ الدَّهْرِ رَبَّنَا اٰتِنَآ فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِمَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ وَ اَعُوْذُ بِكَ

مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْهُ نَبِیُّکَ صَلیَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ
اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ
مِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَآ وَ تَقَبَّلْ دُعَاءَ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ
الْحِسَابُ رَبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ
سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لاَ تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ
رَبَّنَا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَ تُبْ عَلَیْنَآ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ لاَ
حَوْلَ وَ لاَ قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ وَ تَرٰی مَکَانِیْ وَ تَسْمَعُ
کَلَامِیْ وَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَ عَلَا نِیَتِیْ وَ لاَ یَخْفٰی عَلَیْکَ شَیْءٌ مِنْ اَمْرِیْ وَ اَنَا
الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ الْمُسْتَغِیْثُ الْمُسْتَجِیْرُ الْوَجِلُ الْمُشْفِقُ الْمُقِرُّ الْمُعْتَرِفُ بِذَنْبِهٖ
اَسْأَلُکَ مَسْأَلَةَ الْمِسْکِیْنِ وَ اَبْتَهِلُ اِلَیْکَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَ اَدْعُوْکَ
دُعَاءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ مَنْ خَضَعَتْ اِلَیْکَ رَقَبَتُهٗ وَ فَاضَتْ عَیْنَاهُ وَ نَحِلَ لَکَ
جَسَدُهٗ وَ رَغِمَ لَکَ اَنْفُهٗ اَللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلْنِیْ بِدُعَائِکَ شَقِیًّا وَّ کُنْ لِیْ رَؤُفاً
رَّحِیْماً یَا خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَ یَا خَیْرَ الْمُعْطِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ آمین۔ اللہ بڑا ہے۔ اللہ بڑا ہے۔ اللہ بڑا ہے۔ اللہ ہی کے لئے حمد ہے۔ اللہ
ہی کے لئے حمد ہے۔ اللہ ہی کیلئے حمد ہے۔ سوائے خدا کے کوئی سچا معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا
کوئی ساجھی نہیں۔ اس کو بادشاہت اور اسی کو حمد ہے۔ اے اللہ! مجھکو سیدھی راہ دکھا اور پاک کر
اور تقوے کا مضبوط پکڑنے والا بنا اور دنیا و آخرت میں مجھ کو بخش۔ اے اللہ! تو اس کو حج مقبول
اور بخشا ہوا گناہ قرار دے۔ اے اللہ! میری نماز میری عبادت میری زندگی میری موت سب
تیرے لئے ہے اور تیری ہی طرف میرا ٹھکانا ہے۔ اے اللہ! میں قبر کے عذاب' دل کے
وسوسے' کام کی پریشانی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! تو ہم کو سیدھی راہ دکھا۔
پرہیز گاری سے آراستہ کر اور دنیا و آخرت میں ہم کو بخش۔ اے اللہ! میں تجھ سے حلال پاک

برکت والی روزی چاہتا ہوں۔اے اللہ! تو نے مجھے دعا مانگنے کا حکم دیا ہے اور قبول کرنا تیرا ہی کام ہے اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔اے اللہ! تو جس نیکی کو پسند کرتا ہے اس کو ہمارے نزدیک محبوب بنا اور ہمارے لئے آسان کر اور جس کو برا جانتا ہے اس کو ہمارے نزدیک برا کر اور ہم کو اس سے بچا اور ہم کو اسلام کی ہدایت دینے کے بعد ہم سے مت چھین۔خدا کے سواء کوئی سچا معبود نہیں۔وہ اکیلا ہے۔اس کا کوئی ساجھی نہیں۔اس کو بادشاہت اور حمد ہے ۔وہی جلاتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔اے اللہ! میرے سینہ میں نور ڈال اور میرے کان میں اور میری آنکھ میں اور میرے دل میں۔اے اللہ! میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو آسان کر اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں میرے سینہ کے وسوسے' کام کی پریشانی' قبر کے عذاب سے۔ اے اللہ! رات دن کے آنے والی اور ہوا کے چلنے اور حوادث زمانہ کی برائیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔اے ہمارے رب! تو ہم کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور عذاب دوزخ سے بچا۔اے اللہ! میں تجھ سے وہ بھلائی چاہتا ہوں جس کو تجھ سے تیرے نبی نے مانگا ہے اور اس برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس سے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ چاہی ہے۔اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم پر بخشش اور رحم نہ کرے گا تو ہم بے شک گھاٹے میں رہیں گے۔اے رب! تو مجھ کو اور میری اولاد کو پکا نمازی بنا۔اے رب میری دعا قبول کر۔اے ہمارے رب! مجھ کو میرے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کو قیامت کے دن بخش دے۔اے رب! تو ان دونوں پر ویسا ہی رحم کر جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔اے ہمارے رب! تو ہم کو اور ہمارے اگلے مسلمان بھائیوں کو بخش دے۔اور ہمارے دلوں میں مسلمانوں کی طرف سے کینہ مت ڈال۔اے رب! بے شک تو مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔اے ہمارے رب! تو بے شک سننے اور جاننے والا ہے۔ہم کو توبہ کی توفیق دے بے شک تو ہی توبہ کی توفیق دینے والا اور رحم کرنے والا ہے۔گناہ سے پھرنے اور عبادت کرنے کی طاقت صرف خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے ہے۔اے اللہ! بے شک تو میرا مقام جانتا

بوجھتا میرا کلام سنتا میرے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور تجھ پر میرا کوئی امر پوشیدہ نہیں ہے اور میں سخت محتاج فقیر فریادی پناہ جو شرمندہ خوف زدہ اپنے گناہوں کا اقرار اور اقبال کرنے والا ہوں تجھ سے مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں اور ذلیل گنہگار کی طرح تیرے سامنے گڑ گڑاتا ہوں اور اندھے خوف زدہ کی طرح تجھے پکارتا ہوں جس کی گردن تیرے لئے جھکی اور آنکھیں تیرے لئے اشکبار ہویں اور اس کا جسم تیرے لئے لاغر اور اس کی ناک تیرے لئے خاک آلود ہوئی۔ اے اللہ! تو مجھے اپنی دعاء میں ناکام مت کر اور تو میرا مہربان وشفیق ہو۔ اے سب سوال کئے گیوں اور بخشش کرنے والوں سے بہتر! اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے اور ساری حمد پروردگار عالم کیلئے ہے تو اس کو قبول کر۔

اور مناسب ہے کہ خضر علیہ السلام کی دعاء کا بھی ورد کرے اور وہ یہ ہے ''یَا مَنُ لَّا یَشُغَلُهٗ شَأُنٌ عَنُ شَأُنٍ وَ لَا سَمُعٌ عَنُ سَمُعٍ وَ لَا تَشُتَبِهُ عَلَیُهِ الُاَصُوَاتُ یَا مَنُ لَا یَغُلِطُهٗ كَثُرَةُ الُمَسَائِلِ بِالُحَاجَاتِ وَ لَا یَخُتَلِفُ عَلَیُهِ الُّلغَاتُ وَ یَا مَنُ لَا یُبُرِمُهٗ اِلُحَاحُ الُمُلِحِّیُنَ فِیُ الدُّعَاءِ وَ لَا تَضُجِرُهٗ مَسُأَلَةُ السَّائِلِیُنَ اَذِقُنَا بَرُدَ عَفُوِكَ وَ حَلَاوَةَ مَغُفِرَتِكَ وَ لَذَّةَ مُنَاجَاتِكَ وَ رَحُمَتِكَ۔'' اے وہ ذات کہ تجھ کو ایک حالت سے دوسری حالت نہیں روکتی اور نہ ایک کا سننا دوسرے کی سننے سے مانع ہوتا ہے اور نہ تجھ پر آوازیں مشتبہ ہوتی ہیں۔ اے وہ ذات کہ تجھ کو بہت سی مرادیں مانگنا غلطی میں نہیں ڈالتا اور نہ تجھ پر زبانیں مختلف ہوتی ہیں اور اے وہ ذات کہ تجھ کو نہ دعا مانگنے والوں کا اصرار عاجز کرتا اور نہ سوال کرنے والوں کا سوال تنگ کرتا تو ہم کو اپنی بخشش کی ٹھنڈک اپنی مغفرت کی حلاوت اور اپنی مناجات ورحمت کی لذت چکھا۔

اور یہ دعا جس کو امام غزالیؒ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں نہایت موثر ہے۔ ''اِلٰهِیُ مَنُ مَّدَحَ اِلَیُكَ نَفُسَهٗ فَاِنِّیُ لَائِمٌ لِّنَفُسِیُ اَخُرَسَتِ الُمَعَاصِیُ لِسَانِیُ فَمَالِیُ وَ سِیُلَةٌ مِنُ عَمَلٍ وَ لَا شَفِیُعٌ سِوَا الُاَمَلِ'' ۔ اے اللہ! کرنے والوں نے اپنی تعریف تیرے سامنے کی

ہوگی مگر میں تو اپنے آپ کو ملامت کرنے والا ہوں ۔ گناہوں نے میری زبان گونگی کردی پس نہ مجھ کو عمل کا وسیلہ ہے اور نہ سوائے تیری امید کے کوئی میرا شفیع ہے۔

سورج ڈوبنے کے بعد لبیک کہتا اور دعائیں پڑھتا ہوا امام کے ہمراہ اطمینان اور وقار کے ساتھ مزدلفہ(۱) کی طرف آئے ۔ اگر قدرت ہو تو جلدی جلدی چلے کیونکہ تیز چلنا مسنون ہے لیکن تیز چلنے سے کسی کو تکلیف نہ دے ۔ جب مزدلفہ کے پاس پہونچے اگر ہو سکے پیادہ ہولے اور غسل کرے ورنہ وضو کرے اور مزدلفہ کے پہاڑ کے پاس جس کو مشعر الحرام کہتے ہیں مسجد کی قریب راہ سے داہنی طرف اترے۔ عین راہ میں نہ اترے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ اگر وہاں جگہ نہ پائے تو پھر تمام مزدلفہ ٹھہرنے کا مقام ہے بجز وادی محسر کے کہ وہاں سے گزرتے ہوئے بقدر پھینکنے ایک پتھر کے تیز چلے اور سوار ہو تو سواری کو تیز کرے بشرطیکہ اور چلنے والوں کو ایذا نہ پہونچے اور وہاں سے گزرتے ہوئے یہ دعاء پڑھے "**اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَ لَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَ عَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ**" ۔اے اللہ! نہ تو ہم کو اپنے غصہ سے قتل کر اور نہ اپنے عذاب سے ہلاک کر اور ہم کو اس سے پہلے عافیت دے۔

اور اسباب اتارنے سے پہلے اگر مطمئن ہو تو مغرب وعشاء کی نماز ایک اذان اور ایک تکبیر (اقامت) سے امام کے پیچھے عشاء کے وقت ملا کر پڑھے ۔ مگر امام شافعی وامام مالک کے نزدیک دو تکبیر کے ساتھ ادا کرے ۔ مغرب وعشاء کی سنت اور وتر دونوں کے بعد پڑھے ۔ مغرب کی نماز میں بھی ادا کی نیت کرے ۔ جماعت سنت موکدہ ہے۔ اگر اکیلے پڑھے تو بھی دونوں نمازوں کو جمع کرے۔

رات بھر وہاں رہے اور مثل عرفات کے خدا کی یاد' دعا' استغفار اور استدعائے رضامندی اعداء میں مشغول رہے ۔ جب صبح صادق ہو' اندھیرے میں فجر کی نماز امام کے پیچھے یا اکیلے

---

(۱) مزدلفہ عرفات سے تین کوس پر ایک مقام ہے وہاں بھی نہر جاری ہے ۔ ازدلاف کے معنیٰ قریب ہونا چونکہ حضرت آدم وہاں حضرت حوا سے قریب ہوئے تھے اس لئے اس کو مزدلفہ کہتے ہیں۔

پڑھ کرکوہ مشعرالحرام کے پاس جس کو جبل قزح بھی کہتے ہیں اوراب اس پر مکان بھی بن گیا ہے جا کر قبلہ رو لبیک تسبیح، تہلیل، تکبیر، تحمید اور درود میں مشغول ہو اور طلوع آفتاب کے قریب تک ہاتھ پھیلا کر دعاء مانگے اور یہ دعاء پڑھے۔ ''اَللّٰھُمَّ بِحَقِّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَ الْبَیْتِ الْحَرَامِ وَ الشَّھْرِ الْحَرَامِ وَ الرُّکْنِ وَ الْمَقَامِ بَلِّغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِّنَّا التَّحِیَّۃَ وَ السَّلَامَ وَ اَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ ۔'' اے اللہ! مشعرالحرام، خانہ کعبہ، ماہ حرام، رکن حجراسود اور مقام ابراہیم کے طفیل میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کو ہماری طرف سے درود وسلام پہنچا اور اے بزرگی اور عزت والے تو ہم کو جنت میں داخل کر۔ پھر باقلی (لوبیا) یا چنے کے برابر ۷۰ کنکریاں مزدلفہ سے لیکر منیٰ میں آئے اور نالے کے نشیب میں پانچ گز یا اس سے کچھ زیادہ فاصلہ سے جمرۃ العقبۃ کے سامنے، منٰی کو داہنی جانب، کعبہ کو بائیں طرف چھوڑ کر سواری یا پاپیادہ کھڑا ہو اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور کلمے کی انگلی سے ان کنکریوں کو متفرق طور پر خوب تاک کر جمرۃ العقبہ پر مارے اور ہر کنکری مارنے میں یہ دعاء پڑھے۔ ''بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ رَغْمًا لِّلشَّیْطَانِ وَ حِزْبِہٖ وَ رِضیً لِّلرَّحْمٰنِ وَ لُطْفِہٖ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّ سَعْیًا مَّشْکُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا ۔'' میں اللہ کا نام لیکر اور اللہ سب سے بڑا ہے شیطان اور اس کے گروہ کی ذلت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ومہربانی کے لئے ایسا کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو اس کو مقبول حج اور قابل قدر سعی اور بخشا ہوا گناہ قرار دے۔ اور کنکریاں پھینکنے کے وقت ہاتھ اس قدر بلند ہو کہ بغل نظر آنے لگے اور پھینکنے کا طریقہ یہ ہے کہ کنکری انگوٹھے کے ناخن پر رکھ کر کلمہ کی انگلی سے پھینکے یا کلمہ کی انگلی کے اوپر کے جوڑ پر اندر کی جانب رکھ کر انگوٹھے کے ناخن سے پھینکے یا ان دونوں کی پور میں پکڑ کر پھینک دے اور یہ سب سے آسان ہے۔ اگر جمرۃ العقبہ پر لگے یا اس کے آس پاس تین گز تک پڑے تو بہتر ہے ورنہ اس کے بدلے اور پھینکے۔

پہلی کنکری پھینکتے وقت لبیک کہنا موقوف کرے خواہ مفرد ہو یا قارن یا متمتع اور کنکریوں کو جمرات پر سے اٹھا کر نہ مارے اس لئے کہ مقبول رمی کی کنکریاں فرشتے اٹھا لے جاتے ہیں اور جو نامقبول ہوتی ہے وہ باقی رہ جاتی ہے۔ پس نامقبول کنکری سے رمی نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر ایسا کیا جائے تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ البتہ اگر کنکری ہاتھ سے گر پڑے اور اس کو اٹھا کر مارے تو اس میں کچھ قباحت نہیں۔

جب کنکریوں کے پھینکنے سے فراغت پائے تو دعاء مانگتا ہوا اپنے مقام پر آ جائے کیونکہ وہاں ٹھہرنے سے اوروں کو تکلیف ہوگی۔ پھر آتے ہی قربانی کرے۔ قربانی مفرد پر مستحب اور قارن و متمتع پر واجب ہے۔ اگر ان دونوں کو مقدور نہ ہو تو تین روزے دسویں سے پہلے اور سات روزے ایام تشریق کے بعد جملہ دس روزے رکھیں اور ذبح کرنے سے پہلے یا اس کے بعد یہ دعاء پڑھے ''اِنِّیْ وَ جَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفاً وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ ھٰذَا النُّسُکَ وَ اجْعَلْھَا قُرْبَانًا لِوَجْھِکَ وَ عَظِّمْ اَجْرِیْ عَلَیْھَا'' ۔البتہ میں نے اپنا رخ سیدھا اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ بے شک میری نماز، میری عبادت، میری زندگی، میری موت سب پروردگار عالم کیلئے ہے جس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اور مجھے اسی بات کا حکم ہوا ہے اور میں پہلے فرمانبرداروں سے ہوں۔ اے اللہ! تو میری اس عبادت کو قبول اور اس کو اپنی ذات پاک پر فدا کر اور اس پر مجھے اجر عظیم دے۔ اگر قربانی کے دنبے، بکرے کا سر، پاؤں سیاہ اور باقی بدن سفید ہو تو بہتر ہے اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کے دو ہاتھ ایک پاؤں باندھ کر اس کا منہ بائیں ہاتھ سے پکڑ کر داہنے ہاتھ سے قبلہ رو ہو کر ذبح کرے ۔ اس کے بعد سر منڈائے یا بال کترائے جیسا کہ عمرے کے بیان میں گزرا۔ سر منڈاتے وقت یا اس کے بعد تکبیر بھی کہے اور دعاء بھی مانگے جیسا کہ عمرے میں مذکور ہوا۔ اس

فعل سے اس کو سب چیزیں جو احرام باندھنے کے بعد منع تھیں حلال ہوگئیں مگر عورت سے رغبت کی بات چیت کرنا طواف زیارت کے بعد جائز ہوگا۔ پھر اسی دن مکہ میں طواف زیارت ادا کرے ۔ اگر پہلے رمل وسعی کر چکا ہو تو یہ طواف بغیر اضطباع و رمل کے ادا کرے ورنہ صرف رمل کرے، اضطباع نہ کرے۔ اس کے بعد صفا و مروہ میں سعی کرے ۔ یہ طواف گیارہویں بارہویں کو بھی جائز ہے۔ پھر طواف زیارت یا طواف وسعی کے بعد منٰی میں جا کر شب باش ہو۔ گیارہویں کو امام مسجد خیف میں ظہر کے بعد خطبہ پڑھتا اور بقیہ احکام بیان کرتا ہے اس کے سننے کے بعد جمرہ اولیٰ پر جو مسجد خیف کے پاس ہے، بدستور سابق سات کنکریاں مارے۔ پھر ذرا سا بڑھکر قبلہ رو ہو کے خدا کی حمد و تسبیح و تہلیل بجالائے، درود پڑھے اور اتنے عرصہ تک ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگے کہ اس میں سورہ بقرہ یا تین پاؤ سپارہ یا تیس آیتیں پڑھ سکے۔ پھر جمرۃ الوسطیٰ پر آ کر بھی ویسا ہی کرے مگر نالے کی بائیں طرف آئے اور نشیب میں ٹھہرے پھر جمرۃ العقبہ پر کنکریاں مار کر بلا توقف دعاء مانگتا ہوا اپنے مقام پر آ جائے اور شب کو وہیں رہے کیونکہ یہ مسنون ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے۔

پھر بارہویں تاریخ کو بھی ظہر کے بعد مثل گیارہویں کے کنکریاں مارے اگر اسی دن چلا آئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ'' پس جو شخص دو دن میں شتابی کرے اس پر گناہ نہیں۔ اسی واسطے بہت سے لوگ اسی دن چلے آتے ہیں اور اس دن کو نفر اول کہتے ہیں۔ مگر بہتر یہ ہے کہ تیرہویں تاریخ کو بھی ظہر کے بعد کنکریاں پھینک کر بکمال تواضع و عاجزی روانہ ہو۔ چنانچہ اکثر باہمت پرہیزگار ایسا ہی کرتے ہیں۔ اس دن کو نفر ثانی کہتے ہیں۔ پھر محصب[1] میں آ کر ٹھہرے[2] اور دعاء مانگے کیونکہ آنحضرت

(۱) محصب، مکہ اور منٰی کے درمیان کی ایک گھاٹی کا نام ہے وہاں کنکریاں ہیں ۔ عربی میں حصباء کنکری کو کہتے ہیں اور محصب اس جگہ کو جہاں کنکریاں ہوں۔ (۲) ٹھہرنا عام ہے خواہ رات بھر یا اتر کے یا سواری ہی پر ٹھہرے لیکن رات بھر ٹھہرنا بہتر ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں قیام کیا ہے۔آفاقی حج کرنے والے کوخواہ مفرد ہوخواہ قارن خواہ متمتع طواف وداع یعنی طواف رخصت واجب ہے۔مگرعمرہ لانے والے اورحیض والی عورت اورزچہ اورغیرآفاقی پرواجب نہیں۔اس طواف کو بلااضطباع ورمل جیسا کہ اوپرگزرا گھرجانے کے وقت بجالائے اورزمزم کا پانی پینے کے بعد بطورتبرک کے اپنے سراورمنہ اور باقی بدن پر ڈالے۔پھرملتزم پرآکرچمٹے اوراپنے سینے اورداہنے گال کوکعبہ کی دیوار پررکھے اورداہنے ہاتھ کودروازے کی چوکھٹ کی طرف بڑھائے اورجیسا کہ غلام اپنے مولا کا دامن پکڑکر تقصیربخشواتا ہے اسی طرح کعبہ کا پردہ ہاتھ میں پکڑکرروتا ہوا گناہ بخشوائے اوراستغفار دعاء کلمہ توحیداور درود پڑھے۔پھردروازہ کی چوکھٹ کو بوسہ دے اورجوچاہے دعاء مانگے اورحجراسود کا استلام کرے پھرحسرت سے کعبہ کودیکھتا اوراپنی جدائی پرروتا ہوا الٹے پاؤں پھرے اور باب الوداع سے باہرآئے۔مگرحیض والی عورت اورزچہ دروازہ پر سے رخصت ہو۔طواف وداع اس سے ساقط ہے۔رخصت ہونے کے وقت مساکین کوکچھ خیرات بھی کرے۔

جنایات کا بیان

جنایات سے مراد وہ گناہ ہے جس پر کفارہ لازم آتا ہے۔

محرم اگر ایک کامل عضو[1] یا تمام بدن میں ایک مجلس میں خوشبو لگائے یا کپڑے یا فرش کو تھوڑا یا بہت خوشبودار کرے یا داڑھی یا سر کے بالوں کو مہندی سے رنگین کرے یا گل خیرو سے دھوئے یا خود خوشبو کی مقدار[2] کثیر کو کھائے یا دو مرتبہ سے زیادہ خوشبودار سرمہ لگائے' اس پر دم یعنی قربانی لازم ہے۔اگر اس سے کمتر ہو تو صدقہ فطر کی طرح صدقہ دے۔

خوشبو کے استعمال کرنے میں قصد و سہو اور خوشی و جبر برابر ہے یعنی ہر حال میں جزا لازم ہے خواہ مرد ہو خواہ عورت۔

اگر مہندی کو سر پر جمائے تو دو دم دینا چاہئے۔ایک خوشبو کے بدلے دوسرا سر ڈھانکنے کے عوض۔

اگر چند عضو میں کئی مجلس میں خوشبو لگائے تو ہر ایک کا کفارہ جدا دینا پڑے گا۔اگر کپڑے کے کونے میں مشک یا کافور یا عنبر باندھے تو فطرے کے برابر صدقہ دے مگر عود کا کپڑے میں باندھنا اور حلوائی مزعفر کا کھانا جائز ہے۔

روغن زیتون اور تل کا تیل خوشبو میں داخل ہے' اگرچہ فی نفسہ ان میں خوشبو نہیں اس لئے کہ یہ اور خوشبوؤں کی اصل ہیں۔ پس اگر اس کو خوشبو کی طرح بدن یا کپڑے میں ملے تو جزا لازم ہے اور کھائے یا بوائی وغیرہ میں لگائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

پینے کی چیز میں اگر خوشبو مل کر غالب ہو جائے تو دم اور مغلوب ہو جائے تو صدقہ لازم آتا ہے اور کھانے کی بغیر پکی ہوئی چیز میں اگر خوشبو ملکر مغلوب ہو تو کچھ لازم نہیں آتا اور اگر غالب ہو

---

(۱) خوشبو اگر ہلکی ہو اور تھوڑی ہو تو پورا عضو اور تیز اور بہت ہو تو چوتھائی عضو' دم کے لازم آنے میں معتبر ہے۔

(۲) قدر کثیر جیسے دو چلو گلاب اور کیوڑا اور مشک میں کثیر وہ ہے جس کو لوگ کثیر جانتے ہوں ۔بعضے کہتے ہیں جو اکثر منہ میں لگ رہے وہ کثیر ہے۔

تو صدقہ لازم آتا ہے اور پکی ہوئی میں کسی حالت میں لازم نہیں آتا۔

اگر حجر اسود کے اوپر سے ہاتھ اور منہ میں خوشبو کی مقدار کثیر لگے تو قربانی دے اور کم لگے تو صدقہ دے۔

اگر احرام سے پہلے کسی عضو میں خوشبو بھی لگی تھی اور احرام کے بعد دوسرے عضو پر جا لگی تو کچھ مضائقہ نہیں۔

خوشبو لگانے سے اگر کفارہ لازم آئے تو پہلے اس خوشبو کو بدن یا کپڑے سے دور کرنا چاہئے ورنہ کفارہ ادا کرنے کے بعد جب تک خوشبو باقی رہے گی اور کفارہ لازم آئیگا۔

اگر سیا ہوا ایک کپڑا یا کئی کپڑے ایک دن یا کئی دن برابر بطور عادت کے پہنے یا چند روز دن کو پہنے اور رات کو بلا قصد ترک کرنے کے اتار دے یا ایک دن میں بعض وقت کرتہ پہنے اور بعض وقت ٹوپی اور موزے اور بعض وقت پائجامہ' یا پورا سر یا منہ یا چوتھائی سر تمام دن یا تمام رات ڈھانکے اس پر ایک قربانی لازم آتی ہے اور اگر ایک دن یا ایک رات سے کم ڈھانکے تو مثل صدقہ فطر کے صدقہ دے۔ اس میں قصد' سہو' خوشی' جبر' جاننا اور نہ جاننا سب برابر ہے۔

اگر سردی یا مرض کی ضرورت سے محرم سر یا تمام بدن ڈھانکے یا سئے ہوئے کپڑے پہنے تو جب تک وہ ضرورت باقی رہے گی ایک ہی قربانی لازم آئے گی' اگرچہ ایک قمیص کی ضرورت کے وقت دو قمیص بھی پہنے یا ٹوپی پہننے کی ضرورت کے ساتھ عمامہ بھی باندھے اور اگر ایک عضو کے ڈھانکنے کی ضرورت کے وقت دو عضو کو ڈھانکا' مثلاً سر ڈھانکنے کی ضرورت تھی اس کے ساتھ کرتہ بھی پہنا یا یہ کہ ضرورت صرف ایک وقت تھی اور اس نے بے ضرورت دوسرے وقت بھی سر ڈھانکا تو اس صورت میں دہرا کفارہ لازم آئے گا یعنی تمام رات یا دن میں دم اور اس کے کمتر میں صدقہ ادا کرنا ہوگا۔ لیکن اگر عمرہ تمام رات یا تمام دن سے کم مدت میں مثلاً پہر بھر میں بجا لائے اور اول سے آخر تک سر ڈھانکے رہے تو دم دے اور جو تھوڑی دیر میں ڈھانکے تو صدقہ دے۔

اگر سر یا منہ پر بغیر مرض کے تمام دن یا تمام رات پٹی باندھے تو مثل صدقہ فطر کے صدقہ لازم آئیگا اور باقی بدن پر باندھنے سے کچھ لازم نہیں آتا مگر مکروہ ہے۔

اگر سر یا داڑھی کے چوتھائی بال یا اس سے زائد منڈائے یا ساری گردن کے بال منڈائے یا دونوں بغل یا ایک بغل کے بال یا زیر ناف کے بال دور کرے یا پچھنے لگانے کی جگہ کے بال مونڈے یا ساری ران یا پنڈلی کے بال مونڈے یا کئی عضو کے بال ایک وقت مونڈے یا قارن و متمتع نے بارہویں تک قربانی نہ کی یا بارہویں تک سر نہ منڈایا یا ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھ یا ایک پاؤں یا دونوں پاؤں کے ناخن کترائے یا صفا و مروہ میں سعی نہ کی یا طواف زیارت بغیر ستر عورت کے ادا کیا یا طواف کعبہ اور طواف صفا و مروہ بلا عذر سوار ہو کر کیا یا عرفات سے قبل مغرب امام سے پہلے پھرا یا مزدلفہ میں توقف نہ کیا یا عورت کو شہوت سے بوسہ دیا یا مساس کیا ان سب صورتوں میں ایک قربانی لازم آتی ہے۔

اگر کسی عضو کو کئی جگہ میں مونڈا تو ہر ایک کے بدلے قربانی دے۔

اگر ایک مجلس میں چوتھائی سر منڈایا یا پھر دوسری مجلس میں چوتھائی' اسی طرح سارا سر منڈایا تو جب تک پہلی بار کا کفارہ نہ دیا ہو ایک ہی قربانی لازم آئے گی۔

اگر قارن قربانی کرنے سے پہلے سر منڈائے تو اس پر دو قربانیاں لازم ہوں گی۔ایک جنایت کی دوسری قران والی۔

محرم اگر محرم یا غیر محرم کا سر مونڈے یا ناخن یا مونچھیں کترے تو مونڈنے والے اور کترنے والے محرم پر صدقہ اور منڈانے والے محرم پر دم لازم ہوگا۔لیکن حلال ہونے کے وقت اس میں کچھ مضائقہ نہیں جیسے حج کرنے والے پر ذبح کے بعد اور عمرہ لانے والے پر سعی کے بعد کچھ نہیں لازم آتا۔

اگر سر اور داڑھی کو چوتھائی سے کم منڈائے یا ایک بغل کے اکثر بال دور کرے یا کسی محرم یا حلال کا سر مونڈے یا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے یا ہر ایک ہاتھ پاؤں کے کچھ ناخن کترے تو نصف صاع گیہوں صدقہ دے مگر ناخنوں میں ہر ناخن کے بدلے نصف صاع دے لیکن اگر

مجموع کی قیمت قربانی کے برابر ہوتو جس قدر چاہے کم کرے۔

اگر سر یا ناک یا داڑھی کے کئی بال اوکھاڑے یا ہاتھ پھیرنے سے دور ہوگئے تو ہر ایک کے بدلے ایک لپ (مٹھی) بھر گیہوں دے۔

اگر مونچھیں دور کیں تو فطرے کے برابر صدقہ دے اور اگر ان میں سے تھوڑے دور کئے ہوں تو قیاس کرنا چاہئے۔اگر چوتھائی داڑھی کی آدھی ہوتو قربانی کی آدھی قیمت دے اور چوتھائی ہوتو اس کی چوتھائی قیمت دے۔اگر طواف زیارت بے وضو کیا یا طواف وداع ترک کیا یا طواف وداع اور طواف قدوم حالت جنابت میں کیا تو ایک بکری قربانی کرے۔

اگر طواف زیارت حالت جنابت میں کیا تو اونٹ یا گائے کی قربانی کرے۔

اگر طواف قدوم یا طواف وداع یا طواف نفل بے وضو کیا تو ان سب صورتوں میں ایک صاع جو یا چھوارے یا نصف صاع گیہوں صدقہ دے۔اگر طہارت کے ساتھ اعادہ کرلے گا تو وہ کفارہ ساقط ہوجائیگا۔

اگر عمرے کا طواف بے وضو یا حالت جنابت میں کیا تو جب تک مکہ میں ہو اعادہ کرے اور اگر گھر چلا گیا تو بے وضو کو بکری قربانی کرنا لازم ہے اور جنبی کو بکری قربانی کرنا کفایت کرتا ہے۔

اگر بلا عذر کل یا اکثر سعی ترک کی تو حج ہوگیا اور دم لازم آئے گا اور اگر ایک سے تین پھیرے تک ترک کئے تو ہر پھیرے کے بدلے صدقہ فطر کے مثل صدقہ لازم آئیگا۔لیکن اگر مجموع کی قیمت قربانی کے برابر ہوتو اختیار رہے کہ چاہے دم دے چاہے صدقہ میں سے کچھ کم کرے۔

اگر طواف میں رمل یا اضطباع نہ کیا یا دونوں میلوں کے بیچ میں جو صفا ومروہ کی راہ میں ہیں نہ دوڑا تو کچھ کفارہ نہیں لازم آتا۔

اگر عمرے میں پہلے سعی کی پھر طواف کیا تو یہ جائز نہ ہوا۔چاہئے کہ طواف کے بعد پھر سعی کرے۔

اگر کنکریاں مارنا تینوں بار یا ایک بار ترک کیا یا دسویں تاریخ کو جمرۃ العقبہ کی رمی ترک کی تو بکری قربانی کرے۔اور اگر ایک بار سے کم ترک کی ہوتو ہر کنکری کے بدلے آدھا صاع

گیہوں صدقہ دے لیکن اگر مجموع کی قیمت بکری کے مساوی ہو تو کچھ کم کرے۔

اگر جنگلی جانور کا شکار کرے یا اس کو بتائے یا اس کی طرف اشارہ کرے خواہ قصداً یا بھولے سے یا کسی اور طرح پر تو چاہئے کہ دو عادل مرد سے اس کی قیمت جو شکار کرنے کے زمانہ میں اس مقام پر ہوتی ہو یا اس مقام کے قریب جتنے کو بکتا ہو ٹھہرا کر اس قیمت سے قربانی مول لیکر مکہ میں ذبح کرے۔ یا آدھا صاع گیہوں یا ایک ایک صاع جو یا چھوارے ہر ایک مسکین کو دے۔ یا ہر آدھے صاع گیہوں یا ہر ایک صاع جو یا چھوارے کے بدلے ایک روزہ رکھے اور اگر آدھا صاع یا پورے صاع سے کم ہو تو اختیار ہے کہ خواہ اتنا ہی خیرات کرے یا اس کے بدلے روزہ رکھے۔ ایسے ہی اگر قربانی کی قیمت سے بچے تو اختیار ہے چاہے خیرات کرے چاہے ہر صاع[1] یا نصف صاع کے بدلے روزہ رکھے اور اگر قیمت دو قربانی کے برابر ہو تو اختیار ہے چاہے دونوں کو ذبح کرے یا دونوں کی قیمت خیرات کرے یا دونوں کے بدلے روزہ رکھے یا ایک کو ذبح کرے اور دوسری کی قیمت خیرات کرے یا ہر صاع یا نصف صاع کے بدلے روزہ رکھے۔

اگر ایک یا دو یا تین جوں بدن یا کپڑے سے مارے یا ایسا کام کرے جس سے جوئیں مر جائیں مثلاً کپڑے کو دھوپ[2] میں ڈالے یا دھوئے یا دوسرے کو مارنے کے لئے حوالہ کرے یا بالوں کو زور سے کھجائے جس سے جوں مر جائے تو ایک لپ (مٹھی) بھر گیہوں خیرات کرے اور اگر تین سے زیادہ ہو تو آدھا صاع گیہوں صدقہ دے۔ جو درخت زمین حرم میں خود بخود ہرا بھرا ہو نہ اس کو کسی شخص نے بویا ہو نہ اس قسم کا ہو جس کو بوتے ہیں، اگر اس کو محرم یا غیر محرم قطع کرے تو اس کی قیمت سے گیہوں مول لیکر آدھا صاع مساکین کو دے یا قربانی لیکر حرم میں ذبح کرے۔ اس میں روزے رکھنا جائز نہیں ہے۔ مع ہذا، اصل درخت سے نفع لینا بھی روا نہیں بلکہ اگر وہ درخت کسی کی ملکی زمین میں پیدا ہوا ہو تو ایک قیمت مالک زمین کو بھی دے لیکن خشک گھانس یا خشک درخت کے کاٹنے یا پتے پھاڑنے یا توڑنے سے جس سے

(۱) یعنی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو، چھوارے کے بدلے۔ (۲) جوں کے مرنے کے لئے۔

درخت کا کچھ نقصان نہ ہو یا اذخر گھانس یا کھنبی کاٹنے سے کچھ نہیں لازم آتا۔

جنایت کے کفارہ[۱] میں جہاں دم لازم آتا ہے اگر وہ جنایت عذر کے سبب سے ہو تو کفارہ دینے والے کو اختیار ہے چاہے حرم میں قربانی کرے چاہے تین صاع گیہوں چھ مساکین کو جہاں چاہے صدقہ دے مگر مکی مساکین کو دینا بہتر ہے چاہے تین روزے برابر یا متفرق جہاں چاہے رکھے۔

جنایت میں جہاں دم دینا لازم آتا ہے وہاں بکری کی قربانی کفایت کرتی ہے، مگر جس شخص نے وقوف عرفات کے بعد اور حلق سے قبل عورت سے صحبت کی ہو یا حالت ناپاکی یا حیض و نفاس میں طواف زیارت کیا ہو اس کو اونٹ یا گائے ہی قربانی کرنی چاہیے۔

جہاں صدقہ دینا پڑتا ہے وہاں صدقہ سے صدقہ فطر کے برابر صدقہ مراد ہے۔ مگر ٹڈی اور جوں کے مارنے اور کئی بالوں کے دور ہونے میں لپ (مٹھی) بھر گیہوں یا چھوارہ کافی ہے۔

---

(۱) یعنی غیر عذر کی صورت میں قربانی ہی کرنی چاہیے جیسا کہ عام کتابوں میں اسی پر اکتفاء کیا ہے مگر بعض محققین نے کتاب اسراء وغیرہ سے تحقیق کی ہے کہ غیر عذر کی حالت میں اول قربانی دے۔ جب قربانی کا مقدور نہ ہو تو فطرے کے برابر چھ مسکین کو صدقہ دے اور جب یہ بھی نہ ہو سکے تو تین روزے رکھے اور عذر کی حالت میں ان تینوں سے جس کو چاہے پہلے ہی سے اختیار کرے۔

مسائل مختلفہ

اگرچہ ضمناً بعض مسائل مذکور ہوچکے ہیں مگر بخوبی ذہن نشین ہونے کے لئے یہاں مستقل طور پر بیان کئے جاتے ہیں:۔

حج کے پانچ فرائض ہیں:۔

اول: **احرام** اور یہ شرط ہے۔

دوم: **وقوف** یعنی عرفہ کے دن زوال سے دسویں کی صبح تک عرفات پر ٹھہرنا اگرچہ ایک[1] لحظہ اور کسی حالت میں ہو۔

سوم: **طواف زیارت**

یہ دونوں رکن ہیں لیکن وقوف اقویٰ ہے، اسی لئے قبل وقوف صحبت کرنے سے حج فاسد ہوتا ہے۔ اور قبل طواف کے فاسد نہیں ہوتا۔

چہارم: ان تینوں امور میں ترتیب کالحاظ رکھنا۔

پنجم: ہر فرض کا اس کے وقت[2] ومقام پر ادا کرنا۔

ان فرضوں میں سے اگر کوئی ترک ہوگا تو حج ادا نہ ہوگا۔

امام شافعی کے نزدیک طواف کے بعد سعی اور سر منڈانا بھی فرض ہے۔

حج کے واجبات حسب ذیل ہیں:۔

ایک: میقات پر حالت احرام میں گزرنا۔

دوسرے: صفا ومروہ میں سعی کرنا۔

تیسرے: طواف کے بعد سعی کرنا۔

---

(۱) یعنی بالقصد ہو یا بلا قصد اور خواہ ہوش میں ہو یا مدہوشی میں (۲) مگر یاد رہے کہ احرام کی تاخیر میقات سے اور طواف کی تاخیر ایام نحر سے اگرچہ ناروا ہے اور اس سے دم دینا پڑتا ہے لیکن حج کو باطل نہیں کرتی۔

چوتھے: سعی کو صفا سے شروع کرنا۔

پانچویں: اگر کوئی عذر نہ ہوتو پیادہ سعی کرنا۔

چھٹے: زوال سے غروب تک بلکہ کچھ رات تک عرفات پر ٹھہرنا۔

ساتویں: عرفات سے پھرنے میں امام کی متابعت کرنا یعنی اس سے پہلے نہ چلنا۔

آٹھویں: مغرب وعشاء کی نماز میں مزدلفہ پہنچنے تک تاخیر کرنا۔

نویں: رات کو مزدلفہ میں ٹھہرنا اگرچہ ایک ہی ساعت ہو۔

دسویں: رمی یعنی کنکریاں مارنا۔

گیارہویں: سر منڈانے یا کترانے سے پہلے رمی اول کرنا۔

بارہویں: ایام نحر میں سے ہر دن کی رمی اسی دن میں کرنا۔

تیرہویں: بعض کے نزدیک رمی اول، حلق اور طواف میں ترتیب کا لحاظ رکھنا۔

چودھویں: تینوں رمی میں ترتیب کی رعایت کرنا۔

پندرہویں: سر منڈانا یا سر کے بال کترانا۔

سولہویں: ان دونوں کا ایام نحر میں کرنا۔

سترہویں: ان دونوں کا حرم میں کرنا۔ مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ مسنون ہے۔

اٹھارہویں: طواف زیارت ایام نحر میں کرنا۔

انیسویں: طواف میں حطیم کو بھی داخل کر لینا۔

بیسویں: داہنی طرف سے طواف کرنا۔

اکیسویں: طواف طہارت کے ساتھ کرنا۔

بائیسویں: طواف میں ستر عورت کرنا۔

تیئسویں: طواف میں کپڑے کا بقدر ستر عورت پاک ہونا۔

چوبیسویں: اگر کوئی عذر نہ ہوتو پیادہ طواف کرنا۔

پچیسویں: طواف کے بعد دوگانہ ادا کرنا۔

یہ سب واجبات عام ہیں اور بعض خاص ہیں جو بیان ذیل سے ظاہر ہیں:۔

چھبیسویں: آفاقی کا طواف رخصت کرنا۔

ستائیسویں: قارن و متمتع کا ذبح سے پہلے رمی کرنا۔

اٹھائیسویں: قارن و متمتع پر قربانی کرنا۔

انتیسویں: قارن و متمتع پر سر منڈانے یا بال کترانے سے پہلے قربانی کرنا۔

تیسویں: قارن و متمتع پر ایام نحر میں قربانی کرنا۔

اکتیسویں: ممنوعات احرام کا ترک کرنا۔

مخفی نہ رہے کہ جس چیز کے بے عذر ترک کرنے سے دم لازم آتا ہے وہ واجب ہے مگر بعض چیزیں اس کلیہ سے مستثنٰی ہیں مثلاً طواف کا دوگانہ ترک کرنا اور نماز مغرب میں عشاء تک تاخیر نہ کرنا۔

فرائض اور واجبات کے سواء جو چیزیں بیان حج میں گزریں وہ یا تو سنت ہیں یا مستحب لیکن ان میں سے سنت موکدہ بقول فقیہ ابواللیثؒ چار ہیں:

اول: طواف قدوم کرنا۔ دوسرے: طواف کعبہ میں رمل کرنا۔ تیسرے: صفا و مروہ میں سعی[1] کرنا

چوتھے: رات کو منیٰ میں رہنا۔

ان امور کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے لیکن کفارہ لازم نہیں آتا۔

عمرے میں فرض دو ہیں:۔

ایک: احرام۔

دوسرے: کعبہ کا طواف۔

مگر احرام شرط ہے اور طواف رکن۔

(۱) یعنی میلین اور اخضرین کے درمیان۔

اور عمرے کے واجب بھی دو ہیں:۔

ایک: صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا۔ دوسرے: سر منڈانا یا بال کترانا۔

اور عمرے کے سنن و مستحبات مثل حج کے ہیں۔

وقوف عرفات کے قبل صحبت کرنا مفسد حج ہے اور طواف کے قبل صحبت کرنا مفسد عمرہ۔

عورت کیلئے بہ نسبت مرد کے احرام باندھنے کے بعد چند چیزیں خاص ہیں:۔

اول: سیئے ہوئے کپڑے کا پہننا جیسے جبہ' کرتہ' پائجامہ' دستانے وغیرہ مگر خوشبودار چیزیں مثلاً زعفران' کسم وغیرہ میں رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں۔

دوسرے: ایسے موزوں اور جرابوں کا پہننا جس سے ٹخنے کی ہڈی چھپی رہے۔

تیسرے: سر کا ڈھانکنا بشرطیکہ منہ پر کپڑا نہ پہنچے' اگر پردہ نشین ہو تو کھپاچوں وغیرہ کا ڈھکنا بنا کر منہ پر باندھے اور اس کے اوپر کپڑا ڈال کر منہ کو اغیار سے چھپائے[1]۔

چوتھے: لبیک آہستہ کہنا۔

پانچویں: طواف میں اضطباع و رمل نہ کرنا۔

چھٹے' ساتویں: حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام اجنبی مردوں کے جمع ہونے کے وقت نہ کرنا۔

آٹھویں: مقام ابراہیم کے پاس جس وقت وہاں مردوں کا مجمع ہو طواف کا دوگانہ نہ پڑھنا۔

نویں: صفا و مروہ کے درمیان میں نہ دوڑنا۔

دسویں: صفا و مروہ پر جب مردوں کا جمگھٹا ہو ان پر نہ چڑھنا۔

گیارہویں: احرام سے باہر آنے کے وقت سر نہ منڈانا۔

بارہویں: بال ایک انگلی کے برابر کترانا' نہ اس سے زیادہ بخلاف مرد کے کہ اس کو چوتھائی کترانا واجب ہے۔

---

(۱) اس زمانہ میں اکثر عورتیں جالی دار پنکھے کو کتر کے برقع میں منہ کے موافق سیکر استعمال کرتی ہیں۔ اس سے ان کے منہ پر کپڑا ابھی نہیں پہنچتا اور حجاب بھی قائم رہتا ہے۔

تیرہویں: اس کے لئے بال کترانے کی تعیین ہونا بخلاف مرد کے کہ اس کو سر منڈانا بھی جائز ہے۔

چودھویں: حیض و نفاس کے عذر سے طواف زیارت میں بارہویں ذی الحجہ سے تاخیر کرنا بخلاف مرد کے کہ اس پر تاخیر سے دم لازم آتا ہے۔

پندرہویں: ساتھ والوں کے روانہ ہونے کے وقت حیض و نفاس کے عذر سے طواف وداع کا ساقط ہونا بخلاف مرد کے کہ اس پر واجب ہے۔

حیض و نفاس والی عورت کو حج و عمرہ کے سب افعال جائز ہیں مگر کعبہ کا طواف جائز نہیں۔ اس واسطے کہ طواف مسجد میں ہوتا ہے اور ناپاک کو مسجد میں جانا منع ہے۔ لیکن باوجود منع ہونے کے اگر اس حالت میں طواف کرے گی تو فرض ادا ہو جائے گا۔ لہٰذا عورت کو اگر طواف زیارت کرنے سے پہلے حیض آئے اور اس کے ساتھ والے ٹھہر نہ سکیں تو اس حالت میں طواف کرنے سے اس کا حج صحیح[1] ہوگا لیکن گنہگار ہوگی اس لئے اس کو اونٹ یا گائے کی قربانی دینا اور توبہ کرنا چاہئے اور خنثیٰ مشکل عورت کا حکم رکھتا ہے۔

احرام باندھنے والی عورت کو حریر، سونا، چاندی پہننا جائز ہے۔

جس طواف کے بعد صفا و مروہ میں سعی کرتے ہیں اس میں دوگانہ طواف کے بعد پھر حجر اسود کا استلام کرنا چاہئے۔ گویا صفا و مروہ کے طواف کی اجازت چاہتا ہے اور جس طواف کے بعد سعی نہیں ہے اس میں دوگانہ کے بعد استلام نہیں ہے۔

طواف سات قسم کے ہیں:۔

ایک: طواف قدوم، اس کو طواف التحیۃ اور طواف اللقاء بھی کہتے ہیں۔ اس کو بمجرد داخل ہونے مکے کے سب سے پہلے بجالاتے ہیں۔ لیکن اگر امام فرض یا جنازہ کی نماز پڑھتا ہو یا اس سے نماز فرض یا وتر یا سنّت[2] موکدہ ترک ہوئی ہو تو ان چیزوں کو طواف سے پہلے ادا کرے۔

---

(۱) مگر عالم اس عورت کو طواف کرنے کا فتویٰ نہ دے، ہاں اگر یوں کہے کہ جائز تو نہیں لیکن اگر طواف کرے گی تو حج اس کے ذمہ سے اتر جائے گا اور وہ گنہگار ہوگی تو ایسا کہنے میں مضائقہ نہیں۔ (۲) مثلاً اتنا وقت ہے کہ اگر طواف کرے تو صبح کی سنت جاتی رہے گی، صرف فجر کی فرض پڑھ سکتا ہے۔

یہ طواف آفاقی، مفرد اور قارن پر سنت ہے اور عمرہ کرنے والے، متمتع اور مکی پر سنت نہیں۔ مگر امام مالکؒ کے نزدیک یہ طواف واجب ہے۔ اگر اس طواف کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی منظور نہ ہو تو اس میں رمل نہ کرے۔

دوسرا: طواف الزیارۃ، اس کو طواف الرکن، طواف الواجب اور طواف یوم النحر بھی کہتے ہیں۔ یہ حج میں فرض ہے، اس کا وقت دسویں تاریخ کی فجر سے بارہویں کی آخر تک ہے۔ اگر اس سے تاخیر کرے گا تو دم لازم آئیگا۔

تیسرا: طواف الوداع، اس کو طواف الرخصت، طواف الصدر[1]، طواف الافاضہ اور طواف آخر العہد بالبیت کہتے ہیں۔ یہ طواف آفاقی پر واجب ہے خواہ مفرد ہو یا قارن یا متمتع۔ پس عمرہ لانے والے اور مکی پر واجب نہیں۔ اس کا اول وقت طواف الزیارت کے بعد ہے اور آخر وقت تمام عمر لیکن مکہ سے رخصت ہونے کے وقت بہتر ہے۔

چوتھا: عمرے کا طواف، اور وہ عمرے میں فرض ہے۔

پانچواں: طواف نفل، اس کو مکی یا آفاقی طواف قدوم یا طواف عمرے کے بعد جب چاہے بجالائے۔

چھٹا: طواف تحیۃ المسجد، جو داخل ہونے والے کے لئے مستحب ہے۔ اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اس مسجد کا تحیۃ طواف ہے۔

ساتواں: طواف النذر، یہ نذر ماننے والے پر واجب ہے۔

طواف نفل آفاقی کے حق میں نماز نفل سے بہتر ہے مگر مکی کے حق میں نماز نفل طواف سے بہتر ہے۔

اگر طواف کعبہ یا سعی صفا و مروہ کرنے میں تکبیر شروع ہوئی یا جنازہ نماز کے لئے پیش ہوا تو طواف کو چھوڑ کر نماز پڑھے پھر باقی طواف کو ادا کرے۔

ہر طواف کا دوگانہ حنفی مذہب میں واجب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ طواف کے بعد فوراً مقام ابراہیم کے پیچھے دوگانہ پڑھے۔ اس کے بعد اس کے لئے بہتر

(۱) صدر (ص) اور (د) کے فتح سے رجوع کرنے کے معنیٰ میں ہے اور افاضہ کے معنیٰ بھی پھرنے کے ہیں۔

مقام کعبہ کے اندر رہے پھر حطیم' میزاب کے نیچے پھر حطیم کی جو جگہ کعبہ سے قریب ہو پھر کعبہ کے گرد جو اس سے قریب تر ہو پھر باقی مطاف پھر مسجد الحرام پھر تمام حرم(۱) اور آفتاب کے طلوع و غروب اور ٹھیک دوپہر کے وقت اور صبح کے بعد سے طلوع تک اور نماز عصر کے بعد سے غروب تک اور خطبے اور فرض کی تکبیر شروع ہونے کے وقت مکروہ ہے۔ پس اگر کسی نے صبح کے بعد یا نماز عصر کے بعد طواف کیا ہو تو اس کا دوگانہ طلوع کے بعد اشراق کے قبل اور فرض مغرب کے بعد سنت کے قبل ادا کرے۔ اگرچہ یہ دوگانہ طواف کے تابع ہونے سے واجب ہے لیکن کراہت وقت میں نفل کا حکم رکھتا ہے۔ لہذا اس کے ترک سے دم نہیں لازم آتا۔ لیکن اگر صبح کے بعد یا نماز عصر کے بعد پڑھے گا تو کراہت کے ساتھ ادا ہو جائیگا اور اگر پڑھنے کی حالت میں معلوم ہو جائے تو قطع کرنا واجب ہے اور پڑھنے کے بعد اعادہ بہتر ہے۔ مگر طحاوی کے نزدیک صبح اور نماز عصر کے بعد مثل جنازہ کے مکروہ نہیں ہے اور یہی امام شافعیؒ کا بھی مذہب ہے۔

طواف میں سلام' کلام' مسئلہ پوچھنا' بتانا جائز ہے مگر بات چیت کا نہ کرنا اور جو کام عاجزی کے خلاف ہو اس کا چھوڑنا مستحب ہے۔

کئی طواف اکٹھے کرنا اور ہر ایک کا دوگانہ سب کے بعد پڑھنا مکروہ ہے مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک طاق طوافوں کا اکٹھا کرنا جائز ہے۔

عمرے اور تمتع میں طواف قدوم نہیں ہوتا اور عمرہ لانے والے اور مکی پر مطلقاً طواف رخصت بھی نہیں ہوتا۔

حج کے تین خطبے ہیں۔ ہر ایک زوال کے بعد ساتویں سے گیارہویں تک ایک ایک دن کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ ہر ایک میں حج کے مناسب حال بیان کئے جاتے ہیں۔ ساتویں کو ظہر کے بعد امام پڑھتا ہے اور یہ ایک خطبہ ہوتا ہے اس میں جلسہ نہیں ہے۔

---

(۱) حرم سے باہر بھی جائز ہے بلکہ حاجی کے گھر میں بھی درست ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ اس نماز کی قضاء نہیں کیونکہ کسی مکان وزمان کے ساتھ خاص نہیں ہے مگر ہاں' حرم کے باہر مکروہ ہے۔

دوسرا نویں کو عرفات پر۔ یہ مسجد نمرہ میں نماز ظہر سے پہلے خطبہ جمعہ کی طرح پڑھا جاتا ہے۔ یعنی اس میں دو خطبے ہوتے ہیں اور بیچ میں جلسہ کیا جاتا ہے۔

تیسرا گیارہویں کو منیٰ میں نماز ظہر سے پہلے ساتویں کے خطبہ کی طرح پڑھا جاتا ہے۔

عید کی نماز حاجیوں پر واجب نہیں۔ اس لئے کہ ان کو دسویں تاریخ کو منیٰ میں کنکریاں مارنا' قربانی کرنا' سر منڈانا پھر مکہ میں پہنچکر طواف زیارت اور سعی صفا و مروہ کرنا' پھر منیٰ میں پلٹ جانا' بہت کام پڑتے ہیں۔ اسی وجہ سے بنظر تخفیف عید کی نماز معاف ہوئی لیکن اگر دسویں تاریخ جمعہ کو پڑے تو جمعہ کی نماز معاف نہیں اس لئے کہ اس تاریخ میں جمعہ کبھی اتفاقاً پڑتا ہے پس اس میں اتنا حرج نہیں جتنا کہ عید میں ہے کیونکہ وہ ہمیشہ دسویں تاریخ کو ہوتی ہے۔ اور جمعہ منیٰ میں جائز ہے بشرطیکہ حاکم مجاز یا حاکم مکہ یا اس کا نائب وہاں موجود ہو۔

حج کرنے والے پر اضحیہ غنی ہونے کی جہت سے واجب نہیں(۱) مگر بعض کے نزدیک مکی پر واجب ہے اور قارن و متمتع پر قربانی واجب ہے۔ اگر مقدور نہ ہو تو تین روزے دسویں تاریخ سے پہلے اور سات روزے ایام تشریق کے بعد رکھے اور یہ قربانی شکرانہ ہے۔ اس لئے اس میں سے خود کھانا غنی اور محتاج کو کھلانا جائز ہے البتہ جو قربانی جنایت کے عوض ہوتی ہے وہ صرف محتاجوں کا حق ہے۔ اس میں سے نہ آپ کھائے اور نہ غنی کو دے نہ اپنے اصول و فروع کو یعنی ماں باپ' دادا دادی' بیٹا بیٹی اور ان کی اولاد کو۔ مگر محتاج بھائی بہن کو دینا جائز ہے۔ اور نہ بی بی خاوند کو دے' نہ خاوند بی بی کو' نہ اپنے لونڈی غلام کو مگر ذمی کو دینا جائز ہے اور مفرد پر قربانی مستحب ہے۔

اِفراد' تمتع' قِران کی قربانی دسویں سے بارہویں تک حرم میں کرنا چاہئے۔ اگر اس سے پہلے یا غیر حرم میں کرے گا تو جائز نہ ہوگی مگر روکی ہوئی اور نذر و نفل کی قربانی اگر دسویں سے پہلے یا اس سے پیچھے کرے تو جائز ہے۔

---

(۱) مسافر ہونے کی وجہ سے۔

مکی اور میقاتی کو قران وتمتع جائز نہیں۔ اگر کریں تو ادا ہو جائے گا مگر دم لازم آئیگا۔

احرام باندھنے کے بعد اگر بیماری یا دشمن وغیرہ کے خوف سے حج کو نہ جاسکے تو قربانی کسی کے ساتھ مکہ کو بھیج دے اور ذبح کا دن اور وقت معین کر دے تا کہ اس کے بعد احرام اتارے۔ سر منڈانا یا سر کے بالوں کا کترانا شرط نہیں البتہ یہ بہتر ہے۔ پھر آئندہ سال قضاء کرے یعنی اگر صرف عمرہ کی نیت کی ہو تو صرف عمرہ قضاء کرے اور اگر صرف حج کی نیت کی ہو تو حج وعمرہ دونوں بجالائے اور اگر قران کی نیت کی ہو تو دو عمرے اور ایک حج ادا کرے۔ اگر قارن روکا گیا ہو تو دو قربانی بھیجے۔

حج بدل کے احکام

جو شخص حج کی قدرت رکھتا تھا اور اس میں تمام شرائط موجود تھے' پھر وہ معذور ہو گیا خواہ بہت بڑھاپے سے یا بیماری سے مثلاً لنگڑا' لولا' اپاہج' مفلوج ہو گیا یا دوام حبس یا خوف حاکم سے اور اس کے پاس مال ہے تو اس پر واجب ہے کہ دوسرے کو مال دے کر اپنی طرف سے حج کرائے۔ اس سے حج ادا ہو جائیگا بشرطیکہ ہمیشہ معذور رہے اور اگر حج ادا کرنے کے بعد عذر جاتا رہا تو اس کو خود کرنا چاہئے لیکن اگر اس نے معذوری کی حالت میں کسی طرح خود حج کیا تو ادا ہو جائے گا اور عذر کے دور ہونے کے بعد دوسرا حج کرنا لازم نہ ہوگا۔

جس پر حج واجب تھا مر گیا اور اس نے حج کرانے کی وصیت کی تو اس کے وارثوں کو مال کے تیسرے حصہ سے حج کرانا لازم ہے اور حج کو اس مقام سے بھیجنا چاہئے جہاں سے اس نے بیان کیا ہو ورنہ اس کے وطن سے بشرطیکہ تہائی مال وہاں سے کافی ہو ورنہ اس مقام سے جہاں سے کافی ہو سکے۔

اگر نائب الحج راستے میں مر گیا تو پھر تہائی مال کسی اور کو خرچ دے کر اس کے وطن سے حج کرائے بشرطیکہ وہ کافی ہو ورنہ جہاں تک وہ پہنچا تھا اس کے آگے سے دوسرے کو بھیجے۔

اگر وصیت نہ کی ہو اور وارث اس کی طرف سے خود حج کرے یا اپنے مال سے کرائے تو جائز ہے۔

حج نفل غیر کی طرف سے جائز ہے اگر چہ وہ معذور نہ ہو۔

جس پر حج فرض تھا وہ حج کرنے کو گیا لیکن ابھی حج کا وقت نہیں آیا تھا کہ اس نے وفات پائی، اگر وہ حج فرض ہونے کے بعد فوراً روانہ ہوا تھا یعنی جس سال فرض ہوا اسی سال گیا تو حج اس کے ذمہ نہیں رہا اور اگر فوراً نہیں گیا تو اس کے ذمہ باقی رہا۔ پس اگر اس نے حج کی وصیت کی ہو تو اس کی طرف سے وارث پر اس کے مال سے حج کرنا واجب ہے اور وہاں سے جانا چاہئے جہاں اس نے بیان کیا ہو ورنہ اس کے گھر سے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور صاحبین کے نزدیک جہاں وفات پائی ہو وہاں سے نائب الحج مقرر کرے اور اگر حج کی وصیت نہ کی ہو تو بھی اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہے۔

جس نے اپنا حج نہ کیا ہو اس کو غیر کی طرف سے حج کرنا حنفی و مالکی مذہب میں جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنا حج کرے پھر دوسرے کی طرف سے اور امام شافعیؒ و امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک جائز نہیں۔

غیر کی طرف سے حج کرنے والے کو چاہئے کہ جو کچھ مصارف ضروری کے علاوہ اپنے پاس بچ رہے اس کو واپس کر دے کیونکہ اس کا مال حج کی ضرورت کے سواء کسی اور چیز میں بلا اس کی اجازت کے خرچ کرنا جائز نہیں۔

مکہ اور اس کے اطراف میں دعاء کے مقبول ہونے کے بہت سے مقامات ہیں:۔

اول کعبہ جبکہ اس پر نظر پڑے۔

دوسرا حجر اسود کے پاس خصوصاً دوپہر کے وقت۔

تیسرا مطاف میں باب کے سامنے۔

چوتھا ملتزم کے قریب خصوصاً آدھی رات کو۔

پانچواں حطیم میں۔

چھٹا میزاب رحمت کے نیچے خصوصاً صبح کے وقت۔

ساتواں رکن یمانی کے پاس خاص کر صبح کو۔

آٹھواں رکن یمانی اور باب مسدود کے مابین جو خانہ کعبہ کی پشت کی جانب اس دروازہ کے سامنے تھا اس مقام کو مستجار کہتے ہیں۔

نواں رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان میں۔

دسواں مقام ابراہیم کے پاس خصوصاً صبح کو ۔

گیارہواں زمزم پر خصوصاً غروب کے وقت۔

بارہواں خانہ کعبہ کے اندر چاروں کونے اور ستونوں کے درمیان میں خصوصاً اذان کے وقت۔

تیرہواں، چودھواں صفاو مروہ پر خصوصاً عصر کے بعد۔

پندرہواں دونوں میلوں کے درمیان میں۔

سولہواں، سترہواں عرفات کے دو مقام پر ایک بیری(۱) کے درخت کے نیچے زوال کے وقت دوسرا جبل رحمت کی بائیں طرف سورج ڈوبتے وقت۔

اٹھارہواں مشعر الحرام سورج نکلنے سے پہلے۔

انیسواں، بیسواں منیٰ میں دو مقام ہیں ایک خیف کے پاس دوسرا جہاں کنکریاں مارتے ہیں۔ خصوصاً چودھویں کی آدھی رات کو۔

ان مقامات کے علاوہ اور مقامات بھی لوگوں نے بیان کئے ہیں مگر جو مشہور تھے صرف وہی مذکور ہوئے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ سب دعاؤں سے بہتر یہ دعاء ہے ’’ اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْنِیْ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ‘‘ اے اللہ! مجھ کو بلا حساب کتاب جنت میں داخل کر۔

---

(۱) بیری کا درخت پہلے عرفات میں تھا مگر اب اس کا نشان باقی نہیں رہا۔

نقل ہے کہ کسی نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ جب کعبہ کو دیکھوں تو کیا دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا مستجاب الدعوات ہونے کی اس لئے اگر یہ دعاء مقبول ہوئی تو گویا ساری دعائیں مقبول ہوگئیں۔

مکہ اور اس کے آس پاس متبرک مقامات اور زیارات کا بیان

۱۔خانہ کعبہ کی زیارت اندر سے اس طرح پر مستحب ہے کہ ننگے پاؤں کمال عاجزی سے سر جھکائے ہوئے اپنے برے کاموں پر پشیمان اور توبہ و استغفار پڑھتا ہوا داخل ہو اور قندیلوں وغیرہ کے تماشے کے لئے جو اوپر لٹکتی ہیں چھت کی طرف سر اٹھا کر نہ دیکھے کیونکہ یہ خلاف آداب ہے' اور باب کے سامنے چلا جائے۔ جب تین ہاتھ دیوار باقی رہے وہاں نفل پڑھے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلیٰ ہے' پھر سیدھا سامنے بڑھ کر اپنا رخسار دیوار پر رکھے۔ حمد واستغفار کرے اور جو چاہے دعاء مانگئے پھر چاروں کونوں میں جا کر ایسا ہی کرے اور درود پڑھے۔ پھر اپنے اور اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کیلئے جو دعاء چاہے مانگے لیکن یہ دعاء بہتر ہے۔

" رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنَ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَصِیْرًا اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْنِیْ جَنَّتَکَ کَمَا اَدْخَلْتَنِیْ بَیْتَکَ وَ ارْزُقْنِیْ رُؤْیَتَکَ اَللّٰھُمَّ یَا رَبَّ الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَ رِقَابَ اٰبَائِنَا وَ اُمَّھَاتِنَا مِنَ النَّارِ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ اَللّٰھُمَّ یَا خَفِیَّ الْاَلْطَافِ اٰمِنَّا مِمَّا نَخَافُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَ تُبْ عَلَیْنَآ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ "

اے رب! تو مجھ کو داخل کر سچا داخل کرنا اور مجھ کو نکال سچا نکالنا اور میرے لئے اپنے پاس سے حکومت کی مدد مقرر کر۔ اے اللہ! تو مجھ کو اپنی بہشت میں داخل کر جیسا کہ تو نے اپنے گھر میں داخل کیا۔ اور مجھ کو اپنا دیدار نصیب کر۔ اے اللہ! اے قدیم گھر کے مالک! تو ہماری گردنوں کو اور ہمارے باپ دادا' ماں دادی کی گردنوں کو دوزخ سے آزاد کر۔ اے زبردست! اے بخشنے والے! اے اللہ! اے پوشیدہ مہربانیوں والے! ہم کو ہمارے خوف سے نڈر کر۔ اے اللہ! میں تجھ سے وہ بھلائی چاہتا ہوں جو تجھ سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہی ہے اور اس برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس سے تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔ اے ہمارے رب تو ہماری طرف سے قبول کر بے شک تو ہی سننے اور جاننے والا ہے اور ہم کو توبہ کی توفیق دے بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

۲۔ دار خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی زیارت مستحب ہے جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت تک اسی میں رہتے تھے۔ اس گھر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت کے مقام پر بالفعل لکڑی کا ایک قبہ بنا ہوا ہے۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو اور عبادت کا مقام بھی زیارت گاہ ہے۔

۴۔ مولد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مستحب ہے۔ بالفعل وہ ایک مکلّف مکان بوقبیس پہاڑ کے نیچے مشہور ہے۔

۵۔ ایسی ہی دار ابی بکر رضی اللہ عنہ کی زیارت بھی جو دکان ابی بکرؓ کے نام سے کوچہ حجر میں مشہور ہے۔ بالفعل اس کو زقاق صواغین (کوچہ زرگراں) کہتے ہیں۔ وہاں دو پتھر دونوں طرف کی دیوار میں نصب ہیں۔ ایک ''حجر متکلم'' جس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام و کلام کیا تھا دوسرا ''حجر متکا'' جس پر آپ کی کہنی کا نشان ہے۔

۶۔ مقام ولادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت بھی مستحب ہے جو شعب بنی ہاشم میں مشہور ہے

۷۔دارارقم[1] کی زیارت بھی جو صفا کے پاس ایک مسجد ہے۔اسی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان[2] لائے تھے۔اس کو دار خیزران بھی کہتے ہیں۔

۸۔غارحرا کی زیارت بھی جس کو بالفعل جبل نور کہتے ہیں۔مکہ سے مشرق کی طرف تین کوس پر ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے قبل اس غار میں عبادت کیا کرتے تھے۔وہاں شق صدر[3] کا مقام بھی بنا ہوا ہے۔

۹۔غارثور کی زیارت بھی جو مکہ سے جنوب ومشرق کی طرف تین کوس سے زیادہ ہے۔یہ پہاڑ نہایت بلند ودشوار گزار ہے۔اس کی چوٹی کے پاس وہ غار ہے اس میں داخل ہونے کا مقام ایسا تنگ ہے کہ ظاہر دیکھنے میں اس کے اندر جانا خیال میں ہرگز نہیں آتا۔صرف درمیان میں ایک بالشت چار انگشت کی بلندی رکھتا ہے اور دونوں طرف سے کم ہوتا گیا ہے۔مگر اس میں اس حکمت سے داخل ہوتے ہیں کہ پہلے دونوں ہاتھ اندر بڑھاتے ہیں پھر باقی بدن سے گھسٹ جاتے ہیں۔

۱۰۔مسجد الرایہ کی زیارت بھی جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے اور فتح مکہ کے دن وہاں نیزہ گاڑا ہے۔یہ مسجد مکہ کی بلندی کی جانب جنت المعلیٰ کی راہ میں ہے۔

۱۱۔مسجد الجن کی زیارت بھی جو مسجد الرایہ کے قریب ہے۔وہاں جنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر قرآن سنا ہے۔

۱۲۔مسجد الشجرۃ کی زیارت بھی جو مسجد الجن کے مقابل ہے۔

---

(۱) دارارقم کو مختفی بھی کہتے ہیں اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے حال میں وہاں چھپ کر رہتے تھے اور مومنین سابقین کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھتے تھے۔پھر اس کو ہارون رشید کی ماں خیزران نے مول لیا تھا۔اس سبب سے اس مکان کو دار خیزران بھی کہتے ہیں۔(۲) اس دن تک چالیس آدمی مسلمان ہوئے تھے چالیسویں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اس لئے یہ آیت نازل ہوئی ''یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَ مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ'' (الانفال۔آیت ۶۴) (ترجمہ) اے نبی آپ کے لئے اللہ کافی اور مومنین میں سے ان لوگوں کیلئے جنھوں نے آپ کی اتباع کی۔(۳) کہتے ہیں کہ وہاں پہلے حضرت جبرئیل ومیکائیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا پھر سورہ اقرأ نازل ہوئی۔

۱۳۔ مسجد الغنم کی زیارت بھی جس کے گردو پیش بکریاں بکتی تھیں۔ ظاہرًا یہی مسجد الاجابہ ہے جو وادی محصب کے پاس محلّہ عابدہ کے اندر وادی ذرود میں واقع ہے۔

۱۴۔ مسجد الجیاد کی زیارت بھی جہاں بادشاہ تبع کے گھوڑے بندھے تھے مگر اب جیاد مکے میں ایک محلّہ کا نام ہے۔

۱۵۔ مسجد ابوقبیس[۱] کی زیارت بھی جہاں حضرت بلالؓ نے اول اذان دی ہے اور اس پہاڑ پر شق القمر واقع ہوا ہے۔

۱۶۔ ابوقبیس پہاڑ کا جو ٹکڑا چاند کے ٹکڑوں میں نمودار ہوا تھا وہ بھی زیارت گاہ ہے۔

۱۷۔ مقبرۂ[۲] معلا جہاں حضرت خدیجہ ؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ اور بہت سے اصحاب اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علھیم اجمعین مدفون ہیں، اگرچہ بالیقین مکہ میں کسی کی قبر کی جگہ معلوم نہیں مگر لوگوں نے اپنے ظن وتخمین سے مقبرے اور نشانے بنائے ہیں، چنانچہ جنت المعلیٰ کے دروازہ پر ملا علی قاری کا مزار ہے اور راہ میں سید رفاعی کا مزار اور ابوالبرکات نسفی صاحب کنز الدقائق کا مزار بھی مشہور ہے۔

۱۸۔ مسجد ذی طوی کی زیارت بھی جو تنعیم کی راہ میں ہے۔

۱۹۔ مسجد جعرانہ کی زیارت بھی جو طائف کی راہ میں مکہ سے نو کوس پر ہے جہاں پر حرم کی حد ہے۔

۲۰۔ مسجد عائشہؓ کی زیارت بھی جو تنعیم میں ہے۔

۲۱۔ مسجد منحر النبی کی زیارت بھی جو منیٰ میں ہے جہاں ''اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ'' نازل ہوئی۔

۲۲۔ مسجد الکبش کی زیارت بھی جو منیٰ میں ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کی تھی۔ اسی سبب سے اس کو منحر ابراہیم بھی کہتے ہیں۔

---

(۱) عوام کا دستور ہے کہ ہفتہ کے دن وہاں جا کر بکری کے کلّے کھایا کرتے ہیں مگر اس کی کچھ اصل نہیں۔ (۲) معلا اصل میں معلاۃ تھا (ۃ) کثرت استعمال سے دور ہوگئی جیسے لفظ محابا کہ اصل میں محاباۃ تھا۔ جنۃ المعلا کے دو احاطے ہیں۔ اندر کے احاطے کے دروازہ پر جانے والوں کی بائیں طرف ملا علی قاری کی قبر مشہور ہے۔ معلاء پہلے حجون کو کہتے تھے۔

۲۳۔مسجد الخیف کی زیارت بھی جو منیٰ میں ہے جہاں ستر پیغمبروں نے نماز پڑھی اور وہیں مدفون ہیں۔
۲۴۔غار مرسلات کی زیارت بھی جو مسجد خیف کے قریب ہے جہاں سورہ مرسلات نازل ہوئی تھی۔

زیارت مدینہ منورہ کا بیان

معلوم ہونا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت افضل عبادت اور واجب کے قریب ہے بلکہ بعض کے نزدیک عین واجب۔

۱۔ ابن عدیؒ روایت کرتے ہیں کہ سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَ لَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ '' رواہ ابن عدی۔جس نے خانہ کعبہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی بے شک اس نے مجھ پر ظلم کیا۔اس حدیث کو ابن عدیؒ نے راویت کیا ہے۔

۲۔دارقطنی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''مَنْ زَارَنِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ ''جس نے میری زیارت کی اس کیلئے میری شفاعت واجب ہے۔

۳۔صحیح روایت میں وارد ہوا ہے۔''مَنْ حَجَّ وَ زَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ ''۔جس نے حج کیا اور میرے مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی۔

۴۔ابن جوزی روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''غُبَارُ الْمَدِیْنَةِ شِفَاءٌ مِنَ الْجُذَامِ ''۔مدینہ کی خاک جذام کیلئے شفاء ہے۔دوسری روایت میں لفظ برص کا بھی مذکور ہے۔

۵۔ایک روایت میں یوں آیا ہے ''غُبَارُهَا شِفَاءٌ مِّنْ کُلِّ دَاءٍ . ''مدینہ کی خاک ہر بیماری کی شفاء ہے۔

۶۔صحیح مسلم میں وارد ہے۔''مَنْ صَبَرَ عَلَی الْمَدِیْنَةِ وَ شِدَّتِهَا کُنْتُ لَهٗ شَهِیْدًا اَوْ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ''۔جو شخص مدینہ کی سختی اور شدت کو برداشت کرے اس کیلئے میں قیامت کے روز گواہ یا شفیع ہوں گا۔

۷۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''مَنْ صَلّٰی فِیْ مَسْجِدِیْ اَرْبَعِیْنَ صَلٰوۃً لَا تَفُوْتُہٗ صَلٰوۃٌ کُتِبَتْ لَہٗ بَرَاءَ ۃٌ مِنَ النَّارِ وَ بَرَاءَ ۃٌ مِنَ الْعَذَابِ وَ بَرَاءَ ۃٌ مِنَ النِّفَاقِ ''۔جو میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھے جن میں سے کوئی ناغہ نہ ہو تو اس کے لئے دوزخ اور عذاب و نفاق سے بچاؤ لکھا جائے گا۔

پس حج کرنے والا اگر مدینہ کی راہ سے گزرے جیسے شام کا رہنے والا تو بہتر یہ ہے کہ وہ پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے پھر حج ادا کرے۔

اگر حج نفل ہے یا حج فرض مگر ابھی حج کے مہینے شروع نہیں ہوئے تو اختیار ہے کہ چاہے پہلے حج ادا کرے چاہے زیارت۔

جب روضہ مقدس کی زیارت کا قصد کرے تو اس کے ساتھ مسجد نبوی کی نیت بھی کرے۔راہ میں فرائض، واجبات اور سنن کو بخوبی بجالائے۔محرمات و مکروہات سے پرہیز کرے اور کمال پاکی و طہارت کے ساتھ روانہ ہو۔جتنی مسجدیں(۱) مکہ سے مدینہ تک راہ میں ملیں ان میں نماز پڑھنا چاہئے۔

حضرت میمونہؓ کی قبر کی زیارت کرے جو مقام سرف میں تنعیم اور روادی کے درمیان میں واقع ہے۔ وہاں ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔اس جگہ دعاء مانگے۔راہ میں جب نماز و دیگر ضروریات سے فارغ ہو درود پڑھتا رہے۔جب مدینہ کے درخت پر نظر پڑے کثرت سے درود پڑھے۔شوق میں آ کر تیز چلے اور ہو سکے تو پیادہ ننگے پاؤں، روتا عاجزی کرتا ہوا روانہ ہو۔جب حرم مدینہ کو دیکھے یہ دعاء پڑھے ''اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ نَبِیِّکَ فَاجْعَلْہُ وَقَایَۃً لِّیْ مِنَ النَّارِ وَ اَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَ سُوْءِ الْحِسَابِ۔''اے اللہ! یہ تیرے نبی کا حرم ہے پس تو اس کو میرے لئے دوزخ کا بچاؤ اور عذاب اور برے حساب کی پناہ قرار دے۔

---

(۱) فی الحال ان مسجدوں میں سے ایک مسجد تنعیم میں ہے جس کو مسجد عائشہ کہتے ہیں۔دوسری سرف میں حضرت میمونہؓ کی درگاہ سے قبلہ کی طرف ہے۔یہ بڑی پختہ مسجد ہے۔تیسری مسجد خلیص ہے جو اس وقت تک خام ہے اور اس کے صحن سے باہر نہر بھی جاری ہے۔چوتھی مسجد بدر ہے جو پختہ اور بہت بڑی ہے اور بدر میں ایک اور بڑی مسجد بھی ہے جس کے آگے نہر جاری ہے اس کو مسجد شریف کہتے ہیں۔پانچویں مسجد الشجرۃ، ذوالحلیفہ میں ہے۔جس کی بالفعل صرف ایک دیوار قبلہ کی طرف باقی ہے۔اکثر لوگ وہاں سے احرام باندھتے ہیں۔

اور ہو سکے تو داخل ہونے سے پہلے یا اس کے بعد غسل کر لے پھر اچھے کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر کمال تواضع و وقار کے ساتھ مدینہ میں داخل ہو اور یہ دعاء پڑھے۔ ''بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَ ارْزُقْنِیْ مِنْ زِیَارَةِ رَسُوْلِکَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَا رَزَقْتَ اَوْلِیَائِکَ وَ اَهْلَ طَاعَتِکَ وَ اخْلِصْنِیْ مِنَ النَّارِ وَ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ یَا خَیْرَ مَسْئُوْلٍ'' ۔میں اللہ کا نام لیکر داخل ہوتا ہوں اللہ نے جو چاہا وہ ہوا اور عبادت کی قوت صرف اللہ کی توفیق سے ہے۔اے رب! تو مجھ کو داخل کر سچا داخل کرنا اور مجھ کو نکال سچا نکالنا۔اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول اور اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب کر جو تو نے اپنے اولیاء اور اپنے عبادت کرنے والے کو نصیب کی ہے اور مجھ کو دوزخ سے نجات دے۔اے بہتر مسئول تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر۔

پھر مسجد میں باب جبرئیل یا باب السلام سے داخل ہو لیکن اول سے داخل ہونا بہتر ہے اس کے بعد یہ درود اور دعاء پڑھے۔''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ الْیَوْمَ مِنْ اَوْجَهِ مَنْ تَوَجَّهَ اِلَیْکَ وَ اَقْرَبِ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیْکَ وَ اَنْجَحِ مَنْ دَعَاکَ وَ ابْتَغٰی مَرْضَاتِکَ۔'' اے اللہ! محمدؐ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیج۔اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول۔اے اللہ! تو آج کے دن مجھ کو ان سے بہتر بنا جو تیری طرف متوجہ ہوئے اور ان سے قریب تر بنا جو تجھ سے قریب ہوئے اور ان سے زیادہ کامیاب کر جنہوں نے تجھ سے دعاء مانگی اور تیری مرضی چاہی۔

پھر منبر اور قبر شریف کے درمیان میں اس طرح پر کہ منبر کا ستون داہنے کندھے کے برابر پڑے محراب کے سامنے تحیۃ المسجد دوگانہ'' قُلْ یٰآَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ'' اور''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' کے ساتھ پڑھے۔وہ مقام سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف اور روضہ مبارک میں داخل ہے۔

جس کی شان میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔ ''مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ'' میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان میں جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یعنی نزول رحمت کے لحاظ سے یا حقیقت میں یہ زمین جنت میں جائیگی یا جنت سے آئی ہے۔

اگر اسی مقام پر جگہ نہ پائے تو روضہ میں جہاں کہیں جگہ پائے پڑھے پھر سجدہ شکر ادا کرے کہ حق تعالیٰ نے وہاں پہنچنے کی توفیق دی اور جو دعاء چاہے مانگے اور حضرت ؐ سے استمداد ملحوظ رکھے۔ پھر شباک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے[۲] کی طرف جا کر کمال ادب وتوجہ قلبی سے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور صورت منور کو خیال میں لائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لحد میں آرام کرتے ہیں اور میرے حاضر ہونے اور زیارت کرنے کو جانتے ہیں اور سلام وکلام کو سنتے ہیں۔

پھر نہایت لحاظ وادب اور حضور قلب سے کہے۔ ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَ اَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَ نَصَحْتَ الْاُمَّۃَ وَ جَاھَدْتَّ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ حَتّٰی قُبِضَ رُوْحُکَ حَمِیْدًا مَّحْمُوْدًا فَجَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا خَیْرَ الْجَزَاءِ وَ صَلّٰی عَلَیْکَ اَفْضَلَ الصَّلٰوۃِ وَ اَزْکَاھَا وَ اَتَمَّ التَّحِیَّۃِ وَ اَنْمَاھَا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ نَبِیَّنَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَقْرَبَ النَّبِیِّیْنَ وَ اسْقِنَا مِنْ کَاْسِہٖ وَ ارْزُقْنَا مِنْ شَفَاعَتِہٖ وَ اجْعَلْنَا مِنْ رُّفَقَائِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ ھٰذَا اٰخِرَ الْعَھْدِ بِقَبْرِ نَبِیِّنَا عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ ارْزُقْنَا الْعَوْدَ اِلَیْہِ یَا ذَاالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ۔'' اے اللہ کے پیغمبر! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہو۔ آپ

(۱) روضہ مسجد نبوی میں ایک مربع مستطیل جگہ ہے۔ طول میں حجرہ شریف سے منبر تک عرض میں مسجد نبوی قدیم کی پشت سے ستون علی یا ستون وفود تک اور وہاں سے منبر کی پشت تک۔ (۲) کتاب المسالک فی المناسک میں لکھا ہے کہ قبلہ رو اس طرح کھڑے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی جانب پیٹھ نہ ہو' زیارت پڑھے اور یہ حنفی مذہب کے موافق ہے۔ مگر اس زمانہ میں مزورین کا یہ دستور ہے کہ زائرین کو حجرہ سے قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کے سامنے پشت بقبلہ کھڑا کر کے زیارت پڑھاتے ہیں پھر شیخین کی زیارت پڑھا کر شرق کی طرف لیجاتے ہیں وہاں حضرت جبرئیلؑ' میکائیلؑ' اسرافیلؑ اور عزرائیل کی زیارت پڑھاتے ہیں کہتے ہیں کہ فرشتےؑ حضرت کے گھر کی میں یہیں سے داخل ہوتے تھے۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ زہرہؓ کی زیارت ان کی قبر کے سامنے جو ان کے گھر میں بنی ہوئی ہے پڑھاتے ہیں' پھر باب جبرئیل کے پاس مشرق کی جانب اہل بقیع کی زیارت اور اس کے بعد اتر (شمال) طرف شہدائے احد کی زیارت پڑھاتے ہیں۔

نے پیام حق کو پہنچایا۔امانت کوادا کیا۔امت کی خیر خواہی کی اور خدا کے حکم کے لئے جہاد کیا یہاں تک کہ آپ ستودہ و پسندیدہ دنیا سے اٹھائے گئے۔ پس اللہ آپ کو ہمارے چھوٹے بڑے کی طرف سے اچھی جزا دے اور آپ پر اچھا اور پاکیزہ تر درود اور پورا اور بڑھا ہوا تحیہ بھیجے۔اے اللہ! تو ہمارے پیغمبر کو قیامت کے دن سب پیغمبروں سے زیادہ مقرب بنا ہم کو ان کا جام پلا ان کی شفاعت نصیب کر اور ہم کو قیامت کے دن ان کے ساتھیوں میں سے بنا ۔اے اللہ! تو اس کو ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی قبر کی آخری زیارت مت بنا اور اے عزت و بزرگی والے! تو ہم کو یہاں پھر آنا نصیب کر۔

اور اس شخص کا سلام پہنچائے جس نے اس سے وصیت کی ہو اور یوں کہے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا رَسُوْ لَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ يَسْتَشْفِعُ بِکَ اِلیٰ رَبِّکَ فَاشْفَعْ لَهٗ وَ لِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ ''اے اللہ کے رسول! تم پر فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام ہو۔ وہ آپ کی سفارش آپ کے رب کے پاس چاہتا ہے۔ پھر تو آپ اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت کریں۔

پھر سرہانے سے ہٹ کر مسجد جدید عثمانی کی طرف جا کر چہر مبارک کے سامنے پشت بقبلہ کھڑا ہو اور جتنی بار چاہے درود وسلام پڑھے۔ پھر داہنی طرف ایک ہاتھ ہٹ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے چہرہ مبارک کے سامنے ہو کر کہے۔''اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا صَاحِبَ رَسُوْ لِ اللّٰهِ فِیْ الْغَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَارَفِيْقَهٗ فِی الْاَسْفَارِ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا اَمِيْنَهٗ فِیْ الْاَسْرَارِ جَزَاکَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزیٰ اِمَامًا عَنْ اُمَّةِ نَبِيِّهٖ وَ لَقَدْ خَلَفْتَهٗ بِاَصْدَقِ خَلَفٍ وَ سَلَکْتَ طَرِيْقَهٗ وَ مِنْهَاجَهٗ خَيْرَ مَسْلَکٍ وَّ قَاتَلْتَ اَهْلَ الرِّدَةِ وَ الْبِدَعِ وَ مَهَّدْتَّ الْاِسْلَامَ وَ وَصَلْتَ الْاَرْحَامَ وَ لَمْ تَزَلْ قَاتِلًا لِّلْحَقِّ نَاصِرًا لِّاَهْلِهٖ حَتّٰی اَتَاکَ الْيَقِيْنُ وَ السَّلَامُ عَلَيْکَ وَ رَحْمَتُهٗ وَ بَرَکَاتُهٗ اَللّٰهُمَّ اَمِتْنَا عَلیٰ حُبِّهٖ وَ لَا تَخَبْ سَعْيَنَا فِیْ زِيَارَتِهٖ بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ'' اے پیغمبر خدا کے خلیفہ!

تجھ پر سلام ہو اے پیغمبر خدا کے یار غار! تجھ پر سلام ہو اے اس کے سفروں کے ساتھی تجھ پر سلام ہو۔ اے اس کے بھیدوں کے امین تجھ پر سلام ہو اللہ تجھکو ہماری طرف سے اس سے بہتر جزادے جو اس نے کسی پیشوا کو اپنے پیغمبر کی امت کی طرف سے دی ہے۔ بے شک تو نے اس کی سچی قائم مقامی کی اس کی راہ وطریقہ پر بخوبی چلا۔ مرتد اور بدعتی لوگوں سے جہاد کیا۔ اسلام کو آراستہ کیا۔ تو نے صلہ رحمی کی اور تو ہمیشہ حق اور اہل حق کی تائید میں لڑتا رہا یہاں تک کہ تجھ کو موت آ گئی اور تجھ پر سلام' اس کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ اے اللہ! تو ہم کو اس کی محبت پر مار اور اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے تو اپنی رحمت سے اس کی زیارت میں ہماری کوشش کو رائگاں مت کر۔

پھر ایک ہاتھ اور ہٹ کر حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے کھڑا ہو کر کہے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ الْفَارُوْقُ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا مَنْ کَمَّلَ اللّٰهُ بِهٖ الْاَرْبَعِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا مَنِ اسْتَجَابَ اللّٰهُ فِيْهِ دَعْوَةَ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا مَنْ اَظْهَرَ اللّٰهُ بِهِ الدِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا مَنْ اَعَزَّ اللّٰهُ بِهِ الدِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا مَنْ نَطَقَ بِالصَّوَابِ وَ وَافَقَ قَوْلُهٗ مُحْکَمَ الْکِتَابِ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ يَا مَنْ عَاشَ حَمِيْدًا وَّ خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا شَهِيْدًا جَزَاکَ اللّٰهُ عَنْ نَبِيِّهٖ وَ اُمَّتِهٖ خَيْرَ السَّلَامِ سَلَامُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ عَلَيْکَ۔'' اے امیر المومنین عمر فاروقؓ! تجھ پر سلام ہو۔ اے وہ کہ اللہ نے تجھ سے پورے چالیس مسلمان کئے تجھ پر سلام ہو۔ اے وہ کہ تیرے حق میں اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین کی دعاء قبول کی تجھ پر سلام ہو۔ اے وہ کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ نے دین کو قوی کیا تجھ پر سلام ہو۔ اے وہ کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ نے دین کو عزت دی تجھ پر سلام ہو۔ اے وہ کہ تو حق بولا اور تیری بات قرآن محکم کے موافق ہوئی تجھ پر سلام ہو۔ اے وہ کہ تو پسندیدہ طور پر زندہ رہا اور دنیا سے شہید ہو کر گیا تجھ پر سلام ہو۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنے پیغمبر اور اس کی امت کی طرف سے بہتر سلام کی جزادے۔ اللہ کا سلام اور اس کی برکتیں تجھ پر نازل ہوں۔

پھر آدھے ہاتھ کے برابر اوپر بڑھکر دونوں کے درمیان میں یہ کہے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمَا یَا ضَجِیعَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلیَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَرَفِیْقَیْہِ وَ وَزِیْرَیْہِ وَ مُشِیْرَیْہِ وَ الْمُعَاوِنَیْنِ لَہٗ عَلیٰ الْقِیَامِ فِیْ الدِّیْنِ وَالْقَائِمَیْنِ بَعْدَہٗ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِیْنَ جَزَاکُمَا اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزاءِ جِئْنَاکُمَا نَتَوَسَّلُ بِکُمَا اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِیَشْفَعَ لَنَا وَ یَسْأَلَ رَبَّنَا اَنْ یَّتَقَبَّلَ سَعْیَنَا وَ یُحْیِیَنَا عَلیٰ مِلَّتِہٖ وَ یُمِیْتَنا عَلَیْھَا وَ یَحْشُرَنَا فِیْ زُمْرَتِہٖ''اے پیغمبر خدا کے دونوں ہم خوابو! ان کے رفیقو! ان کے وزیرو! ان کے مشیرو! دین کی دوستی میں ان کے مددگارو! اور ان کے بعد مسلمانوں کی بھلائی پر کھڑے ہونے والو! تم کو اللہ تعالیٰ اچھی جزا دے۔ ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تم کو رسول خدا کے ہاں وسیلہ بنائیں تا کہ وہ ہماری شفاعت کریں اور پروردگار عالم سے درخواست کریں کہ ہماری دوڑ دھوپ کو قبول کرے۔ ہم کو اس کے دین پر زندہ رکھے اسی پر مارے اور قیامت کو اس کے گروہ کے ساتھ اٹھائے۔

پھر اپنے ماں باپ اور جس نے دعا کی درخواست کی ہو اس کے لئے دعا مانگے اور منبر و قبر شریف کے درمیان میں حضرت کے سرہانے آ کر جیسے پہلی زیارت پڑھی تھی آخر میں بھی وہیں جا کر پڑھے۔ اللہ کی ثناء وصفت بیان کرے، درود پڑھے۔ اپنے اور سب کیلئے دعاء مانگے اور یوں کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ .اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا شَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ .اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ . اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ . اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مِنَّۃَ اللّٰہِ عَلیَ الْمُؤْمِنِیْنَ . اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا طٰہٰ . اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا یٰس . اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَ عَلیٰ اَھْلِ بَیْتِکَ وَ ذُرِّیَّتِکَ الطَّیِّبِیْنَ . اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَ عَلیٰ اَزْوَاجِکَ الطَّاھِرَاتِ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ . اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَ

عَلٰی اَصْحَابِکَ اَجْمَعِیْنَ وَ عَلَی التَّابِعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ . اَللّٰهُمَّ اَعْطِهٖ نِهَایَةَ مَا یَنْبَغِیْ اَن یَّسْأَلَهُ السَّائِلُوْنَ وَ غَایَةَ مَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّأْمُلَهُ الْاٰمِلُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ وَ اَنْتَ اَصْدَقُ الْقَائِلِیْنَ " وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِیْماً " یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ یَا شَفِیْعَ اللّٰهِ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ اَتَیْنَاکَ ظَالِمِیْنَ لِاَنْفُسِنَا مُسْتَغْفِرِیْنَ مِنْ ذُنُوْبِنَا فَاسْتَغْفِرْ اَنْتَ وَ اشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ فَتَجِدُ اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِیْماً . وَاسْأَلُهٗ اَنْ یَّمُنَّ عَلَیْنَا بِسَائِرِ مَطْلُوْبَاتِنَا وَ یَحْشُرَنَا فِیْ زُمْرَةِ عِبَادِهِ الصَّالِحِیْنَ . اَللّٰهُمَّ اُشْهِدُکَ وَ اُشْهِدُرَسُوْلَکَ وَ اَبَابَکْرٍ وَّ عُمَرَ صَاحِبَیْ رَسُوْلِکَ وَ اُشْهِدُ الْمَلآئِکَةَ النَّازِلِیْنَ عَلٰی هٰذِهِ الرَّوْضَةِ الْکَرِیْمَةِ الْعَاکِفِیْنَ عَلَیْهَا وَ الْقَائِمِیْنَ عَلٰی هٰذِهِ الْبُقْعَةِ الْعَظِیْمَةِ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَکَ لاَ شَرِیْکَ لَکَ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَ رَسُوْلُکَ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مَا جَاءَ مِنْ عِنْدِکَ اِلٰی رَسُوْلِکَ مِنْ اَمْرٍ وَّ نَهْیٍ فَهُوَ حَقٌّ لَا کِذْبَ فِیْهِ وَ اِنِّیْ مُقِرٌّ لَّکَ بِجِنَایَتِیْ وَ مُعْتَرِفٌ بِخَطِیْئَتِیْ وَ مَعْصِیَتِیْ مِنَ الْکَبَائِرِ وَ الصَّغَائِرِ فَاغْفِرْ لِیْ جَمِیْعَهَا وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَامْنُنْ عَلَیَّ بِالَّذِیْ مَنَنْتَ بِهٖ عَلٰی اَوْلِیَائِکَ بِتَوْفِیْقِ الطَّاعَةِ فَاِنَّکَ الْمَنَّانُ ذُوْ الْفَضْلِ وَ الْاِحْسَانِ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ بَاَهْلِ الْاِیْمَانِ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ .

اے خاتم النبیین تم پر سلام ہو۔ اے گنہگاروں کے بخشوانے والے تم پر سلام ہو۔ اے پرہیزگاروں کے پیشوا تم پر سلام ہو۔ اے پروردگار عالم کے رسول تم پر سلام ہو۔ اے

مسلمانوں کے حق میں اللہ کے احسان تم پر سلام ہو۔اے طٰہٰ تم پر سلام ہو۔اے یٰسین تم پر سلام ہو۔تم پراور تمہارے گھرانے اور تمہاری پاک اولاد پر سلام ہو۔تم پراور تمہاری پاک بی بیوں پر جو مسلمانوں کی مائیں ہیں سلام ہو۔تم پراور تمہارے تمام اصحاب وتابعین پر قیامت تک سلام ہو۔اے اللہ! تو ان کو اس چیز کی انتہا عطا کر جس کا مانگنا سائلین کو سزاوار ہے اور اس چیز کی انتہا بخش جس کی امید کرنا امید کرنے والوں کو لائق ہے۔اے اللہ! تو نے فرمایا ہے اور تو سب کہنے والوں سے سچا ہے۔''اگر وہ اپنے اوپر ظلم کرنے کے بعد تیرے پاس آئیں اور وہ اللہ سے مغفرت چاہیں اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت چاہے تو بے شک وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے''۔اے اللہ کے دوست' اے خدا کے پیغمبر' اے خدا کے رسول! ہم اپنے اوپر ظلم کرنے کے بعد اپنے گناہوں کی مغفرت چاہنے کیلئے آپ کے پاس آئے ہیں۔پس آپ مغفرت مانگو اور خدا سے ہمارے گناہ بخشواؤ البتہ آپ خدا کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاؤ گے۔اور اللہ سے سوال کرو کہ ہم کو ہمارے سارے مطالب عنایت کرے اور قیامت کے دن ہم کو اپنے نیک بندوں کی جماعت میں اٹھائے۔اے اللہ! تجھ کو تیرے رسول کو اور ابوبکر وعمر کو جو تیرے رسول کے یار ہیں گواہ کرتا ہوں اور ان فرشتوں کو جو اس روضہ بزرگ پر اترنے والے اس پر ٹھہرنے والے اور اس مقام محترم پر کھڑے ہونے والے ہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے تیرے کوئی معبود سچا نہیں تو اکیلا ہے۔تیرا کوئی ساجھی نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ جو امر ونہی تیرے پاس سے تیرے رسول کے پاس آئے وہ برحق ہیں اس میں کچھ جھوٹ نہیں میں اپنے گناہ کا مقر اور اپنی خطا اور بڑے چھوٹے گناہوں کا معترف ہوں پس تو میری اور میرے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت کر اور مجھ پر وہ احسان کر جو تو نے بندگی کی توفیق سے اپنے دوستوں پر کیا

ہے کیونکہ تو بے شک احسان کرنے والا بخشش اور نیکی والا اہل ایمان کو بخشنے والا اوران پر رحم کرنے والا ہے۔اے رب! تو ہم کو دنیا میں بھی نیکی دے اور آخرت میں بھی نیکی دے۔اور دوزخ کے عذاب سے بچا' تیرا باعزت پروردگاران باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں سلام پیغمبروں پر ہواور تمام تعریفیں اللہ کو ہیں جو سارے جہاں کا پالنے والا ہے۔

اس کے بعد اسطوانہ ابولبابہ کے پاس جو قبر شریف ومنبر کے درمیان میں ہے' جا کر دوگانہ پڑھے' توبہ کرے اور دعاء مانگے ۔ پھر روضہ شریف میں نماز پڑھے اور تسبیح وثناء واستغفار کرے۔ پھر منبر شریف کے پاس درود پڑھے اور دعاء مانگے ۔ بعدہ' مقام ستون حنانہ[1] کے پاس بھی جا کر ایسا ہی کرے۔

مستحب ہے کہ ہر روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد بقیع کی بھی زیارت کرے کیونکہ وہاں ہزار ہا صحابی مدفون ہیں۔اگرچہ کسی کی تعیین معلوم نہیں تاہم اس میں چند قبے بنے ہوئے ہیں[2]۔

ا۔قبہ اہلبیت جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس اور امام حسن' امام زین العابدین' امام محمد باقر' امام جعفر صادق اور صحیح روایت کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم مدفون ہیں۔

۲۔قبہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

۳۔قبہ حضرت ابراہیم بن حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم جس میں حضرت عثمان بن مظعون' عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بھی قبریں ہیں۔

۴۔قبہ ازواج مطہرات ۔ اس میں حضرت خدیجہؓ ور میمونہؓ کے سوا اوروں کی قبریں ہیں (رضوان اللہ تعالیٰ علیہن)۔

---

(۱) یہ اس لئے کہا کہ اب ستون حنانہ باقی نہیں رہا' فی الحال اس کی جگہ استوانہ مخلقہ ہے۔ کہتے ہیں کہ حنانہ کو وہاں دفن کر دیا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اس کی کنگھیاں بنا کر تبرک کے طور پر تقسیم کی گئی تھیں۔(۲) فی زمانہ اب یہ قبے بھی موجود نہیں ہیں۔

۵ ۔ قبہ بنات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اس میں حضرت فاطمہؓ کا مزار نہیں ہے (رضوان اللہ تعالیٰ علیہن)۔

۶۔قبہ عقیلؓ بن ابی طالب جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھائی تھے۔

۷۔قبہ نافعؒ جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ تھے۔

۸۔قبہ امام مالک رحمہ اللہ۔

۹۔قبہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا۔

۱۰۔قبہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا جو حضرت علی کی والدہ ماجدہ تھیں۔

۱۱۔قبہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔

۱۲۔قبہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔مگر یہ تینوں قبے احاطہ کی دیوار سے باہر ہیں۔

مسجد فاطمہ جو بقیع میں ہے اور اس کو بیت الحزن(۱) بھی کہتے ہیں۔اس میں بھی نماز پڑھیں اور جمعرات کے روز شہدائے احد کی زیارت مستحب ہے۔رضوان اللہ علیہم۔پس قبروں پر حاضر ہونے کے وقت یہ کہے "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَا حِقُوْنَ ." "تم پر تمہارے صبر کرنے پر سلام ہو اور پچھلا گھر کیا ہی اچھا ہے تم پر اے مسلمان قوموں کے گھر والو سلام ہو اور ہم بھی اگر خدا نے چاہا تو تم سے ملنے والے ہیں۔

پھر آیت الکرسی اور "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھے۔حضرت اسماعیل بن امام جعفر صادقؒ کی زیارت بھی مستحب ہے جن کا بقیع سے مغرب کی طرف دیوار شہر کے اندر بڑا سا قبہ بنا ہوا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کے والد مالک بن سنان بئر قدار کے مزار کی بھی زیارت کرے جو

(۱) یہ مکان قبہ اہلبیت سے جنوب کی طرف مشرق کو جھکا ہوا ہے، بہت نزدیک ہے۔وہاں حضرت خاتون زہرہؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جا کر رویا کرتی تھیں۔

مدینہ کی مغربی دیوار کے پاس دروازے کے قریب واقع ہے۔

حضرت حسن مثنیٰ کے پوتے حضرت مہدی نفس زکیہ کے قبہ کی بھی زیارت کرے جو ابو جعفر منصور کے وقت میں شہید ہوئے ہیں۔ان کا قبہ مدینہ کے باہر جبل سلع سے مشرق کی طرف ہے۔ان مسجدوں کی زیارت بھی مستحب ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔مثلاً

ا۔مسجد قباء جہاں کی دو رکعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمرے کے برابر فرمایا ہے' آپ ہفتہ کے دن وہاں تشریف لے جاتے تھے۔وہاں جا کر یہ دعاء پڑھے۔ ''يَا صَرِيْخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ يَا مُفَرِّجَ كَرْبِ الْمَكْرُوْبِيْنَ يَا مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ اكْشِفْ كَرْبِيْ وَ حُزْنِيْ كَمَا كَشَفْتَ عَنْ رَّسُوْلِكَ كَرْبَهٗ وَ حُزْنَهٗ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا كَثِيْرَ الْمَعْرُوْفِ يَا دَائِمَ الْإِحْسَانِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔'' اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس اے غمزدوں کے غم دور کرنے والے اے بیقراروں کی دعا قبول کرنے والے۔محمد اور ان کی آل پر درود بھیج اور میرے رنج وغم کو دور کر جیسا کہ تو نے اپنے رسول کے رنج وغم کو اس مقام پر دور کیا۔اے بخشنے والے اے منت رکھنے والے بہت نیکیوں والے اے ہمیشہ احسان کرنے والے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

۲۔مسجد الجمعہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آنے کے بعد پہلا جمعہ ادا کیا تھا۔یہ مسجد مدینہ کی طرف آنے میں مسجد قباء سے بائیں طرف پڑتی ہے۔بنی سالم میں اس کو مسجد الوادی اور مسجد العاتکہ بھی کہتے ہیں۔

۳۔مسجد الفضیخ[۱] اس کو مسجد الشمس بھی کہتے ہیں۔یہ مسجد ایک مربع احاطہ کی شکل میں قبا سے مشرق کی طرف ہے یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ دن نماز پڑھی ہے جبکہ بنی نضیر پر چڑھائی کی تھی۔

---

(۱) فضیخ ایک شراب کا نام ہے ۔کہتے ہیں کہ جب شراب کی آیت حرمت نازل ہوئی' اس شراب کی مشک کا دہانہ اس مسجد میں کھول کر بہا دی گئی اور اس کو مسجد شمس اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مسجد ٹیکری پر ہے جہاں سب سے پہلے دھوپ نکلتی ہے۔

۴۔مسجد بنی قریظہ جومسجد الشمّس سے مشرق کی طرف ہے۔
۵۔مسجد مشربہ ام ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جومسجد بنی قریظہ سے شمال کی طرف ہے۔
۶۔مسجد بنی ظفر جو بقیع سے مشرق کی طرف ہے' وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے اور وہاں ایک پتھر ہے جس پر قاری کو بٹھا کر قرآن پڑھوایا تھا۔وہاں کسی پتھر میں آپ کی کہنی کا نشان بھی عیاں ہے۔اور کسی پتھر میں آپ کے خچر کے سم کا نشان بھی نمایاں ہے۔اسی لئے اس کو مسجد بغلہ بھی کہتے ہیں اور عوام اس کا نام سفرۃ النبی رکھتے ہیں۔
۷۔مسجد الاجابہ جہاں آنحضرت کی دو دعائیں قبول ہوئی تھیں۔ایک امت کا قحط سے نہ مرنا' دوسری غرق سے نہ ہلاک ہونا۔یہ مسجد بقیع سے شمال کی طرف بلندی پر ہے۔
۸۔مسجد الفتح' جس کو مسجد الاحزاب اور مسجد اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔
۹۔مسجد سلمان فارسیؓ۔
۱۰۔مسجد ابی بکرؓ۔
۱۱۔مسجد علیؓ۔
یہ چاروں مسجدیں جبل سلع سے مغرب کی طرف مقام جنگ احزاب میں واقع ہیں۔
۱۲۔مسجد بنی حرام۔ یہ مسجد مدینہ سے مسجد الفتح کو جاتے ہوئے سلع کی گھاٹی میں داہنی طرف پڑتی ہے۔
۱۳۔مسجد القبلتین جس میں ایک محراب بیت المقدس کی طرف ہے اور دوسری کعبہ کی جانب یہ مسجد الفتح سے آدھ کوس پر مغرب کی طرف ہے۔
۱۴۔مسجد السقیا جو مدینہ کے گردونواح میں مکہ سے جانے والے کو پہلے ملتی ہے بہت چھوٹی مسجد ہے۔سات گز کا طول وعرض رکھتی ہے۔
۱۵۔مسجد رایہ جو مدینہ کے باہر شام کی راہ میں ذباب پہاڑی پر واقع ہے۔جو شخص مدینہ سے شام کی طرف جائے اس کو داہنی طرف پڑتی ہے اور جبل سلع سے مشرق کی طرف ہے۔

۱۶۔ مسجد صغیر۔ احد کو جاتے ہوئے حضرت حمزہ کے مزار سے مشرق کی طرف پڑتی ہے۔ اس کو مسجد الفسح بھی کہتے ہیں اس لئے کہ آیت ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا'' الخ (المجادلۃ۔ آیت ۱۱) یہیں نازل ہوئی تھی۔

۱۷۔ مسجد ابی ذر غفاریؓ جو حضرت حمزہؓ کی درگاہ کو جاتے ہوئے راہ میں داہنی طرف پڑتی ہے۔

۱۸۔ مسجد ابی بن کعب جو بقیع میں ہے۔

۱۹۔ مسجد مصلی عید۔ جو دروازہ کے باہر مغرب کی طرف ہے۔

۲۰۔ مسجد مصلی عید کے پاس مسجد ابو بکرؓ و مسجد علیؓ و مسجد عمرؓ بھی مشہور ہیں۔

ان مساجد میں سے ہر ایک میں نماز بھی پڑھے۔

مدینہ میں روزے رکھنا اور مسجد نبوی میں خصوصاً شب بیداری کے ساتھ اعتکاف کرنا اور مدینہ کے محتاجوں کو خیرات دینا غنیمت جانے۔ ان سات کنوؤں کی بھی زیارت کرے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آب دہن اور وضو کا غسالہ ڈالا ہے اور ان کا پانی پئے اور کوئی حرج نہ ہو تو اس سے وضو و غسل بھی کرے۔

ایک بیر اریس ہے جو مسجد قبا سے مغرب کی جانب نہایت قریب ہے۔ اس کو بیر خاتم بھی کہتے ہیں۔

دوسرا بیر عہن جو مسجد قبا سے مشرق کی طرف مسجد شمس کے آگے تھوڑی دور پر ایک باغ کے اندر ہے۔

تیسرا بیر غرس جو مسجد قباء سے مشرق کی طرف نصف میل کے فاصلہ پر ہے۔

چوتھا بیر بصہ جو جنت البقیع کے آگے مدینہ سے قباء کو جاتے ہوئے بائیں طرف ایک باغ کے اندر ہے۔

پانچویں بیرٔ بیر حا جو مسجد نبوی کے سامنے دیوار شہر کے باہر باغ ابوطلحہ میں ہے۔

چھٹا بیر بضاعہ جو شامی دروازہ کے باہر حضرت حمزہؓ کی درگاہ کو جاتے ہوئے داہنی طرف باغ جمل اللیل میں ہے۔

ساتواں بیر رومہ جو مدینہ سے تیس کوس پر شمال کی طرف وادی عقیق میں مسجد قبلتین سے آگے ہے۔
جب مدینہ سے روانہ ہو مسجد نبوی میں دوگانہ رخصت ادا کرے اور اگر حضرتؐ کے مصلی پر پڑھ سکے تو نہایت بہتر ہے۔ پھر زیارت کے مقبول ہونے دوبارہ حاضر ہونے اور دین و دنیا کی بھلائی کی دعا مانگے۔ اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام کے بعد یہ عرض کرے۔
''اَللّٰھُمَّ لاَ تَجۡعَلۡ ھٰذَا اٰخِرَ الۡعَھۡدِ بِنَبِیِّکَ وَ مَسۡجِدِہٖ وَ حَرَمِہٖ وَ یَسِّرۡلِیَ الۡعَوۡدَ اِلَیۡہِ وَ الۡوُقُوۡفَ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَ ارۡزُقۡنِیۡ الۡعَفۡوَ وَ الۡعَافِیَۃَ فِیۡ الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ رَدَّنَا اِلیٰ اَھۡلِنَا سَالِمِیۡنَ غَانِمِیۡنَ آمِیۡنِیۡنَ بِرَحۡمَتِکَ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ ۔'' اے اللہ تو اس کو اپنے نبی اس کی مسجد اور اس کے حرم کی آخری زیارت نہ بنا مجھ کو یہاں پھر آنے اور اس کے روبرو کھڑا ہونے کی توفیق دے معافی اور آرام دین و دنیا میں نصیب کر اور ہم کو اپنی رحمت سے سلامتی غنیمت اور امن کے ساتھ گھر والوں میں پہنچا اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔
رخصت کے وقت گریہ وزاری اور اشک باری میں مبالغہ کرے کیونکہ یہ مقبولیت کی علامت ہے۔ پھر حضوری شریف سے جدائی ہونے پر حسرت کرتا ہوا سیدھا یا الٹے پاوں جیسا کہ اختلاف ہے رخصت ہو اور جو کچھ میسر ہو اس کو خیرات کرے کیونکہ یہ ہر آفت سے نجات ملنے کا ذریعہ اور ہر ملامت سے سلامت رہنے کا موجب ہے۔
بہتر یہ کہ مدینہ سے چھوارے جیسے عجوہ' برنی' ہلیہ' خاک شفا ساتوں کنووں کا پانی اور اس قسم کے تبرکات ساتھ لے اور ایسے ہی مکہ سے آب زمزم اور دوسرے تبرکات ہمراہ لے لیکن یہ یاد رہے کہ جب آب زمزم اس کے پاس وضو یا غسل کے موافق رہے گا تو اس کو راہ میں تیمّم جائز نہ ہوگا کیونکہ اس کے پاس پانی موجود ہے مگر ہاں اس حیلہ سے تیمّم جائز ہوگا کہ اس میں اس سے زیادہ کیوڑہ یا گلاب ملا دے یا یہ کہ اس کو اپنے ساتھی کو بخش دے پھر ٹھکانے پہنچنے کے بعد اس سے واپس لے لے۔ جب حاجی اپنے شہر کے پاس پہنچے تو یہ کہے۔ ''اٰمِــنُــوۡنَ

تَـائِبُـوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ . ''ہم امن کے ساتھ خدا کی طرف رجوع ہوتے اوراس کی حمد کرتے ہوئے آ رہے ہیں ۔اوراپنے پہنچنے سے پہلے اپنے گھر والوں کوخبر کردے تا کہ وہ استقبال کریں اورشہر میں جومسجد پہلے ملے اس میں دوگانہ پڑھے پھر یہ کہتا ہوا گھر میں داخل ہو''تَـوْباً تَوْباً لِرَبِّنَا اَوْباً لاَ یُغَادِرُ عَلَیْنَا حَوْباً ''خدا کی طرف رجوع اورمتوجہ ہوکے گھرکولوٹے ہیں وہ ہم پرکوئی گناہ باقی نہ رکھے گا۔

اورگھر میں دوگانہ تحیۃ المنز ل ادا کرے اور ہمیشہ بقیۃ العمر پہلے سے زیادہ خیر وصلاح میں مشغول رہے کیونکہ یہی حج مبرور کی علامت ہے۔

خداوندا! تو اس عاجز اوراس کے ساتھ والوں کوان باتوں کی توفیق دیجیو ۔حج مبرور' زیارت مقبول بطفیل رسول نصیب **کیجیو** اوراس دارناپائیدار سے باایمان اٹھائیو۔آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ۔

تَمَّتْ بِالْخَیْرِ